# التماس مترجم

سب شائقان علوم اسلامیہ کی خدمت مین عموماً اور وکلار و مختاران عدالت کی خدمت مین خصوصاً التماس ہی کہ اسلامی علم فقہ ایسا بحر ذخار ہو جسکی حد و پایان تیرہ سئی ۱۳ برس مین بھی کسی عالم و فقیہ کو نہین ملی اور جسکا مثل و مانند بقول اس کتاب کے مؤلف عالم کے "فن قانون سازی کی تاریخ مین بہت کم نظر آتا ہی" اور ہر چند علمار اسلام و فقہار کرام و حافظان شریعت حضرت خیر الانام صلعم کی تصنیفات علم فقہ مین اِس کثرت سے ہین کہ اُنکی تعداد عالم الغیب ہی خوب جانتا ہی۔ مگر تقریباً سب کتب فقہ عربی زبان مین ہین اور فارسی زبان مین بھی بہت کم کتابین اِس علم مین ہین۔ اور اردو زبان مین تو قسم کھانے کی جگہ ہی۔ رہی زبان انگریزی اُسمین بعض علمائے انگریز نے مثل میکناٹن صاحب و بیلی صاحب و ہمیلٹن صاحب کے بعض عربی کتابون کا ترجمہ کیا ہی اُسی پر سب عدالتون کا اور حضرات وکلار کا بالفعل دارو مدار ہی۔ مگر اسلامی علم فقہ ایک اجتہادی علم ہی جسمین ہزارہا بلکہ [illegible] اقوال اور اختلافات ہین اور شرع محمدی کے جزئیات مسائل مین ایسی ایسی باریکیان اور پیچیدگیان ہین کہ جب کوئی دقیق اور پیچیدہ مسئلہ شرعیہ کسی عدالت مین پیش ہوتا ہی تو جج اور وکیل دونون صاحبون کو اُسکے حل کرنے مین دانتون پسینہ آتا ہی اور بمقتضائے بشریت یا بوجہ عدم واقفیت ایسے مقدمہ کے فیصلے مین غلطی ہو جاتی ہی جس سے کسی نہ کسی فریق کی حق تلفی اور نقصان ہوتا ہی۔ یہ کتاب جزئیات مسائل اور اختلافات پر ایسی حاوی ہی اور معتبر و مستند اقوال کو اس کثرت سے نقل کیا ہی کہ شاید بلکہ یقیناً کوئی کتاب مسائل و احکام شرع محمدی مین زبان انگریزی مین بھی ایسی جامع و حاوی ابتک نہین تالیف ہوئی ہی پھر اردو

بیچاری کس قطار شمار مین ہی۔

چند ہی روز ہوے ہین کہ مترجم حقیر مصنف تحریر کی لائف آف محمدؐ یعنے سوانح عمری حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ترجمہ اُردو مین کرکے تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام کے نام سے اُسکو چھپوا کر مشتہر کر چکا ہی اور الحمد للہ وہ ترجمہ مقبول خاص و عام اور مطبوع طبائع شائقان حالات اسلام و بانی اسلامؐ ہوا ہی۔ اَب حسب فرمایش قدردان اہل کمال ذو المنن والافضال رئیس باذل امیر دریا دل شائق علوم ناقد فنون و رسوم کنور ہرنام سنگھ صاحب بہادر اہلو والیہ دام اقبالہ منیجر ریاست کپورتھلہ و سکرٹری انجمن ہند اودھ اور باجازت جناب مصنف علامہ اس نایاب کتاب کا ترجمہ کرکے ہدیۂ ناظرین باتمکین کرتا ہون۔

یہ کتاب دو جلدون پر منقسم ہی۔ جلد اوّل مین مسائل و احکام میراث اور نکاح اور طلاق بکمال احتیاط اور نہایت تحقیق کے ساتھ لکھے ہین۔ اور جلد ثانی مین مسائل اور احکام ہبہ اور وقف اور وصیت نہایت شرح و بسط سے بیان کیے ہین۔ اُمید ہی کہ یہ کتاب حضرات وکلاء و قانون دانون کو بہت دلچسپ اور مفید اور بکار آمد ہوگی اور نحیف کو بکلمۂ خیر یاد فرمائینگے۔

الملتمس سید ابو الحسن مترجم انجمن ہند مقام لکھنؤ

۳۰۔ اگست ۱۸۹۵ء

# فہرست مضامین جلد ثانی جامع الاحکام
## فی فقہ الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# جلد ثانی جامع الاحکام فی فقہ الاسلام

## دیباچہ

باوجودیکہ اسلامی علم فقہ کے عظمت و جلالت کی نسبت لوگوں کے خیالات میں بہت کچھ تغیر
واقع ہوا ہے تاہم جن لوگوں سے ہندوستان کی مختلف قوموں کی بود و باش اور معدلت گستری [illegible]
یا ضمناً متعلق ہے اُنکے لیے شرع محمدیؐ کو بامعان نظر ملاحظہ کرنا اب بھی نہایت مفید و دلچسپ
ہندوستان میں واضعان قوانین انگریزی نے قانون اسلام متعلقہ میراث اور انتظام جائداد کو
بعینہ باقی رکھا ہے۔

اس ملک میں کوئی قانون مختص المقام نہیں ہے سوا ان چند قوانین مخصوصہ کے جو عموماً سب سے
متعلق ہیں اور جنکو قوانین میونسپل کہنا بجا ہے۔ بلکہ اس ملک کے قوانین اکثر شخصی ہیں۔ اسی وجہ
اس ملک کے لیے قانون بنانا ہی صرف مشکل نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف کرنے میں قصور و خطا کا بڑا
اندیشہ رہتا ہے۔ علی الخصوص شرع محمدیؐ چونکہ ایک ایسی زبان[1] کے لباس سے ملبوس ہے
جس سے بہت کم لوگ واقف ہیں لہذا اکثر اوقات شرع شریف کے اصول کو تحقیق کرکے جاری
کرنے میں بڑی دقت پڑتی ہے۔

[1] یعنی زبان عربی ۱۲- مترجم

بعض اوقات وکلاء عدالت نے اِس باب مین بحث کی ہے بلکہ خود حکام عدالت نے بھی کسی قدر تامل کرکے فرمایا ہے کہ شرع محمدی اور شاستر ہنود اہل اسلام اور ہنود کے لیے صرف اُن تنازعات مین قائم رکھا گیا ہے جو میراث و جانشینی اور نکاح اور مثل اسکے اور امور سے متعلق ہین۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ باب ۲۰ قانون بست و یکم شاہ جارج سوم کی عبارت ایسی جامع و مانع ہے کہ سوا اُن مقدمات کے جنکی تصریح اس قانون مین کردی ہے اور سب معاملات مین قانون انگریزی کو ہندوستان کا قانون تصور کرنا چاہیئے۔ میرے نزدیک یہ دعوی محض بلا دلیل ہے۔ اسواسطے کہ اس قانون کے دیباچہ مین منجملہ دیگر مقاصد کے ایک مقصد یہ لکھا ہے کہ "وہ ہندوستان کے باشندے اپنے تمام قدیم قوانین اور رواج اور مواجب و حقوق پر قائم اور محفوظ رکھے جائین"۔

اگر اس امر کا تصفیہ نہ ہوچکا ہوتا تو البتہ یہ بحث ہوسکتی تھی کہ آیا واضعان قوانین کا یہ منشا تھا کہ اِس ملک کے باشندوں کے قوانین شخصی مین کچھ تغیر و تبدل کیا جاوے چاہے وہ کسی قوم اور کسی مذہب کے لوگ ہون۔ مگر مقدمہ مسلیہ بنام مسلیہ کے فیصلہ اور اور مقدمات کے فیصلون کا لحاظ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی عدالتون نے قوانین شخصی کے اثر کو اکثر ہنود اور اہل اسلام پر محدود کردیا ہے۔ حالانکہ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۱۷ کے اثر کو صرف جانشینی اور میراث پر محدود کرکے ہنود اور اہل اسلام کے قوانین شخصی کو اور زیادہ مقید کردینا اس دفعہ کے فحواے عبارت کے بھی خلاف ہے اور اکثر فیصلجات عدالت اور منشاء واضعان قوانین کے بھی مخالف ہے بلکہ لفظ ڈیلنگز (معاملہ) جو اس دفعہ مین لکھا ہے اُسمین انتقالات (مثل وصیت وغیرہ) داخل ہین علاوہ اسکے واضعان قوانین نے خود صاف صاف فرمادیا ہے کہ جب کسی مقدمہ سے متعلق کوئی خاص قانون نہو تو عدالتون کو چاہیئے کہ عدل و انصاف اور ایمان کی پابندی سے فیصلہ کرین اور ہائیکورٹ کلکتہ کے دو نامی گرامی ججون نے تجویز فرمایا ہے کہ عدل و انصاف کا

---

سلہ ملاحظہ ہو صاحب کالا رپورٹ صفحہ ۲۰۰ ... سنہ ... یعنی جسٹس اسٹیر صاحب اور جسٹس لوئگ صاحب کا فیصلہ مورخہ ... اپریل ...
مقدمہ ... الدین سردار بنام ہبۃ اللہ سرکار منضبطہ ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۰۱ ... سنہ ... اس مقدمہ کے فیصلہ مین عالم ججون نے

مقتضی اور ایمان کی بات یہی ہے کہ مسلمانون مین جو تنازعات درباب انتقال جائداد پیدا ہون انکا فیصلہ شرع محمدی کے روسے کیا جائے۔

اور ہائیکورٹ بمبئی نے بڑی شد و مد سے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ جو دستاویزین جائداد سے متعلق ہون اور مسلمانون نے تحریر کی ہون اُنمین شرع محمدی جاری کرنی چاہیئے چاہے کسی زبان مین وہ دستاویزین تحریر کی گئی ہون۔ چونکہ قانون معاہدہ (ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۲ع) اجمالہ تنازعات متعلقہ بیع و شرا و ضمانت وغیرہ سے متعلق ہے لہذا مین نے اس کتاب مین صرف ہبہ اور وقف اور وصیت کے بیان پر انحصار کیا ہے۔

اِس کتاب کے جلد اول مین مین نے اسلامی علم فقہ کی ترقی اور نشو و نما پانے کی کیفیت بیان کی ہے اور مختلف فرقہاے اسلام کی حقیقت مفصل لکھی ہے۔ مگر اِس جلد ثانی مین بھی اِس باب مین اور کچھ عرض کرنا بے موقع اور بے محل نہوگا۔

---

۱؎ لکھا ہے کہ مدعی یا مدعا علیہ سپانڈنٹ خاص کے وکلاء یہ بحث کرتے ہین کہ اِس قسم کے معاہدہ سے شرع محمدی نہین متعلق ہو سکتی اور بموجب دفعہ ۱۵- قانون ۴- سنہ ۱۸۷۲ع صرف میراث اور نکاح کے مقدمات مین عدالت کو حکم ہے کہ شرع محمدی کے موافق فیصلہ کرے اور چونکہ یہ مقدمہ اس قسم کا نہین ہے لہذا عدالت کو اسکا فیصلہ معمولی قواعد عدل و ایمان کے موافق کرنا چاہیئے۔ اِسکا جواب یہ ہے کہ اِس ملک کی عدالتون کا ہمیشہ یہی عملدرآمد رہا ہے کہ اکثر ایسے مقدمات مین بھی جو نکاح اور میراث سے نہین متعلق ہین شرع محمدی کو جاری کیا ہے۔ اور گو دستور قدیم کے بموجب یہ فعل عدالتون کا جائز نہو تو بھی یہ نہین کہہ سکتے کہ جب یہ عدالت مسلمانون کا فیصلہ اُنھین کی شرع کے موافق کرتی ہے تو عدل و انصاف نہین کرتی ہے یا ایمان کے خلاف کرتی ہے ۱۲

---

یہی بحث بمقدمہ یوسف علی بنام صاحب کلکٹر ٹیراہ (انڈین لا رپورٹ جلد ۹ - صفحہ ۱۴۱ - سلسلہ کلکتہ) بھی ہوئی تھی مگر عالم ججون نے (مسٹر جسٹس گارتھ صاحب چیف جسٹس اور میکڈانل صاحب جسٹس) اُس مقدمہ کا فیصلہ جو اُنکے اجلاس مین پیش تھا شرع محمدی کے بموجب کیا تھا۔ مسٹر جسٹس محمود نے جو تقریر بمقدمہ مظہر علی بنام بدھ سنگھ (انڈین لا رپورٹ جلد ۷ صفحہ ۲۹۷ سلسلہ الہ آباد) لکھی ہے وہ بھی نہایت دلچسپ اور لائق ملاحظہ ہے۔ ۱۲ سلہ بمقدمہ گنگا بائی بنام تھور ملالادیبٹ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۱۷ فیصلہ سارجنٹ صاحب چیف جسٹس اور بمقدمہ فاطمہ بی بی بنام ایڈووکیٹ جنرل (لا رپورٹ بمبئی جلد ۶ فیصلہ ویسٹ صاحب جسٹس) اور مقدمہ گوسائین بنام گوسائین (مورس انڈین اپیلس جلد ۲ صفحہ ۱۷۰) ملاحظہ ہون ۱۲ منہ

پس واضح ہو کہ جتنے سلسلے قوانین کے دنیا میں ہیں ان سب میں قانون اسلام یا شرع محمدی کو تواریخ کے روسے دیکھیے تو اسکی ترقی کو نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز پائیگا۔

جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ قانون اسلام کی ابتدا کیا ہوئی اور عرصۂ قلیل میں کیسا جلد فروغ اور نشو ونما اسکو ہوا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے مہذب وشائستہ قوانین میں شرع محمدی ایک نہایت عظیم الشان سلسلہ قوانین ہے۔

اسلامی علم فقہ ایک عالی شان عمارت ہے جسکی بنیاد احکام قرآنی اور احادیث نبوی پر قائم ہے مگر جسکا مصالح بغداد اور بخارا اور شام اور اندلس اور ایران میں مہیا ہوا تھا۔ اِس کتاب کی جلد اول میں میں عرض کر چکا ہون کہ اسلام کے خانگی قوانین یہود کے قوانین سے مشابہت تامہ رکھتے ہین اور علی ہذا القیاس اکثر اقوال اُن فقہاے اسلام کے جو اُس زمانہ مین گذرے ہین جبکہ اسلام کا نیر اقبال اوج پر تھا مشابہتِ تامہ وتعجب انگیز رومیون کے قوانین سے رکھتے ہین۔ بلکہ اکثر اوقات یہ مشابہت اسقدر حیرت خیز ہے کہ اہل تحقیق اور ارباب بصیرت کو سخت تعجب ہوتا ہے کہ یہ مماثلت اتفاقی ہے یا باہمی فعل انفعال اور کسر وانکسار کا نتیجہ ہے۔ تاہم یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ چونکہ اکثر اصول شرع شریف محض وخالص عربی الاصل ہین یعنی قرآن وحدیث سے ماخوذ ہوے ہین لہذا رومیون کے خیالات کا اثر معتدبہ فقہاے عرب کے آرا واقوال پر نہین ہوا ہے۔

وہ کمبخت اختلاف مذہبی جسنے اسلام مین آج تک تفرقہ ڈال رکھا ہے اور مسلمانون کو دو فرقون یعنی سُنّی اور شیعہ پر منقسم کر دیا ہے دنیاوی اسباب اور حوادث زمانہ سے پیدا ہوا تھا اور آخرکار مسائل فقہ مین اختلاف عظیم کا باعث ہوا۔ دراصل یہ اختلاف خاندانی تنازعات سے پیدا ہوا تھا مگر بڑھتے بڑھتے اعتقادات اور مسائل تک پہونچ گیا۔ خود فرقۂ اہل سنت وجماعت مین چار مذہب ہین اور اِن چارون کے بعض بعض اعتقادات ومسائل مین اسی قدر اختلاف ہے جسقدر سُنّی اور شیعہ مین ہے تاہم مذاہب اربعہ مین باہم ویسی عداوت نہین ہے جیسی اُن دونون میں ہے اِسکا سبب ظاہر ہے کہ فریقین نے مسئلہ امامت کو اپنے اپنے طور پر سمجھا ہے۔

اصول دین سنی اور شیعہ مین اگر اختلاف ہے تو صرف مسئلۂ امامت مین ہے اور امامت سے مراد
کافہ اہل اسلام کی پیشوائی امور دین ودنیا مین ہے - اسی اختلاف سے فریقین کے فروع یعنے
مسائل فقہیہ مین بھی اختلاف ہوگیا ہے - شیعہ امر خلافت مین اجماع کو حجت نہین جانتے یعنی اسکے
قائل نہین ہین کہ حق داران خلافت کو جنکے باب مین خود رسول مقبولؐ وصیت کرچکے تھے بالائے
طاق رکھکر باجماع صحابہ خلیفۂ رسولؐ منتخب کرلیا جائے مگر سنی اجماع کو اگرچہ وہ کسی طور سے منعقد ہوا ہو
امر خلافت مین بھی دلیل قاطع اور حجت قطعی سمجھتے ہین - پیغمبر اسلامؐ کے وفات کرتے کے ساتھی یہ خلافت کا
جھگڑا پیش ہوا کہ کسی شخص کو خلیفہ رسولؐ اور پیشوائے امت منتخب کرنا ضرور ہے - بنی ہاشم یعنی اقربا
پیغمبر صلعم نے یہ حجت کی کہ خلافت حق علی ابن ابی طالبؑ کا ہے کہ خود رسول اللہؐ انکو اپنا وصی مقرر کرچکے ہین -
مگر دیگر قریش جو ہمیشہ سے بنی ہاشم کے خلاف تھے اِسپر مصر ہوے کہ انتخاب کے اصول پر عمل کیا جاے -
اور ہنوز بنی ہاشم آنحضرت صلعم کی تجہیز وتکفین مین مصروف تھے کہ قریش کے ووٹ (رای) سے حضرت
ابوبکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے -

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے تیسرے سال انتقال کیا یعنی اگست ۶۳۴ع مین اور اُنکے
بعد حضرت عمر ابن الخطاب خلیفۂ ثانی منتخب ہوے - اِن خلیفہ کے عہد خلافت مین مسلمانون نے مصر اور شام
اور فارس کو فتح کیا اور انکی وفات کے بعد خلافت حضرت علیؑ کو اس شرط سے دیگئی کہ جملہ امور مین خلیفۂ اول
اور خلیفۂ ثانی کی پیروی کرین - حضرت علیؑ نے اِس شرط کو نامنظور کیا اور فرمایا کہ جن مقدمات مین کوئی حکم
شرع یا فرمودۂ رسولؐ نہوگا انکا فیصلہ مین اپنی راے کے موافق کرونگا - یہ یادگار قول حضرت علیؑ کا ایک
اور امر اختلافی درمیان سنی اور شیعہ کے ہے - تب خلافت حضرت عثمان کو دیگئی اور اُنھون نے انتخاب
کنندہ جماعت کے شرائط کو قبول کرلیا - اُسی زمانہ سے سنی اور شیعہ کے مسائل شرعی مین اختلاف
پیدا ہوا - حضرت عثمان کے اِس بات پر راضی ہوجانے سے کہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ ثانی کی سیرت کی
پابندی بلا عذر کرینگے خواہ اُنکی سیرت یا احکام حوائج بشری اور مصالح وقت کے (جو ہمیشہ بدلتے رہتے
ہین) موافق ہون خواہ نہون ایک خاص صورت اہل سنت کے مسائل کی پیدا ہوگئی ہے - خلیفۂ اول

اور خلیفہ ثانی دونوں صاحب اپنے اپنے عہد خلافت مین حضرت علیؑ جو معنی اور مفاد احکام شرع کا
بیان فرماتے تھے اُسکا اِجرا کرتے تھے اور جو تاویل حضرت علی احادیث مین فرماتے تھے اُسی کے
موافق ہمیشہ فصل خصومات کرتے تھے۔ مگر خلیفہ ثالث نے اور ہی روش اختیار کی۔ یہ خلیفہ نیک
نیت مگر ضعیف العقل تھے اور اپنے معتمد خاص اور عزیز با اختصاص مروان ابن الحکم کے قابو مین تھے
آخر تھوڑے عرصہ تک خلافت کرکے سپاہ مصر کے ہاتھ سے جسکا سردار محمد ابن ابی بکر تھا قتل ہوے
اُنکی وفات کے بعد حضرت علی خلیفہ منتخب ہوے۔ انکا خلیفہ ہونا کیا تھا کہ فریق مخالف کو بغاوت
شدید اور فساد عظیم کا اشارہ تھا۔ ایک لڑائی یعنی جنگ جمل مین سرگروہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر تھین
یہ مہم تو بآسانی سر ہوئی۔ دوسری لڑائی یعنی جنگ صفین مین فریق مخالف کو کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔
تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت مین اپنے ایک عزیز معویہ ابن ابی سفیان کو
ملک شام کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اِس حریص سردار نے قتل عثمان کو اپنی ثروت و امارت کا ذریعہ گردانکر علم
بغاوت افراشتہ کیا جس سے اسلام کو چند در چند صدمات پہونچے اور بڑی بڑی خرابیان ہوئین۔
معویہ نے چند لڑائیون مین شکست کھاکر لڑائی کا تصفیہ پنچایت پر موقوف رکھا اور حضرت علی نے بایں خیال کہ
مسلمانون کی زیادہ خونریزی نہو پنچایت منظور کر لی۔ اہل بیت پیغمبر کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری اور معویہ کی
جانب سے عمرو ابن العاص حکم یعنی پنچ مقرر ہوے۔ عمرو ابن العاص نے ابوموسیٰ کو یہ سمجھایا کہ علی اور
معویہ کے باہمی تنازعات سے جو رخنہ اسلام مین پڑگیا ہے اُسکو دفع کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اِن دونون کو
خلافت سے معزول کرکے کوئی تیسرا شخص خلیفہ کر دیا جاے۔ ابوموسیٰ نے عمرو کے اِس مشورہ کو قبول
کر لیا اور جب لوگ پنچایت کا فیصلہ سننے کو جمع ہوے تو کہدیا کہ ہمنے علی اور معویہ دونون کو خلافت سے
معزول کیا۔ اُسکے بعد عمرو ابن العاص نے کہا کہ علی کو معزول کرنے مین تو مین ابوموسیٰ سے اتفاق راے
کرتا ہون مگر معویہ کو خلافت پر قائم رکھتا ہون۔ اِس مکاری اور حیلہ جوئی اور بیحیائی کو دیکھکر اُن سب کو یاس
ہو گئی جنکو امید تھی کہ پنچایت کی وجہ سے زیادہ خونریزی مسلمانون کی نہونے پائیگی۔ عمرو ابن العاص کی
اس کارروائی سے بنی فاطمہ کو غصہ آگیا اور فریقین اِسطرح سے جدا ہوے کہ دونون نے قسم کھائی کہ فیصلہ

ایک دوسرے کے عدو سے جان رہینگے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت علی اثنا نماز مین مسجد کوفہ مین شہید ہوے اور اُنکے شہید ہوجانے سے معویہ کی حکومت ممالک شام و حجاز مین خوب مستحکم ہوگئی۔

جبتک امیر شام (معویہ) اُس تخت خلافت پر نہین بیٹھا جو خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے زہد و تقویٰ سے مقدس و متبرک ہوگیا تھا اُسوقت تک فریقین نے کوئی خاص لقب نہین اختیار کیا نہ کوئی خاص خطاب پایا۔ بلکہ حضرت علیؑ کے طرفدار صرف بنی ہاشم کہلاتے تھے۔ مگر معویہ کے عہد خلافت مین پیروان اہلبیت علیہم السلام شیعہ[1] کہلانے لگے اور جس فریق نے انتخاب کے اصول کو خلافت موروثی پر ترجیح دی تھی اُسنے اپنا نام اہل السنت والجماعت رکھ لیا۔ بنی فاطمہ نے سبز رنگ جو رسول اللہ صلعم کو مرغوب تھا اپنی علامت رکھی اور بنی اُمیہ نے اپنا نشان سفید رکھا۔ اُسوقت تک تو فریقین مین اختلاف اور تنازع ملکی اور خاندانی رہا تھا مگر اب اُنکے اعتقادات اور مسائل مین وہ اختلافات شروع ہوگئے جو اب تک موجود ہین۔ شیعون کے نزدیک نہ صرف اجماع امر خلافت مین حجت نہین ہے بلکہ جو احادیث حضرت علیؑ یا اُنکی اولاد سے نہین مروی ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا تھا اور اُنسے صحبت رکھتے تھے اُنکو مردود و مطرود سمجھتے ہین۔

شرع محمدیؐ کا دار و مدار قرآن مجید پر ہے۔ اِس کتاب مقدس مین وہ اصول ضروری جو مختلف تعلقات بشری سے متعلق ہین اور وہ احکام دینی اور قوانین دیوانی و فوجداری جو اسلام کے قیام و بقا کے لیے ضرور ہین موجود ہین بلکہ سیاست مُدنی و تدبیر المنزل کا مادہ بھی اسمین جمع ہوگیا ہے۔ قرآن مجید مین اکثر مخالفین نے یہ عیب نکالا ہے کہ ترتیب و انتظام سے معرا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مجموعہ احکام الٰہی و قوانین اخلاقی شارع اسلامؐ کی حیات مین تدریجاً نازل ہوا تھا۔ یعنے اصول اخلاق اور احکام شرع جو اِسمین درج ہین وہ ایک ہی وقت مین بہیئت مجموعی نہین بیان کیے گئے بلکہ باوقات مختلفہ بمقتضی حالات مختلفہ نازل ہوے یعنی جس وقت جیسی ضرورت ہوئی ویسا حکم نازل ہوا۔

---

[1] جواہر الکلام مین لفظ شیعہ کے یہ معنی لکھے ہین کہ شیعہ وہ ہے جو طریقہ حقہ کو شایع کرے۔ ۱۲ منہ

شیعون کے مذہب مین احادیث نبوی یعنی اقوال پیغمبرؐ فی نفسہ احکام قرآنی کے تابع ہین
یعنی جس درجہ احادیث نبوی اور نصوص قرآنی مین موافقت ہے اُسی درجہ احادیث پر عمل کرنا واجب
ہے۔ پس جو احادیث نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ مصنوعی سمجھے جلتے ہین۔ اور مسائل کا
استنباط چند اصول مسلمہ کے موافق کیا جاتا ہے جو قواعد منطقی اور امور واقعی پر مبنی ہین۔ ان قواعد کی
ایک خاص صورت معتزلہ مین پیدا ہو گئی ہے اور معتزلہ وہ فرقہ ہے جسنے اُن احادیث کو جو احکام
پیغمبرؐ کے خلاف ہین جس حیثیت سے کہ اُن احکام کی توضیح و تشریح فلاسفۂ خاندان رسالتؐ
فقہاے اہلبیت ع نے فرمائی ہے احادیث صحاح کے دائرہ سے خارج کر دیا ہے۔

برخلاف اسکے اہل سنت کے نزدیک مسائل کا دار و مدار مجموع احادیث پر ہے۔ اور وہ خلفاء راشدین کے
فیصلون کو اور اجماع امت کو احکام و حدود قرآنی کا متمم اور اُسی قدر حجت جانتے ہین۔ اور انکے
نزدیک شرع شریف کے مآخذ تقریبًا غیر مختلف اور تعداد مین محدود ہین۔ انھین مآخذ کو اصول فقہ
کہتے ہین اور اصول فقہ مین اہل سُنت کے مذاہب اربعہ مین چندان اختلاف نہین ہے البتہ مسائل
و احکام شرع کے معنی و مفاد مین اختلاف عظیم ہے۔ اہل سنت کے نزدیک مآخذ شرع یا اصول
فقہ یہ ہین۔ (۱) قرآن مجید۔ (۲) سنت یعنی احادیث نبوی۔ (۳) اجماع امت۔ (۴) قیاس۔
حدیث مین یہ سب باتین داخل ہین۔ یعنی (الف) اقوال و ارشادات پیغمبرؐ۔ (ب) افعال و سیرت نبی
(ج) سکوت نبیؐ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے صحابہ رض کے کسی خاص فعل کو ضمنًا پسند فرمایا
جو قواعد ان اصول سے مستنبط ہوے ہین وہ باعتبار مدارج اعتبار و استناد مختلف ہین۔
اگر احادیث تواتر کے درجہ کو پہونچ گئی ہین تو حجت قطعی سمجھی جاتی ہین اگر احادیث شہرت کے
درجہ کو تو پہونچ گئی ہین مگر تواتر کی حد تک نہین پہونچین تو احادیث مشہورہ کہلاتی ہین لیکن اگر انکی روات
چند اشخاص مجہول الحقیقت ہین تو وہ اخبار آحاد کہلاتے ہین جنکا چندان اعتبار نہین کیا جاتا۔
پس ہر حدیث جو صحابہ رسولؐ سے مروی ہے خواہ وہ اُنسے قرابت رکھتے ہوں خواہ نہ رکھتے ہون
صحیح و معتبر سمجھی جاتی ہے بشرطیکہ چند شرائط ذہنی کی تکمیل ہو جاے جو رُوات کی توثیق یا جرح کیلیے

پیشوایان مسلم کیے گئے ہین ۔

(۳) اجماع امت سے مراد مسلمانون کا اتفاق ہے ۔ لفظ اجماع مین سب احکام اور اقوال اور تمام روایات اور قیاس جو اکابر صحابہ نے مسائل دینی اور احکام حدود شرعیہ کی بابت کیے ہین شامل ہین

(۴) قیاس کی حجت ہونے مین اہل سنت کے مذاہب اربعہ مین اختلاف عظیم ہے ۔

شیعہ کبھی ان روایات کو حدیث صحیح نہین جانتے جو اہل بیت علیہم السلام سے منقول نہین ہوئی ہین اور اہلبیت علی اور فاطمہ اور انکی اولاد کو سمجھتے ہین اور جو فیصلے انکے ائمہ نے نہین کیے ہین انکے جواز کے منکر ہین اور قیاس اور سیرت صحابہ کی حجت ہونے کے باب مین بھی اہل سنت سے اختلاف عظیم رکھتے ہین

شیعون پر ہمیشہ ظلم و ستم ہوا کیا ہے جسکا اثر قوی انکے خیالات پر ہوا ہے جو وہ لوگ اُس تعلق کے باب مین رکھتے ہین جو حکومت دینی اور سلطنت دنیاوی مین ہے ۔

شیعون نے حکومت دینی کو سلطنت دنیاوی سے بالکل علیحدہ کر لیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے اعتقاد مین امام آخر الزمان قدرت خدا سے غائب ہین اور اب تک زندہ ہین اور جب ظہور فرمائینگے تو اعداے دین کو غارت کر دینگے اور کچھ یہ بھی سبب ہے کہ انپر اکثر ظلم و جبر ہوا کیا ہے اور تقیہ کے عالم مین رہے ہین ۔ پس ہمارے شیعہ مین حکومت دینی سلطنت دنیاوی سے بالکل علیحدہ ہے اور شیعہ بادشاہ جو مجتہدین کی اطاعت کرتا ہے تو غالبا اس خیال سے نہین کرتا کہ یہ پیشوایان دین ہین بلکہ یہ سمجھ کر اُنسے استشارہ و استصواب کرتا ہے کہ امام آخر الزمان کے نائب ہین لہذا امور دنیاوی مین بھی انکی راے پر عمل کرنا چاہیے کہ انکے اقوال گویا امام زمان کے احکام ہین جب تک بادشاہان صفویہ نے شیعون کے مذہب کو ایران مین فروغ نہین دیا اُسوقت تک یہ فرقہ مظلوم و مقہور رہا ۔

حکومت دینی اور سلطنت دنیاوی مین اس تفرقہ کا اثر مسئلہ انتقال الی بیت المال سے بخوبی ظاہر ہے ۔ شیعہ بیت المال کے نام سے بیزار ہین اور انکے نزدیک کوئی مال ضبط ہو کر بیت المال مین نہین جا سکتا ۔ بلکہ جب متوفی کا کوئی وارث یا دعویدار شرعی نہو تو اسکا مال

امام زمانؑ کو ملتا ہے اور غیبت امام میں نائب امام یعنی مجتہد العصر کے سپرد کیا جاتا ہے جو اُس مال کو متوفی کے شہر کے غربا و مساکین پر تقسیم کر دیتا ہے۔

شیعوں کے بھی چند فرقے ہیں۔ مثلاً امامیہ اثنا عشریہ جو بارہ اماموں کو مانتے ہیں۔ اسمٰعیلیہ[1] یعنی وہ لوگ جو اسمٰعیل ابن جعفر صادقؑ کی امامت کے قائل ہیں۔ اور زیدیہ اور باطنیہ وغیرہ۔ اِن فرقوں سے مسائل شرعیہ میں اسقدر اختلاف نہیں ہے جسقدر اعتقادات میں ہے۔ چنانچہ فرقہ معتزلہ نے جسکو شہرستانی نے ملل النحل میں ایک شعبہ فرقہ شیعہ کا لکھا ہے اُس فرقے جسکا وہ شعبہ ہے بعض مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ اِس آزاد منش فرقہ (معتزلہ) کا عروج ایک نہایت دلچسپ واقعہ تاریخ اسلام میں ہے۔ اِسکی اصل یہ ہے کہ اس فرقہ کا بانی واصل ابن عطا جو امام اعظم ابو حنیفہ کا ہمعصر تھا اُن اعتقادات سے جو امام حسن بصری نے تعلیم کیے تھے منحرف ہو گیا۔ اور حسن بصری نے فلاسفہ خاندان رسالت و علماے اہل بیتؑ سے تعلیم پائی تھی اور اُنکے وسیع و نورانی خیالات اُس زمانہ کے تنگ و تاریک خیالات سے بالکل علیحدہ تھے۔ واصل ابن عطا نے بھی اُسی معدن علوم ظاہری و باطنی یعنی خاندان رسالت سے علم اخذ کیا تھا مگر جبر و اختیار کے مسئلہ میں اُسنے حسن بصری سے اختلاف کرکے اپنا علیحدہ فرقہ بنا لیا۔ اور اُسکے پیروان خاص نے معتزلہ یا اہل الاعتزال (گوشہ نشینوں کا لقب) اِسوجہ سے اختیار کیا کہ اُنکے پیر طریقت نے مذہب متبوعہ سے مخالفت کرکے ایک نیا مسلک اختیار کیا تھا۔ واصل نے اُن اصول کی جنمیں اُسنے اور فرقوں سے اختلاف کیا تھا جلد تبلیغ کیا۔ اگرچہ اُسکی ذکاوت اور تیزی طبعی اکثر اُسکا باعث ہوئی کہ لوگوں کی عقل

[1] مسٹر جسٹس ارنولڈ صاحب نے مقدمہ ایڈوکیٹ جنرل بمبئی بنام محمد حسین ایک نہایت عمدہ اور عالمانہ فیصلہ لکھا ہے اور اسمیں فرقہ اسمٰعیلیہ کا حال ایسا پوست کندہ بیان کیا ہے کہ بعض فقرات اسکے اس مقام پر نقل کرنا مناسب ہے۔ عالم جج نے اس سوال کے جواب میں کہ شیعہ امامیہ اسمٰعیلیہ کون لوگ ہیں فرمایا ہے کہ یہ فرقہ شیعہ کا ہے جو اسمٰعیل ابن جعفر ابن محمد کو ساتوان امام اور امام آخر الزمان سمجھتا ہے اور جسکا قول یہ بھی ہے کہ جیسے کہ حضرت علیؑ روز قیامت کو خروج فرمائینگے اُسوقت تک مسند امامت کے حقدار انکی اولاد امجاد ہیں اور وہی ائمہ دین ہیں اور گو ایسے روحی تعین نازل سمجھتے ہیں مگر خلفاء برحق اور اوصیاے رسولؐ وہی تھے اور اُنکا نسب اسمٰعیل ابن جعفر صادقؑ کے ذریعہ سے حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۳ - انتہیٰ

پر جو ظلم وجور ہوتا تھا اسکی مخالفت مین اُسنے حد اعتدال سے باہر قدم رکھا تاہم جس طریق فلسفی اور
جس تفکر کا بانی وہ ہوا وہ اسدرجہ موافق عقل سلیم تھا کہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے حذاق اسکی طرف
راغب ہوے۔ چنانچہ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف اور امام ابو الحسن المسعودی
صاحب مروج الذہب اور میر خوند مصنف روضۃ الصفا اور خوندمیر مصنف حبیب السیر یہ سب
علما معتزلہ تھے اسمین کچھ شک نہین ہے کہ معتدل الرای معتزلہ مظہر ان خیالات کے ہوے
جو حضرت علی اور انکی اولاد امجاد کے تھے جو حامل علوم ظاہری و باطنی تھے اسواسطے کہ بنی فاطمہ کے
اعتقادات مشابہت تامہ اُن عقائد سے رکھتے ہین جنکا بانی واصل ابن عطا ہوا تھا اور جنکے
مصلح علامہ[1] زمخشری ہوے۔

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اکابر علماے معتزلہ یا خود بنی فاطمہ تھے یا بنی فاطمہ کے تعلیم یافتہ تھے
معتزلہ کا یہ قول ہے کہ عدل انسان کے افعال کا اصل اصول ہے اور عدل کے یہ معنی ہین کہ
انسان کے افعال عقل سلیم کے موافق ہون۔ اور یہ بھی اُنکا قول ہے کہ انسان کے افعال
کسی ازلی و ابدی اور غیر متغیر قانون کے تابع نہین ہین اور احکام الٰہی جو انسان کے افعال سے
متعلق ہین وہ کمال شخصی اور کمالات نوعی کے نتائج ہین اور اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید
جو بنی آدم سے کیا گیا ہے ہمیشہ انسان کی ترقی کے موافق و مؤید رہا ہے اور احکام شرع
عقل انسانی کی ترقی کے ساتھ ہمیشہ بدلتے رہے ہین۔ معتزلہ کے اعتقادات کو مامون الرشید خلیفہ عباسی نے
قبول کر لیا اور اُسنے اور اُسکے بعد دو خلیفون نے کوشش بلیغ کی کہ معتزلہ کے فلسفہ اور الٰہیات کو
تمام بلاد اسلام مین جاری کرین۔ مگر اسلام کی بدنصیبی تھی کہ مذہب قدما و اسلاف سے خلفاء عباسیہ کا
بھی کچھ بس نہ چلا اور متوکل علی اللہ کے عہد مین ایک مصنوعی دین جو ہر قسم کی ترقی اور اصلاح کا
مخالف تھا ایسا غالب آگیا کہ آخر الامر زوال خلافت کا باعث ہوا۔

---

[1] علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کے باب مین ابن خلدون لکھتا ہے کہ ایسی مشرح اور مدلل تفسیر قرآن مجید کی کوئی نہین ہے
علامہ موصوف ۴۶۷ھ مین پیدا ہوے اور ۵۳۸ھ مین وفات کی ۔۔ ۱۲ منہ

ہندوستان کے شیعہ اکثر اثنا عشریہ ہیں۔ اور ہمکو انکے مذہب اور عقائد سے تعرض کرنا
کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ انکے تنازعات کا اثر صرف انکی جماعت ہی تک محدود رہتا ہے۔
پھر اثنا عشریہ کے دو فرقے ہوگئے ہیں۔ اصولی اور اخباری۔ اصولی وہ ہیں جو فروع
مین اجتہاد کے قائل ہیں یعنی قرآن و حدیث مین تاویل چند اصول کے موافق کرتے ہین جو پہلے سے
مقرر کردیئے ہیں اور اخباری وہ ہیں جو مسائل شرعیہ مین مجتہدین کی راے کو بالکل نہین دخل دیتے
تاوقتیکہ اُنکی راے عقل سلیم اور فہم مستقیم کے موافق نہو۔

سنہ ۹۰۵ ہجری مطابق ۱۴۹۹ عیسوی مین شاہ عباس صفوی بانی سلطنت صفویہ نے مذہب شیعہ
اختیار کرکے اُسکو قومی مذہب ایرانیون کا بنا دیا اور اُسوقت سے آجتک ایران مین یہی مذہب
جاری چلا آتا ہے حالانکہ اشرف خان افغان اور نادر شاہ درانی نے بہت کوشش کی کہ سُنی مذہب
اُس ملک مین جاری ہوجاے۔ جبتک ہمایون ۱۵۵۵ع مین ایران سے واپس آیا اُسوقت تک
مذہب شیعہ ہندوستان مین ریاست بیجاپور اور گولکنڈہ پر محدود تھا۔ سلاطین بہمنی اور عادل
شاہی شیعہ تھے اور عجم کے مذہب کے ساتھ شائستگی بھی انھون نے عجم ہی سے سیکھی تھی۔ جب شیرشاہ
سور کے مرنے کے بعد ہمایون ہندوستان مین پھر آیا تو کہتے ہین کہ اُسکی نیت مین یہ تھا کہ اُس امداد
معاوضہ مین جو ایرانیون سے اُسکو ملی تھی مذہب شیعہ اُس ملک مین جاری کرے نہین معلوم
یہ خبر صحیح ہے یا نہین ہے مگر اسمین شک نہین ہے کہ بہت سے علما ہمایون کے ساتھ ایران سے
آگئے تھے اور اس ملک مین اپنا رنگ جما یا تھا اور مذہب شیعہ شایع ہونے لگا تھا گو بادشاہ وقت کا
مذہب سُنّی رہا۔ شاہ جہان کا منجھلا بیٹا شاہ شجاع شیعہ تھا۔ ۱۸۴۲ع مین امجد علی شاہ بادشاہ اودھ نے
اس مذہب کو صوبہ اودھ مین بہت رونق دی۔ اور اب ملک حجاز مین اور عرب کے بلاد مشرقیان مین

۱؎ شیوجی حسن بنام دتو ماجی خوجہ۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۱۔ رحیم بائی بنام گورہا بائی۔ ایضاً صفحہ ۲۹۴۔
بالفعل حویلی خوجون کے باب مین کونسل واضع قوانین کے زیر تجویز ہے اُسکے پاس ہونے سے یہ دستورات خلاف
اسلام خوب صاف ہوجاینگے۔ ۱۲ منہ۔

بھی بہت سے شیعہ ہین - ازروے تواریخ شیعون کا مذہب سنیون کے مذہب پر تقدم زمانی رکھتا ہے

سنیون کے چار بڑے فرقے ہین اور ہر ایک فرقہ اپنے بانی کے نام سے مشہور ہے -
بانیان مذاہب اربعہ ایسے عالم جلیل تھے کہ مسائل شرعیہ مین انکو کسی کی تقلید واجب نہ تھی بلکہ
خود اپنی رائے اور قیاس کو شرع مین دخل دیتے تھے - گو مذاہب اربعہ اصول مین متفق ہین
مگر قیاس کی حجت شرعی ہونے مین اختلاف کیا ہے کہ شرع مین کہانتک قیاس سے استدلال
ہو سکتا ہے -

پہلے فرقہ کے بانی امام اعظم ابو حنیفہ ہوے - ۸۰ ہجری مین عبد الملک ابن مروان کے
عہد خلافت مین پیدا ہوے اور مذہب شیعہ مین تعلیم پائی اور امام جعفر صادق سے جو چھٹے امام
اہل بیت پیغمبر مین سے تھے علم فقہ حاصل کیا - اور علم حدیث ابو عبد اللہ ابن المبارک اور حماد ابن
سلیمان سے حاصل کیا - امام اعظم نے اپنے استاد (امام جعفر صادق ؑ) کے اقوال اکثر سنداً
نقل کیے ہین - اپنے وطن اصلی کوفہ مین مراجعت کرنے کے بعد بھی حضرت علی ؑ کے خاندان کی
بڑے طرفدار اور دوستدار رہے مگر مذہب شیعہ سے منحرف ہو کر ایک نئے طریق کی بنیاد ڈالی جو اکثر
اہم مسائل مین مذہب شیعہ کے مخالف ہے - اسپر بھی امام اعظم کے فتاوے اور شیعون کے
اقوال مین ایسی مشابہت تامہ ہے کہ کچھ شک و شبہ اس باب مین نہین ہو سکتا کہ اصل علم
انھون نے کس خاندان سے حاصل کیا تھا - امام اعظم نے مسائل شرعیہ مین قیاس کو استقدر
دخل دیا ہے کہ اسمین کچھ شک نہین ہے کہ انکے فتاوے مین فقہاء خاندان رسالت و علماء اہل بیت
کے اقوال کا عکس دکھائی دیتا ہے - امام اعظم نے ۱۵۰ ہجری مین وفات کی اور جس مذہب کے
وہ بانی ہوے اسکو حنفی کہتے ہین -

اکثر مسلمانان ہند اور افاغنہ اور ترکمان اور ترک اور اہل مصر اور تقریباً کل باشندگان
وسط ایشیا حنفی مذہب ہین - امام اعظم کے مقلدین بہ نسبت اور ائمہ کے مقلدین کے بہت
زیادہ ہین اور انکے احکام کی توضیح و تلمیح انکے دو نامی و گرامی شاگردون امام ابو یوسف اور

امام محمد نے کی۔

امام ابو یوسف یعقوب ابن ابراہیم الکوفی سنہ ۱۱۳ ہجری (۷۳۱ء) میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۸۲ ہجری (۷۹۸ء) میں بغداد میں انتقال کیا۔ وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے اور خلیفہ ہادی باللہ نے پہلے انھیں کو بغداد کا قاضی مقرر کیا تھا اور بعد ازآن ہارون الرشید کے عہد خلافت میں ترقی پاکر قاضی القضات ہوئے۔ سب سے پہلے اس منصب رفیع اور عہدۂ جلیل پر امام ابو یوسف ہی مقرر ہوئے تھے۔

امام ابو عبداللہ محمد ابن حسین الشیبانی عراق عرب میں بمقام واسط سنہ ۱۳۲ ہجری (۷۴۹ء) میں پیدا ہوئے اور مقام رَے میں سنہ ۱۸۹ ہجری (۸۰۴ء) میں انتقال کیا۔ امام محمد بھی امام اعظم کے شاگرد اور امام ابو یوسف کے پیر بھائی تھے۔ اور امام اعظم کی وفات کے بعد ابو یوسف سے بھی کچھ پڑھے تھے۔ امام محمد کی تصنیفات متعدد ہیں اور اکثر مشاہیر فقہائے حنفی نے انکی شرحیں لکھی ہیں۔

امام محمد کی تصنیفات میں سے الکبیر ایک مبسوط کتاب فقہ حنفی کی ہے جسمیں نہایت اہم مسائل فقہیہ لکھے ہیں اور جسکے شروح متعدد ہیں۔ انمیں سب سے زیادہ مشہور شمس الائمہ ابو بکر محمد السرخسی کی شرح ہے جنھوں نے سنہ ۴۹۰ ہجری (۱۰۹۶ء) میں وفات کی اور برہان الدین محمد احمد کی شرح ہے۔ ان دونوں عالموں نے ایک ایک کتاب تصنیف کر کے اسکا نام المحیط رکھا

شاید امام محمد کی دوسری کتاب جامع الصغیر جامع الکبیر سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ چنانچہ مارلی صاحب لکھتے ہیں کہ "جامع الصغیر کی تالیف میں امام محمد نے امام ابو یوسف سے مدد لی تھی۔ جامع الصغیر کی شروح بکثرت ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور شمس الائمہ کی شرح ہے اور ایک اور مشہور شرح برہان الدین صاحب ہدایہ کی ہے"

مبسوط فی فروع الحنفیہ بھی ایک بہت مشہور کتاب امام محمد کی ہے۔ اور زیادات فی فروع الحنفیہ کو لکھا ہے کہ امام محمد نے زیر نگرانی اور باستصواب امام ابو یوسف تصنیف

کی تھی۔ یہ کتاب نہایت معتبر ہے اور مصنف نے اِسکا ایک ضمیمہ بھی لکھا ہے اور ان دونو کی شرحین بہت سی ہین جنمین سے سرخسی کی شرح اور قاضی خان حسن ابن منصور الاوزجندی کی شرح مشہور ہے۔

امام محمد کی پانچوین کتاب کا نام سیُر الکبیر والصغیر ہے۔ اور یہ سب سے آخری تصنیف انکی خیال کی گئی ہے۔

امام محمد کی چھٹی کتاب نوادر ہے جسکی نسبت مارلی صاحب لکھتے ہین کہ گو یہ کتاب اُسقدر معتبر نہین سمجھی جاتی جسقدر اور تصنیفات امام محمد کی سمجھی جاتی ہین تاہم بہت مستند ہے۔

جہانتک معاملات متعلق ہین وہانتک تو یہ دونون شاگرد امام اعظم پر بھی گوے سبقت لیگئے ہین اور معاملات مین انکا قول مسلم الثبوت ہے۔ جیسا سرولیم صاحب نے فرمایا ہے کہ "اگرچہ حنفیہ امام اعظم ابوحنیفہ ہی کو اپنا امام کہتے ہین اور انھین کے نام سے یہ فرقہ مشہور ہوا ہے تاہم امام ابویوسف اور امام محمد کا اسقدر احترام کیا جاتا ہے کہ جہان جہان اِن دونون صاحبون نے اپنے اُستاد سے اختلاف کیا ہے قاضی کو اختیار ہے کہ اُستاد اور شاگردون سے جسکے قول کو موافق عقل و صحیح السند سمجھے اُسکو اختیار کرے"[لہ]

زمانۂ سابق مین امام اعظم اور اُنکے دونون شاگردون کے مستندُ القول ہونے کے باب مین جو کچھہ راے ہو مگر فی زماننا اکثر علما کا اتفاق ہے کہ امام اعظم کے فتوے کی پابندی صرف عبادات مین کرنی چاہیئے چنانچہ حمادیہ مین لکھا ہے کہ "فتوے امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے موافق دیا جاے اُسکے بعد امام ابویوسف کے قول کے موافق اُسکے بعد امام محمد کے قول کے موافق اُسکے بعد امام زفر کے قول کے موافق اُسکے بعد حسن ابن زیاد کے قول کے موافق۔ اور لکھا ہے کہ اگر امام اعظم کا فتوے اَور ہو اور اُنکے شاگردون کی راے اَور ہو تو مفتی کو اختیار ہے

---

لہ سر ولیم جونس صاحب کی کتاب جلد ۳ صفحہ ۵۱۰۔ ہارنگٹن صاحب کا انالیسِس جلد ۱ صفحہ ۲۲۸۔

حمادیہ صفحہ ۵-۱۷-۱۲ منہ۔

جسکی رائے چاہے اختیار کرے۔ لیکن پہلے قاعدہ پر اُسوقت عمل کرنا چاہیئے جبکہ مفتی عالم فقیہ نہو اور مختلف اقوال مین سے ایک قول کو ترجیح دینے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ یہ قول قنیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ مگر قضا اور فصل خصومات مین امام ابویوسف کے قول کو ترجیح دیجاتی ہے کہ وہ بڑے لائق جج تھے کیونکہ امام سرخسی نے فرمایا ہے کہ فصل خصومات امام ابویوسف کے قول کے موافق کرنا بہتر ہے اور ایسے مقدمات مین علما نے اُنھین کی تقلید کی ہے لیکن جب صاحبین[1] مین اختلاف ہو تو جن صاحب کا قول اپنے اُستاد امام اعظم کے فتوے کے موافق ہو اسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ صاحبین کی متفق رائے اُسوقت بھی اختیار کرنی چاہیئے جبکہ انکا قول اپنے اُستاد امام اعظم کے قول سے مختلف ہو اور اُس اختلاف کا باعث انقلاب زمانہ معلوم ہوتا ہو مگر متاخرین فقہاے حنفیہ کا اتفاق ہے کہ قضا اور فصل خصومات مین صاحبین کا قول اختیار کرنا چاہیئے۔

مفتی کے فرائض کے باب مین قاضی خان لکھتے ہین کہ ”اگر کوئی ایسی بحث پیش ہو جسمین ہمارے علما نے اختلاف کیا ہے تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا صاحبین مین سے کسی نے امام اعظم سے اتفاق کیا ہے۔ ایسی صورت مین امام اعظم کا اور اُن شاگرد کا قول جنھون نے اُنسے اتفاق کیا ہے اختیار کرنا چاہیئے اسواسطے کہ انکے قول پر قوی دلائل موجود ہین۔ اگر صاحبین نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا انقلاب زمانہ کے باعث سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے یعنی آیا اس مقدمہ کا فیصلہ اُس وقت خاص و مقام خاص اور گروہ خاص حوائج و حالات کے موافق ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہو تو صاحبین کا قول اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ بشر کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہین۔ مگر زراعت اور دیگر معاملات مین امام ابویوسف کے قول پر عمل کرنا چاہیئے“۔

بمقدمہ مسدو دم جان بی بی بنام عبداللہ حجام عدالت سپریم کورٹ دراثن صاحب چیف جسٹس

[1] یعنی امام ابویوسف اور امام محمد ۱۲ منہ

اور گرانٹ صاحب جسٹس) نے یہ تجویز فرمایا کہ ’’ہمارے نزدیک متاخرین علمائے حنفیہ کے اقوال اور فیصلوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امر متنازع فیہ مین امام ابو یوسف کے قول کو راجح تصور کرنا چاہیئے‘‘[1]

امام اعظم اور اُنکے دونون شاگردون کے بعد ہندوستان کے حنفیہ زفر ابن الھذیل قاضی القضات بصرہ جہان اُنھون نے ۱۵۸ ہجری (۷۷۵ع) مین انتقال کیا اور حسن ابن زیاد کے قول کا اعتبار کرتے ہین۔ یہ دونون فقیہ امام اعظم کے ہمعصر اور دوست اور شاگرد تھے اور امام اعظم کے فتوے کی سند اُنکی کتابون سے خاص کر اُن مقدمات مین دیجاتی تھی جنمین صاحبین نے سکوت کیا تھا۔

دوسرے اور تیسرے طبقہ کے فقہائے حنفیہ مین اشخاص ذیل نہایت مشہور ہین۔

ابو بکر احمد ابن عمر الخصاف کے چند رسائل ہین سے رسالۂ آداب القاضی بہت مشہور کتاب ہے اُنھون نے ۲۶۱ ہجری (۸۷۴ع) مین وفات کی۔ خصاف کی آداب القاضی کی سب سے عمدہ شرح عمر ابن عبد العزیز ابن ماجہ نے لکھی ہے جو حسام شہید کے لقب سے مشہور ہین کہ ۵۳۶ ہجری (۱۱۴۱ع) مین شہید ہوے تھے۔ اِس کتاب مین خصاف کے اقوال اکثر نقل ہوے ہین۔

ابو جعفر احمد ابن محمد الطحاوی بھی ایک شارح منجملہ شراح جامع الصغیر مصنفۂ امام محمد کے ہین اُنھون نے ایک رسالہ بھی فقہ حنفی مین تصنیف کیا ہے جسکا نام مختصر الطحاوی ہے۔ اِن دونون کتابون کی سند اِس کتاب مین لکھی گئی ہے مگر ہندوستان مین یہ کتابین نایاب ہین۔ طحاوی نے ۳۲۱ ہجری (۹۳۳ع) مین انتقال کیا۔

ابو الحسن احمد ابن محمد القدوری بھی ایک مشہور فقیہ حنفی ہین۔ اُنکی کتاب موسوم بمختصر ہندوستان مین بہت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ مارلی صاحب اپنی کتاب کے مقدمہ مین لکھتے ہین کہ قدوری کی مختصر ایسی معتبر کتاب ہے کہ حاجی خلیفہ فرماتے ہین کہ علم فقہ مین اگر کوئی کتاب الکتاب کے لقب کی مستحق ہے تو قدوری کی المختصر ہے[2] یہ ایک فقہ کی کتاب ہے اور اسمین بارہ سو اٹھتر

[1] فلٹن صاحب کا ارپورٹ صفحہ ۲۴۳-۲۵۲ منہ [2] دیکھو مارلی صاحب کی کتاب جلد ۱ صفحہ ۱۸-۲۱ منہ

زیادہ نظائر لکھے ہین - پس کیا تعجب ہے کہ ایسی مشہور و معروف کتاب کی شرحین بھی بہت سے لوگون نے لکھے ہین - اکثر اقوال ان شروح سے فتاواے عالمگیری مین نقل کیے ہین - قدوری نے سنہ ۴۲۸ ہجری (۱۰۳۶ع) مین وفات کی -

قدوری کی المختصر کی ایک مشہور شرح الجوہرۃ النائرہ ہے جسکو الجوہرۃ المنیرہ بھی کہتے ہین تاریخ صاحب فرماتے ہین کہ اگرچہ یہ کتاب ہدایہ سے موخر ہے مگر شاید بعض باتون مین اس سے زیادہ مستند ہے -

شمس الائمہ ابو بکر محمد السرخسی جنکا ذکر سابق مین کیا گیا کہ امام محمد کی جامع الکبیر اور جامع الصغیر کی شرحین لکھی ہین اور اور کتابین بھی تصنیف کی ہین جب مقام اوزجند مین قید تھے تو قیدخانہ مین ایک نہایت عمدہ کتاب فقہ مین تصنیف کی تھی جسکا نام مبسوط ہے - ایک اور کتاب المحیط انکی لکھی ہوئی تصنیف ہے جسمین امام محمد کے مبسوط اور زیادات اور نوادر سے اکثر اقوال نقل کیے ہین -

برہان الدین احمد ابن محمد نے بھی (جنکا ذکر ہو چکا ہے) ایک کتاب المحیط لکھی ہے مگر ہندوستان مین وہ ایسی معتبر نہین سمجھی جاتی جیسی محیط السرخسی سمجھی جاتی ہے - برہان الدین کی المحیط محیط البرہان کے نام سے مشہور ہے اور اسکا ماخذ امام محمد کی مبسوط اور جامع صغیر اور زیادات ہے اور امام محمد کے نوادر سے بھی مصنف نے بہت کچھ لیا ہے -

شیخ علاءالدین محمد سمرقندی نے قدوری کی المختصر کا اختصار کرکے اسکا نام تحفۃ الفقہا رکھا ہے - علاءالدین کی کتاب کی شرح انکے شاگرد ابوبکر ابن مسعود کاشانی نے لکھی ہے جنھون نے سنہ ۵۸۷ ہجری (۱۱۹۱ع) مین وفات کی - اس شرح کا نام بدائع الصنائع ہے متن اور شرح دونون کا حوالہ اکثر دیا گیا ہے -

ہدایہ بھی ایک نہایت مشہور کتاب فقہ حنفی کی ہے - وہ بدایۃ المبتدی کی شرح ہے اور متن اور شرح برہان الدین علی ابن ابوبکر المرغینانی کی تصنیف ہین (مرغینان ایک قصبہ صوبہ فرغانہ مین ہے) لکھا ہے کہ ہدایہ تیرہ برس مین تصنیف ہوا تھا اور اسکے مصنف نے سنہ ۵۹۳ ہجری (۱۱۹۶ع)

ہین وفات کی -

ہدایہ کے شروح بہت ہین - سب سے پہلے اُسکی شرح حمید الدین علی البخاری نے لکھی تھی جنھون نے ۶۶۷ھ ہجری (۱۲۶۸ع) مین وفات کی - یہ شرح بہت مختصر ہے اور اسکا نام الفوائد ہے ہدایہ کی شرحین جو ہندوستان مین بہت مشہور ہین یہ ہین - نہایہ - عنایہ - کفایہ - فتح القدیر - پہلی شرح نہایہ حسام الدین حسین ابن علی نے لکھی تھی جنکو لکھا ہے کہ برہان الدین علی کے شاگرد تھے - اس شرح مین ایک عمدہ بات یہ ہے کہ کتاب المیراث بھی لکھدی ہے حالانکہ ہدایہ مین بحث میراث نہین لکھا ہے - اگرچہ نہایہ کی کتاب المیراث ایسی معتبر نہین سمجھی جاتی جیسے فرائض السراجیہ سمجھی جاتی ہے -

ہدایہ کی دو شرحون کا نام عنایہ ہے - ایک شرح جو زیادہ مشہور ہے شیخ اکمل الدین محمد ابن محمود نے لکھی تھی جنھون نے ۷۸۶ھ ہجری (۱۳۸۴ع) مین وفات کی - عنایہ اور کفایہ دونون اسلیے مشہور ہین کہ متن کے معضلات یعنی مشکل باتون کو خوب حل کیا ہے - ہدایہ کا ترجمہ فارسی مین ہوا ہے بعد ازان وارن ہیسٹنگس صاحب گورنر جنرل اول کی فرمائش سے ہیملٹن صاحب نے اسکا ترجمہ انگریزی مین کیا -

ترکی یعنی دولت عثمانیہ مین جو کتابین فقہ کی مشتہر ہوے ہین اُنمین سے شیخ ابراہیم ابن محمد الحلبی ملتقی الابحار بہت مشہور کتاب ہے - یہ فقیہ بعہد سلطان سلیمان ۹۵۶ھ ہجری (۱۵۴۹ع) فوت ہوے - یہ کتاب ایک مجموعہ مسائل فقہ حنفی کا ہے اور اسمین ائمہ اربعہ کے اقوال لکھکر اُنکی توضیح بڑے بڑے علما کے اقوال سے کردی ہے - تمام ممالک عثمانیہ مین اِس کتاب کا اعتبار بہ نسبت اَور کتب فقہ کے زیادہ کیا جاتا ہے اور اکثر اسی کا حوالہ دیا جاتا ہے -

ملتقی الابحار اصل عربی مین ۱۲۵۱ھ ہجری (۱۸۳۵ع) مین دار الخلافت قسطنطنیہ مین مشتہر ہوئی تھی اور اسکی شرح مجمع الانہار عبد الرحمن ابن شیخ محمد المعروف بہ شیخ زادہ نے لکھکر دار الخلافت مذکورہ مین ۱۲۴۰ھ ہجری (۱۸۲۴ع) مین چھپوائی تھی -

ملا خسرو نے کہ منجملہ مشاہیر فقہائے ترک کے ہین ۸۸۳ھ ہجری (۱۴۷۸ء) مین ایک کتاب درر الاحکام نامے تصنیف کی جو ۸۸۵ھ ہجری (۱۴۸۰ء) مین مشتہر ہوئی - ملتقی الابحار کے بعد اسی کتاب کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اکثر اسکا حوالہ اور کتب فقہ مین بھی دیا گیا ہے -

مگر سب سے زیادہ مدلل اور بکار آمد کتاب فقہ حنفی مین ردّ المحتار شرح درّ المختار ہے جسکو محمد امین شامی نے سلطان محمود چہارم کے عہد سلطنت مین تصنیف کیا تھا -

دوسرے فرقہ اہل سنت کے بانی ابو عبد اللہ مالک ابن انس تھے جنکا مذہب افریقہ شمالی مین علی الخصوص صوبہ مراقش اور الجیریا مین جاری ہے - انھون نے ۱۷۹ھ ہجری مین بعہد ہارون الرشید وفات کی - سب سے بڑا مصنف جسنے مذہب مالکی مین کتاب تصنیف کی ہے سیدی خلیل ہے جسکی جامع اور ضخیم کتاب کا ترجمہ حسب الحکم گورنمنٹ فرانس ایم پیرن صاحب نے فرانسیسی زبان مین کیا ہے -

تیسرے فرقہ اہل سنت کے بانی امام احمد ابن ادریس الشافعی تھے - وہ شہر غازہ واقع ملک شام مین اسی سال پیدا ہوے تھے جس سال امام اعظم ابو حنیفہ نے انتقال کیا تھا - اور ۲۰۴ھ ہجری (۸۱۹ء) بعہد مامون الرشید مصر مین وفات کی - وہ شیعون کے امام ہشتم علی ابن موسی الرضا کے ہمعصر تھے اور انکا مذہب افریقہ شمالی اور مصر اور جنوب عرب اور جزیرہ جاوا اور جزیرہ نماے ملاکا مین اور جزیرہ سرندیپ یعنی سیلون یا لنکا مین جاری ہے - انکے مقلدین بمبئی کے بوہرون مین بھی موجود ہین -

فقہ شافعی مین کتب مشہورہ یہ ہین -

(۱) مختصر ابو خواجہ -

(۲) طریب شمس الدین ابو عبد اللہ ابن قاسم الغازی -

(۳) المحرّر ابو القاسم عبد الکریم ابن محمد الرافعی -

(۴) منہاج الطالبین محی الدین ابو زکریا یحیی ابن شرف النوادی (جنھون نے ۶۷۶ھ ہجری

مین وفات کی۔ یہ کتاب مع ترجمہ چند روز ہوے کہ چھپی ہے اور ڈچ گورنمنٹ کے حکم سے اِسکا بہت عمدہ ترجمہ وَانْ ڈِیْن برگ صاحب نے فرانسیسی زبان مین کیا ہے۔

چوتھے فرقہ اہل سنت کے بانی امام احمد ابن حنبل ہوے۔ وہ مامون الرشید اور معتصم باللہ کے عہد خلافت مین گذرے یہ دونون خلیفہ معتزلی تھے۔ احمد ابن حنبل کے تعصب اشد یہ نے اور اُنکے اِس فعل نے کہ اُنھون نے عوام الناس کے تعصب مذہبی کو افروختہ کر کے بادشاہان وقت کے خلاف کر دیا خلفاء عباسیہ کو اُنکے برخلاف کر دیا اور ۲۴۱ھ ہجری مین اُنھون نے وفات کی۔ مامون الرشید کو جو ناکامی معتزلہ کا مذہب جاری کرنے مین ہوئی اُسکا الزام احمد ابن حنبل اور اُنکی اسلاف پرستی پر عائد ہوتا ہے اور اُس زمانہ مین جو اکثر قتل وقوع ہوا اور مسلمانون کے خون کے دریا بہگئے وہ بھی اُنھین کے نامۂ عمل مین لکھا گیا۔

پس بانیان مذاہب اربعہ ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور ابن حنبل ہین۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک قیاس کو مسائل شرعیہ مین کچھ دخل نہین ہے بلکہ فقط نقل کی پابندی فرض ہے یعنی وہ اِسکے قائل نہین ہین کہ تعبدیات مین عقل کو دخل دیا جاے یا نتائج منطقی کا استخراج کیا جاے یا احکام شرع مین ایسی تاویل کیجاے کہ کسی خاص مقدمہ کے حالات مخصوصہ کے موافق ہوجائین لہذا اُنکے مقلدین کو اہل الحدیث کہتے ہین۔

شارع اسلام نے احکام شرع مین عقل یا قیاس کو دخل دینا جائز رکھا ہے اور اسی اصول کی پابندی اُنکی اولاد امجاد نے ہمیشہ کی ہے یعنی بنی فاطمہ یا فقہاے اہل بیت نے شرع مین ہمیشہ توسیع فرمائی ہے اور عسر وحرج کو ناجائز رکھا ہے جسکا اثر امام اعظم ابو حنیفہ کے نفس پر ہوا ہے کہ اُسی خاندان کے شاگرد تھے۔ امام اعظم اور اُنکے شاگردون کا قیاس کو حجت شرعیہ گرداننا فتاواے عالمگیری کی اکثر عبارات سے ثابت ہے۔ اِسی وجہ سے امام اعظم کے مقلدین کو اہل الراے والقیاس کہتے ہین۔

ابن خلدون کہ ایک بڑے عالم متبحر اور فقیہ جلیل ہین مذاہب اربعہ مین قیاس کو حجت شرعیہ

گردانتے کے باب مین فرماتے ہین کہ علم فقہ کے دو شعبے ہین۔ ایک شعبہ اہل الراے والقیاس کا ہے یعنی اہل عراق۔ اور ایک شعبہ اہل الحدیث کا ہے یعنی اہل حجاز۔ چونکہ اہل عراق کو حدیثین کم ملی تھین لہذا اُنھون نے قیاس کو دخل دیا اور اس فن مین بڑا کمال پیدا کیا اسی وجہ سے اُنکو اہل القیاس کہنے لگے اور اُنکے پیشوا امام ابوحنیفہ اس طریق سے خوب واقف تھے اور اپنے شاگردون کو بھی یہی طریق سکھایا۔

اہل حجاز کے امام پہلے مالک ابن انس تھے پھر احمد ابن ادریس شافعی ہوے اور چند روز کے بعد بعض علما نے قیاس کو ناپسند کر کے ساقط کر دیا۔ اہل ظاہر یہی لوگ تھے اور ابوداؤد سلیمان کے پیرو تھے۔ اُنھون نے یہ اصول مقرر کر دیا کہ سب مسائل شرعیہ کا استنباط نصوص قرانی اور اجماع سے کیا جاوے۔

متقدمین علماے حنفیہ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ احکام شرع اور فیصل خصومات مین قیاس کو دخل دینا ضرور ہے۔ چنانچہ رضی الدین نیشاپوری نے اپنی کتاب محیط مین لکھا ہے کہ اگر کسی مقدمہ مین اصحاب کی متفق راے نہ پائی جاوے مگر معاصرین یا تابعین صحابہ کا اتفاق پایا جاوے تو قاضی کو تابعین کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر تابعین صحابہ مین بھی اختلاف ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اُنکے دلائل کو جانچکر اُس قول کو اختیار کرے جسکے دلائل قوی ہون۔ لکن اگر جن اسناد کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بہم پہونچ سکین اور قاضی ایسا شخص ہو جو اجتہاد کرنے کی لیاقت رکھتا ہو تو وہ اپنے دل مین غور کرے کہ اصول انصاف اور حق کا مقتضی کیا ہے اور جو نتیجہ نکلے اُسکو اُس مقدمہ کے واقعات اور حالات سے بہ نیت خالص متعلق کر کے اُسی کے موافق فیصلہ کر دے گا

ابوبکر کاشانی نے بدایع مین لکھا ہے کہ جب کسی مقدمہ مین کوئی حکم شرع نہ لکھا ہو اور اتفاق علما نہ پایا جاوے تو اگر قاضی اجتہاد کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور ناطق فیصلہ کر سکے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے فیصلہ کو جاری و نافذ کرے گو اور فقہا اُس سے مختلف الراے ہون

اِسواسطے کہ جوامر بعد تحقیق انیق حق اور قرین انصاف ثابت ہو وہی خداوند عالم کی درگاہ مین مقبول ہے" اور اسی کتاب مین ایک اور مقام پر یہ لکھا ہے کہ "وہ اگر کسی مقدمہ مین قاضی مخالف دلائل سُنکر حیران و پریشان ہوجاے تو اُسکو اُس مقدمہ مین غور کرکے اپنی راے کے موافق فیصلہ کرنا چاہیئے یا زیادہ اطمینان کرنے کے لیے اور فقہا سے استصواب کرے اگر اُنکی راے خلاف ہو تو اُسکو چاہیئے کہ دلائل کو جانچکر وہ فیصلہ کرے جو اُسکے نزدیک حق ہو"

اِن اقوال سے جواب شافی اُن مہمل و مزخرف اعتراضات کا نکل آتا ہے جو اسلام پر عموماً کیے گئے ہین اور کہا گیا ہے کہ اِس دین مین ذرا بھی ملائمت اور ترقی کا مادہ نہین ہے کیونکہ اسکے قوانین گویا پتھر کی لکیر ہین اور شکنجہ مین کھنچے ہوے ہین۔

بڑا افسوس ہے کہ اہل سنت کے ذہن مین سما گیا ہے کہ اجتہاد یعنی قیاس و استصحاب وغیرہ سے مسائل شرعیہ کا استخراج تیسری صدی ہجری مین موقوف ہوگیا۔ اِس خیال خام کا نہایت خراب اثر اُن مسلمانون کی ترقی و عروج پر ہوا ہے جو سُنی مذہب ہین۔ اہل سنت مین اجتہاد کے تین طبقہ ہین طبقہ اول کے مجتہدین نے مسائل شرعیہ کے استخراج مین بالکل اپنی راے پر عمل کیا ہے اور اُنسے علم فقہ اُنکے شاگردون کو پہونچا جنکی یہ مجال نہ تھی کہ جو مطلب قرآن و سنت اور اجماع سے اُسے استادون نے نکالا تھا اُسمین قیل و قال کرسکتے گو خود اُنکی راے ان اصول کے خلاف ہو۔ اِس طبقہ کے مجتہدین تیسری صدی ہجری تک بہت ہوے۔ مگر بعد اُسکے مسائل شرع معین و مشخص ہوگئے اور امور شرع مین قیاس کو بے انتہا دخل دینا موقوف ہوگیا۔ بعض متاخرین مثل ظہیر اور سیوطی کے قیاس کو دخل دینے کے مدعی ہوے مگر اُنکے جمہور نے انہین قیاس کو دخل نہ دینے دیا۔ طبقہ اول کے مجتہدین جو پہلی صدی ہجری مین گذرے ان مجتہدین سے زیادہ معتبر سمجھے جاتے ہین جو دوسری اور تیسری صدی ہجری مین ہوے۔ طبقہ دوم کے مجتہدین کو اجازہ اُن مسائل کے حل کرنے کا حاصل تھا جنکو بانیان مذاہب اربعہ نے

---

ﻟﻪ فتاواے عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۳۰۳ و ۳۴۳ — ۱۲ منہ

نہین حل کیا تھا اور وہ طبقۂ اول کے مجتہدین کے شاگرد تھے جو بعض اوقات اپنے شاگردون کو ایسے
فتوے دینے دیتے تھے یا ایسے فتوون پر عمل کرنے دیتے تھے جو خود اُنکے مذہب کے خلاف
ہوتے تھے بلکہ کبھی کبھی اُنکے اقوال کو خود بھی اختیار کر لیتے تھے۔ جن امور تون
مین بانیانِ مذاہب اربعہ یا اُنکے شاگردون کا کوئی فتوے نہ پایا جاتا تھا
اُنمین خود فتوے دیتے تھے۔ مگر شرط یہ تھی کہ اُنکے فتاوے کا استخراج قرآن
اور سُنت اور اجماع سے باین حیثیت ہوا ہو کہ ان تینون جیسے ذریعون کے
ساتھ مجتہدین طبقہ اول اور طبقہ دوم کے اقوال بھی شریک کر لیے ہون اور انکو یہ اجازت
نہ تھی کہ طبقۂ اول و دوم کے مجتہدین کے اقوال جو درباب مبادی اور اصول احکام شرع مشہور
ہو چکے ہون اُنمین بحث کرین۔ طبقۂ سوم کے مجتہدین کو ضرور تھا کہ علم فقہ کے سب شعبون
اور سب فرقون کے مسائل سے واقفیت تامہ رکھتے ہون۔ اس طبقہ مین بہت سے علما داخل
ہین جو کم و بیش مشہور ہین اور جنمین سے بعض اپنی زندگی مین اس درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے
اور بعض کو مرنے کے بعد یہ مرتبہ حاصل ہوا۔[1]

مجتہدین کا لقب سنیون مین مدت سے متروک ہو گیا ہے۔

اسلام کی ابتدا مین جو ترقیان جلد جلد مسلمانون نے کین اُنکے مقابل مین اب وہ گویا ایک
سکتے کے عالم مین ہین اور اُنکی ترقی کے رُک جانے کی وجہ خاص کر یہ ہے کہ اُنکے ذہن مین یہ
بات سما گئی ہے کہ اجتہاد کا خاتمہ ہو چکا اور یہ سمجھے ہوئے ہین کہ جبتک کوئی علم فقہ مین اُس قیاسی
فرضی مرتبۂ کمال پر فائز نہو جو پہلی اور دوسری اور تیسری صدی ہجری کے مجتہدین کو حاصل تھا
اُسوقت تک وہ اجتہاد کا دعویٰ نہین کر سکتا اور مسائل شرعیہ مین رائے زنی نہین کر سکتا
شیعون پر بھی یہی بلا نازل ہوئی ہے اور ایسے ہی تنگ خیالات اُنکے بھی ہو گئے ہین اور
اِسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اخباری مذہب کو ترک کر کے لوگون نے عموماً اصولی مذہب

---

[1] فتاوے قاضیخان جلد ا صفحہ ۱۳۔۱۲ منہ

اختیار کر لیا ہے۔ اخباریون کے مسلک مین عقلی آزادی اسقدر ہے کہ تمدنی ترقی اور تہذیب اخلاق کی گنجائش وافر ہے۔

اصولیون کا یہ قاعدہ ہے کہ صاحب اجازہ مجتہدین جو فتوے دیدیتے ہین بلا عذر و حجت اسکو قبول کر لیتے ہین اور عقلی آزادی کے مطلق قائل نہین ہین یعنی شرع مین اپنی عقل کو نہین دخل دیتے۔

نفس ناطقہ یا عقل انسانی کو اسطرح معطل کر دینے سے وہ تحریک اسلام مین پیدا ہوئی ہے جسکے آثار و علامات ہر سمت عیان ہین اور جس سے مسلمانون کی ترقی و بہبود کی امید قوی ہوتی ہے۔ مذہب شافعی نے اُس غل و زنجیر کو جسمین وہ جکڑا ہوا تھا توڑ کر پھینک دیا ہے اور اب سنیون کے سامنے اس صورت سے استادہ ہے کہ تہذیب اخلاق اور اصلاح قانون کے حوصلے جو بہت سے مسلمانون کے دلون کو بیتاب اور بیقرار کر رہے ہین وہ سب اس مذہب مین جمع ہین۔ ہندوستان مین مذہب شافعی مسلک حنفی کے مستحکم قلعون مین گھسکر اُسکے ساتھ زور آزمائی کر رہا ہے اور معتزلہ کا مذہب بھی جو ان مسلمانون مین جلد جلد پھیلتا جاتا ہے۔

شیعون کے کتب فقہ کے باب مین ایم کویری صاحب مورخ فرانسیسی لکھتے ہین کہ وہ جب اسلام اُن ملکون مین جنمین مختلف قومین رہتی تھین اور مختلف رسوم جاری تھے جلد جلد شایع ہونے لگا تو احادیث کو جمع کرنے اور قوانین و احکام شرع کو بہیئت مجموعی مشتہر کرنے کی ضرورت ہوئی جو ہر ملک سے جہان مذہب جدید مسلط ہو چکا تھا متعلق ہو سکین۔ اِس کتاب مین اتنی گنجائش نہین ہے کہ پوری فہرست اُن علماء شیعہ کے لکھی جائے جنھون نے تیسری صدی سے ساتوین صدی ہجری تک فقہ مین کتابین تصنیف کین لہذا صرف بعض مشاہیر علماء شیعہ کے اسما پر اکتفا کیجاتی ہے۔ ابو عبداللہ شیخ محمد ابن محمد النعمان ملقب بہ شیخ مفید ایک عالم جلیل تھے جو ۳۳۶ھ ہجری یا ۳۳۸ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۴۱۳ھ ہجری مین وفات کی۔ انکی تصنیفات فقہ و حدیث مین دو سُو سے زیادہ ہین۔ اور مفید انکا لقب اِسوجہ سے ہو گیا ہے کہ اُنکے شاگرد بہت کثرت سے تھے۔ شیخ ابو جعفر محمد ابن علی ابن حسن الطوسی ملقب بہ شیخ الطائفہ ۳۸۵ھ ہجری سے ۴۶۰ھ ہجری تک رہے۔ شیخ مفید کے شاگرد تھے اور کثیر التصانیف تھے۔ انکی کتابین شیعون کے

ملکوں میں نہایت معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ منجملہ انکی تصنیفات کے استبصار اور الخلاف والوفاق اور نہایہ
فی مجرد الفقہ والفتاویٰ بہت مشہور اور معتبر ہیں۔ اور مبسوط بھی بہت معتبر کتاب ہے جسکے شروح اور
حواشی انتہی سے کم نہیں ہیں۔ ابو القاسم علی ابن ابی احمد الحسینی الملقب شیخ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ
شیخ مفید کے شاگرد رشید تھے۔ سنہ ۳۵۵ ہجری میں پیدا ہوے اور سنہ ۴۳۶ ہجری میں وفات کی۔
بہت سا مال و دولت اور بہت سی تصنیفات اور مثنویاں اور قصائد وغیرہ اور اسی ہزار قلمی
کتابیں چھوڑ گئے۔ شیخ نجم الدین ابو القاسم جعفر ابن ابو یحییٰ ملقب بہ المحقق جنکی تالیف وہ کتاب ہے[1]
جس سے مین نے ترجمہ کیا ہے مشاہیر فقہاء اسلام میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ یہ عالم جلیل ایک
مشہور خاندان فقہا سے تھے اور بمقام حلہ واقع ساحل فرات سنہ ۶۰۲ ہجری میں پیدا ہوے تھے
لڑکپن ہی میں انکے علم و فضل اور ذکاوت اور تبحر کا شہرہ ہو گیا تھا۔ اور فقیہ بھی تھے خطیب بھی تھے
بھی شاعر بھی اور صاحب تصانیف بھی۔ لکھا ہے کہ جب خواجہ نصیر الدین طوسی کہ سر آمد حکمای عصر
ہلاکو قاآن کے وزیر با تدبیر تھے ہلاکو کے ہمراہ گئے اور بغداد کو فتح کیا تو اپنا فخر و سعادت سمجھکر محقق حلی
کے درس میں شریک ہوے اور جب انھوں نے محقق طوسی سے تعظیماً عرض کیا کہ میری جگہ پر آپ درس دیں
تو محقق طوسی نے انکار کیا۔ محقق حلی سنہ ۶۷۶ ہجری تک اجتہاد اور درس و تدریس میں مشغول رہے اور اسی
سنہ میں اپنے مکان کے چبوترہ پر سے گر کے مر گئے۔ اس عالم جلیل کی تصنیف فقہ میں النافع ہے اور
انکی تصنیف کئی شرحیں کتب فقہ کی ہیں علی الخصوص شیخ ابو جعفر طوسی کے نہایہ کی کتاب البیع کی شرح۔
انھوں نے متعدد رسالے اصول دین اور اصول فقہ اور منطق اور علم الالسنہ میں بھی تالیف کیے ہیں
اور کئی دیوان بھی انکے ہیں۔ مگر جس کتاب کی وجہ سے وہ اپنے ہم مذہبوں کی ثنا و احترام کے مستحق
ہو گئے وہ شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام ہے۔ جہاں جہاں امامیہ مذہب جاری ہے علی الخصوص
ایران میں اسی کتاب پر عمل درآمد ہے۔

وہ اس کتاب کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں عبادات۔ دوسرے میں معاملات تیسرے

[1] شرائع الاسلام ۱۲ منہ

ہین مستحبات۔ چوتھے ہین احکام متعلقہ سبق و رمایہ اور ماکل و مشارب اور حدود و قصاص و دیت وغیرہ لکھے ہین۔ اس کتاب کے مختلف حصون مین ویسا اختلاف تقسیم ہرگز نہین ہے جیسا فرانسیسی کتب قوانین مین ہے مگر مین نے اُسی ترتیب سے اِس کتاب کو ترجمہ کیا ہے جو ترتیب مصنف نے رکھی ہے تاکہ اصل کتاب عربی کا حوالہ دینا آسان ہوجاے ؎

شرایع الاسلام کی بہت سی شرحین ہین۔ منجملہ اِن شروح کے مسالک الافہام شیخ زین العابدین علی الشامی ملقب بہ شہید ثانی کی اور جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی کی نہایت مبسوط اور مدلل شروح ہین۔

منجملہ کتب شیعہ کے جو مشہور ہین تلخیص المرام اور غایۃ الاحکام ہین تحریر الاحکام شیخ العلامہ جمال الدین ابن یوسف ابن المطہر الحلی کی ہے۔ اور ایک اور کتاب اُنکی ارشاد الاذہان بھی بڑی لیاقت اور علم و فضل کا نمونہ ہے۔ اِس کتاب کا حوالہ اکثر بہ لقب ارشاد علامہ دیا گیا ہے

جامع عباسی بھی ایک صحیح اور جامع کتاب شیعون کی ہے اور بیس ابواب پر منقسم ہے۔ اِسکے مصنف شیخ بہاء الدین عاملی نے ۱۰۳۱ ہجری (۱۶۲۱ء) مین وفات کی۔

جدید اور مشہور کتب شیعہ مین سے مفاتیح ملا محسن کاشی کی ہے جسکا پورا نام محمد ابن مرتضی الکاشانی ہے اور اُسکی شرح جو اُنکے بھتیجے اور ہمنام نے لکھی ہے جسکا لقب ہادی مشہور ہے روضۃ الاحکام جناب سید العلما مولوی سید حسین ملقب بہ میرن صاحب کی جو اودھ کے تیسرے مجتہد تھے چار باب پر منقسم ہے۔ پہلا باب میراث مین ہے اور احکام میراث نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہین۔ یہ کتاب پہلے ۱۲۶۲ ہجری مین لکھنؤ مین چھپی تھی۔

جامع الشتات بھی ایک نہایت عمدہ کتاب شیعون کی ہے جسمین بہت سے مسائل اور فتوے جو طہران کے بڑے مجتہد نے صدی گذشتہ مین جاری کیے تھے جمع کردیے ہین

## حواشی متعلقہ دیباچہ

حاشیہ ۱۔ مقدمہ منشی بذل الرحمن بنام شمس النسا بیگم دمورس انڈین اپیلس جلد ۱ صفحہ ۱۹۱

ہائی کورٹ کلکتہ نے شرع محمدی کی پابندی سے انکار کیا تھا اُسکی نسبت حکام عدالت العالیہ پریوی کونسل نے تقریر ذیل لکھی ہے۔

وہ حکام پریوی کونسل ہائی کورٹ کلکتہ کی اس رائے سے بالکل اختلاف کرتے ہین اُنکے نزدیک یہ رائے ہائی کورٹ کی برٹش انڈیا کے قوانین کی منشا کے بالکل خلاف ہے علی الخصوص اُس قانون کے سراسر مخالف ہے جسکا ذکر سابق ہین کیا گیا یعنی دفعہ ۱۵ قانون ۴ ۱۸۹۳ء جسمین صاف لکھا ہے کہ جو تنازعات درباب نکاح اور ذات کے ہون اور تمام مذہبی رسوم و دستورات کے باب مین مسلمانون کے مقدمات مین شرع محمدی اور ہنود کے مقدمات مین دھرم شاستر عام قواعد سمجھے جائینگے اور اُنھین کے موافق ججون کو فیصلے کرنے چاہئیین۔ حکام پریوی کونسل کے ذہن مین کوئی امر ایسا نہین آتا جس سے مسلمانون کو اسقدر خوف اور اندیشہ پیدا ہو جسقدر یہ جاننے سے پیدا ہوگا کہ ہائی کورٹ نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جس سے اُنکی شرع جسکی پابندی کی ضمانت اُنکے مقدمات مین اُنسے کر لی گئی ہے ایسے مقدمہ مین بالائے طاق رکھدی گئی ہے جو اُنکے خانگی تعلقات سے تعلق تام رکھتا ہے۔"

## حاشیہ ۲

عبارت ذیل مسٹر جسٹس رینولڈ صاحب کے فیصلہ کی جو اُنھون نے ایک مشہور خوجہ کے مقدمہ مین کیا تھا یقین ہے کہ شائقین شرع محمدی کو دلچسپ معلوم ہوگی۔

وہ مسلمانون کو عموماً یہ توقع تھی کہ حضرت علیؑ جو سابق الاسلام اور رسول اللہ صلعم کے محبوب صحابی اور اُنکے پیاری بیٹی کے شوہر تھے خلیفہ اول ہونگے۔ مگر ایسا نہین ہوا (حضرت) عائشہ (صدیقہ) کہ محبوب ترین ازواج رسول مین سے تھین لیکن علی و فاطمہ سے حسد و کینہ رکھتی تھین اپنے والد بزرگوار (حضرت) ابوبکر (صدیق) کے خلیفہ منتخب ہونے کا باعث ہوئین۔ اُنکے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور اُنکے بعد حضرت عثمان۔ جب ۶۵۶ع مین خلیفہ ثالث مارے گئے تو خلافت ظاہری حضرت علی کو دیگئی۔ مگر بنی امیہ کی مخالفت کا سامنا اُنکے

خلیفہ ہونے کے بعد بھی جاری رہا اور حضرت عائشہ اور معاویہ کی اعانت وحمایت سے بنی امیہ نے
اُنکی خلافت مین بڑا رخنہ ڈالدیا اور ہنوز وہ جھگڑا طے نہ ہوا تھا کہ سنہ ۴۰ ع مین حضرت علی مسجد
کوفہ مین ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوے۔ کوفہ ایک بڑا شہر مسلمانون کا ساحل غربی فرات
تھا۔ اب وہ بالکل برباد ہوگیا ہے اور قدیم شہر بابل کے کھنڈرون کے قریب اُسکے بھی کھنڈر ہین

الغرض حضرت علیؑ کی شہادت سے سب مسلمانون مین ایک تہلکہ عظیم پڑگیا۔ حضرت علیؑ کو
سب لوگ دل سے دوست رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے۔ اُس زمانہ مین بھی جبکہ شجاعان عرب
شہرۂ آفاق تھے ضرغام آل ابوطالب اسد اللہ الغالب اُنکا لقب تھا اور اشجع العرب اُنکو کہتے تھے
شجاعت۔ حکمت۔ ہمت۔ عدالت۔ سخاوت۔ اور زہد وتقوے مین حضرت علیؑ کا عدیل و نظیر تاریخ
عالم مین کمتر نظر آتا ہے۔ علاوہ اِسکے وہ زوج بتول یعنی بضعۃ الرسولؐ حضرت فاطمہؑ کے شوہر تھے
جو رسول اللہ کی اکلوتی اور پیاری بیٹی تھین اور ابو الحسنینؑ تھے جنکے عاشق زار خود اُنکے نانا
رسول اللہؐ تھے اور خود رسول اللہؐ نے اُنکو مجمع اصحاب مین سردار جوانان بہشت فرمایا تھا

دوان دونون صاحبزادون مین سے بڑے صاحبزادے حسن ابن علی نے عزلت گزینی
اختیار کی اور اپنی خلافت موروثی کو معاویہ کے ہاتھ بمعاوضہ ایک رقم سالانہ کے فروخت
کرڈالا اور باقی ایام زندگانی کو مدینہ مین عبادت خدا اور نیک کامون مین بسر کیا۔ سنہ ۴۹ع مین
حسن مجتبیٰ کو اُنکی ایک زوجہ نے یزید ابن معاویہ حاکم شام سے رشوت لیکر زہر سے شہید کیا۔
دواب اہلبیت رسولؐ کے رئیس صرف اُنکے چھوٹے بھائی امام حسینؑ باقی رہگئے جنمین اپنے
پدر عالی مقدار کی ہمت وشجاعت کوٹ کوٹ کے بھری تھی۔ اپنے بڑے بھائی کی شہادت کے
گیارہ برس کے بعد سنہ ۶۰ مین حضرت امام حسین اہل عراق کی منت وسماجت سے مجبور ہوکر مدینہ سے
کوفہ کو روانہ ہوے کہ غاصبین بنی امیہ سے اپنے حق خلافت کا دعوے کرین۔ اور اس سفر پُر
خطر مین اپنے عیال واطفال اور چند اصحاب کو بھی ہمراہ لیتے گئے یہانتک کہ زمین کربلا پر پہونچے
جو اس زمانہ مین ایک ریگستان دریاے فرات سے ایک دو منزل کی راہ پر قریب کوفہ کے تھا اور وہان

جو ہوپہنچے تو ایک فوج کثیر کو مقابلہ پر آمادہ پایا۔ اسکے بعد جو واقعات غم انگیز گذرے تاریخ عالم میں کم نظر آتے ہین۔ جو مصائب وقت المعرکہ کربلا مین اہل بیت ع پر گذرے زبان زد خلائق ہین صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ اس واقعہ جانگزا نے اسلام کو تہ و بالا کر دیا فقط۔

# پہلا باب ہبہ کے احکام

## فصل اوّل

شرع محمدی مین جائداد موروثی اور جائداد مکسوبہ مین کچھ فرق نہین ہے۔ اور دونون قسم کی جائداد مین اُسکے مالک کے حقوق جبتک وہ زندہ ہے مطلق ہین۔ یعنی وہ جو چاہے اُسکو کرے مگر جو انتظام وہ اپنی جائداد کا کرے اُسکا جائز و موثر ہونا اسپر موقوف ہے کہ وہ انتظام مالک کی زندگی مین جاری اور نافذ ہو جاوے۔ مثلاً اگر ہبہ کیا جاوے تو جائداد موہوبہ اُسی وقت صریحاً یا ضمناً موہوب لہ کو حوالہ کردیجاوے اور واہب کو چاہیے کہ اپنے تمام حقوق ملکیت سے جو اُس جائداد مین رکھتا ہے دست بردار ہو جاوے اور جہانتک ممکن ہو موہوب لہ کا قبضہ اُسپر کرادے۔ مگر وصیت کا اختیار ثلث مال پر محدود ہے جیسا آیندہ عرض کیا جائیگا۔

مسلمانون کے اختیار وصیت کے محدود ہونے کے باب مین عدالت العالیہ پروی کونسل نے بمقدمہ[1] رانی کھجور النسا بنام مسمات روشن جہان تحریر فرمایا ہے کہ "شرع محمدی کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ موصی وصیت کے ذریعہ سے اپنے ورثہ شرعی کو محجوب الارث کرسکے گو اُسکو اختیار ہے کہ ایک خاص جزو اپنی جائداد کا بقدر ایک ثلث کے کسی غیر شخص کو دیدے۔ مگر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مالک جائداد شرع محمدی کی اس تدبیر کو اسطرح باطل کرسکتا ہے کہ اپنی زندگی مین کل جائداد یا اُسکا ایک جزو اپنے بیٹون مین سے ایک کو ہبہ کرے مگر چند شرائط کی پابندی سے ہو"۔

---

[1] انڈین اپیلس لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۷۔ ۱۳۳۔ ۱۲ منہ

اختیار وصیت کے اسطرح مقید ہو جانے کی مثال بعض قوانین یورپ مین بھی موجود ہے
مگر یہ چند شرائط سے مشروط ہے جنکو توجہ تام ملاحظہ کرنا چاہیئے۔
جائداد کا انتقال دو قسم کا ہے۔

(۱) انتقال جائداد حین حیات

(۲) انتقال جائداد بذریعہ وصیت جسکا نفاذ موصی کے مرنے کے بعد ہوتا ہے۔
اور جو انتقال جائداد اسوقت کیا گیا ہو جب منتقل ایسے مرض مین مبتلا ہو جسکو شرع کی اصطلاح مین مرض الموت کہتے ہین وہ بھی وصیت تصور کیجاتی ہے جسمین آئندہ بحث کیجائیگی۔
انتقالات حین حیات جسکا ذکر کرنا بالفعل منظور ہے دو ہین۔ ہبہ۔ اور وقف۔
(الف) ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی خاص جائداد کو (جو بالفعل موجود ہو یا جو نالش یا اور کسی کارروائی سے کسی شخص کو مل سکتی ہو) بلامعاوضہ اور برضا و رغبت منتقل کردینا۔ اس تعریف کی توضیح آئندہ کیجائیگی۔
(ب) وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائداد کے منافع کو کسی شخص کے فائدہ کے لیے یا کسی مذہبی یا خیراتی کام کے لیے ہمیشہ کے واسطے مقرر کردینا کسی جائداد کے منافع کو ایک میعاد معین کے لیے بلامعاوضہ دیدینا اور پھر جب چاہنا اُسکو واپس کرلینا۔ اسکو عاریت کہتے ہین۔
علی گڈھ کے عالم سب جج نے مقدمہ فیض محمد خان بنام غلام احمد خان اس بحث کو بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے کہ ہبہ اور عاریت مین یا کسی چیز کا عین اور کسی چیز کی منفعت ایک میعاد معین کے لیے دیدینے مین کیا فرق ہے اور اُنکا فیصلہ اپیل مین ہائی کورٹ اور پریوی کونسل دونون نے بحال رکھا ہے۔ وہ فیصلہ ایسا جامع و نافع ہے کہ اُسکے ایک جزو کو اس مقام پر نقل کرنا مناسب ہے "دو کسی شخص کو کسی چیز کے عین کا مالک بلامعاوضہ کردینا ہبہ ہے اور کسی شخص کو صرف منافع بلامعاوضہ دینا عاریت ہے۔ (درالمختار کتاب الہبہ) ہبہ مین ضرور ہے کہ واہب

---

سلہ انڈین لار پورٹ جلد ۳ صفحہ ۴۹۰ سے ۱۳ لغایت ۱۸ ایکٹ انتقال جائداد مین ہبہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہ ہبہ کسی

صحیح العقل ہو یا مالک اور بالغ ہو اور شئی موہوب مشاع یعنی غیر منقسم نہو اور واہب کے قبضہ مین ہو
اور ایجاب و قبول کیا جاوے - شرائط کے ناجائز ہونے سے ہبہ باطل نہین ہوجاتا بلکہ
برخلاف اسکے وہ شرائط باطل ہین - مثلاً اگر کوئی غلام اس شرط سے ہبہ کیا جاوے کہ موہوب لہ
اسکو آزاد کردے تو یہ شرط باطل ہے مگر وہ ہبہ صحیح ہے - (در المختار کتاب الہبہ) عاریت مین
یہ کچھ ضرور نہین ہے کہ واہب بالغ ہو نہ یہ ضرور ہے کہ جو چیز عاریت دیگئی ہے وہ غیر منقسم ہو
نہ ایجاب کی بعد قبول شرط ہے - (فتاوائے عالمگیری) فصول عمادیہ مین لکھا ہے کہ جائداد
مشترک کو عاریت دینا جائز ہے اور اسکو امانت رکھنا اور بیچ کرنا جائز ہے (در المختار کتاب العاریت)
جن الفاظ سے عاریت متحقق ہوتی ہے وہ ایک خاص باب مین فتاوائے عالمگیری کے
لکھے ہین - اور اس باب کو مین اسلیے نقل کرتا ہون کہ معلوم ہوجاوے کہ کسی چیز کو عاریت
دینے مین کیا الفاظ کس معنی مین استعمال کیے جاتے ہین - فتاوائے عالمگیری کتاب العاریت
مین لکھا ہے کہ "اگر وہ شخص کہے کہ مین نے تجھے اس مکان کے منافع کا مالک مہینہ بھر کے لیے
کردیا ہے یا مہینہ بھر کا لفظ نہ کہے تو عاریت ہوگی - فتاوائے قاضیخان مین بھی یہی لکھا ہے
اور عاریت دینا ان الفاظ سے بھی جائز ہے "مین تمکو یہ لباس عاریت دیتا ہون تم اسکو ایک دن
پہن سکتے ہو" یا "مین تمکو یہ مکان عاریت دیتا ہون تم اسمین سال بھر رہ سکتے ہو" - اگر وہ
کہے کہ مین اپنے اس مکان کو تمہارا مسکن ایک مہینہ کے لیے کرتا ہون یا یہ کہے کہ تمہارا
مسکن یا تمہاری عمر بھر کے لیے کرتا ہون تو یہ عاریت ہوگی (ظہیریہ مین یہی لکھا ہے) اور اگر وہ کہے
کہ مین تجھکو یہ گھوڑا دیتا ہون اسپر سوار ہونے کے واسطے تو یہ عاریت ہوگی - (فتاوائے قاضیخان) -

---

ہبہ کسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کو برضا و رغبت اور بلا معاوضہ منتقل کرنا ہے - منتقل کنندہ کو واہب اور
منتقل الیہ کو موہوب لہ کہتے ہین - ضرور ہے کہ اس انتقال کو موہوب لہ یا اسکی طرف سے کوئی شخص موہوب لہ اور واہب کی
زندگی مین قبول کرے اور اسوقت جبکہ واہب ہبہ کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اگر موہوب لہ ہبہ قبول کرنے سے
پیشتر مرجاسے تو ہبہ باطل ہوجائیگا۔

اور اگر وہ کہے کہ میرا مکان تمھارے رہنے کے لیے حاضر ہے یا تم اسمین رہا کرو تو یہ عاریت ہے
ہے دہرایہ مین یہی لکھا ہے اور اگر وہ کہے کہ میرا مکان تمکو بطور جائے سکونت کے دیا جاتا
یا یہ کہے کہ عاریت بطور ہبہ کے دیا جاتا ہے تو یہ سب صورتین عاریت کی ہین سرکافی مین
یہی لکھا ہے) اور اگر وہ کہے کہ میرا مکان تیرے لیے ہے اگر تو میرے بعد زندہ رہے
اور میرے لیے ہے اگر مین تیرے بعد زندہ رہون یا تیرے لیے وقف ہے ۔ تو امام
اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کے موافق یہ عاریت ہے مگر امام ابو یوسف کے قول کے
موافق ہبہ ہے ۔ اگر وہ کہے کہ میرا مکان تیرے لیے ہے اگر تو میرے بعد زندہ رہے
اور میرے لیے ہے اگر مین تیرے بعد زندہ رہون یا تیرے لیے وقف ہے تو سب کے
نزدیک یہ عاریت ہوگی ۔ (ینابیع مین یہی لکھا ہے) تمنے یہ خچر مجھکو دیا پس تو اُسکو اپنے
استعمال مین لا اور اپنے روپیہ سے گھانس خرید کر اُسکو کھلا ۔ یہ عاریت ہوگی (قنیہ مین
یہی لکھا ہے) اگر وہ کہے کہ مین نے تجھکو یہ درخت اسلیے دیا ہے کہ تو اسکا میوہ کھاوے
تو یہ عاریت ہے الا اینکہ اُسکا مقصود ہبہ ہو ۔ اِن الفاظ سے عاریت سمجھی جاتی ہے
اور اِن سب کو دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ لفظ وَهَبْتُ (مین نے تجھکو ہبہ کیا)۔
اِنمین کہین نہین ہے ۔ لفظ ھبۃٌ سکنۃً یا سکنۃً ھبۃً جو اوپر کے جملون مین ہے اُس سے
کسی چیز کی عین کو ہبہ کرنا مراد نہین ہے بلکہ وہ صرف لفظ ور داری لک ؎ کے معنی کو واضح
کرتا ہے اور سارے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جو مکان تمکو دیا گیا ہے تمھارے رہنے کے لیے
دیا گیا ہے ؎ اب مین اُن الفاظ کو بیان کرتا ہون جو ہبہ مین کہے جاتے ہین ۔ وہ تین قسم کے
الفاظ ہین ۔ اوّل وہ الفاظ ہین جو ہبہ کے لیے خاص کر وضع ہوئے ہین ۔ دوسرے وہ الفاظ
ہین جو ہبہ پر مجازاً یا ضمناً دلالت کرتے ہین ۔ سوم وہ الفاظ ہین جنسے ہبہ یا عاریت بدرجہ
مساوی مفہوم ہوتا ہے ۔ عبارت ذیل فتاوائے عالمگیری کتاب الہبہ سے نقل کیجاتی ہے ۔
وہ جن الفاظ سے ہبہ کیا جاتا ہے وہ تین قسم کے ہین ۔ اوّل وہ الفاظ جو خاص کر

ہبہ کے لیے موضوع ہوئے ہین۔ دوئم وہ الفاظ جو ہبہ پر مجازاً یا ضمناً دلالت کرتے ہین
سوئم وہ الفاظ جنسے ہبہ یا عاریت بدرجۂ مساوی مفہوم ہوتا ہے۔ قسم اوّل کے الفاظ
ایسے ہین جیسے۔ ''مین نے ہبہ کی یہ چیز تجھکو'' یا ''مین نے تجھکو اُس چیز کا مالک کر دیا''
یا ''یہ چیز تیرے لیے ہے'' یا ''مین نے یہ چیز تجھکو دے ڈالی یا بخش دی''۔ یہ سب ہبہ کے
الفاظ ہین۔ قسم دوم کے الفاظ ایسے ہین جیسے ''مین نے تجھکو یہ پوشاک پہنا دی'' یا
''مین نے یہ مکان تجھکو تیری حیات تک دے ڈالا'' یہ سب ہبہ مین داخل ہے۔ اسی طرح
اگر وہ کہے کہ ''یہ مکان تیرا ہے جبتک مین زندہ ہون'' یا ''جبتک تو زندہ ہے''
یا ''میری زندگی بھر'' یا ''تیری زندگی بھر'' پس جب تو مر جایگا تو یہ مکان پھر مجھکو ملجائیگا۔
تو ان سب صورتون مین ہبہ جائز ہوگا مگر شرط باطل ہوگی۔ قسم سوم کے الفاظ ایسے ہین جیسے
اگر وہ کہے کہ ''یہ مکان تیرے لیے ہے'' ''اگر مین تیرے بعد زندہ رہون'' یا ''یہ تیرے لیے
وقف ہے'' اور اسکو حوالہ کر دے تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ عاریت ہے
مگر امام ابو یوسف کے نزدیک ہبہ ہے''۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''ہبہ'' (''مین نے تجھکو ہبہ کیا'') خاص کر ہبہ کے لیے موضوع ہوا ہے اور عاریت پر دلالت نہین
کرتا۔ اور یہی لفظ اُس دستاویز مین لکھا جاتا ہے جسکو ہبہ نامہ کہتے ہین۔ اسمین کچھ
مشکوک الفاظ نہین لکھے جاتے اور ہبہ کی لفظ کے بعد جو الفاظ لکھے جاتے ہین
وہ بطور مشورہ کے لکھے جاتے ہین۔ کتب فقہ مین ایک مثال اسکی لکھی ہے جس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ متنازع فیہ ہبہ کا تھا عاریت کا نہ تھا۔ یہ مثال ہدایہ اور
رد المحتار و فتاواے عالمگیری ان سب کتابون مین موجود ہے۔ داری لک ہبۃ تسکنہ
یعنی میرا مکان تیرے لیے بطور ہبہ کے ہے تاکہ تو اسمین رہا کرے۔ یہ ایک قاعدہ
عربی نحو کا ہے کہ جملہ فعلیہ کبھی مفسر جملہ اسمیہ کا نہین ہوتا۔ داری لک ہبۃ جملہ اسمیہ ہے
اور تسکنہ جملہ فعلیہ ہے۔ لہذا تسکنہ اپنے ماقبل کے جملہ کا مفسر نہین ہو سکتا۔ بلکہ

برخلاف اِسکے واہب بطور مشورہ کے موہوب لہ سے کہتا ہے کہ اسمین رہا کرو سو موہوب لہ
کو اختیار ہے کہ اُسکے مشورہ پر عمل کرے خواہ نہ کرے - منجملہ اُن جملون کے جنسے ہبہ جائز و
مشروع ہو سکتا ہے یہ جملہ درالمختار مین لکھا ہے - دَارِیْ لَكَ تسکنہ یعنی میرا مکان تیرے
لیے ہے کہ تو اُسمین رہا کرے - اسواسطے کہ لفظ تسکنہ مشورہ کا کلمہ ہے تفسیر کا کلمہ نہین ہے
کیونکہ جملۂ فعلیہ جملۂ اسمیہ کا مفسر نہین ہوتا یعنی واہب موہوب لہ کو مشورہ دیتا ہے کہ اِس
مکان مین رہکر اِسکو اپنی ملکیت کرلے - پس موہوب لہ کو اختیار ہے کہ اِس مشورہ پر عمل کرے
یا نہ کرے - لیکن اگر یہ کہا جاے کہ دارِی لك ھبة سكنة یا سكنة ھبة جیسے وہ الفاظ ہین
جو عاریت مین استعمال کیے جاتے ہین تو الفاظ ھبة سكنة ملکیت کی تفسیر کرتے ہین بخلاف دارِی
لك ھبة تسکنہ کے جسمین لفظ تسکنہ اپنے ماقبل کا مفسر نہین ہے - ہدایہ مین لکھا ہے داگر
وہ کہے کہ ھبة تسکنہ تو یہ ہبہ ہوگا کیونکہ اُسکا تسکنہ یعنی تو اُسمین رہا کرے کہنا بطور مشورہ کے
ہے اور اِس سے صرف واہب کا مقصد ظاہر ہوتا ہے برخلاف ھبة سكنة کے یہ کہ اُسکی
تفسیر ہے " جس ہبہ نامہ کا ذکر آگے کیا جائیگا اُسمین اِن الفاظ کے بعد کہ " ہبہ کرکے قبضہ
دلادیا " یہ ہدایت لکھی ہے کہ موہوب لہا جو واہب کی سالی تھی دیہات موہوبہ کا انتظام کریگی
اور اُنکی آمدنی کو خود صرف کرے اور گورنمنٹ کی مالگذاری ادا کرے - یہ سب بطور مشورہ کے ہے
ہبہ کا معاملہ تو سابق کے الفاظ سے طے ہوگیا - لفظ " ہبہ کیا " اُسسے اصل مطلب واہب کا
معلوم ہوتا ہے اور دیہات کی نسبت یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے - ہر زبان مین یہ قاعدہ ہے
کہ لفظ کے معنی حقیقی ہمیشہ سمجھے جاتے ہین - البتہ جب معنی حقیقی نہ لے سکین تو معنی مجازی
سمجھے جائین - اِس قاعدہ کی تحقیق صرف عربی کتابون پر موقوف نہین ہے لفظ ہبہ کے
معنی حقیقی اُس ہبہ نامہ مین لے سکتے ہین جسمین یہ لفظ لکھا ہے - اور واہب نابالغ نہ تھا
شی موہوب مشاع یعنی غیر منقسم تھی - پس کوئی وجہ اسکی نہین ہے کہ لفظ ہبہ سے عاریت
کیون سمجھی جاے اور جب صاف ہبہ نامہ مین یہ لکھا ہے کہ موضع سہولی اور بکمال آباد ہبہ

سکیے گئے تو سیاق و سباق عبارت سے یہ کیون سمجھا جاسے کہ موضع سہولی اور گمال آباد کے منافع
بطور عاریت کے دیے گئے - بلکہ کل ہبہ نامہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عاریت کا خیال
بھی کبھی فیض اللہ خان کے دل مین نہین آیا اور اُسنے ایسے الفاظ لکھے ہین جسنے صاف ثابت ہوتا ہے
کہ ہبہ کے سوا اور کچھ مراد نہین ہے - سارا انداز ہبہ کا ہے اور عاریت کا کہین نام بھی نہین ہے
جائداد متنازعہ فیہ کی مالیت مُعین ہو چکی تھی اور محصول اسٹامپ ادا ہو چکا تھا اور یہ خیال
کہ یہ جائداد مشاع یعنی غیر منقسم نہ سمجھی جاسے کہ ہبہ باطل ہو جاسے واہب نے صاف لکھ دیا ہے
کہ یہ دونون موضع میری ملکیت بلاشرکت غیر ہا ہے - اسکے بعد لفظ ہبہ لکھکر یہ لکھا ہے کہ مین نے
یہ جائداد ہبہ کر کے تصدیق کر دے اور یہان تک لکھدیا ہے کہ نہ مجھکو نہ میرے کسی وارث کو اسپر کچھ
دعوے ہو سکتا ہے - اور آخر مین یہ لکھدیا ہے کہ لہذا یہ چند کلمہ بطور ہبہ نامہ کے لکھدیے -
اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ مسمات مذکورہ کا قبضہ بھی اُن دیہات پر کرا دیا کہ قبضہ ہبہ مین شرط ہے عاریت
مین شرط نہین ہے - اور پھر مسمات مذکورہ سے ایک قبولیت لکھوا لی کہ قبول ہبہ مین شرط ہے
عاریت مین شرط نہین ہے - اور اس دستاویز کے آخر مین لفظ فقط کے بعد جو الفاظ مدعا علیہ نے
لکھے ہین اُنسے اور زیادہ کیفیت ہبہ کی معلوم ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہبہ بالعوض
ہوا تھا - اسکی کوئی وجہ نہین ہے کہ ان سب الفاظ کے معنی حقیقی کیون نہ لیے جائین اور
یہ معاملہ عاریت کیون سمجھا جاسے جسکے باب مین کوئی لفظ سارے ہبہ نامہ مین نہین ہے -
یہ معاملہ عاریت نہین تصور ہو سکتا الا اسیکہ سب الفاظ معنی مجازی پر محمول کیے جائین
مگر اسکے لیے کوئی نہایت دلیل قوی درکار ہے اور عدالت کے نزدیک کوئی ایسی دلیل نہین ہے
پروی کونسل نے اپیل مین جو فیصلہ اس مقدمہ کا لکھا ہے اسکا نتیجہ مجھکو یہ معلوم ہوتا ہے
کہ وہ جب ہبہ کامل و قطعی ہو گیا ہو تو جن الفاظ سے اُسکے مقاصد کو بیان کیا ہے
وہ اُسکے اثر کو محدود یا قطع نہین کر سکتے ہیں

# فصل دوم

## ہبہ یا ہبہ مطلق ۔

مسلمانون مین ہبہ کا مسئلہ نہایت اہم ہے ۔ سب فرقون کے نزدیک قائم مقامی کا
حق نہونے سے محجوب الارث ہونے کا اصول پیدا ہوا ہے جس سے بڑی دقت ہوتی ہے
مثلاً اگر کوئی شخص تین بیٹے رکھتا ہو اور اُنھین سے ایک بیٹا اپنے باپ کی زندگی مین مرجاے
اور اولاد چھوڑ جاے تو اُس اولاد کے حاجب اُسکے چچا ہونگے ۔ اور شرع محمدی مین
اُناث کا حصہ ذکور کے حصہ سے کم ہے علی الخصوص سنیون مین تعصیب کے اصول سے
اکثر بڑی ناانصافی ہوتی ہے اور مالکان جائداد اکثر یہی چاہتے ہین کہ اس ناانصافی کا انسداد
ہماری زندگی مین ہوجاے ۔ مثلاً اہل سنت مین تعصیب کے مسئلہ سے بھتیجے نواسون کے
حاجب ہوتے ہین ۔ ایسی خرابیون کے انسداد کے لیے ہندوستان کے مسلمانون مین
اور دیگر بلاد اسلام مین بھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جائداد کو ہبہ کردیتے ہین ۔ جس سے صرف
اُسی ناانصافی کا انسداد نہین ہوجاتا جسکا ذکر کیا گیا بلکہ اکثر ایک وارث کو دوسرے
کی بہ نسبت بہت زیادہ حصہ ملجاتا ہے ۔ فتاواے عالمگیری مین خاص کر لکھا ہے کہ مورث کو
شرعاً جائز ہے کہ اپنی زندگی مین ایسا انتظام کرجاے جس سے ایک وارث کو دوسرے سے
زیادہ ملے ۔ اور اس کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس اپنی اولاد کو
ہبہ کرے اور بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دینا چاہے تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اُسکو
ایسا کرنا شرعاً جائز ہے مگر اُسوقت جبکہ وہ اولاد جنپر جائداد کم تقسیم کی گئی ہے مذہب مین اوروں پر فضیلت
رکھتے ہون لیکن جب مذہب مین سب برابر ہون تو اُنمین فرق و امتیاز اس طور سے کرنا مکروہ ہے
امام ابویوسف کے نزدیک غیر مساوی تقسیم شرعاً اُسوقت ہوسکتی ہے جبکہ کسی اولاد کی نقصان
رسانی اور حق تلفی کی نیت نہو اور جسقدر بیٹے کو دیا جاے اُسی قدر بیٹی کو بھی دیا جاسے ۔ اسی
قول کے موافق فتوے ہے اور یہی قول راجح ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس

اپنی کل جائداد ایک ہی اولاد کو دیدے تو شرعاً مباح ہے مگر گنہگار ہوگا - اور جب کسی شخص کا
بیٹا فاسق و فاجر ہو تو اُس سے زیادہ اسکو نہ دے جتنا اُسکے نفقہ کے لیے کافی ہو تاکہ اُسکے فسق و
فجور مین اعانت نہو - لیکن اگر اسکا بیٹا تحصیل علم مین مشغول ہو اور کوئی کاروبار نہ کرتا ہو تو اُسکو
اور اولاد سے زیادہ دینا شرعاً جائز ہے[1]

ہندوستان مین ہبہ اِس کثرت سے ہوتا ہے کہ اِس معاملہ مین جو احکام شرع مین
انکو بخوبی تحقیق کرنا ضرور ہے -

پس واضح ہو کہ ہبہ مطلق یعنی بلا معاوضہ کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو
کوئی جائداد یا کسی چیز کا عین برضا و رغبت اِسطرح بخش دے کہ موہوب لہ کو مال
یا شئی موہوب کا مالک بنا دے - ہبہ کا جواز تین شرطون پر موقوف ہے - (۱) واہب کی
نیت یا خواہش کا ظاہر ہونا - (۲) موہوب لہ کا قبول کر لینا صریحاً یا ضمناً - (۳) موہوب لہ
کا مال یا شئی موہوب پر قبضہ کر لینا حقیقۃً یا مجازاً[2] -

فقہائے حنفی نے ہبہ کی یہ تعریف لکھی ہے کہ بخشدینا کسی چیز کے حق ملکیت کا بلا معاوضہ[3]
سیدی خلیل (فقیہ مالکی) نے ہبہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ ایک فیاضانہ فعل ہے جس سے
مالک کسی چیز کو بلا معاوضہ کسی شخص کو بخشدیتا ہے - مگر ہبہ کی سب سے عمدہ تعریف علمائے
شیعہ نے لکھی ہے کہ ہبہ ایک عقد شرعی ہے جس سے کسی مال مخصوص کا حق مالکیت فوراً اور
بلا معاوضہ اور بلا شرط بہ نیت ثواب مالک دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے[4]
ہبہ تقریراً اور تحریراً دونون طرح سے ہو سکتا ہے - ایکٹ انتقال جائداد نے شیخ محمد ...

---

[1] مقدمہ نندا سنگہ بنام میر جعفر شاہ بنگلت رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۳ - [2] متن [3] اگر معاوضہ لیا جائے تو ہبہ کی حقیقت بدل جاتی ہے - [4] متن [4] مقابلہ - ارشاد الاذہان - شرایع الاسلام صفحہ ۱۴۲ - ۱۴۲ و ۱۴۲

اس حکم کو بعینہ باقی رکھا ہے - اور پریوی کونسل نے مقدمہ قمر النسا بنام حسینی بی بی ہبہ تقریری کو بحال و برقرار رکھا ہے جبکہ ثبوت کافی اُسکا پیش کیا گیا -

ایک اور قسم کا ہبہ مسلمانون مین ہے جو محض ایک کار ثواب ہے اور صدقہ کہلاتا ہے اور اجر آخرت کے نیت سے دیا جاتا ہے - اسکی اصل سورۂ بقر کی ایت ۲۱۱ سے ہے جسمین فرمایا ہے کہ "جو مال تم دیتے ہو اُسکو خدا جانتا ہے"

اس قسم کا ہبہ سب مذاہب مین منسوخ نہین ہوسکتا جیسا آئندہ مقام مناسب پر عرض کیا جائیگا -

فقہا کی اصطلاح مین بخشنے والا واہب اور جس شخص کو بخشا جاے موہوب لہ اور جو چیز بخشی گئی ہے وہ موہوب کہلاتی ہے -

وہ صفت جسپر جواز ہبہ موقوف ہے یعنی ہبہ کرنے کے قابلیت شرعیہ ویسی ہی ہے جیسی اور معاہدات کی قابلیت شرعیہ ہے - کلیہ یہ ہے کہ ہر فعل جو باصطلاح شرع تصرفات شرعیہ مین داخل ہے اُسکے فاعل کی مرضی منشیہ ہی سے قیاس کیجاتی ہے - کسی حکیم نے کیا خوب کہا ہے کہ اذن ایک فعل عقل کا ہے جسکے ساتھ فکر بھی شریک ہے یعنی آدمی اپنے دل مین نفع و ضرر دونون سوچ لیتا ہے تب کسی بات کا اذن دیتا ہے - ہر فعل مشروع و مباح شرع مین عقد کہلاتا ہے اور ہر عقد کا جواز اسپر موقوف ہے کہ عاقد یہ قوت رکھتا ہو کہ اس فعل کے نتائج مین آزادانہ اور عاقلانہ غور کر سکے - اگر کوئی شخص باطنی یا خارجی یا عارضی نقص کی وجہ سے اپنی مرضی کو بطرز معقول اور موافق عقل سلیم عمل مین نہ لاسکے تو ہر عقد یا فعل جو اُسنے کیا ہو شرعاً باطل اور کالعدم ہے -

پس ہر عقد یا معاملہ کا جواز شرائط ذیل پر موقوف ہے -

(۱) بلوغ

---

لہ انڈین لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ سلسلہ الہ آباد ۱۲ منہ

(۲) عقل۔

(۳) حریت یعنی آزاد ہونا

(۴) مالک ہونا اُس چیز کا جسکا معاملہ کیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ شرائط کچھ ہبہ پر منحصر نہیں ہین بلکہ تمام تصرفات شرعیہ سے متعلق ہین۔ نابالغ لڑکے صغیر کہلاتے ہین اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ کافی عقل و شعور نہ ہونے کے وجہ سے اس قابل نہیں کہ کوئی معاہدہ یا معاملہ کر سکین۔ شرع شریف کے رو سے پندرھوان[1] سال ختم ہونے پر نابالغی کا عذر رفع ہو جاتا ہے۔ لہذا قبل پاس ہونے ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۵ع کے جو مسلمان پندرہ برس کا ہو جاتا تھا وہ اپنی جائداد کا انتظام کرنے کی قابلیت رکھتا تھا جیسے ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۵ع نافذ ہوا ہے قانوناً تین سن بلوغ ہو گئے ہین۔ اِس ایکٹ کی دفعہ ۲ مین شرع محمدی کو امور متعلقہ نکاح و طلاق و مہر مین بعینہٖ قائم رکھا ہے۔ اور تمام افعال کی نسبت سن بلوغ اُن اشخاص کا جو زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس ہون یا جنکا ولی کسی عدالت نے مقرر کر دیا ہو اکیس سال ہے اور سب کا اٹھارہ سال۔ پہلی صورت مین کوئی شخص ہبہ جائز نہین کر سکتا تاوقتیکہ اٹھارہ سال کا نہو چکا ہو۔ اِس ایکٹ بلوغ مین یہ خاص صفت ایسی ہے جس سے بڑی بڑی دقتین ایک ہی شخص کی قابلیت مین نسبت مختلف افعال پیدا ہو سکتی ہین۔ مثلاً جب کوئی شخص پورا پندرہ برس کا ہو چکا ہو تو جتنے مہر پر چاہے اپنا نکاح کر سکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ آیا بیع مقاسات کے ذریعہ سے وہ اُس مہر کو تبدیل کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟ علیٰ ہذا القیاس یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ جب کسی عورت کی عمر پندرہ سال سے زیادہ ہو مگر اس ایکٹ کے بموجب نابالغ ہو تو آیا اُسکو یہ اختیار رہے کہ اپنا مہر شوہر کو معاف کر دے؟۔

جو عقود یا معاہدات فاتر العقل یا مجنون یا اور اشخاص سے ہون جنکے دماغ مین

[1] بعض علماء نے ۱۸ سال کو سن بلوغ قرار دیا ہے مگر قول مشہور پندرہ سال کا ہے۔ ۱۲ منہ

فعل ہو شرعًا باطل ہین لیکن جو شخص جنون مین مبتلا ہو مگر کبھی کبھی ہوش مین بھی آجاتا ہو تو ہوش کے زمانہ مین جو فعل وہ کریگا وہ بہ پابندی بعض شرائط کے شرعًا جائز ہوگا —

ہدایہ[1] مین لکھا ہی کہ — امتناع شرعی کے اسباب تین ہین — یعنے نابالغی اور عبدیت یا غلامی اور جنون — اگرچہ کتب فقہ مین فقط جنون کو امتناع شرعی کا سبب لکھا ہی مگر جو مثالین لکھی ہین اونسے ثابت ہوتا ہی کہ جس قسم کے لوگون کا تحفظ شرعًا کیا گیا ہی اونکا انحصار صرف اون اشخاص پر نہین ہی جو کسی قسم کے جنون یا مالیخولیا مین مبتلا ہون بلکہ وہ لوگ بھی مجانین مین داخل ہین جنکی عقل کسی اتفاقی سبب سے کسی وقت خاص مین زائل ہوگئی ہو — اسٹورٹی[2] صاحب نے لارڈ کوک صاحب کا قول اس باب مین اختیار کیا ہی کہ کتنے قسم کے لوگ قانونًا مجنون یا فاسد العقل سمجھے جاتے ہین — اور اونھین کے قول سے وہ اصول صحت کے ساتھ دریافت ہو سکتا ہی جس اصول پر شرع محمدی مین مسلوب العقل لوگون کے افعال ناجائز قرار دیے گئے ہین —

لارڈ کوک صاحب نے چار قسم کے لوگ لکھے ہین جو قانونًا مجنون یا مسلوب العقل سمجھے جاتے ہین — قسم اول مین فاتر العقل لوگ داخل ہین یعنے وہ لوگ جو خلقت یا پیدائش سے سفیہ ہین — قسم دوم مین وہ لوگ داخل ہین جو پہلے صحیح العقل تھے مگر خدا کے غضب سے اون کی عقل زائل ہوگئی — قسم سوم مین وہ مجانین داخل ہین جنکے ہوش وحواس بعض اوقات درست ہو جاتے ہین اور بعض اوقات پھر مختل الحواس ہو جاتے ہین — قسم چہارم مین وہ لوگ داخل ہین جو خود اپنے فعل سے دیوانے ہو جاتے ہین جیسے بھنگی شرابی — اس قسم کے لوگون کی نسبت اگرچہ یہ کہنا صحیح ہی کہ شراب خواری کسی فعل یا جرم خلاف قانون کے تخفیف کا باعث نہین ہوتی بلکہ اور تشدد کا سبب ہوتی ہی اور شراب خواری سے شراب خوار کو کوئی حق یا اختیار نہین حاصل ہو جاتا اور اگر قانون کا ٹھیک برتاؤ کیا جاوے تو اور قسم کے فاسد العقل لوگون کے بہ نسبت شراب خوار کمتر وجہ اسکی رکھتا ہی کہ اپنے افعال اور معاہدات سے

[1] شرحہ انگریزی ہدایہ صفحہ ۳۴۶ — ۱۲ منہ [2] یہ دونون نامی وگرامی مقنین انگلستان مین سے ہین اور انکی مبسوط کتابین فقہ انگریزی مین موجود ہین — ۱۲ مترجم —

بری الذمہ رہے تاہم اوسکی افعال اور معاہدات کا اعتبار عدالتین نہین کرتی ہین درحالیکہ وہ نشہ کی
حالت مین مثل مجنون کے ہو اور فریق ثانی نے مکر و فریب سے کوی فعل یا معاہدہ اوس سے کرالیا ہو
- اسواسطے کہ خود شراب خوار کا قصور جو کچھ ہو سو ہو مگر فریق ثانی اسکا مستحق ہرگز نہین ہو کہ اپنی بدکرداری
اور دغا اور فریب کے نتایج سے بچنے کے لیے عدالت سے استغاثہ کرے - مگر کسی فعل یا معاہدہ کو نشہ
کی علت مین منسوخ کر دینے کے لیے صرف اسی قدر کافی نہین ہو کہ شراب خوار یا اور کوی شخص جو نشہ کے
عالم مین ہو از خود رفتہ ہو گیا ہو - بلکہ نشہ کو چاہیے کہ افراط اور شدت کے درجہ تک پہونچ گیا ہو
اور اوس شخص کی عقل اور شعور بالکل زائل ہو گیا ہو - اس واسطے کہ ایسی حالت مین یہ کہنا درست نہین ہے
کہ اوس شخص نے عمداً یا دیدہ و دانستہ کسی بات کا اذن دیا تھا اور بغیر ایسی اذن کے کوی فعل یا معاہدہ
قانون قدرت کے روسے واجب العمل نہین ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیے - اگر نشہ افراط یا شدت کے
درجہ تک پہونچا ہو تو عدالتین مطلق دست اندازی نکرینگے مگر اوسوقت جبکہ کسی تدبیر یا کسی حکمت سے
اس شخص کو نشہ پلا دیا ہو یا اوسکو نشہ کی حالت مین دیکھکر کوی غیر واجبی معاملہ یا فائدہ حاصل کر لیا ہو -
- کیونکہ عموماً عدالتین مصالح عامہ کی نظر سے اوس شخص کو مدد دینا گوارا نہین کرتین جسنے کوی اقرار نامہ
یا اور دستاویز دوسرے شخص سے نشہ کے عالم مین لکھوالی ہو اور نہ عدالتین یہ چاہتی ہین کہ مجوزہ کو یا
جو شخص نشہ مین ہو اوسکو مدد دین صرف اس عذر سے کہ اوسوقت اوسکو نشہ تھا تاکہ وہ اقرار نامہ یا اور
دستاویز کے اثر سے محفوظ رہے - عدالتین فریقین کو اونکے حال پر چھوڑ دینگی کہ قانوناً جو چارہ جوی
ہو سکتی ہو کرین مگر اس صورت مین جبکہ کوی فریب آمیز تدبیر یا کوی مکر کیا ہو -

میخواری کے باب مین محققین قانون طبیعی اور قانون عام نے یہ عام اصول اختیار کیا ہے
کہ جو معاہدہ کسی شخص نے نشہ کی حالت مین کیا ہو گو اوسنے عمداً نشہ پی لیا ہو یا کما لیا ہو وہ باطل اور
کالعدم ہو اسواسطے کہ ایسا شخص ہرگز اس قابل نہ تھا کہ سمجھ بوجھکر اذن دیتا - یہی حال اون لوگون کا
بھی ہو جو مجنون یا فاسد العقل ہون - یہی قاعدہ ہرینیس منکشن اور پوفنڈارف نے لکھا ہو - اور اسی کو پوتھیر
نے جو ایک بہت بڑا مقنن تھا یہ کہکر قبول کر لیا ہو کہ یہ ایک بدیہی بات ہو جسکے ثابت کرنیکی کچھ ضرورت نہین

اس بحث مین بنکسپس نے بہت معقول تقریر لکھی ہی - وہ کہتا ہی کہ جس فریق نے معاہدہ کیا ہی دو حال سے خالی نہین یا اسکو بہت نشہ تھا یا کم تھا - اگر کم نشہ تھا اور اُسکی عقل ایسی زائل نہین ہو گئی تھی کہ وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ کس سے اور کتنے پر مینے معاہدہ کیا ہی تو اوس معاہدہ کا پابند ہونا اوسکو چاہیئے - لیکن اگر شدت کا نشہ تھا جو ضرور محسوس ہو سکتا تھا تو جس فریق نے اوسکے ساتھ معاہدہ کیا ہی وہ فریب کر رہا ہوگا یا قل مراتب یہ الزام تو اُسکو خود اپنے تئین دینا چاہیئے کہ ایسے شخص کے ساتھ جو ایسی حالت مین تھا کیون معاہدہ کیا - اسکاٹ لینڈ کے قانون مین اس فرق کا اعتبار کیا گیا ہی اور اوس قانون کے بموجب جو اشخاص نشہ مین سرشار اور از خود رفتہ ہون اور جنکی عقل نشہ سے بالکل زائل ہو گئی ہو وہ کسی معاہدہ کے پابند نہین ہو سکتے -

اسی کے قریب قریب وہ شخص بھی ہی جو فاسد العقل یا مجنون تو نہین ہی مگر ایسا سفیہ ہی کہ اپنے تئین کسی فریب سے نہین بچا سکتا یا کسی کی الحاح و اصرار یا دواب ناجائز سے نہین بچ سکتا اس سے غرض نہین ہے کہ کس سبب سے وہ ایسا سفیہ ہو گیا ہی یا کسی مرض کیوجہ سے یا عموماً ضعف دماغ کیوجہ سے یا اوسکی خلقت ابتدا ہی سے ایسی ہی یا بڑھاپے کیوجہ سے یا اون اتفاقی صدمات سے جو خوف یا ہراس یا شدید مصائب سے ہوتے ہین اوسکی عقل ضعیف ہو گئی ہی -

کسی عالم نے کیا خوب فرمایا ہی کہ گو کوئی ثبوت قطعی اسکا نہ ہو کہ کوئی شخص مجنون یا مختل الحواس ہی تاہم اگر وہ سفیہ یا ضعیف العقل ہو اور اُسوقت گھبرایا ہوا اور پریشان ہو یا اگر کوئی دستاویز اُسنے اُس حالت مین تحریر کی ہو جبکہ اوسکا حال سقیم ہو یا وہ مرض سکتہ مین مبتلا ہو تو یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکے ہوش حواس ایسے درست تھے کہ جو کام اُسنے کیا سمجھ بوجھ کے کیا بلکہ اُسکا فریب مین آجانا آسان ہی[1] -

محض سفاہت امتناع شرعی کی دلیل نہین ہو سکتی - لہذا جو شخص مجنون یا فاسد العقل نہ ہو مگر سفیہ ہو

---

[1] اسٹوری صاحب کی کتاب علم فقہ مین جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ - ۲۳۴ ۱۲ منہ [2] بمقدمہ قمر النسا بی بی بنام حسینی بی بی پریوی کونسل کو ایسی ہی ایک مقدمہ کا فیصلہ کرنا پڑا اور جملہ حالات مقدمہ پر نظر کرکے ججان پریوی کونسل نے یہ تجویز کیا کہ وہ اس معاملہ کو سمجھنے کی قابلیت رکھتا تھا گو بادی النظر مین ایک سفیہ آدمی تھا لہذا اس وجہ سے ہبہ باطل نہین ہو سکتا انڈین لا رپورٹس جلد ۳ صفحہ

اسکے افعال جائز ہین الا اینکہ اون مین علامات فریب کے موجود ہون - اس قسم کے مقدمات کی تحقیق کرنے مین مسٹر جسٹس اسٹوری صاحب کے کلام کو یاد رکھنا ضرور ہی جس سے وہ اصول معلوم ہوتے ہین جن اصول پر انگلستان کی عدالتین اُن اشخاص کے افعال سے گریز کرتے ہین جو اس وجہ سیغیر لحق کہ اپنے تئین فریب یا اصرار والحاح یا داب ناجائز سے نہ بچا سکین -

دوسری شرط معاہدہ کے جواز کی حریت ہی - غلام سے بھی وہی امتناع شرعی متعلق ہی جو نابالغ یا مجنون کے افعال سے متعلق ہی - مگر غلام اور مجنون کے افعال مین یہ فرق ہی کہ غلام کے افعال کی تصدیق اُسکا آقا کرسکتا ہی جس طرح نابالغ کے فعل کی تصدیق اُسکا ولی کرسکتا ہی مگر مجنون کے افعال بالکل کالعدم ہین - غلام کے افعال کے امتناع کی علت ہدایہ مین بڑی شرح و بسط سے لکھی ہے -

مگر چونکہ بردہ فروشی برٹش انڈیا مین نہین ہوتی بلکہ سپنے اس سرزمی سے بلکی بخ ہو گئی یہاں نہین ہوتی جیسے شرع محمدی کی رو سے جائز ہی لہذا اس بحث سے کوی اور فائدہ نہین سوا اسکے کہ یہ ایک رسم زمانہ سلف کا ہی جس سے وہ اطوار و عادات معلوم ہوتے ہین جو اس زمانہ کی تہذیب و شائستگی کی چکاچوند روشنی مین اور پیغمبر اسلام کے احکام کی صحیح تعبیر کرنے سے جلد جلد دفع ہوتے جاتے ہین

عبدیت سے جو عدم قابلیت پیدا ہوتی ہی وہ عبد یعنے غلام کی حیثیت سے متعلق کردی گئی ہی اور غلام کا حال شرعاً نابالغ کا سا ہے اور وہ فاعل مختار نہین سمجھا جاتا - گرچند مدت تک آزادی کا زائل ہوجانا یا یہ کیسے کہ قید یا حبس یا حوالات یا داب ناجائز کیوجہ سے بے اختیار یا بے قابو ہوجانا چونکہ انسان کی حیثیت پر نہین موثر ہوتا لہذا امتناع شرعی کا سبب نہین ہوسکتا - پس جو معاہدہ کسی شخص نے داب ناجائز یا جبر سے کیا ہو وہ جائز ہوگا اگر اُسکی تصدیق وہ شخص جسنے وہ معاہدہ کیا ہی داب ناجائز یا جبر و دفع ہوجانیکے بعد کردے - فقہ کی کتابون مین ایک خاص باب جبر و اکراہ کی بحث مین لکھا ہی اور گو بعض اصول اکراہ بادی النظر مین اون قواعد سے جنکو انگلستان کی عدالتین داب ناجائز کے مقدمات مین جاری کرتی ہین کمتر نظر آتے ہین مگر عموماً دونون قسم کے اصول باہم

مشابہ ہین یہ مسئلہ کہ جب کسی آزاد اور صحیح العقل یا بالغ آدمی نے کوئی معاہدہ کیا ہو تو جبر و اکراہ کی علت لگا کے اوس سے بچنے کے لیے یہ ثابت کرنا ضرور ہی کہ جسپر دھمکی جو دیا تھا وسکو عمل مین لا سکتا تھا اور وہ دھمکی فی نفسہ ایسی تھی جسکا اثر ایک عاقل آدمی کے کردار پر ہوتا۔ یہ مسئلہ صرف ایک دوسری صورت اس قاعدہ معدلت کے ہی وہ داب ناجائز ایسا تھا کہ یہ گمان ہو سکتا ہی کہ وہ اس شخص کو جسپر اسکا اثر پہونچا تھا اپنی اختیار یا مرضی کو عمل مین لانے سے باز رکھ سکتا تھا۔ القصہ جب کوئی ایسی بات ہوئی ہو کہ جس شخص نے معاہدہ کیا ہو اوسکو اپنے فعل پر اختیار نہ باقی رہا ہو اور دوسرے کو جعل یا فریب کرنے کا موقع کسی کو ملا ہو تو اوس معاہدہ کو منسوخ کر دینا قاضی کو جائز ہی — چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہی کہ — اکراہ جب صادق آئے گا کہ جب اکراہ کرنے والا جو دھمکی دیتا ہی اسکو عمل مین لانے پر قادر ہو خواہ وہ سلطان ہو خواہ اور کوئی شخص ہو جیسے مثلاً چور — اسکی وجہ یہ ہی کہ اکراہ ایک فعل ہی جو ایک شخص دوسرے پر کرتا ہی اور جسکے سبب سے دوسرے کی مرضی جاتی رہتی ہی حالانکہ اوس فعل کو کرنیکی قدرت اوسکو تب بھی باقی رہتی ہی اور یہ کیفیت نہین ہوتی تاوقتیکہ دوسرا شخص جو مجبور کیا گیا ہی ڈرایا نہ جاوے اور اسکو یہ خوف نہ ہو کہ اگر وہ فعل نہ کرون گا جسکا خواہان یہ شخص (اکراہ کرنے والا) ہی تو جس خرابی کی یہ دھمکی دیتا ہی اوس مین مبتلا ہو جاؤن گا اور یہ خوف اور اندیشہ نہین ہو سکتا تاوقتیکہ اکراہ کرنے والا یہ قدرت نہ رکھتا ہو کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہی اوسکو کر دکھاوے — اور اگر یہ قدرت رکھتا ہی تو عام ہی اس بات سے کہ سلطان ہو یا اور کوئی شخص ہو — قول جو امام اعظم ابو حنیفہ کا لکھا ہی کہ اکراہ کوئی نہین کر سکتا مگر سلطان اسکی نسبت علمار نے فرمایا ہی کہ یہ اختلاف رائی صرف انقلاب زمانہ سے پیدا ہوا ہی اور کوئی وجہ نہین ہی کیونکہ امام اعظم کے وقت مین سلطان کے سوا کوئی شخص کوئی اختیار نہ رکھتا تھا مگر بعد اسکے دنیا کے رسوم مین بہت سے تغیرات ہوے — واضح ہو کہ جسطرح اکراہ کے ثبوت کے لیے یہ ضرور ہی کہ اکراہ کنندہ جس بات کی دھمکی دیتا تھا اوسکے فعل پر قادر تھا اوسی طرح یہ بھی ضرور ہی کہ جو شخص مجبور کیا گیا ہی اسکو یہ خوف ہو کہ جس بات کی دھمکی دی ہی وہ یقیناً وقوع مین آئے گی اور یہ خوف صرف ایک خیال خام نہ ہو بلکہ شخص مجبور کو

ظن غالب ہو کہ جابر جس بات کی دھمکی دیتا ہی اُسکو کر گذرے گا اور جو فعل اُس سے کرانا منظور ہی اُسکو زبردستی کرلے گا۔

جس شخص سے کوئی معاہدہ جبراً کرالیا گیا ہو اُسکو اختیار ہی کہ بعد ازآن اُسکو فسخ کرے۔ اگر کوئی شخص دوسرے پر اسطرح جبر کرے کہ اُسکو زخمی کرے یا مارے یا قید کرے تاکہ وہ اپنی جائداد کو فروخت کرڈالے یا کوئی جائداد خریدلے یا یہ قبول کرلے کہ مین فلان شخص کا ہزار درہم کا قرضدار ہون یا اپنے مکان کو کرایہ پر دے اور وہ دوسرا شخص یعنے جابر اوس شخص کی جائداد کو بیچڈالے یا کوئی مال تجارت خریدلے یا اور کوئی بات کرے تو مجبور کو اختیار ہی کہ بعد ازآن اوسی فعل کا پابند رہے جو اُس سے جبراً کرالیا گیا ہی یا اُسکو فسخ کرے اور جو شی بیچڈالی گئی ہی اُسکو واپس کرے یا جو چیز خریدی گئی ہی اُسکو واپس کردے۔ اسواسطے کہ ایسے معاہدات کے جواز کی ایک شرط ضروری یہ ہی کہ طرفین کی رضامندی سے ہوے ہون مگر اس صورت مین تو ایسا نہین ہی کیونکہ جب زد و کوب کرکے جبر کیا جاتا ہی تو نارضامندی پیدا ہوتی ہی اور وہ معاہدہ باطل ہو جاتا ہی الا اینکہ جبر کا ذریعہ خفیف یا کم حقیقت ہو۔

مگر یہ قاعدہ اُس صورت مین نہ جاری ہوگا جبکہ فقط ایک ضرب لگا کر یا صرف ایک روز قید کرکے جبر کیا جاے اسواسطے کہ اتنی مار یا قید سے اکثر خوف نہین پیدا ہوتا۔ پس ایک ضرب یا ایک دن کی قید سے اکراہ نہین ثابت ہوتا مگر یہ کہ شخص مجبور کوئی معزز آدمی ہو جسکے لیے اتنی سی قید یا مار بھی باعث توہین و آبروریزی ہو کیونکہ ایسی شخص کے باب مین اکراہ اسیقدر جبر سے ثابت ہو جاتا ہی اور اتنی ہی بات سے اُسکا اختیار یا قابو جاتا رہتا ہی۔

پس جیسا قانون انگلستان مین ہی ویسا ہی شرع محمدی مین بھی اکراہ واقعی قید یا نظربندی یا دھمکی پر منحصر نہین ہی بلکہ اکراہ ان سب صورتون پر حاوی ہی جن مین کوئی شخص بے قابو ہوگیا ہو اور خوف و دہشت کے مارے یا اپنی جان یا دوسرے کی جان کے اندیشہ سے بے بس ہوگیا ہو یا کوئی اشد ضرورت لاحق ہونا یا کسی مصیبت عظیم مین مبتلا ہو جانا یا معاہدین یعنے باہم معاہدہ کرنیوالے اشخاص مین جو تعلق ہوتا ہی اُسکی حقیقت کو بالکل غلط سمجھنا یا تدلیس و تلبیس کرنا یا ایک شخص کا

دبا یا دوسرے شخص پر ہونا - یہ سب باتین - اکراہ مین داخل ہین - شرع محمدی مین کچھ خاص احکام ان اشخاص کے فرائض کے باب مین نہین ہین جو واہب کے معتمد علیہ یا رازدار ہون - ایسے مقدمات سے علیحدہ وہ قواعد متعلق ہین جو انگریزی عدالتون مین جاری ہین - ہای کورٹ بمبئی نے اس باب مین اسقدر مبالغہ کیا ہی کہ ایک ہبہ کو ناجائز قرار دیا ہی جو اُن اصول کے خلاف تھا جو درباب تعلقات اُن اشخاص کے جو واہب کے معتمد علیہ یا رازدار ہون انگلستان کے عدالتون مین جاری ہین حالانکہ اُس مقدمہ مین واہب ایک مسلمان عورت تھی جو ہبہ کرنیکی قابلیت شرعیہ رکھتی تھی - اور اُسی اصول کو پروی کونسل نے بھی بمقدمہ شاکردین بنام سید علی حسین خان بحال اور نافذ کیا[1]-

جواز ہبہ کی ایک شرط یہ بھی ہی کہ شئی موہوب واہب کی ملکیت ہو ورنہ ہبہ باطل ہوگا -

جب کوئی شخص نہایت مقروض ہو یا دوالیہ ہو تو وہ ہبہ کر سکتا ہی - مالکیہ اور حنفیہ نے اس مسئلہ کے دو جواب لکھے ہین گو نتیجہ پر دونون کا اتفاق ہی - مالکیہ کا یہ قول ہی کہ جس شخص کی یہ حالت ہو اوسکو اپنی جائداد کی بنسبت کوئی ایسی کارروائی کرنا شرعاً ممنوع ہی - حنفیہ کے نزدیک عدم قابلیت شرعیہ تو نہین ہی مگر قاضی کو اختیار ہی کہ قرض خواہون کے کہنے سے اُس فعل کو ناجائز کر دے - یہ موافق اصول قانون انگلستان کے ہی کہ اُس قانون کی رو سے جو ہبہ برضا و رغبت بگرداسطے محروم کرنے قرضخواہون کے کیا گیا ہو وہ باطل اور کالعدم ہی - صرف قرضدار ہونا کوئی دلیل عدم جواز ہبہ کی نہین ہو سکتی - بلکہ ایسی ہبہ کا قرضخواہون کے مقابل مین خواہ وہ اُسوقت موجود ہون خواہ بعد ازآن پیدا ہوے ہون ناجائز ہو جانا اِسپر موقوف ہی کہ وہی جائداد ہبہ کی ہو جو اُس قرضہ کی علت مین لیجاتی[2] -

---

[1] انڈین لا رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۹۲ سلسلہ بمبئی ۱۲ منہ

[2] اسٹوری صاحب کی کتاب علم فقہ مین جلد ۱ صفحہ ۳۶۷ - ۱۲ منہ - مقدمہ رام تنو کرجی بنام بی بی زینت خاتون صفحہ ۷ کلکتہ لا رپورٹ صفحہ ۱۵۲ - مقدمہ چندر رام واہب واس بنام امیر علی وغیرہ جلد ۲۵ لا رپورٹ صفحہ ۱۱۹ - بمقدمہ اسکارف بنام سولیی وضنی نالش مین لکہا تھا کہ ہبہ نامہ لکہنے کے وقت واہب دوالیہ تھا اور بہت پریشان حال اور چند اشخاص کا قرضدار تھا - اس مقدمہ مین تجویز کیا گیا کہ درصورت نہ موجود ہونے دوالیہ پن کے ثبوت کے صرف یہ امر کہ اُسوقت واہب کچھ قرضدار

جو اصول ایسی صورتون سے متعلق ہوسکتے ہین وہ مقدمات مندرجہ حاشیہ مین شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہین - عورت کا نکاح ہوجانا اس سے مانع نہین ہے کہ بقاے نکاح کے زمانہ مین کوئی انتقال وہ اسطرح عمل مین لائے کہ گویا اُسکا نکاح ہوا ہی نہین یا وہ مجرد ہے -

ابطال ہبہ کے لیے کافی نہین ہے - بی بی زینت کے مقدمہ کا فیصلہ ایسا اہم ہے کہ اُسکو تفصیلاً نقل کرنا ضرور ہے وہ فیصلہ یہ ہے - میل صاحب جسٹس - جو عبارت میکناٹن صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۲۲۱ سے بجانب خریدار مدعی نقل کی گئی ہے وہ اس مقدمہ سے متعلق نہین ہے بلکہ وہ اُس صورت سے متعلق ہے جسمین روپیہ کے معاوضہ مین وہ ہبہ کیا گیا ہو اور اس صورت مین قبضہ شرط نہ ہو - لیکن اس مقدمہ مین مدعی کا خریدار یہ باتھی جمعیت خان دعوی کرتا ہے اور اس حیثیت سے اس ہبہ نامہ کی عبارت اُسکے دعوے کی مانع ہے اور یہ ہبہ نامہ رجسٹری کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے - یہ ایسا مقدمہ نہین ہے جسمین استناپی نے ہبہ نامہ کے جواز مین قرضخواہون کے فائدہ کے لیے بحث کی ہو - اسمین شک نہین ہے کہ یہ ہبہ نامہ اصلی و واقعی ہے اور تحریر ہبہ کے وقت کے باب مین چونکہ کوئی شہادت خلاف نہین پیش کی گئی ہے لہذا ہمکو یہ گمان کرنا چاہیے کہ یہ ہبہ نامہ اُسی تاریخ تحریر ہوا تھا جو تاریخ اسمین لکھی ہے - اس دستاویز کا ثبوت معمولی طور سے ہوا ہے یعنے ایک گواہ کو جسکے دستخط اوسپر ہین بلاکر پوچھ لیا ہے اس سے زیادہ ثبوت لینے کی کچھ ضرورت نہ تھی - لیکن جس قاضی کے پیشتر کے قاضی کے سامنے اسکی رجسٹری ہوئی تھی وہ اس قیاس کی تصدیق مین بیان کرتا ہے کہ میری راے مین یہ ہے اور میرے محکمہ کا عملدرآمد بھی یہی ہے کہ اُس قاضی کی مہر جسنے اس ہبہ کی رجسٹری کی ہے تقریباً اسی وقت ثبت ہوئی تھی جسوقت اُسکا ثبت ہونا بیان کیا گیا ہے - مگر یہ بیان قاضی کا صرف ہمارے قیاس کا مؤید و مستدل ہے - پس جب یہ دستاویز رجسٹری کی تاریخ کی ہوئی تو اُسنے بعد کا خریدار اور فریب کا شبہہ ضرور کرے گا مگر وہ سب وجوہ جنسے ایک دستاویز عموماً مشکوک ہوجاتے ہی اس مقدمہ مین نہین ہین - ہمارے روبرو کوئی شہادت اس امر کی نہین پیش ہوئی ہے کہ ہبہ کرنیکے وقت واہب قرضدار تھا نہ کوئی شہادت اس بات کی ہے کہ اُسنے یہ ہبہ نامہ اپنے تئین دوالیہ سمجھکر اور قرضخواہون کو فریب دینے کے لیے تحریر کیا تھا - علاوہ برین یہ ہبہ مطلق کا مقدمہ نہین ہے بلکہ ہبہ بالعوض کا مقدمہ ہے - مدعی کا خریدار اُس سے بہتر حیثیت نہین رکھتا ہے جو واہب کی حیثیت ہے - رجسٹری دستاویز یعنے مہرنامہ اور اُسمین قبضہ دینے کا ذکر ہونا ایک شہادت خلاف واہب کے ہے اُسی طرح واہب کے خریدار کے بھی خلاف ہے جسکا مرتبہ اُسکے بعد ہے - پس شہادت سے صاف ثابت ہے کہ قبضہ دیا گیا تھا - مگر ہبہ مطلق کی صورتون مین بھی کسی کتاب سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ قبضہ علی الاتصال رہنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا محض حماقت ہے کہ شوہر کبھی اُس مکان مین نہ رہے جو اُسنے اپنے زوجہ کو دیدیا ہے - اگرچہ ہبہ کا جواز قبضہ پر موقوف ہے مگر بیع کا جواز قبضہ پر نہین موقوف ہے بلکہ معاہدت پر موقوف ہے اور جو عبارت میکناٹن صاحب کی شرح محمدی ۲۲۱ سے نقل کی گئی ہے اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایسے ناکسے

جو ہبہ اُس شخص نے کیا ہو جو مرض الموت مین مبتلا ہو اُسکے باب مین مختلف فرقون کے مختلف اقوال ہین —
مالکیہ کے نزدیک ایسا ہبہ ناجائز ہی مگر جامع الشتات مین جو ایک نہایت معتبر کتاب شیعون کی ہی یہ لکھا ہی کہ
جو ہبہ اُس شخص نے کیا ہو جو ایسے مرض مہلک مین مبتلا ہو جو باعث اُسکے ہلاکت کا ہوا ہو وہ شرعاً جائز
ہی بشرطیکہ واہب کے مرنیکے پیشتر قبضہ دلا دیا گیا ہو اور بشرطیکہ واہب کے ہوش و حواس بخوبی درست ہون
یہ اصول استفتاے ذیل مین بیان کیا گیا ہی —

## سوال

چہ میفرمایند در این مسئلہ کہ ہرگاہ شخصی در مرض الموت ہبہ و بخشش نماید کل مال خود را بہ شخصی در حال صحت
عقل آیا این ہبہ معتبر و صحیح است از اصل مال یا از ثلث و آیا در لزوم این ہبہ شرط است تصرف متہب
در مال یا نہ و بفرض اشتراط آیا تصرف در بعض در حکم تصرف در کل است یا نہ و ہرگاہ واہب موہوب را
بہ تصرف متہب بدہد و متہب او را در صندوق واہب در گذاشتہ و کلید آن صندوق را خود
بردارد آیا این را تصرف معتبر در شرع میگویند یا نہ و ہرگاہ یورتے را متہب ہبہ نمودہ باشد و رفع ید
از تصرف متہب نمودہ باین معنی کہ متہب در آن یورت آمد و شد کند و واہب مانع او نشود و لکن واہب بجہت
ناخوشی و بیماری در آن یورت خوابیدہ باشد آیا این را تصرف متہب میگیرند یا نہ فقط

## جواب

بلی ہبہ صحیح است و نظر این است کہ در تمام مال صحیح است و منحصر در ثلث نیست — و تصرف و قبضہ در مطلق
ہبہ شرط است و بدون آن لزومی ندارد و اگر قبل از اقباض بمیرد ہبہ باطل میشود مگر آنکہ متہب صغیر
باشد و واہب ولی باشد کہ قبض ولی قبض صغیر است — و ضرورت بہ قبض علیحدہ نیست و قبض بعض در

سنے اُن قواعد کے موافق لئے جاتے ہین جو شیعہ سے متعلق ہین اس ہبہ کے بموجب زوجہ کا حق قائم رہ سکتا ہی مگر
سعادت مند دینے کی وجہ سے دیگر موہوب لہم کا حق نہین قائم رہے گا — چونکہ مدعا علیہ نے کل مکان کے دعوی
جوابدہی کی ہی مگر صرف اُسکے ایک حصہ پر اپنا حق ثابت کیا ہی لہذا ڈگری مدعی کے خریدار کو ملنی ضرور ہی مگر اُسکا اجرا اُس جز مکان پر محدود
رہنا چاہیئے جو زوجہ کو اس ہبہ نامہ مین ہبہ معین کر دیا گیا ہی تاہم لیتھ صاحب (بارسٹر) کو ہم اجازت دیتے ہین کہ اس بات کی تحریک کرین
کہ مدعی کے خریدار کو کل مکان ملنے کا حکم دیا جاوے اگر غور کرینگے بعد انکو معلوم ہو کہ شرع محمدی کے اصول کے بموجب وہ ایسے حکم کے مستحق ہین

لزوم کل کافی نیست و در منقولات همان اخذ باید بخصوص باین نحو که در جائے مضبوط کند کافیست هرچند در خانه
واهب باشد و همچنین در اقباض بورت تخلیه بود و رفع مانع از تصرفات کافیست هرگاه بقصد اقباض بوده و موهوب
خود او در آنجا مانع از تخلیه مفید است وظاهر این است که هرگاه بگوید خانه از تو و تصرف کن و بیا در وی لکن من هم
چند روزے در اینجا هستم چون بیمارم یا اینکه در عرف و عادت مضایقه از بودن در آن مکان نمی شود و
همی گفته اند که به تصرف او داده کافیست و شاید این از باب اقباض صندوق باشد با وجود آنکه [illegible]
واهب در آن باشد فقط

مگر شرائع الاسلام مین یہ اصول اَور ہی طور سے لکھا ہی۔ یعنے اوس مین یہ لکھا ہی کہ جب
کسی شخص نے مرض مہلک کی حالت مین ہبہ کیا ہو لیکن بعد اوسکے تندرست ہوجاے تو وہ ہبہ جائز ہی۔ لیکن
اگر وہ اوس بیماری سے مرجاے اور اوسکے ورثہ اوس ہبہ سے راضی ہون نہ ہون حدیث صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے
کہ وہ ہبہ صرف بقدر ثلث مال کے جائز ہی۔ ان مختلف اقوال مین توافق کرنا بہت دشوار ہی الا اینکہ یہ
سمجھا جاے کہ جامع الشتات مین جو مسئلہ لکھا ہی وہ ورثہ کی نارضامندی سے متعلق نہین ہی گو بادی النظر
مین اوسکی عبارت سے ایسا نہین معلوم ہوتا۔ شرائع الاسلام کے موافق شیعہ کا اصول اس مسئلہ مین حنفیہ کے
اصول کے بالکل موافق ہی۔ جب اون مقدمات کے فیصلہ اون کو خیال جاتا ہی جن مین شیعہ و سنی اسکے بابت مین
نتیجہ یہ کیا گیا ہی کہ جو ہبہ مرض الموت کی حالت مین ہوا ہو تو وقتیکہ ورثہ راضی نہون صرف واہب کے مال
کے ایک ثلث مین نافذ ہو سکتا ہی تو یہ گمان ہوتا ہی کہ ہندوستان کی عدالتون کو سمجھا کر وہ اصول قبول
کرلینا جو جامع الشتات مین لکھا ہی دقت سے خالی نہین ہی۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تشریح بخوبی کیجاے
تب اسکا فیصلہ عمدہ طور سے ہو سکتا ہے۔

پس شرائع الاسلام[1] کے موافق یہ ہی کہ اگر واہب ہبہ کرنیکے بعد اور قبضہ دینے کے قبل مرجاے
تو وہ ہبہ اوسکی میراث مین شامل ہوجاے گا ۔

یہ دونون قول آسان مین اور بآسانی ثابت ہوسکتے ہین حنفیہ کے مذہب مین وہ ہبہ جو حالت مرض الموت

[1] شرائع الاسلام صفحہ ۲۴۳ و ۱۱۴

ہوا ہو جبکہ واہب مرض الموت مین مبتلا ہو ثلث مال مین نافذ ہوسکتا ہی۔ اور لفظ مرض الموت کی توضیح فتاوی
عالمگیری مین اس طرح کی ہی۔

جب کوئی بیمار عورت اپنا مہر شوہر کو بخشدے تو یہ ہبہ صحیح ہی اگر وہ اوس بیماری سے اچھی ہوجاے
اور اگر وہ اوس مرض سے مربھی جاے تو بھی اگر وہ مرض الموت نہ تھا تو وہ ہبہ بلا رضامندی ورثہ بھی جائز ہوگا
۔اور مرض الموت کی تعریف یہ لکھی ہو اور اسی پر فتوے بھی ہی کہ جب ایسی بیماری ہو کہ اوس سے ہلاک
ہوجانیکا ظن غالب ہو تو وہ مرض الموت ہی خواہ مریض صاحب فراش ہوا ہو خواہ نہ ہوا ہو۔ ابولیث کا قول
ہی کہ جب آدمی استادہ ہوکر نماز نہ پڑھ سکے تو یہی مرض الموت ہی۔ قول مختار یہی ہی۔ ایک بیمار عورت
اپنے شوہر کو مہر بحل کر کے مرگئی تو امام زفر نے فرمایا کہ اگر ہبہ کے وقت وہ عند الضرورت کھڑی ہوسکتی تھی اور
بغیر کسی سہارے کے اوٹھ سکتی تھی تو وہ صحیح سمجھی جاے گی اور وہ ہبہ جائز تصور ہوگا۔ بہت معتبر تعریف مرض
کی یہ ہی کہ وہ بیماری جس مین ظن غالب ہو کہ مریض ہلاک ہوجاے گا عام اس بات سے کہ مریض کاروبار
ضروری کے لیے گھر سے باہر نکل سکے یا نہ نکل سکے مثلاً اگر وہ فقیہ ہے تو مسجد مین جاسکے یا نہ جاسکے اور
اور اگر تاجر ہی تو اپنی دوکان مین جاسکے یا نہ جاسکے اور اگر عورت ہی تو گھر کے اندر کام کاج کرسکے یا نہ کرسکے
۔مشلول اور مفلوج اور مدقوق اور وہ شخص جسکا ایک ہاتھ خشک ہوگیا ہو یا فالج گرا ہو جبکہ وہ امراض مزمن
ہوچکے ہون اور موت کا خوف نہو تو یہ سب لوگ اپنی کل جائداد کو ہبہ کرسکتے ہین۔ لیکن جب کسی عورت کو درد
زہ ہو تو اوس حالت مین جو افعال اوس سے صادر ہون وہ صرف اوسکے ثلث مال مین نافذ ہونگے مگر جب وہ
خلاصی پالیوے تو اوسکے افعال کل جائداد مین نافذ ہونگے۔ اور اگر درد زہ کے عالم مین مہر شوہر کو بخشدے
اور نفاس کی حالت مرجاے یہ ہبہ ناجائز ہوگا۔

مگر رد المختار[1] مین یہ قاعدہ اس طرح لکھا ہی کہ مرض الموت کا زمانہ ایک سال ہی اور ہبہ اور
وقف اور عقود شرعیہ جو اس زمانے مین ہوے ہون بمنزلہ وصایا کے ہین اور ثلث مال مین نافذ ہونگے۔

---

[1] اسی کتاب مین دوسرے مقام پر یہ عبارت لکھی ہو۔ وبطل هبة مقعد ومفلوج واشل ومسلول به علة السل و
هو قرحة فی الرئة من کل ماله ان طالت مدته سنة ولم یخف موته منه وان خیف موته فمن ثلثه لانها امراض مزمنة

بشرطیکہ واہب کی حیات میں قبضہ ہو گیا ہو۔ اگر موہوب لہ کا قبضہ کرانے کے پیشتر واہب مر جاوے تو وہ وصیت باطل ہوگی کیونکہ مریض کا ہبہ بمنزلہ وصیت ہی جیسا کہ قاضی خان اور اور علماء نے اس مسئلہ کو تفصیلاً بیان کیا ہی۔ (فتاواے عالمگیری)

لا لآفة قبل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسه وعلیه اعتمد فی التجرید بزازیة۔ والمختار انه ما کان الغالب منه الموت وان لم یکن صاحب فراش قهستانی عن هبة الذخیرة۔ (قوله هبة مقعد الخ) المقعد بالفتح من لا یقدر علی القیام والمفلوج من ذهب نصفه وبطل عن الحس والحرکة والاشل من شلت یده نهایه۔ (قوله ومسلول) هو اولی مما فی النهایة عن المغرب ان المسلول من سلت خصیتاه لما قال الاتقانی انه لا یناسب هنا لانه بعد تطاول الزمان لا یسمی مریضاً اصلاً۔ (قوله ان طالت مدته سنة) هذا علی ما قاله اعطاها بعضهم وقالوا ان عد فی العرف تطاول فمتطاول والا فلا قهستانی (قوله ولم یخف موته منه) هذه الجملة وقعت موضحة للجملة الشرطیة حموی عن المفتاح۔ ثم المراد من الخوف الغالب منه لا نفس الخوف کفایة وفسر القهستانی عدم الخوف بان لا یزداد ما به وقتاً فوقتاً لانه اذا تقادم العهد صار طبعاً من طباعه کالعمی والعرج وهذا لان المانع من التصرف مرض الموت وهو ما یکون سبباً للموت غالباً وانما یکون کذلك اذا کان بحیث یزداد حالاً فحالاً الی ان یکون آخره الموت واما اذا استحکم وصار بحیث لا یزداد ولا یخاف منه الموت لا یکون سبباً للموت کالعمی ونحوه اذ لا یخاف منه ولهذا لا یشتغل بالتداوی (قوله والا طال وخیف موته) عبارة القهستانی والا یکن واحد منهما بان لم تطل مدته بان مات قبل سنة او خیف موته بان یزداد ما به یوماً فیوماً۔ ومفهومه انه اذا لم تطل ولم یخف موته فهو من الثلث ویخالفه عبارة الزیلعی ونصها ای ان لم یتطاول یعتبر تصرفه من الثلث اذا کان صاحب فراش ومات منه فی ایامه لانه فی ابتدائه یخاف منه الموت ولهذا یتداوی فیکون مرض الموت وان صار صاحب فراش بعد التطاول فهو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاته من الثلث وهو الموافق لکلام الشارح وبقی اذا ما طال وخیف موته ومقتضی عبارة القهستانی انه من الثلث ایضاً وهو المفهوم من تقیید المصنف ما یکون من کل المال بقوله ولم یخف موته (قوله لانها امراض مزمنة) ای طویلة الزمان وهو تعلیل لقوله من کل ماله فکان ینبغی ذکره قبل قوله والا الخ قال فی المنح وفی الفصول العمادیة واما المقعد والمفلوج قال فی الکتاب ان لم یکن قدیماً فهو بمنزلة المریض اذا کان قدیماً فهو بمنزلة الصحیح لان هذه علة مزمنة ولیست بقاتلة (قوله وعلیه اعتمد فی التجرید) وفی المعراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت

سے علے ہذا القیاس وہ بیع جو مرض الموت مین ہوئی ہو ثلث مال مین نافذ ہوتی ہی - مریض کا ہبہ دو حیثیتین رکھتا ہی - ایک حیثیت سے وصیت کا حکم رکھتا ہی اور دوسری حیثیت سے یعنے باعتبار اقباض یا قبضہ دینے کے ہبہ کا حکم رکھتا ہی - وصیت مین حق ملکیت بعد موت حاصل ہوتا ہی - مگر ہبہ مین مال موہوب فوراً متہب کا ملک ہوجاتا ہی -

پھر فتاوا‌ے عالمگیری مین لکھا ہی کہ [1] جب بیمار آدمی ہبہ کرتا ہی تو وہ ہبہ ثلث مال سے زیادہ مین نہین نافذ ہوسکتا ہی اور ثلث مال سے زائد جو کچھ ہو موہوب لہ کو چاہیئے اُسکو واپس کرے - اور یہی قاعدہ بیع مین بایع پر بھی صادق آتا ہی

یہ تجویز ہوا ہی کہ ہبہ نامہ جو اُسوقت تحریر ہوا ہو جبکہ واہب قریب مرگ تھا موثر نہین ہوسکتا مگر بطور وصیت نامہ کے اور اگر کسی وارث کے نام تحریر کیا گیا ہو تو بدون اجازت دیگر ورثہ کے موثر نہوگا - [1]

حنفیہ کے مذہب مین مرض الموت کا لفظ نہ صرف اون امراض سے متعلق ہی جو فی الواقع موت کا باعث ہوتے ہین بلکہ اون امراض سے بھی متعلق ہی جنسے موت کا ظن غالب ہو اور مریض کے دل مین جس سے موت کا خوف پیدا ہو -

لیکن [2] ہائی کورٹ الہ آباد نے یہ تجویز کیا ہی کہ جب مرض مزمن ہو مگر فوراً مرجانیکا خوف نہ ہو تو ایسا مریض اپنی تمام جائداد کو ہبہ کرسکتا ہی - اور مرض مزمن وہ ہی جو سال بھر سے لاحق ہو مگر فوراً مرجانیکا اندیشہ نہ ہو پھر مقدمہ لبتی بی بی بنام مین [3] بی بی ہای کورٹ الہ آباد نے تجویز کیا کہ جو ہبہ کسی مسلمان نے

---

فقال کثرت فیہ اقوال المشائخ واعتمادنا علی ذالک علی قول الفضلے وھو ان لا یقدر ان یذھب فی حوائج نفسہ خارج الدار والمرأۃ لحاجتہا داخل الدار لصعود السطح ونحوہ وھذا الذی جری علیہ فی باب طلاق المریض وصححہ الزیلعی اقول الظاھر انہ مقید بغیر الامراض المزمنۃ التی طالت ولم یخف منہا الموت کالفالج ونحوہ وان صیرتہ ذا فراش ومنعہ عن الذھاب فی حوائجہ فلا یخالف ماجری علیہ اصحاب المتون والشروح ھنا تامل (قولہ والمختار الخ) کذا لخانیہ ھنا لکنہ الہدایہ فی کتاب التجنیس - سلہ رد المحتار صفحہ ۶۲۳ ۱۲ منہ - سد ریلیشہ صاحب کا دیکلی رپورٹر صفحہ ۱۲۱۰ - منہ سلہ یہ تجویز اوس

بیماری کی حالت مین کیا ہو وہ شرع محمدی کی روسے ناجائز نہین ہی بشرطیکہ ہبہ کرنیکے وقت اوسکی بیماری کیا
مزمن ہوچکی ہو یعنے سال بھر کی ہوچکی ہو اور اوسکے ہوش وحواس بالکل درست ہون اور اوسکے فورًا مرجانیکا
اندیشہ نہ ہو۔ اس فیصلہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ جب واہب کسی مرض مین برس روز سے زیادہ مبتلا ہو اور اوسکے
ہوش وحواس درست ہون اور اوسکے فورًا مرجانیکا اندیشہ نہ ہو تو ہبہ جائز ہوگا گو واہب ہبہ کرنے کے تھوڑے
ہی عرصہ کے بعد مرجاے مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ آیا اوسی بیماری سے مرجاے یا اور کسی سبب سے
ہلاک ہوجاے۔

مقدمہ غلام مصطفے بنام حرمت اوسی عدالت نے تجویز کیا ہی کہ جو احکام شرع محمدی اور
ہبہ سے متعلق ہین جو کسی شخص نے مرض مہلک کی حالت مین کیا ہو وہ اوس ہبہ سے متعلق نہین ہین
جو بعوض دین مہر کیا گیا ہو اور جو فی الحقیقت ایک قسم کی بیع ہی۔

پس اس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو شخص ایسے مرض مین مبتلا ہو وہ اپنی کل جائداد کو شرعًا ہبہ نہین
کرسکتا تاوقتیکہ ایک سال اوس وقت سے نہ گذرچکا ہو جب اوسکو پہلے پہل وہ مرض لاحق ہوا تھا
جب ہبہ اوس شخص نے کیا ہو جو ایسی بیماری مین مبتلا ہو تو وہ ہبہ ثلث مال مین نافذ ہوگا
اگر واہب نے موہوب لہٗ کا قبضہ کرادیا ہو۔ شرائع الاسلام سے معلوم ہوتا ہی کہ شیعون کے مذہب مین
بھی یہی ہی۔ مگر جامع الشتات مین اس اصول کو اور ہی طور سے بیان کیا ہی جیسا سابق مین لکھا گیا
اب رہا یہ مسئلہ کہ آیا وکیل اپنے موکل کی طرف سے شرعًا ہبہ کرسکتا ہی۔ سو وکیل وموکل دونون
کے اختیار ہبہ کی ایک ہی حد ہی۔ عمومًا شوہر اپنی زوجہ کا وکیل نہین ہی

## فصل سوم

### موہوب لہٗ

ہر شخص کے نام ہبہ ہوسکتا ہی خواہ مرد ہو خواہ عورت خواہ صغیر ہو خواہ کبیر اور خواہ کسی
مذہب وملت کا ہو بشرطیکہ موہوب لہٗ ہبہ کے وقت موجود ہو۔ پس اوس لڑکے کے نام ہبہ کرنا جو
ابھی پیدا نہ ہوا ہو یا موجود نہ ہو حقیقتًہ یا مجازًا جائز نہین ہی۔ مگر جو لڑکا رحم مادر مین ہو اوسکے

نام ہبہ[۵۱] کرنا جائز ہی بشرطیکہ ہبہ سے چھہ مہینہ کے اندر پیدا ہوجاے کیونکہ اس صورت مین یہ قیاس کیا جائے گا کہ وہ لڑکا نفس الامر مین موجود تھا گو رحم مادر مین سہی[۵۲] - اگر زید کو کوی جائداد تاحیات ہبہ کیجاے اور بعد اوسکے ایسے شخص کو جو موجود نہو تو حنفیہ کے مذہب مین زید کا ہبہ بطور ہبہ مطلق کے نافذ ہوگا مگر مذہب شیعہ مین زید تاحیات اوس جائداد پر قابض رہے گا اور اوسکی وفات کے بعد وہ جائداد واہب[۵۳] یا اوسکے ورثہ پر عود کرے گی -

اگر جو ہبہ[۵۴] زید اور اوسکی اولاد کو عموماً اور نسلاً بعد نسل کیا گیا ہو یا جو ہبہ ایسے الفاظ سے کیا گیا ہو جنسے خواہ مخواہ یہی معلوم ہوتا ہو کہ یہ جائداد بے قید اور بلا عذر ہبہ کی گئی ہی وہ ہبہ مطلق کے طور پر نافذ ہوگا -

## موہوب یعنے جو جائداد ہبہ کی ہی

کوئی چیز[۵۵] جسپر اختیار یا حق ملکیت عمل مین آسکے یا کوی چیز جسپر فی الحال یا آیندہ قبض و تصرف ہو سکے یا کوئی چیز جو لفظ مال کے معنی مین آسکے ہبہ ہو سکتی ہی - اشیاء معلق[۵۶] (یعنے جو چیزین نالش یا اور کارروائی سے مل سکتی ہون) اور حقوق غیر مادی بھی اوسیطرح ہبہ ہو سکتے ہین جس طرح مال مجسم ہبہ ہو سکتا ہی - چنانچہ کفایہ مین لکھا ہی کہ "جب قرضہ کا خیال بلحاظ امید اوسکی ادای کے کیا جائے تو وہ مال مجسم ہی کیونکہ اوسپر زکات واجب ہی اور لائق تملیک ہی - مگر بلحاظ حالت موجودہ کے قرضداری ایک وصف ہے اور لائق اسقاط ہی - لہذا قرضہ قرضدار کو ہبہ کرنا جو بمنزلہ اسقاط کے ہی عقلاً اور شرعاً دونون طرح سے جائز ہی مگر قرضہ اور کسی شخص کو ہبہ کر دینا جو بمنزلہ تملیک یا انتقال جائداد کے ہی صرف شرعاً جائز

---

[۵۱] سماۃ لبی بی بنام سماۃ بین بی بی - لا رپورٹ ہای کورٹ ممالک مغربی و شمالی جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ - ۱۲۱ سنہ [۵۲] بیلی صاحب کے شرح حنفی صفحہ ۵۱۷ - ۱۲ سنہ [۵۳] اگر واہب کہے کہ یہ مکان تیری زندگی تک دیا ہی اور تیرے جانشین کو تو یہ صرف ہبہ عمری ہوگا یعنے صرف موہوب لہ کی زندگی تک نافذ رہیگا - شرایع الاسلام صفحہ ۲۲۱ اور گورڈی صاحب کے شرع اسلام صفحہ ۵۰۴ - ۱۲ سنہ [۵۵] کفایہ جو ہدایہ کے ساتھ چھپا ہی مطبوعہ کلکتہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۰ - ۱۲ سنہ [۵۶] انڈین لا رپورٹ

لہذا جو استدلال بمقدمہ ملک عبد الغفور بنام سمات ملکہ کی گئی ہو وہ محض بے اصل ہو۔ بلکہ برخلاف اوسکے کفایہ سے یہی معلوم ہوتا ہو کہ حنفیہ کے نزدیک حقوق غیر مجسم اور اشیاے معلق کو ہبہ کرنا جائز ہو۔ اور یہ قاعدہ عرفاً تسلیم کر لیا گیا ہو اور اسی پر عملدرآمد بھی ہو اور عرف اور رواج وہ چیز ہو جسکو فقہاے اسلام نے فصل خصومات علی وجہ الاستحسان کرنے مین بہت قوت بخشی ہو تا کہ احکام شرع ہمیشہ تمدنی ترقی کے موافق رہین اسی وجہ سے ایسے پرامسری نوٹون کو ہبہ کرنا شرعاً جائز ہو جنکا صرف سود وصول کرنیکا حق موہوب لہ کو حاصل ہو اور حقوق مالکانہ بھی ہبہ کرنا جائز ہو جس سے موہوب لہ کو کسی تعلقہ کی آمدنی مین گورنمنٹ سے حصہ پانیکا حق حاصل ہوجاتا ہو۔ اور مثل اسکے اور اشیاء کو بھی ہبہ کرنا شرعاً جائز ہو۔ اسی طرح سے بادشاہان اسلام کے عہد دولت مین معافیات شاہی کو بھی اکثر معافیدار منتقل کردیا کرتے تھے۔

ہبہ کرنا اُس جائداد کا جو اسامیون کے قبضہ مین ہو جائز ہو کیونکہ ایسے ہبہ کے معنے صرف یہ ہین کہ ٹھیکہ داران یا اسامیان قابض سے لگان وصول کرنیکا حق بخشدیا۔ مگر جب جائداد اوس شخص کے پاس اجارہ پر ہو تو اوسکا ہبہ اس طور سے نہین ہوسکتا کہ موہوب لہ کو حق قبضہ داری واقعی حاصل ہوجاے یا وہ

لہ ایکٹ انتقال جائداد کے بموجب بھی نالش حقوق لائق انتقال بھی ہین مگر دفعہ ۱۳۵ کی رو سے قبضہ دار جب منتقل الیہ کو وہ قیمت جو اوسنے اوا کی ہو مع مصارف اتفاقی اور مع سود دیدے تو بری الذمہ کردیا جائیگا یہ حکم ہبہ سے متعلق نہین ہو مگر آیا ہبہ بالعوض سے متعلق ہو یا نہین اس سوال کا جواب دقت سے خالی نہین ہو۔ ہبہ بالعوض حسب نفس الواقع ہبہ مطلق نہین ہو اپنے اوصاف شرعی کے اعتبار سے بمنزلہ بیع کے ہو تاہم اکثر عبارات سے ہبہ مطلق کے قواعد اوسمین جاری ہوسکتے ہین پس سوال یہ ہو کہ آیا دفعہ ۱۲۵ اوس ہبہ بالعوض سے متعلق ہوسکتی ہو جسمین کچھ معاوضہ کا دینا ثابت کردیا جاے مگر دفعہ ۱۲۹ امین جو لکھا ہو وہ بھی ذہن مین رہے۔

میکناٹن صاحب کے شرح محمدی مین وصیتنامون کی بحث مین لکھا ہو کہ لفظ تملیک ایک عمیم المعنے لفظ ہو اور ہبہ سے متعلق ہوسکتا ہو خواہ ہبہ مشروط ہو خواہ غیر مشروط اور بیع اور وصیت سے بھی متعلق ہوسکتا ہو۔ مگر لفظ ہبہ کے یہ معنی ہین کہ جائداد کا کسی کے نام فوراً اور بلا معاوضہ منتقل کردینا۔ پس تملیک اور ہبہ مین یہ فرق ہو کہ تملیک عام ہو اور ہبہ خاص ہے۔

اشباہ النظائر مین یہ عبارت لکھی ہو کہ تملیک مختلف اقسام سے تملیک متحقق ہوتی ہو وہ مبادلہ مال کا ہو۔ پس مہر یعنے وہ معاوضہ جو شوہر زوجہ کو طلاق کے بابت دیتا ہو اور میراث اور ہبہ اور زکات اور وصیت اور وقف اور اشیاء اور حیوانات مباح کو بطور مال غنیمت لے آنا اور مقتول کے ورثہ کو اسکا خون بہا دینا یہ سب اقسام تملیک بین ۱۲ منہ۔ لہ مجمع الانہار ۱۲ منہ

جائداد موہوبہ کا خاص قبضہ حاصل کرسکے کیونکہ یہ امر اوس معاہدہ کے خلاف ہوگا جو واہب اور مستاجر یا ٹھیکہ دار مین ہوچکا ہی - یہی معنی فتاوٰی عالمگیری کے اس فقرہ کے ہین کہ اگر جائداد موہوبہ کسی غاصب یا مرتہن یا مستاجر کے قبضہ مین ہو تو ہبہ ناجائز ہی کیونکہ قبضہ نہین مل سکتا -

حنفیہ کے مذہب مین کفالت بے قبضہ کے نہین ہوسکتی -

لہذا جب جائداد مرتہن یا متکفل کے قبضہ مین ہو تو راہن یا کفیل کا صرف حق مرافق بذریعہ ہبہ کے موہوب لہ کو مل سکتا ہی حق مقابضت نہین مل سکتا جو اوس جائداد کے رہن یا کفالت ہونیکی وجہ سے مرتہن قابض یا متکفل پر منتقل ہوگیا ہو - پس جب جائداد غیر منقولہ مستاجر یا اسامی کے قبضہ مین ہو تو واہب صرف لگان وصول کرنیکا حق ہبہ کرسکتا ہی - ہائی کورٹ بمبئی نے معتمد محی الدین بنام منوچہر شاہ یہ فیصلہ کردیا ہی کہ جب اراضی مرتہن کے قبضہ مین ہو تو شرع محمدی کے رو سے اوسکا ہبہ نہین ہوسکتا - مگر یہ رائے ہائی کورٹ بمبئی کی مذہب حنفی کی غلط فہمی پر مبنی ہی کیونکہ اوس مذہب مین کفالت کے لیئے قبضہ شرط ہی - البتہ مذہب مالکی مین کفالت کے لیئے قبضہ شرط

---

فتاوٰی عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۱۲۵۲ - منہ لفظ مستاجر لفظ اجارہ سے مشتق ہی اور شرع کی اصطلاح مین اجارہ کا حصر صرف ٹھیکہ اراضی یا دیگر جائداد پر نہین ہی بلکہ یہ لفظ اکثر اقسام معاہدہ پر حاوی ہی سوا رہن اور ودیعت [illegible] اس مقام پر ہدایہ مین یہ عبارت لکھی ہی - ما اذا کان فی یدہ او فی ید مودعہ لان ید کیدہ بخلاف ما اذا کان مرہونا او مغصوبا او مبیعا بیعا فاسدا لانہ فی ید غیرہ او فی ملک غیرہ والصدقۃ فی ہذا مثل الہبۃ -

کفایہ مین اس عبارت کی شرح یون لکھی ہی بخلاف اذا ما کان مرہونا او مغصوبا الی اخرہ یعنی اذا کان مال الاب مغصوبا او کذا وکذا لم تتم الہبۃ بالعقد لانہ فی ید غیرہ فی الرہن والغصب او فی ملک غیرہ فی البیع الفاسد فان قیل ینبغی ان لا یتم الہبۃ اذا کان فی ید مودعہ لاشتراط الکمال فی القبض وکون القبض حکما وہو نقص من القبض حقیقۃ قلنا القبض حکما کاف لاتمام الہبۃ -

مجمع الانہار شرح ملتقی الابحار مین (ماتن کا نام ابراہیم الحلبی اور شارح کا نام عبدالرحمن معروف بہ شیخ زادہ ہی)

لفظ مرتہن اور مستاجر اوس معنی سے کہین نہین لکھا ہی جس معنی سے فتاوٰی عالمگیری مین لکھا ہی - پس ظاہر ہی کہ یہ قیود صرف اولی

نہین ہے۔ مگر اس مسئلہ مین حنفیہ کا جو قول ہے اوس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ راہن ثالث رہن کا
حق کسی کو ہبہ نہین کر سکتا ہو[1]

بلکہ برخلاف اسکے مسئلہ حنفی کے بموجب قرضدار اپنے قرضہ کو دوسرے پر منتقل کر سکتا ہو اگرچہ جائداد
اوس قرضہ کی ہو لہذا منتقل الیہ کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہو کہ قرضہ ادا کرکے اوسکا [illegible] مگر جبکہ
جائداد راہن کے قبضہ مین ہو جیسا اس ملک مین دستور ہو اور جب صرف اوس جائداد پر کچھ قرضہ تھا یا [illegible]
وہ قرضہ اوسکی ضمانت پر دیا گیا ہو تو راہن اوسکو منتقل کر سکتا ہو [illegible]
بنام حسین علیخان بہادر کے صاحب چیف جسٹس اور جسٹس صاحب [illegible] نے تجویز
فرمایا ہو کہ کسی وقف یا عطیہ کے وقوع کے وقت رہن کے موجود ہونے سے وہ وقف یا عطیہ شرع محمدی
کی رو سے باطل و ناجائز نہین ہو جاتا۔ قبضہ دینا وقف اور ہبہ دونون مین [illegible]
لہذا جو اصول عالم حجون نے [illegible] بیان کیا ہو وہ ان دونون سے متعلق ہو سکتا ہو۔

مگر جو جائداد کسی غاصب کے قبضہ مین ہو غالبًا اوسکے ہبہ کی اور ہی صورت ہے کیونکہ
اوسمین واہب کے ہبہ کرنیکا حق ناقص ہوتا ہو یعنے صرف اتنا حق ہوتا ہو کہ اوس جائداد کو دلا پانیکی
نالش کرے۔ پس غالبًا ایسے حق کو ہبہ کرنا جائز نہ ہوگا۔ مگر یہ تجویز ہوا ہو کہ بیع اوس جائداد کی جو
بایع کے قبضہ مین نہو جائز ہو۔ ایسی جائداد کو ہبہ کرنا شرعًا جائز ہو خواہ ناجائز ہو مگر اوسکو عوض
بالعوض کرنا جائز ہوگا[2] کیونکہ ہبہ بالعوض تمام اوصاف شرعی کے اعتبار سے بمنزلہ بیع ہو

اب رہا جواز ہبہ اراضی مقبوضہ اسامیان کا سو اس بحث کا تصفیہ مقدمہ
ملک عبد الغفور بنام مسماۃ ملکہ ایسا ہو چکا ہو کہ اب کچھ جائے قیل و قال باقی نہین ہو۔ اس مقدمہ
فیصلہ مین چیف جسٹس صاحب نے ابطال ہبہ پر جو دلائل پیش ہوے تھے اونکے باب مین فرمایا ہو کہ
پس اس عدالت مین جو بحث اس ہبہ نامہ پر پیش ہو وہ یہ ہو کہ جب جائداد موہوبہ کا خیال کیا جا

[1] ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۶ ۔ سنہ [2] انڈین لا رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۹۹ سلسلہ الہ آباد ۱۲ ۔ سنہ [3] مقدمہ
محی الدین بنام منوچہر شاہ ۔ انڈین لا رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۲۵۰ سلسلہ بمبئی ۱۲ ۔ سنہ

اور یہہ دیکھا جاوے کہ ہبہ نامہ [illegible] وقت اس جائداد کا بٹوارہ ہوا تھا تو آیا یہ معاملہ شرعاً
بمقابلہ [illegible] مین بحث ہوی ہی اور ہم فریقین کے عالم
بارسٹرون [illegible] اتنی مشقت کرکے سب کتابون کی سند اس مسئلہ
مین بیان کی [illegible] تو ہمکو اطمینان ہوگیا کہ یہہ جائز ہی اور عدالت
ماتحت کا فیصلہ درست [illegible] اس مقدمہ مین جائداد موہوبہ چند زمینداریان و زمینداری
کے حصے مین [illegible] اور بہت سی اراضی لکھراج بھی اسامیون کو
دی گئی تھی اور چند حقوق [illegible] مکانات واقع پٹنہ و دیگر مقامات بشمول چند سڑکون اور
[illegible] یہ سب اشیا اس ہبہ مین داخل ہین اس امر کی نسبت لائق اطمینان
شہادت نہین ہی کہ جب [illegible] ہوا تھا اوسوقت یہ مکانات اور باغات وغیرہ کسکے قبضہ مین یا استعمال مین تھے

مدعی کیطرف سے جو استدلال ہوی ہی اوسکا محصل و مفاد تین امر ہین

اول یہ کہ از روے شرع محمدی ہبہ اوس اراضی کا نہین ہوسکتا جو واہب کے قبضہ
مین نہو نہ مال غیر مجسم ہبہ ہوسکتا ہی جیسے لگان اور حقوق مالکانہ وغیرہ —

دوم یہ کہ ایک غیر منقسم حصہ مکان یا زمینداری کا موہوب ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا

سوم یہ کہ دو شخصون کو ہبہ کرنا بے اسکے کہ مال موہوب پیشتر تقسیم اور جدا کردیا
گیا ہو شرعاً ناجائز ہی

مخفی نرہے کہ اس مقدمہ مین شرع محمدی پر اس عدالت کو بہت توجہ دلای گئی ہی اور
نہایت قدیم کتب فقہ اسلام کا حوالہ دیا گیا ہی مگر صدہا برس گذر گئے جب شرع محمدی بغداد و مصر
جاری ہوی تھی اور دیگر بلاد [illegible] بھی شایع ہوی تھی اور اوس زمانہ کے قوانین اور طریقہ تمدن
اون قوانین اور اوس طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا جو بالفعل ہندوستان مین جاری ہی
اور اگرچہ مسلمانون کے مقتدا [illegible] احکام شرع جاری کرنیکی کوشش ہم لوگ کرتے ہین
مگر اکثر اون احکام کی حقیقت دریافت کرنا دشوار ہوتا ہی کہ وہ کیا ہین علی الخصوص امام اعظم ابو حنیفہ

اور اون کے دونون شاگردونمین جو اختلافات مین اونمین توافق کرنا اوس سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہی اور انھین تینون صاحبون کا مذہب ہندوستان مین جاری ہی۔

ہم حتی الامکان اون اصول کو تحقیق کرنیکی کوشش کرتے ہین جن اصول پر شرح محمدی مبنی ہی اور قواعد عدل و انصاف اور ایمان اور نیز قوانین انگریزی اور اوس تمدنی حالت اور اون حالات کا کما حقہ لحاظ کر کے جو بالفعل ہندوستان مین پائے جاتے ہین اون اصول کو جاری کرینگے

اتنی تمہید لکھکر ہم اپنی رائے بیان کرتے ہین کہ ہمارے نزدیک امر اول مین اگرچہ دیر تک بحث ہوئی ہی مگر اوسکا تصفیہ بنہایت آسانی سے ہو سکتا ہی بلکہ ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ اوسکا تصفیہ ہوچکا ہی بہنگام مباحثہ چند کتابون کا حوالہ دیا گیا ہی خصوصاً در المختار کتاب الہبہ صفحہ ۶۲۵ کا جسمین لکھا ہی کہ کوئی ہبہ جائز نہین ہو سکتا تاوقتیکہ موہوب ہبہ کے وقت واہب کے قبضہ مین نہو۔ پس جب اراضی کسی غاصب یا ظالم کے قبضہ مین ہو یا کسی مستاجر یا راہن کے پاس ہو تو ہبہ نہین ہو سکتی اسواسطے کہ ان صورتون مین واہب کا قبضہ اون اشیا پر نہین ہی جنکو وہ ہبہ کرنا چاہتا ہی

مگر ہمارے نزدیک یہ قاعدہ جو بیشک کتب معتبرہ مین لکھا ہی جہانتک یہ اراضی سے متعلق ہی اون صورتون مین صادق آتا ہی جن مین واہب کہے کہ حق مقابضت نفس اراضی کا مین ہبہ کرتا ہون نہ صرف اوسکا حق غیر مقبوض البتہ قبضۂ واقعی کو منتقل نہین کر سکتا مگر وہ شخص جو اوسوقت قابض ہو۔ یہ بھی ممکن ہی کہ ان کتابون مین اُس قانون کا ذکر ہو جو ہمنے سنا ہی کہ اگلے زمانہ مین بغداد مین درباب اراضی مستاجری جاری تھا۔ ہمنے سنا ہی کہ جس چیز کو اس زمانہ مین ٹھیکہ مستاجری کہتے ہین وہ بغداد کے قانون کے موافق نفس اراضی یا اُسکے منافع کا ٹھیکہ تھا اور مالک اراضی جو اب ٹھیکہ دیتا تھا وہ شرعاً اپنے حق کو اسطرح منتقل نہ کر سکتا تھا کہ منتقل الیہ کو مستاجر سے لگان وصول کرنیکا حق حاصل ہوجائے (فتاویٰ عالمگیری کتاب الہبہ صفحہ ۵۲۱ ملاحظہ ہو)

البتہ یہ امر مشکوک ہی کہ آیا یہی معنی اون اقوال کے ہین جنکا حوالہ دیا ہی مگر یہ بات یقینی ہی کہ اگر ایسے قانون کی پابندی اس ملک مین کیجائے تو کسی زمینداری یا اوس قسم کی حقیت اراضی کا

ہبہ کے ذریعہ سے منتقل کرنا محال ہو جاے کیونکہ اس ملک مین اراضی ہمیشہ کسی قسم کے پٹہ پر دیجاتی ہے
اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسامی قابض اور زمیندار کے درمیان چار پانچ قسم کے اسامی ہوتے ہین جس
چیز کو قبضہ کہتے ہین وہ اس ملک مین قبضۂ واقعی یا قبضۂ خاص نہین ہوتا بلکہ اوس سے مراد لگان
اور منافع کو وصول کرنا ہے اور اگر وہ اراضی جو پٹہ پر دیجاتی ہے ہبہ نہ ہو سکے تو ہزارہا ہبے جو
زمینداریون کے متواتر ہوے ہین باطل ہو جائین - اگر شرع محمدی کے اس طرفہ مسئلہ سے ہمکو
اتفاق کرنا منظور ہوتا (حالانکہ یہ ہمکو منظور نہین ہے) تو ہم جانتے ہین کہ ہندوستان کے
مسلمانون کی بڑی حق تلفی اور ناانصافی ہوتی اگر درباب انتقال جائداد وہ قیدین لگا دین جائین
جو اس ملک مین کبھی نہین لگائی گئی ہین - شرع محمدی کی یہ تعبیر کرنا چند مقدمات کے
بالکل موافق ہے جنکا فیصلہ صدر دیوانی عدالت نے قاضیون سے استصواب کرکے کیا ہے اور
اون مقدمات کے بھی موافق ہے جنکا فیصلہ اس عدالت نے کیا ہے (سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۵
و ۱۲ و ۱۱۵ - اور رپورٹ ہای کورٹ بمبئی صفحہ ۱۵۷ - اور ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۰۰ و جلد ۲۱ صفحہ ۴۹)
اور یہ بالکل اوس فیصلہ کے خلاف ہے جو پروی کونسل نے بمقدمہ امیر النسا بنام عبید النسا کیا ہے
(ویکلی رپورٹر جلد ۳ صفحہ ۲۰۸) اس فیصلہ مین چند بڑی وسیع زمینداریون کا ہبہ جائز قرار دیا گیا ہے اگرچہ
بظاہر ہے کہ جیسا عموماً علاقون مین ہوتا ہے ویسا ہی اون زمینداریون مین بھی ہر قسم کی قبضہ داریان
اور حقوق موجود تھے اور اس ہبہ پر کوئی عذر یا اعتراض اوس قسم کا نہین کیا گیا جیسا ہمارے روبرو اس
مقدمہ مین کیا جاتا ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ایسا اعتراض کیا گیا ہے اور اس مسئلہ مین
بحث ہوی ہے - علی ہذالقیاس حقوق مالکانہ کے ہبہ کے باب مین بھی کوئی وجہ ہمکو نہین معلوم ہوتی کہ اس
قسم کے حقوق کیون نہ ہبہ کئے جائین اوسیطرح سے جسطرح لگان یا اور جائداد غیر مقبوضہ ہبہ کیجاتی ہے
ہم یہ فیصلہ کر چکے ہین کہ حقوق غیر مقبوضہ جسمین لگان وصول کرنیکا حق بھی داخل ہے اس طور سے منتقل
ہو سکتے ہین اور دیگر اشیاء غیر مقبوضہ بھی اس طرح ہبہ ہو سکتے ہین کہ جو فریق اونکے حقدار ہون
اون کو گورنمنٹ سے یا کسی شخص ثالث سے روپیہ وصول کرنیکا حق حاصل ہو جاے "

"حق مالکانہ کے معنی یہ ہین کہ گورنمنٹ سے وہ رقم لینے کا حق جو ہرایک علاقہ مالگذاری مین مالک
اراضی کو بطور اوسکے حصہ منافع کے ملنی چاہیئے جبکہ جمع سرکاری نہ ادا کرنیکی وجہ سے یا اور کسی سبب سے
اوسکے علاقہ پر سرکار خود قبضہ کرلیتی ہے یا اور کسی شخص کو دیدیتی ہے جو جمع مشخصہ بذمہ [illegible]
ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک حق مالکانہ اور حق تحصیل لگان مین یا پرامسری نوٹون کا سود وصول
کرنے مین باعتبار اصول کے کچھ فرق نہین ہے"

اسکے بعد فیصلہ لکھنے والے جسٹس نے اپیلانٹ کی اس دلیل کو بیان کیا ہے کہ یہ ہبہ مشاع
ہونیکی وجہ سے باطل ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "اپیلانٹ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ (۱) کسی جائداد
کے جزء غیر منقسم کو ہبہ کرنا شرعًا اسوجہ سے ناجائز ہے کہ واہب کی جانب سے مشاع یعنی ابہام
ہوا ہے اور (۲) کسی جائداد کا دو شخصون کو ہبہ کرنا بغیر اسکے کہ اونکے حصے متمیز علحدہ علحدہ کردیے
جائین اسوجہ سے ناجائز ہے کہ موہوب لہم کی جانب ابہام ہوا ہے"

"مگر واضح ہو کہ یہ قاعدہ صرف اون اشیاء کے ہبہ پر صادق آتا ہے جو تقسیم ہوسکتی ہین
ہدایہ جلد ۳ کتاب الہبہ صفحہ ۲۹۳ مین یہ قاعدہ لکھا ہے کہ "ہبہ اوس چیز کا جائز نہین ہے جو تقسیم
ہوسکتی ہو تاوقتیکہ اوسکو تقسیم کرکے علحدہ علحدہ نہ کردین"۔ بیلی صاحب کی شرح محمدی طبع دوم
صفحہ ۵۲۰ اور فتاوائے عالمگیری کتاب الہبہ صفحہ ۲۱۵ اور مکناٹن صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۲۰۱
ملاحظہ ہو۔ پس یہ قاعدہ صرف اوس جائداد کے ہبہ پر صادق آتا ہے جو تقسیم ہوسکتی ہے
مگر حقوق مطلقہ یا حقوق مالکانہ یا دیگر حقوق غیر مقبوضہ قابل تقسیم نہین ہین"

"یہ کہا گیا ہے کہ ایک بڑی وجہ اس قاعدہ کی جو صرف ہبہ سے متعلق ہے بیع سے متعلق نہین ہے
یہ ہے کہ ہر شخص کے ورثاء اون ہبون سے محفوظ رہین جو اونکے حقوق کو باطل کرنیکی لیے کیے گئے ہون
چند عبارتون کا حوالہ دیا گیا ہے جنسے ظاہرا یہ قول نکلتا ہے اور غالبًا ایک اور وجہ اس قاعدہ
کی یہ بھی ہے کہ قرضدارون کے فریب آمیز ہبون سے قرضخواہ محفوظ رہین کیونکہ یہ معیار ہبہ صالح
کا مشہور ہے کہ آیا موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ ہوگیا ہے یا نہین"

"دوم سے باصرار بسیار کہا گیا ہی کہ اس قاعدہ مشاع کے بموجب جو ہبہ مدعا علیہم کو کیا گیا تھا وہ بالکل باطل ہے اسواسطے کہ اراضی کا ہبہ ہوا تھا اور اوس اراضی کو تقسیم نہین کیا تھا اور اگر یہ ہبہ بہ نسبت جائداد زمینداری کے جو ٹھیکہ پر دی گئی تھی جائز بھی فرض کر لیا جاسے تو بھی بہ نسبت مکانات و باغات وغیرہ کے یہ ہبہ ناجائز ہے جنکی نسبت یہ نہین ثابت کیا گیا ہے کہ ٹھیکہ یا کرایہ پر دیگئی تھے لہذا اونکی تقسیم ہو سکتی تھی -"

ہمارے نزدیک یہ عذر جائداد متنازع فیہ کے کسی جزر پر نہین چل سکتا کیونکہ ہم بیان کر چکے ہین کہ جائداد زمینداری مین یعنی واہب کے تعلقہ مین جو حق ہبہ کیا گیا ہے وہ حق غیر مقبوض ہے اور جس حقیت کا انتقال اس تعلقہ کے ہبہ کے ذریعہ سے کیا گیا ہے وہ صرف اوس قسم کی حقیت ہے جس سے موہوب لہ صرف لگان اور منافع وصول کرنیکا مستحق ہوگیا ہے - ہمکو اوس شہادت سے جو مدعا علیہم نے پیش کی ہی (اور جو اس باب مین ایسی صریح و واضح تھی کہ عدالت ماتحت نے دو گواہون سے زیادہ کا اظہار لینا نہ منظور کیا) معلوم ہوتا ہی کہ کنیز فاطمہ کی زندگی بھر خود کنیز فاطمہ اور ملکہ علحدہ علحدہ لگان وصول کرتی رہین اور ہبہ ہوتے کے ساتھی ہر دو موہوب لہم کو اوسطرح قبضہ دیدیا گیا جسطرح قبضہ دینا ممکن تھا"

شیعون کی کتاب شرایع الاسلام[1] مین لکھا ہی کہ ہبہ قرضہ کا یا اوس چیز کا جو دوسرے شخص کے ذمہ ہو جائز نہین ہی مگر قرضدار کے نام یا اوس شخص کے نام جسکے ذمہ وہ قرضہ واجب الادا ہو - احوط یہی ہی اسواسطے کہ تکمیل ہبہ قبضہ پر موقوف ہی - قرضہ اگر قرضدار کو ہبہ کر دیا جاسے تو بالکل جائز ہے اور اوسکو اوس بار سے سبکدوش کر دیتا ہی - خود اسی عبارت سے ظاہر ہی کہ اکثر علما کا قول اس راے کے خلاف ہے کہ قرضہ صرف قرضدار کو ہبہ ہو سکتا ہی - برخلاف اسکے اکثر مشاہیر علماے شیعہ نے فقہاے حنفی سے اتفاق کیا ہی کہ قول راجح و مستحسن یہی ہی کہ قرضخواہ اپنا قرضہ تیسرے شخص کو شرعاً ہبہ کر سکتا ہی اس قول کا موئید عرف یعنے رواج اسقدر ہے (اور عرف کو ایک ترقی پذیر جماعت کے متفق آرا کا مجموع سمجھنا چاہیئے) کہ جس قول کو صاحب شرایع نے احوط لکھا ہے

---

[1] شرایع الاسلام صفحہ ۲۴۲ ۱۲ – منہ

اوسکو اگر غلط نہ سمجھے تو قول بار بیہ اور ساقط الاعتبار تو سمجھ سکتے ہین۔

مذہب حنفی مین قرضدار کو بغیر اوسکے اذن کے قرضہ سے بری کردینا شرعاً جائز ہے لیکن اگر قرضدار اوس ابرار کو قبول نہ کرے تو وہ غیر موثر ہوجاوے گا۔

شرایع الاسلام مین صرف اتنا لکھا ہے کہ ابرار بدون اذن جائز ہے مگر یہ نہین لکھا ہے کہ اگر قرضدار اوسکو نہ قبول کرے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ لیکن جامع الشتات[1] مین ایک مسئلہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعون کے مذہب مین بھی وہی نتیجہ ہوگا جو سنیون کے مذہب مین ہوگا۔ یعنی جب قرضخواہ قرضدار کو بری الذمہ کردے تو پھر قرضخواہ قرضدار کو مشغول الذمہ نہین کرسکتا یعنی اوسپر قرضہ کا دعوے نہین کرسکتا اگر قرضدار قرضخواہ سے کسی ایسے فرض کے بجالانیکے باب مین اصرار کرسکتا ہو جسکا بجالانا اوسپر (قرضخواہ پر) موقوف ہو یا اوسکو قرضہ قبول کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

اس باب مین کہ کس چیز کا ہبہ ہوسکتا ہے اور کسکا نہین ہوسکتا ہے فتاوے عالمگیری مین لکھا ہے کہ دیکھنا چاہئیے کہ جو وہ شی ہبہ کرنیکے وقت موجود ہو۔ پس اگر کوئی شخص اوس خرما کو ہبہ کرے جو آگے نخل خرما سے اس سال پیدا ہوگا یا اوس بچہ کو ہبہ کرے جو اوسکی لونڈی یا اوسکی بھیڑ کی رحم مین ہو یا اوس دودھ کو ہبہ کرے جو اوسکی چھاتی مین ہو تو ایسا ہبہ شرعاً ناجائز ہے گو یہ اختیار دیدیا جاوے کہ بچہ پیدا ہونے یا دودھ دوہنے کے وقت اوسپر قبضہ کرلیا جاوے۔ علی ہذالقیاس اوس مکھن کا جو دودھ مین ہو اور اوس تیل کا جو تل مین ہو اور اوس آٹے کا جو گیہون مین ہو ہبہ ناجائز ہے گو ویسا ہی اختیار دیدیا جاوے شے موہوب کو یہ بھی چاہئیے کہ قیمت یا مالیت شرعی رکھتی ہو اور اوسپر قبضہ کرلیا جاوے تاکہ موہوب لہٗ کا حق اوسمین قائم ہوجاوے اور اگر موہوب فی نفسہ قابل الانقسام ہو تو اوسکو تقسیم کرکے کسی دوسری چیز سے علحدہ کردینا چاہئیے جسکو ہبہ کرنا منظور ہو اور اوس مین ملا دینا یا شریک کردینا نہ چاہئیے۔ لہذا ہبہ کرنا زمین کا جسپر غلہ اوسوقت نہ لگا ہو یا درخت خرما کا جس مین پھل نہ لگا ہو اور اسکے بالعکس ناجائز ہے۔ اسی طرح سے کسی مکان یا

[1] جامع الشتات کی رو سے قرضہ شخص ثالث کو ہبہ ہو سکتا ہے ۱۲ منہ

یا جہاز کو جسمین کوئی چیز واہب کی رکھی ہوئی ہو یا اوس چیز کے جو اوسمین رکھی ہی ہبہ کرنا ناجائز ہی۔

آخر الذکر اصول کے باب مین حنفیہ اور شافعیہ اور شیعہ مین بڑا اختلاف ہی حنفیہ کے مذہب مین یہ ہی کہ اگر موہوب فی نفسہ قابل الانقسام ہی یا ایسی شی کا جزو ہی جسکا تجزیہ اور تقسیم ممکن ہی تو ہبہ جائز نہین ہی تاوقتیکہ وہ چیز واہب کی اور جائداد سے جسکو ہبہ کرنا منظور نہین ہی جدا نہ کرلی جاے۔ مگر جب موہوب ایسی چیز کا جزو ہو جو قابل الانقسام نہ ہو یا ایسی شی کا جزو ہو جو جدا نہ ہوسکے بے اسکے کہ کل جائداد مین نقصان عظیم پہونچے تو ہبہ جائز ہی گو تقسیم یا تفرقہ نہ ہوا ہو۔

اس اصول مین شافعیہ اور شیعہ نے حنفیہ سے اختلاف کلی کیا ہی ان دونون فرقون کا قول یہ ہی کہ ایسا ہبہ بہرکیف جائز ہی اسواسطے کہ ہبہ ایک قسم کی تملیک ہی اور یہ حیثیت سے سب چیزون کا ہبہ جائز ہی خواہ وہ کسی شی قابل الانقسام خواہ غیر قابل الانقسام کا جزو ہون۔ مگر شیعہ کہتے ہین کہ موہوب کی حقیقت سے جاہل محض بھی نہ ہونا چاہیے یعنے جو چیز ہبہ کی ہی اوسکو خوب بتا دینا چاہیے تاکہ اوس مین کچھ شک نہ باقی رہے۔ جب شی موہوب غیر معین یا نامعلوم ہو تو ہبہ باطل ہوگا لکن اگر صرف مبہم و مشکوک ہو اور وہ شک و ابہام اور باتون سے رفع ہوسکتا ہو تو ہبہ جائز ہوگا۔ شافعیہ کے نزدیک صرف عدم تعین سے ہبہ باطل نہین ہوتا کیونکہ جو حصہ غیر معین ہو مگر معلوم ہو اوسمین بھی ملک اوسی طرح قائم ہوسکتا ہی جسطرح حصہ معین و محدود مین ہوسکتا ہی۔

فتاولے عالمگیری کی رو سے ہبہ اوس چیز کا جو واہب کے مال یا حقوق سے جدا کرلیگئی ہو یا خالی کرلیگئی ہو جائز ہی۔ اسی طرح سے جزو مشاع کا بھی جائز ہی یعنے اوس چیز کا جو ایسی شی کا جزو ہو جسکا تجزیہ یا تقسیم نہ ہوسکے یا جو چیز اس قسم کی ہو کہ جو فائدہ اوس حالت مین اوس سے ہو جبکہ وہ مجموع غیر منقسم ہو وہ بعد تقسیم نہ حاصل ہوسکے مثلاً چھوٹا سا حمام یا مکان مگر ہبہ شئے مشاع کا یعنے اوس چیز کا جو تقسیم ہوسکتی ہو اور تمام فوائد جو قبل تقسیم اوس سے حاصل ہوسکتے ہون بعینہ باقی رہین ناجائز ہی۔ لازم یہ ہی کہ شے موہوب قبضہ دینے کے وقت جدا کرلیجاے نہ ہبہ کرنیکے وقت۔

ہبہ اوس چیز کے جزو مشاع یعنے غیر منفک کا جو قابل الانقسام نہ ہو شریک کے نام یا غیر شخص کے نام جائز ہی۔ ہبہ اوس چیز کے جزو مشاع کا جو قابل الانقسام ہو شریک یا غیر شریک کے نام جائز نہین ہی اور اگر اوسپر قبضہ ہوگیا ہو تو حسام الدین سے منقول ہی کہ موہوب لہ کا ملک ثابت کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا مگر دوسرے مقام پر اونہون نے فرمایا ہی کہ اوسکا عدم جواز ثابت کرنا مفید ہوگا اور یہی فیصلہ ہوا ہی۔ مشاع کے باب مین اس ملک کے عدالتون مین بڑی بحثین ہوئی ہین اور اس مسئلہ مین ایسی دقتین ہین کہ اسکی کیفیت لکھنا اور جن اصول پر یہ مبنی ہی اونکی تحقیق کسیقدر احتیاط کے ساتھ کرنا ضرور ہی۔

ہرمال مشترک وغیر منقسم جسمین کئی شخصون کا حق ہو مشاع کہلاتا ہی۔ لفظ مشاع شیوع سے مشتق ہی جسکے معنے آمیختہ ہونا ہی۔ جب چند اشخاص ایک جائداد مشترک وغیر منقسم کے مالک ہون تو اونمین سے کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ میرا حق اس جائداد کے کسی خاص جزو مین ہی۔ جب شرکا مین سے کوئی شریک اپنا حصہ اوس جائداد مین ہبہ کردے تو غالباً جملہ شرکا کو اوس جائداد سے متمتع ہونے مین پریشانی ہوگی۔ پس اس سے ظاہر ہی کہ مسئلہ مشاع کا مفاد یہ ہی کہ ہبہ کرنا مال مشترک وغیر منقسم کا جو فی نفسہ قابل الانقسام ہو ناجائز ہی اور اس مسئلہ کی اصل حنفیہ مین یہ معلوم ہوتی ہی کہ اکابر علماے حنفی علی الخصوص امام اعظم ابوحنیفہ کو یہ خوف ہوا کہ تاوقتیکہ قابل الانقسام چیزین نہ تقسیم کردی جائین ایسے اشیا کے قبض و تصرف مین جھگڑے ہونگے اور دقتین پڑینگی۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے شئے غیر محدود کے ہبہ پر یعنے اوس چیز کے ہبہ پر جو مشترک وغیر منقسم ہو مگر قابل الانقسام ہو منتہی کا اعتراض کیا ہی اور سخت ممانعت کی ہی۔ مگر اس مسئلہ میں وہین اور اونکے دونون شاگردون مین بڑا اختلاف ہی۔ عموماً صاحبین (یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد) کے اقوال اپنے استاد کے اقوال کے بہ نسبت ایک ترقی پذیر گروہ کے حوائج کے زیادہ تر موافق الا اکثر موہوم و مشکوک معلوم ہوتے ہین ذیل مین جو عبارت فتاوی عالمگیری سے

نقل کیجاتی ہی اوس سے نہ صرف متقدمین کے اقوال اس مسئلہ مین بخوبی معلوم ہو جائینگے بلکہ امام اعظم اور انکے شاگردون مین جو خلاف ہوا ہی اوسکی کیفیت بھی خوب عیان ہو جاے گی مگر جو اصول اوسمین لکھے ہین اونکو متاخرین کے بیان کے موافق سمجھنا چاہیئے۔

فتاواے عالمگیری مین لکھا ہی کہ۔ ہبہ شے مشاع کا یعنے اوس چیز کا جو دو آدمیون یا ایک گروہ پر تقسیم ہو سکے صاحبین کے نزدیک جائز ہی مگر امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہی گو کالعدم نہین ہی یعنے اگر قبضہ سے ملک قائم ہو جاے تو ایسا ہبہ نافذ ہو جاے گا۔ صدر الشہید نے فرمایا ہی کہ جب کوی شخص اوس چیز کو جو قابل الانقسام ہو دو شخصون کو ہبہ کرے تو ایسا ہبہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہی مگر جب اونکا قبضہ اوس چیز پر ہو جاے تو اونکا حق ملکیت اوسمین ناجائز طور سے قائم ہو جاے گا اور یہی فتوی ہی۔ جب جائداد قابل الانقسام فریقین (یعنے واہب اور متہب) کی مشتبہ ہو تو اوسکا ہبہ سب کے نزدیک ناجائز ہی اور جب صرف متہب کی جانب سے مشتبہ ہو تو بھی امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہی مگر اونکے دونون شاگرد ونکے نزدیک ناجائز نہین ہی اور اگر کوی شخص دو غریب آدمیون کو کوی چیز ہبہ کرے تو وہ ہبہ سب کے نزدیک جائز ہوگا جیسا صدقہ اور زکات مین ہی۔ اگر موہوب لہم متمول ہون اور اونمین سے ہر شخص کو نصف نصف چیز دیجاے یا اگر مبہم الفاظ سے ہبہ کیا جاے یعنے واہب یہ کہے کہ مینے دونون کو یہ شے ہبہ کی یا یہ کہے کہ اس شخص کو اسکا ثلث اور اس دوسرے شخص کو دو ثلث ہبہ کیئے۔ تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ان تین صورتون مین ہبہ ناجائز ہوگا مگر امام محمد کے نزدیک ان سب صورتون مین ہبہ جائز ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہبہ اون دو صورتون مین جائز ہوگا جنمین دونون شخصون کو بغیر تعیین یا نصف نصف ہبہ کیا ہی۔ لکن اگر ایک کو دوسرے سے زیادہ دیا ہی تو ہبہ ناجائز ہوگا۔ جب دو شخص ایک شخص کو کوی مکان ہبہ کرین تو یہ ہبہ سب کے نزدیک جائز ہوگا۔

جب ایک شخص دو آدمیون کو دو غلامون کا نصف ہبہ کرے یا دو دیا دس تھان مختلف قسم کے کپڑے کے ہبہ کرے جسمین کچھ مرو کا اور کچھ ہرات کا کپڑا ہو تو ایسا ہبہ جائز ہی بشرطیکہ قبضہ ہو جاے

۔اسی طرح سے مختلف قسم کی مواشی کا ہبہ بھی جائز ہی۔ لکن اگر کپڑا یا مواشی ایک ہی قسم کے ہون تو ہبہ ناجائز ہوگا تا وقتیکہ پہلے تقسیم نہ کردی جاوے۔ علی ہذا القیاس کسی دیوار یا راستہ یا حمام کے ایک حصہ کو ہبہ کرنا جائز ہی جبکہ اوسکے ساتھ قبضہ کرنیکا اختیار بھی دیدیا گیا ہو۔ مثلاً جب کوئی سکان مع اپنے جملہ حقوق اور حدود کے ہبہ کیا جاوے جسمین ایسی دیوار یا ایسا راستہ شامل ہو جو مشترک درمیان واہب اور دیگر اشخاص کے ہو توان چیزون کی نسبت بھی ہبہ جائز ہوگا۔

اگر نصف مکان بطور ہبہ یا صدقہ کے دیدیا جاوے اور قبضہ بھی کرادیا جاوے بعد اوسکے واہب اوسکو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا بطور صدقہ کے دیدے تو اصل مین لکھا ہی کہ بیع ناجائز ہوگی اور یہ بھی اوسی کتاب مین لکھا ہی کہ اگر نصف مکان کسی شخص کو ہبہ کرکے اوسکا قبضہ کرادیا جاوے اور موہوب لہٗ اوسکو فروخت کرڈالے تو وہ بیع ناجائز ہوگی اور بعض فتاوے مین اسی قول کو ترجیح دی ہی۔ مگر بعض کتابون مین یہ بھی لکھا ہی کہ ہبہ ناجائز مین جب قبضہ دیدیا جاوے تو ملک قائم ہو جاویگا اور یہی فتویٰ دیا گیا ہی گو فصول عمادیہ مین اسکے خلاف لکھا ہی لیکن لفظ فتویٰ بہ نسبت لفظ جائز کے قوی تر ہی۔

اگر کوئی شخص ایک مکان ہبہ کرے جسمین کچھ اسباب اوسکا ہو اور موہوب لہٗ کا قبضہ اوس مکان پر کرادے یا مع اوس اسباب کے قبضہ کرادے تو ہبہ باطل ہوگا۔ مگر ایک تدبیر یا حیلۂ شرعی سے ایسا ہبہ جائز ہو سکتا ہی۔ وہ یہ ہی کہ پہلے وہ اسباب موہوب لہٗ کو حوالہ کرکے اپنا قبضہ اُٹھالے بعد اوسکے مکان پر قبضہ کرادے۔ اور اگر اسکے بالعکس وہ مکان کو ہبہ کرے اور جو اسباب اوسمین ہو اوسکو ہبہ کرے اور اسباب سے اپنا قبضہ اُٹھا کر موہوب لہٗ کے حوالہ کرے بعد اوسکے مکان پر اوسکا قبضہ کرادے تو ہبہ جائز ہوگا۔ اگر وہ مکان اور اسباب دونون اکٹھا ہبہ کرے اور دونون پر موہوب لہٗ کا قبضہ کرادے تو بھی ہبہ جائز ہوگا۔ اگر قبضہ دینے کے وقت تفرقہ دیا جاوے یعنے اون دونون مین سے ایک چیز ہبہ کرکے اوسپر قبضہ کرادیا جاوے بعد اوسکے دوسری چیز ہبہ کرکے اوسپر قبضہ کرادیا جاوے اور مکان سے ابتدا کیجاوے تو مکان کا ہبہ ناجائز ہوگا مگر اسباب کا

ہبہ جائز ہوگا اور اگر اسباب سے ابتدا کیجاے تو دونون کا اکٹھا ہبہ جائز ہوگا - اگر کوئی شخص اراضی
بے غلہ کے ہبہ کرے یا غلہ بے اراضی کے ہبہ کرے یا درخت بغیر میوہ کے یا میوہ بغیر درختون کے
ہبہ کرے اور موہوب لہٗ کا قبضہ کرادے تو کسی صورت مین ہبہ جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ اینین سے
ہر چیز دوسری کے ساتھ ایسی ملحق ہی کہ ایک چیز کے اجزا دوسری چیز کے اجزا سے متصل مین ایسا ہبہ
مانند ہبہ مشاع کے ہی جو قابل الانقسام ہو - اگر وہ شخص اونین سے ہر چیز علحدہ علحدہ ہبہ کرے یعنے
مثلاً پہلے غلہ بعد اوسکے اراضی یا پہلے اراضی بعد اوسکے غلہ ہبہ کرے اور دونون پر ساتھی قبضہ کرادے
تو دونون کا ہبہ جائز ہوگا لکن اگر قبضہ دینے کے وقت اونکو علحدہ علحدہ کرلے تو دونون مین سے کسی چیز
کا ہبہ بھی جائز نہ ہوگا چاہے جس چیز سے ابتدا کرے - اگر وہ مکان ہبہ کرے مگر اوسپر قبضہ نہ کراے
تا وقتیکہ جو اسباب رکھا ہی اوسکو بھی ہبہ نہ کرے تب دونون پر اکٹھا قبضہ کرادے تو ہبہ جائز ہوگا -
اسی طرح سے اگر کوئی شخص ایک تھیلہ اور غلہ کے بورے ہبہ کرے اور اوسپر قبضہ نہ کرلے تا وقتیکہ جو غلہ
اونمین ہی اوسکو بھی ہبہ نہ کرے تب دونون پر ساتھی قبضہ کرادے تو کل کا ہبہ جائز ہوگا - لکن اگر
مکان خالی ہبہ کرے اور جب اوسپر قبضہ کرلے تو وہ مشغول ہو یعنے اوسمین کچھ رکھا ہو یا کوئی رہتا ہو
تو ہبہ ناجائز ہی - نہ اوسکا یہ کہنا کہ قبضہ کرلو یا مینے تمہارا قبضہ کرادیا جائز ہوگا جبکہ خود واہب یا اوسکے
اومی یا اسباب اوس مکان مین ہو -

ہبہ شاغل کا یعنے اوس چیز کا جو دوسری چیز مین رکھی ہو جائز ہی مگر ہبہ مشغول کا یعنے اوس
چیز کا جسمین دوسری چیز رکھی ہو ناجائز ہی اس قسم کے ہبہ کے عدم جواز کی وجہ یہ ہو کہ جب شی موہوب مین واہب کا اسباب
رکھا ہو تو اوسپر قبضہ نہ ہو سکے گا اور قبضہ تکمیل ہبہ کیلئے لازم ہی مگر جب شی موہوب واہب کے مال مین
رکھی ہو تو یہ بات نہ ہوگی اسکی مثال یہ ہی کہ ہبہ اوس تھیلی کا جسمین واہب کا کھانا رکھا ہو ناجائز
ہی مگر ہبہ اوس طعام کا جو اوسمین رکھا ہو جائز ہی - اور اگر کوئی شخص ایک بار برداری کا جانور جسپر
کچھ بوجھ لدا ہو کسیکو ہبہ کرے تو وہ ہبہ ناجائز ہوگا لکن اوس جانور کو اگر ہبہ کرے اور جانور پر لدا ہوا ہو
جو بوجھ لدا ہوا ہو اوسپر ساتھی قبضہ کرادے تو ہبہ جائز ہوگا - علی ہذا القیاس ہبہ ظرف بے آب کا

ناجائز ہی مگر ہبہ آب بے ظرف کا جائز ہی۔ اگر کوئی شخص اراضی کا غلہ یا درخت کا میوہ کسیکو ہبہ کرکے کہے کہ اس غلہ کو کاٹ لے یا اس میوہ کو توڑلے اور موہوب لہٗ ایسا ہی کرے تو یہ ہبہ علی وجہ الاستحسان جائز ہوگا لکن اگر اوسکو بعد ہبہ کرنیکی اجازت نہ ہو اور وہ قبضہ کرلے تو مشغول الذمہ رہےگا۔

اگر کوئی شخص ایک مکان مع اثاث البیت کے ہبہ کرکے دونون پر قبضہ کرادے اور بعد ازان اثاث البیت مین کوئی حق ثابت ہوجاے تو ہبہ مکان کا جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اون تھیلیونکو ہبہ کرے جن مین کچھ اسباب یا اس تھیلی کو ہبہ کرے جسمین کچھ کھانا ہو اور موہوب لہٗ کا قبضہ کرادے اور بعد ازان اون تھیلیون مین جو چیزین ہین اونمین کوئی حق ثابت ہوجاے تو اون تھیلیون اور اوس تھیلی کا ہبہ کامل اور جائز رہےگا۔ لکن اگر کوئی شخص ایک مکان ہبہ کرکے قبضہ کرادے بعد ازان اوسکے ایک جزر مین کوئی حق ثابت ہوجاے تو وہ ہبہ ناجائز ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص اراضی مع اوس غلہ کے جو اوسپر لگا ہی ہبہ کرے یا کوئی درخت مع اوسکے میوہ کے ہبہ کرے بعد ازان اوس غلہ یا اوس میوہ مین کوئی حق ثابت ہوجاے تو اوس اراضی یا اوس درخت کا ہبہ باطل ہوجائیگا اور اگر کوئی شخص اپنی اراضی مع اوس غلہ کے جو اوسمین لگا ہوا ہی ہبہ کرے اور اوس غلہ کو کاٹ کر حوالہ کرے بعد ازان اونمین سے کسی مین کوئی حق ثابت ہوجاے تو دوسری چیز کا ہبہ باطل ہوجائیگا

جب کسی شخص نے وہ جائداد جو مضاربت یعنے مشارکت مین ہو مضارب یعنے اپنے شریک کو دیدی ہو اور اوسکا ایک جزر اوسکے قبضہ مین ہو اور ایک جزر اورون کے ذمہ واجب الادا ہو تو پہلے جزر کا ہبہ جائز ہی اور باقی کا ہبہ صرف اوسوقت جائز ہی جبکہ واہب نے کہدیا ہو کہ قبضہ کرلو اور اگر کوئی جزر اوس جائداد کا از قسم منافع ہو تو ہبہ ناجائز ہوگا۔ جب دو شریکون مین سے ایک نے کہا ہو کہ مینے تمکو اپنا حصۂ منافع دیدیا تو بعض علمار کا قول ہی کہ اگر وہ جائداد خود موجود ہو تو ہبہ ناجائز ہوگا کیونکہ وہ مشاع اون چیزون میں ہی جو قابل الانقسام ہی۔ لکن اگر اوس جائداد کو اوس شریک نے گم کیا ہو تو ہبہ اسوجہ سے جائز ہوگا کہ اسقاط یعنے زوال حق ہوگیا ہی۔

عبارت مذکورہ بالا فتاوائے عالمگیری سے باین غرض نقل کی گئی ہی کہ ناظرین کو صاف

معلوم ہوجاوے کہ جس گروہ مین یہ احکام جاری ہوے تھے اوسکی تمدنی حالت کیا تھی اور کن امور سے یہ احکام متعلق ہوسکتے تھے -

ان اصول کی تفسیر تعبیر متاخرین نے بہت مستحسن طورسے کی ہی جیسا آیندہ عرض کیا جائیگا اور یہ بھی ثابت کیا جاوے گا کہ جن باتون مین شرع محمدی بزرگان سلف کے اقوال کے تابع کردی گئی ہی اونمین بھی باطن شرع انسان کی ترقی کے موافق و معاضد ہی - اس اصول کا لحاظ کرکے کہ قبضہ سے ہبۂ ناقص وغیر مکمل جائز ہوجاتا ہی صاحب مجمع الانہار نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۴۳ مین قبضہ کی تعریف یہ لکھی ہی کہ - قبض الکامل جائداد منقولہ کا اوس جائداد کی نوعیت پر موقوف ہی اور جائداد غیر منقولہ کا بھی اوسکی نوعیت کے موافق ہونا چاہیئے جیسا مکان موہوب کی کنجی لے لینا کہ بمنزلہ اوسپر قبضہ کرلینے کے ہی - اگر کوئی شخص اپنا مکان دو آدمیون کو ہبہ کرے تو امام اعظم کے نزدیک ایسا ہبہ ناجائز ہی اور یہی قول اونکا تمام اشیاء قابل الانقسام کے ہبہ کے باب مین ہی مگر صاحبین کے نزدیک ایسا ہبہ جائز ہی[1] - بلکہ واہب اگر حصون کی تصریح کردے تو بھی امام اعظم کے نزدیک ہبہ باطل ہوگا - لکن قول مشہور اور مُفتٰی بہ امام اعظم کے اس قول کے بالکل خلاف ہی - اگر کوئی شخص نصف مکان ایک آدمی کو اور نصف دوسرے آدمی کو ہبہ کرے اور دونون کا قبضہ ساتھ ہی یعنے ساتھ ہی کرادے تو ایسا ہبہ جائز ہی - لکن اگر ایک آدمی کو پہلے اور دوسرے کو بعد قبضہ دیا جاوے تو ہبہ ناجائز ہوگا اگرچہ امام اعظم کے نزدیک دونون صورتون مین ہبہ باطل ہی -

پس ہبہ بالمشاع یعنے جائداد مشترکہ غیر منقسمہ کا ہبہ کالعدم نہین معلوم ہوتا بلکہ ناجائز معلوم ہوتا ہی اور یہ نقص قبضہ سے رفع ہوجاتا ہی

مجمع الانہار صفحہ ۳۴۵ مین لکھا ہی کہ - یعقوب پاشا نے فرمایا ہی کہ اگر کوئی شخص دو آدمیون کو ایسی چیز ہبہ کرے جو قابل الانقسام ہو تو ایسا ہبہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز ہی مگر باطل نہین ہی - پس اگر موہوب لہم شے موہوب پر قبضہ کرلین تو امام اعظم کے قول کے موافق

[1] فتاوے قاضی خان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۰۲ ۱۲ منہ

اور نکاح اوسمین قائم ہوجائے گا اور فتوے بھی یہی ہے یہ قول صدر الشہید کے قول کے بالکل موافق ہے۔ مجمع الانہار کی عبارت ذیل سے ظاہر ہے کہ مال مشترک وغیر منقسم کی کسی چیز میں حق ملکیت جب قائم ہوتا ہے جبکہ اوسپر قبضہ ہوجائے

جامع الفصولین اور بزازیہ مین لکھا ہے کہ ہبہ فاسد کی تکمیل قبضہ سے ہوجاتی ہے اور یہی فتوے ہے گو بعض علمار نے فرمایا ہے کہ دوسرا قول صحیح ہے مگر لفظ فتوی لفظ صحیح سے زیادہ قوت رکھتا ہے مصنف (ملتقے الابحار) نے فرمایا ہے کہ مشاع مانع تکمیل ہبہ ہے اور اس قول کی شرح شارح (صاحب مجمع الانہار) نے یہ لکھی ہے کہ۔ اسکا سبب یہ ہے کہ قبضہ ضرور ہے اور یہی جامع الفصولین مین لکھا ہے مگر زیلعی نے فرمایا ہے کہ ایسی چیز کا ہبہ جسمین واہب کا حق موجود ہو ناجائز ہے اور فصول عمادیہ مین لکھا ہے کہ ایسا ہبہ صرف ناقص ہے اور حموی نے شرح اشباہ مین لکھا ہے کہ یہ مسئلہ دو قولون سے پیدا ہوا ہے جنکی وجہ سے مشاع یعنے مال قابل الانقسام کے ہبہ مین اختلاف واقع ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایسا ہبہ باطل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ صرف ناقص یا فاسد ہے مگر قول اصح یہی ہے کہ ایسا ہبہ ناقص ہے جیسا بزازیہ مین لکھا ہے۔ اور دُرّ الاحکام ۲۷۲ مین لکھا ہے کہ ہبہ ناجائز یا ہبہ ناقص مین قبضہ سے حق ملکیت قائم ہوجاتا ہے اور اسی پر فتوے ہے اور یہی فصولین مین لکھا ہے۔

ردّ المختار مین اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے لکن فیہا[1] ای فی الدر عن الفصولین الھبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ یفتی اکد من لفظ یصح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع وھل للقریب الرجوع فی الھبۃ الفاسدۃ قال فی الدر نعم ولعقبہ فی الشرح بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتھا الملک بالقبض (

[1] جلد ۴ صفحہ ۷۱۶ یعنے درر مین فصولین سے لکھا ہے کہ ہبۂ فاسد مین قبضہ سے ملک قائم ہوجاتا ہے اور اسکے موافق فتوی ہے یہی بزازیہ مین بھی لکھا ہے جو اوس بات کے خلاف ہے جسکو عمادیہ مین صحیح لکھا ہے مگر لفظ فتوی لفظ صحیح سے زیادہ تاکید پر دلالت کرتا ہے۔

مگر قبضہ واقعی تکمیل ہبہ کی شرط نہین معلوم ہوتی یا یہ کہئیے کہ اوس نقص کو رفع نہین کرتا جو موہوب کے مال مشترک ہونے سے پیدا ہوتا ہی - بلکہ فقہاء کے نزدیک صرف قبضہ کا اذن یا اجازت تکمیل ہبہ کے لیے کافی ہی -

حمادیہ[1] مین جامع الفتاوے سے لکھا ہی کہ اگر کوی شخص اوس غلہ کو ہبہ کرے جو زرع پر لگا ہو یا اوس خرما کو ہبہ کرے جو درخت خرما مین لگا ہو یا اوس غلاف کو ہبہ کرے جو تلوار پر چڑھا ہو یا کوی مکان یا چند دینار ہبہ کرے جو اور شخص پر قرض ہون یا کوی ایسی چیز ہبہ کرے جسکی پیمایش ہوسکتی ہو اور موہوب لہ کو اجازت دے کہ اوس غلہ کو کاٹ لے یا خرما کو توڑ لے یا اوس غلاف کو اتار لے یا اوس مکان یا دینارون کو لے لے یا اوس چیز کی پیمایش کر لے اور موہوب لہ ایسا کرے تو احسن یہی ہی کہ ایسا ہبہ جائز ہی - پھر لکھا ہی کہ "اگر خود واہب یا اوسکا نائب تقسیم کر دے یا اگر واہب موہوب لہ کو اجازت دے کہ اوسکے شریک کے ساتھ تقسیم کر لے تو اس سے ہبہ کامل ہو جائیگا" اور اس قول کو فتاوے قاضی خان کی اس عبارت[2] سے اور بھی زیادہ قوت ہوگئی ہی کہ "اگر کسی شخص کو کوی جائداد ہبہ کیجاے اور وہ دو آدمیون کو اپنی طرف سے قبضہ کرنیکے لیے مقرر کرے تو ایسا کرنا جائز ہی"

عربی کتب فقہ مین جو مثالین لکھی ہین اونسے بآسانی معلوم ہوسکتا ہی کہ مسئلہ مشاع فقط چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی اور مکانات پر صادق آتاہے - فقہاء کا منشاء یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ یہ مسئلہ بڑے بڑے تعلقون اور زمینداریون کے خاص خاص حصون مین جاری کیا جاے - جس زمانہ مین یہ مسئلہ ابتداءً حنفیہ مین جاری ہوا تھا اوس زمانہ کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہی کہ ایسے بڑے بڑے تعلقے ممالک اسلامیہ مین نہ تھے جیسے اس ملک مین ہین - عرب کی فتح سے قدیم فارس کی

---

[1] رد المختار شامی جلد ۴ صفحہ ۷۸۳ و صفحہ ۷۸۰ ۱۲ منہ [2] فان قسمہ الواہب بنفسہ او نائبہ او امر الموہوب لہ بان یقسم مع شریکہ کل ذالک تتم بہ الہبۃ - وکل موہوب لہ رجلین لقبض الدار قبضاہا جاز - رد المحتار صفحہ ۷۷۹ - ۱۲ منہ

ملکیت اراضی شکست ہو گئی تھی اور ساسانیون کے عہد دولت مین جو دھقان زمیندار تھا وہ اب صرف ایک کسان رہگیا تھا عرب کی حکومت مین اوس ملک (فارس) کی اراضی یا عربون مین تقسیم کر دی گئی تھی یا مالکان قدیم کے قبضہ مین اون اراضی رکھی گئی تھی کہ وہ باہم اتفاق کرکے اوس نئی سلطنت کو غارت نہ کر دین - بہت سلطنت اوس زمانہ مین تھی جبکہ مذہب حنفی کا آغاز ہوا تھا اور جب متقدمین علماے حنفی گذرے تو اوس زمانہ مین دولت تجارت سے اور بڑے بڑے گلہاے گوسفند سے اور عالی شان حدائق اور باغات سے پیدا ہوتی تھی لہذا مسئلہ مشاع کا مقصود مآل ظاہرا یہ نہین معلوم ہوتا کہ بڑے بڑے تعلقون کے باب مین جاری کیا جائے جیسے اس زمانہ مین ہوگئے ہین -

پریوی کونسل نے مقدمہ حمیدالنسار بنام امیرالنسار اس بات پر بحث کی ہی کہ آیا مشاع کو عدم جواز ہبہ کی دلیل گردانکر زمینداری کے اون حصون کے ہبہ پر اعتراض ہو سکتا ہی جن کی مالگذاری علحدہ علحدہ دیجاتی ہو - اور یہ لکھا ہی کہ "اس ہبہ کے جواز پر ہائی کورٹ مین یہ عذر شرعی کیا گیا تھا کہ یہ ہبہ مشاع ہی یعنے جائداد قابل الانقسام کے جزر غیر منقسم کا ہبہ ہی اور ایسا ہبہ شرعًا ناجائز ہی - اس مسئلہ پر پہلی ہی مرتبہ ہائی کورٹ مین بحث ہوئی تھی اور اس عدالت مین بھی ہوئی ہی - یہ ظاہر ہی کہ بعض اشیا موہوبہ کی نسبت اس قسم کا ایک حکم شرع محمدی مین مندرج ہی - ہدایہ مین لکھا ہی کہ یہ حکم دو باتون پر مبنی ہی - اول یہ کہ چونکہ ہبہ مین قبض کامل مطلقًا شرط ہی اور شے قابل الانقسام کے جزر غیر محدود پر قبضہ کامل نہین ہو سکتا لہذا اس شرط کی تعمیل نہین ہو سکتی - دوم یہ کہ اس سے واہب پر وہ بار پڑ جائے گا جسکا معاہدہ اوسنے نہ کیا تھا یعنے اوسکو تقسیم کرنی پڑیگی (ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ کتاب الہبہ ملاحظہ ہو) فقہاے حنفی نے اشیا مشاع یعنے غیر مقسوم کی مثالین یہ لکھی ہین جیسے وہ پھل جو درخت سے نہ توڑا گیا ہو یا وہ غلہ جو زمین سے نہ کاٹا گیا ہو - یہ ظاہر ہی کہ اس قسم کی غیر منقسم چیزون پر قبضہ علحدہ علحدہ نہین ہو سکتا پس واہب اور موہوب لہ کے مال کے مشتبہ ہوجانیکا خوف ہی لہذا ایسا ہبہ شرعًا جائز نہین رکھا گیا ہی -

اس مقدمہ مین موہوب چند حصے ایک زمینداری مین ہین اور اون حصون کے حقوق کی نوعیت برٹش گورنمنٹ کے قوانین مین معین و مشخص کردے گئی ہی - ہای کورٹ نے پہلے تو یہ بیان کیا ہی کہ یہ حصے مالگذاری کے اعتبار سے علحدہ علحدہ علاقے ہین اور ہر حصہ کا ایک جدا گانہ نمبر صاحب کلکٹر کے رجسٹر مین لکھا ہی اور ہر حصہ اپنی خاص مالگذاری دینے کا ذمہ دار گورنمنٹ کا ہی - علاوہ اسکے مالک اراضی یہ ایک محدود حصہ لگان کا اسامیون سے وصول کرتا ہی اور کسی محدود حصہ کا مستحق ہی اس سے زیادہ کا مستحق نہین ہی - پس ہای کورٹ نے یہ تجویز کیا کہ اس قسم کی جائداد مین مسئلہ مشاع نہین جاری ہوسکتا "

" ججان پروی کونسل کے نزدیک یہ راے ہای کورٹ کی صحیح ہی - اونکے نزدیک مسئلہ مشاع کا اصول اور جن وجوہ پر یہ مسئلہ مبنی ہی وہ اوس قسم خاص کی جائداد پر نہین صادق آتے جیسے یہ محدود حصے زمینداری کے ہین کہ یہ حصے فی نفسہ علحدہ علحدہ علاقے ہین جنکا لگان علحدہ علحدہ ہی - لیتھبرج صاحب نے یہ بحث کی کہ جب خود یہ اراضی غیر منقسم ہی اور حصون کے مالک اسکے تقسیم کی استدعا کرسکتے ہین تو یہ مال مشاع ہی - لکن اگرچہ تقسیم کی استدعا ہوسکتی ہی تاہم ججان مجوزین کے نزدیک یہ حصے زمینداری کے بسبب اوس خاص قانون کے جو اس باب مین نافذ ہوچکا ہی فی نفسہ اور قبل تقسیم اراضی کے محدود علاقے ہین اور اس قابل ہین کہ انکا لگان محدود علحدہ علحدہ لیا جاوے لہذا یہ مسئلہ مشاع کے اصول اور وجوہ سے خارج ہین "۔

جب ہبہ بالمشاع اوس جائداد کا کیا جاوے جو قابل الانقسام ہو تو ایسی ہبہ کی جواز کی شرط یہ ہی کہ اوس جائداد کی مقدار[1] معلوم اور معین ہو اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اپنا حصہ ہبہ کرے اور وہ حصہ مجہول المقدار ہو تو ہبہ اس وجہ سے ناجائز ہوگا کہ اوس حصہ کی مقدار نہ معلوم ہونیکی وجہ سے تنازعات[2] ہونیکا احتمال ہی مقدمہ[3] جعفر خان بنام حبشی بیگم صدر کورٹ نے

---

[1] مقدمہ صاحبہ بیگم بنام انجمن وغیرہ - انڈین لا رپورٹ جلد ۴ صفحہ ۱۱۵ سلسلہ مندراس ۱۲ - منہ - [2] فتاوی عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۲۲ - ۱۲ منہ [3] سکلن رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۲ ۱۲ منہ

یہ تجویز کیا کہ ہبہ اوس اراضی کا جو جائداد مشترکہ کا جزو ہو اوسوقت جائز ہی جبکہ اراضی موہوبہ محدود و
معین ہو یعنے اوسکی مقدار اور حدود معلوم ہون۔

مگر صدر کورٹ[1] کے پرانے فیصلون مین مشاع ہونیکے عذر کو ایسی رقوت بخشی ہے
کہ شاید شرع محمدی کا منشا ایسا نہین ہے البتہ ہائی کورٹ کلکتہ اور ہائی کورٹ الہ آباد نے جو
فیصلے کیے ہین اونہین اس مسئلہ کو نظر وسیع سے دیکھا ہی اور اونکی رائے اون اقوال سے موافق ہے
جو متاخرین علمائے حنفی نے مانند صاحب مجمع الانہار اور صاحب ردّ المحتار کے بیان
کیے ہین۔ لیکن بمقدمہ جیون بی بی بنام امتیاز بیگم (انڈین لا رپورٹ جلد ۴ صفحہ ۹۳ سلسلہ الہ آباد)
عالم ججون نے اون حدود سے تجاوز کیا ہی جو متاخرین فقہائے اسلام نے مقرر کردئے ہین
۔ اس مقدمہ مین ایک مسلم متوفی کی بیٹی نے اوس ہبہ کی فسخ کرا پانیکی نالش کی جو اوسکے باپ نے
اپنی زندگی مین اپنے بڑے بیٹے یعنے مدعاعلیہ کے نام کیا تھا اور یہ استدعا کی کہ جائداد متنازعہ
مین میرا سہم شرعی دلادے۔ معلوم ہوا کہ جو جائداد مدعاعلیہ کے باپ نے اوسکو ہبہ کی تھی اوسمین
منجملہ اور چیزون کے ایک ثلث حصہ بعض دیہات کا بھی داخل تھا جسکی زمینداری مشترک اور غیر منقسم
تھی۔ اور اس ایک ثلث منافع کا مستحق مدعاعلیہ کا باپ بعد ادا کرنے مالگذاری سرکاری اور
مصارف تحصیل و وصول کے تھا۔ مدعیہ نے یہ بحث کی کہ اس حصہ کا ہبہ مشاع ہونیکے وجہ سے ناجائز
ہی۔ ہائی کورٹ نے یہ تجویز کیا کہ ملکیت اراضی کی ایک حصہ محدود و معین کے ہبہ پر مشاع کا اعتراض
نہین ہوسکتا کیونکہ ملکیت اراضی کا ایک حصہ محدود و معین فی نفسہ ایک علحدہ جائداد ہی یہ رائے
ہائیکورٹ کی فقہائے اسلام کے اقوال کے خلاف معلوم ہوتی ہی مگر غالباً شرع محمدی کے اصل
منشا کے خلاف نہین ہی۔

بمقدمہ قاسم حسین بنام شرف النسا (انڈین لا رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ سلسلہ الہ آباد)

---

[1] مقدمہ میر عبد الکریم بنام مسمات فخر النسا بیگم سلکت رپوٹ جلد ۲ صفحہ ۴۴۔ ومقدمہ رشیدہ باسط علی بنام سید امام الدین سلکت رپوٹ جلد ۳ صفحہ ۱۷۱۔ ومقدمہ مسمات خانم بی بی بنام مسمات جان بی بی سلکت رپوٹ جلد ۴ صفحہ [illegible]

جسمین ایک واہب نے دو موہوب لہم کو ہبہ کیا تھا ہبہ نامہ کی عبارت یہ تھی

"منمقرہ سمات بیچی اس ہبہ نامہ کے ذریعہ سے اعلان کرتی ہون کہ بارھوان حصہ اپنی معافی کا اور ایک مکان مسکون جسمین ایک کمرہ شمال و مشرق رویہ ہی اور جسکے محاذی پانچ گز زمین ہی اور دو دالان مشرق رویہ اور ایک دروازہ اور ایک پائخانہ اور ایک ڈیوڑھی اور ایک زینہ ہی جو میری جائداد موروثی ہی اور جسپر مین ایک تقسیم نامہ کے ذریعہ سے قابض ہون - منمقرہ نے قاسم حسین اور کاظم حسین (مدعا علیہما) کو جائداد مذکورۂ بالا کا مع اسکے حدود او حقوق خارجی و داخلی جو زو کلان کے مالک مطلق کردیا - اس جائداد مین کسی دوسرے شخص کا کوئی حق نہین ہی اور نہ کفالت اور ولایت اور ہبہ اور بیع اور رہن وغیرہ سے بری اور سبکدوش ہی - اس جائداد کے انتقال کا کوئی مانع نہین ہی اور آجتک یہ جائداد میرے قبضہ مین بلا شرکت غیر رہی ہی اور مینے مسمیان مذکورین کو قبضۂ مالکانہ اس جائداد کا دیدیا - منمقرہ یا میرے ورثہ کا کوئی حق یا دعوی اس جائداد مین نہین باقی رہا - قاسم حسین اور کاظم حسین کو مینے ان شرائط سے اس جائداد مین اپنا قائم مقام کیا ہی کہ میری حین حیات اس جائداد کی آمدنی میرے اختیار مین رہیگی اور بعد میرے مرنے کے وہ مالکان مطلق اس جائداد کے ہوجائینگے اور نصف نصف تقسیم کرلینگے اور اسکی آمدنی کو اپنے مصرف مین لائینگے مگر انکو یہ اختیار کبھی نہ ہوگا کہ اس جائداد کو منتقل کرین یا اُسپر کوئی بار عائد کرین اور اگر وہ اس جائداد کو صریحاً یا ضمناً منتقل کرین تو ایسا انتقال اس ہبہ نامہ کی روسے عدالت مین باطل اور ناجائز ہوگا"

واہبہ کے ایک وارث نے فسخ ہبہ کی نالش کی اور تنسیخ ہبہ نامہ کے دو وجوہ بیان کیئے - اول یہ کہ یہ وصیت نامہ ہی لہذا دو ثلث جائداد مین نافذ نہین ہوسکتا کہ ورثہ کی اجازت اور رضامندی نہین ہی - دوم یہ کہ یہ ہبہ مشاع کی وجہ سے باطل ہی -

پہلے عذر کی نسبت عالم ججون نے یہ تجویز فرمایا ہی کہ -

"اس ہبہ نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ذریعہ سے واہب نے اپنے حصہ معافی کی حقیت کو بنام مدعا علیہم منتقل کیا ہے اور اونکو مالکان اراضی معافی قرار دیا ہے مگر واہب نے اپنی حین حیات تک آمدنی اپنے واسطے رکھی تھی۔ خاص خاص حصوں کے ہبہ پر شرع محمدی کی رو سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا اور یہ ہبہ اسوجہ سے بھی باطل نہیں ہے کہ واہب نے یہ شرط کرلی تھی کہ اس علاقہ کی آمدنی سے تا حین حیات وہ خود منتفع ہوگا اور نہ اس وجہ سے باطل ہے کہ جائداد موہوب پر قبضہ نہیں ہوا کہ ہبہ میں شرعاً قبضہ شرط ہے اور نہ شرط مذکور کے ہونے سے یہ ہبہ فاسد ہوگیا ہے۔[1] مقدمہ نواب امجد علیخان بنام محمدی بیگم پر وی کونسل نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ اگرچہ انتقال حقیت سے شرع محمدی کی اوس حکم کی تعمیل ہوجاتی ہے جو قبضہ سے باعتبار اوسکے معنی و مفاد شرعی کے متعلق ہے تاہم ایسا کافی نہیں ہے تا وقتیکہ انتقال ملکیت کا قصد یا نشا بالفعل یا آیندہ متحقق نہ ہو لیکن جب کسی واہب نے جائداد کو اپنی زندگی میں از روے شرع محمدی منتقل کردیا ہو اور عین المال کو اپنے اختیار میں نہ رکھا ہو بلکہ صرف یہ شرط کی ہو کہ اپنی حین حیات تک اوسکے منافع سے خود منتفع ہوگا تو اس صورت میں ہبہ از روے شرع محمدی کامل ہوگا" یہاں پر وی کونسل فرماتے ہیں کہ:-

"ہدایہ میں یہی مسئلہ بعینہ موجود ہے اور اسکا انکار بھی موجود ہے۔ جو چیز واپس دی گئی وہ بعینہ وہی شے نہیں ہے بلکہ اور چیز ہے۔ ہدایہ جلد ۳ کتاب الہبہ صفحہ ۲۹۰ ملاحظہ ہو جسمیں یہ اعتراض لکھا ہے کہ جب مال موہوب میں واہب کی شرکت رہے تو ہبہ باطل ہوجاتا ہے اور اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ واہب کی شرکت اوس چیز میں ہوئی جو اوس مال میں داخل نہیں ہے جسکو اوسنے ہبہ کیا ہے یعنے کل شئی غیر منقسم کو اپنے استعمال میں لانا کیونکہ اوسنے اوس شے کے عین کو ہبہ کیا تھا اوسکے تصرف یا استعمال کو نہیں ہبہ کیا تھا۔ اس مقدمہ میں مال موہوب چند قطعات زمین تھے جنکا سود واہب نے اپنے لیے رکھا تھا۔" پھر اس باب میں یہاں پر وی کونسل فرماتے ہیں کہ

[1] مورس انڈین اپیلیں جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۰ ۱۲ منہ

"اب ملاحظہ کیجیے کہ اگر موہوب لہ کا یہ اقرار کرلینا کہ ان نوٹون کا سود میرے باپ (واہب) کی زندگی بھر اوسی (باپ) کو ملا کرے ایک شرط منافی ہبہ سمجھی جاے یعنے موہوب لہ کے قبض و تصرف کے منافی تصور کیجاے تو بھی از روے شرع محمدی نفس ہبہ نہ باطل ہوگا بلکہ یہ شرط باطل ہوگی۔ ہدایہ جلد ۳ کتاب الہبہ صفحہ ۳۰۷ ملاحظہ ہو۔ پس اس علاقہ کی صرف آمدنی واہب کے تصرف مین آنے سے اسکا ہبہ باطل نہ ہوگا لہذا اسب جج کی تجویز اس باب مین غلط ہے۔ گو ہبہ نامہ مین یہ شرط لکھی ہے کہ یہ جایداد منتقل نہ کیجاے مگر اس سے بھی یہ ہبہ نہیں فاسد ہوسکتا۔ اب رہا دوسرا عذر اوسکی نسبت عالم ججون نے یہ فرمایا ہے کہ۔

"اپیلانٹ نے جو اعتراض اوس تجویز پر کیا ہے جو زینہ اور دروازہ اور پاخانہ کے باب مین سب جج نے لکھی ہے وہ عذر بھی صحیح ہے۔ مال موہوب کے اس جزر کا ہبہ اسلیے ناجائز قرار دیا ہے کہ یہ اشیاء غیر منقسم ہین،،

"اس باب مین ہدایہ کتاب الہبہ مین لکھا ہے کہ" ہبہ کسی چیز کے جزر قابل الانقسام کا جائز نہین ہے تا وقتیکہ جزر مذکور واہب کی جائداد سے جدا نہ کرلیا جاے مگر ہبہ شے غیر قابل الانقسام کے جزر کا جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء مذکورہ اوس مکان کے رہنے والوں کو مشترک تہین اور وہ دیگر اعتبارات سے بھی منقسم تھا مگر وہ اشیاء غیر قابل الانقسام ہین اور واہب نے اپنی تمام حقیت اوس جائداد مین موہوب لہم کو بخشدی ہے لہذا یہ ہبہ ناجائز نہین ہے۔ یہ محض ایک مہمل بات ہے کہ مکان کی نسبت تو ہبہ جائز رکھا جاے مگر اوسمین آمد و رفت کے سب ذرایع مسدود کردیے جاین "

دو شخصون کو بالمشارکت کوی جائداد ہبہ کرنا جائز ہے اگر اونکو یہ اجازت دیجاے کہ اسکو باہم تقسیم کرلین یا یہ کہ اونکا قبضہ مال موہوب پر کرا دیا جاے۔ مگر جب ایک موہوب لہ نابالغ ہو اور دوسرا بالغ ہو تو اس مسئلہ مین شک ہے۔ ردالمختار مین لکھا ہے کہ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر ایک نابالغ اور ایک بالغ کو بالمشارکت ہبہ کیا جاے تو

مال مشاع مین اونکے حصون کی تعیین و تصریح نہ کردی جاے تو ہبہ ناجائز ہی اور چونکہ نابالغ خود
اپنے حصہ پر قبضہ نہین کرسکتا لہذا ہبہ کی تکمیل نہین ہوسکتی۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے
نزدیک انمین کچھ فرق نہین ہی کہ ہبہ دو بالغون کو کیا جاے یا ایک بالغ اور ایک نابالغ کو
یا دو نابالغون کو جیسا سابق مین عرض کیا گیا۔

پھر اوسی کتاب مین لکھا ہی کہ ” اگر ہبہ ایک بالغ اور ایک نابالغ کو کیا گیا ہو اور
وہ نابالغ اوس بالغ کی حراست مین ہو یا دو بیٹون کو ہبہ کیا ہو جن مین سے ایک بالغ اور
دوسرا نابالغ ہو تو ہبہ جائز نہین ہی۔ جن وجوہ پر یہ اصول مبنی ہین وہ بعید از قیاس
معلوم ہوتے ہین گو ہای کورٹ الہ آباد نے بمقدمہ نظام الدین بنام زبین بی بی[1]
ظاہرا اون اصول کو تسلیم کرلیا ہی۔

اس مقدمہ مین ایک شخص قادر بخش نامے نے ایک ربع جایداد کی وصیت
اپنے اولاد اکبر ظہیر الدین کے حق مین اس شرط سے کی تھی کہ ایک جز اس جایداد کا جو دریا کے
ادی کے شمال مین واقع ہی اور جسمین کچھ اراضی از قسم لکھراج داخل ہی موصی کی وفات کے بعد
ظہیر الدین کو ملے اور ما بقی جو دریاے مذکور کے جنوب مین ہی موصی کے چھوٹے بیٹے امان اللہ
کو ملے اور اوسکے قبضہ مین اس غرض سے رہے کہ وہ دونون حصون کی مالگذاری وصول
کرکے سرکار مین داخل کرے اور کچھ حساب کتاب نہ سمجھاے تا وقتیکہ ظہیر الدین کے یہان
کوی لائق اولاد پیدا ہو کیونکہ ظہیر الدین اوس علاقہ کے انتظام کی لیاقت نہین رکھتا تھا
جسکی مالگذاری گورنمنٹ کو دیجاتی تھی۔ اپنے باپ کے مرنیکے بعد ظہیر الدین اور امان اللہ
جایداد مذکورۂ بالا پر حسب منشاء موصی قابض و متصرف رہے۔ یکم ستمبر ۱۸۶۴ع کو
ظہیر الدین نے ایک ہبہ نامہ جمس اوس جایداد کا جو بذریعۂ وصیت اوسکو ملی تھی اپنے
دو بیٹون نظام الدین اور صدر الدین نابالغ کے نام لکھدیا اور اوس ہبہ نامہ مین اون

[1] انڈین لا رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۵۳۰ سلسلۂ الہ آباد ۱۲ منہ

دونون بھائیون کے حصون کی کچھ تصریح نہین کی اور نہ یہ لکھا کہ کس طریقہ سے وہ جائداد
اون کے پاس ہی یا اون مین تقسیم کیجاوے - اوسی سال اوس ہبہ نامہ کی رجسٹری ہوگئی
اور دریاے راوی کے شمال مین جو اراضی تھی اوسکا داخل خارج بھی ہوگیا ظہیرالدین
نے ۱۸۶۹ع مین انتقال کیا اور چند بیٹیان اور ایک نابالغ بیٹا چھوڑا جو اوسوقت پیدا
ہوا تھا جبکہ ہبہ نامہ نظام الدین اور صدرالدین کے نام تحریر ہوچکا تھا اور ظہیرالدین کا قبضہ
اوس جائداد پر جو دریاے راوی کے جنوب مین تھی کبھی نہ رہا تھا بلکہ وہ جائداد امان اللہ
اور اوسکے بیٹے کے قبضہ مین رہی تھی جو کچھ حساب اوسکے منافع کا ظہیرالدین کو نہین سمجھاتے
تھے اور ۱۸۸۰ع تک موہوب لہم کو اوس جائداد پر قبضہ بھی نہ حاصل ہوا تھا - دریابہ
اوس جائداد کے جو دریاے راوی کے شمال مین واقع تھی یہ معلوم ہوا کہ موہوب لہم کا
قبضہ کرادیا گیا تھا - جب ظہیرالدین کی ایک بیٹی زبیدہ بی بی نے یہ نالش کی کہ جو حصہ جائداد
کا میرے باپ نے چھوڑا ہی اوسکی مستحق مین شرعاً ہون وہ مجھکو دلاپاجاوے اور ہبہ نامہ منسوخ
کیا جاوے تو عدالت ابتدائی نے یہ تجویز کیا کہ ہبہ نامہ جائز ہی کیونکہ اوسمین مال موہوب کے
تعین و تصریح کردی ہی - مگر عدالت اول اپیل نے اس فیصلہ کو منسوخ کرکے مقدمہ کو واپس
کیا کہ اوس منافع کا تصفیہ کیا جاوے جو مدعیہ کو ملنا چاہیئے اور یہ تجویز کیا کہ یہ ہبہ نامہ از روئے
شرع محمدی ناجائز ہی کیونکہ ہبہ بلا تعیین و تصریح حصص موہوب لہم ہوا ہی اور موہوب لہم
کا قبضہ ایک جز مال موہوب پر یعنے اوس جز پر جو دریاے راوی کے جنوب مین واقع
ہی واہب کے وفات کے بعد تک نہین ہوا تھا - مگر اوس عدالت نے صاف صاف نہین
لکھا ہی کہ آیا یہ ہبہ بنسبت اوس جز کے جو دریاے راوی کے شمال مین واقع تھا فوراً
نافذ ہوگیا تھا یا نہین اور اوس عدالت نے یہ بھی تجویز کیا کہ واہب کو مجنون یا سفیہ سمجھنے کے
وجوہ کافی نہین پاے گئے گو اوسکے باپ نے اوسکو علاقہ کا انتظام کرنیکی اجازت نہین دی کی
اس مقدمہ کا اپیل خاص ہای کورٹ مین ہوا اور وجوہ اپیل یہ تھی کہ

یہ ہبہ از روے شرع محمدی ناجائز ہی اسواسطے کہ موہوب لہم نے صرف ولیا قبضہ اراضی
واقع جنوب دریاے راوی پر پایا تھا جیسا قبضہ واہب دے سکا تھا مگر دریاے مذکور کے
شمال مین جو اراضی تھی اوسپر قبضہ واقعی پایا تھا اور گو مال غیر منقسم کا ہبہ خلاف شرع ہی تاہم
چونکہ موہوب لہم کا قبضہ ہو گیا تھا لہذا یہ ہبہ مطلقاً ناجائز نہین ہی

ہای کورٹ نے اس مقدمہ مین یہ تجویز فرمایا ہی کہ۔

"اس مقدمہ مین مدعیہ نے اپنے باپ ظہیر الدین کی جائداد مین حصہ پانیکا
دعوی کیا ہی اور اوسکا جواب یہ دیا گیا ہی کہ ظہیر الدین نے جو کسیقدر ضعیف تھا ایک ہبہ نامہ
اپنے بیٹون یعنے اپیلانٹون کے نام ۱۲۷۳ھ مین تحریر کیا تھا۔ اس ہبہ نامہ کی تاریخ تحریر
کے بعد ظہیر الدین کے یہان ایک اور بیٹا پیدا ہوا تھا۔ پس اس ہبہ نامہ کا اثر یہ ہوا ہی کہ
متوفی کا سب سے چھوٹا بیٹا اور چند بیٹیان بغیر کسی وجہ وجیہ اور سبب کافی کے محجوب الارث ہوگئی
ہین۔ عدالت ابتدائی نے اس ہبہ نامہ کو جائز قرار دیکر مدعیہ کے دعوی کو خارج کیا۔ عدالت
ماتحت اپیل نے اس ہبہ نامہ کو تین وجوہ سے ناجائز قرار دیا۔ اول یہ کہ مال موہوب
قابل الانقسام تھا مگر ہر دو موہوب لہم مین نہین تقسیم کیا گیا۔ دوم یہ کہ ایک جز جائداد کا
ہبہ نامہ تحریر ہونیکی وقت خود واہب کے قبضہ مین نہ تھا۔ سوم یہ کہ جب ایک جز جائداد
موہوبہ کا واہب کے قبضہ مین نہ تھا تو واہب اوسکو موہوب لہم کے نام منتقل نہ کر سکتا تھا
۔ دوسرے جز جائداد کی نسبت جسکو فریقین نے تسلیم کر لیا ہی کہ اوسوقت واہب کے
قبضہ مین تھا عدالتہاے ماتحت نے اس امر کی تحقیقات کیا نہین کی ہی کہ آیا یہ ہبہ نامہ
ظہیر الدین کے وفات کے قبل نافذ ہو چکا تھا۔ اگر یہ ہبہ نامہ اوس جائداد مین جو دریاے
راوی کی سمت شمالی مین واقع تھی فوراً نافذ ہو گیا تھا کہ عدالتہاے ماتحت کی راے کا میلان
اسی طرف معلوم ہوتا ہی اور عمدہ شہادت بھی اسکی تائید مین موجود ہی تو ہم یہ نہین تسلیم کر سکتے
کہ یہ ہبہ نامہ اوس جائداد کی نسبت نہین نافذ ہوا تھا جو دریاے مذکور کے جنوب مین واقع تھی

جز و آخر الذکر اس جائداد کا ایک امین کے سپرد تھا جسپر فرض تھا کہ اس جز کے منافع سے کل
مالگذاری جو دونون حصون پر مشخص ہوئی تھی ادا کرے - پس جو شخص یا اشخاص حصہ شمالی پر
قابض تھے اونکو یہ نہین تصور کر سکتے کہ دوسرے حصہ پر جس سے وہ اشخاص یا شخص مالگذاری
دیا کرتے تھے قابض نہ تھے یا اوسکا منافع نہ لیتے تھے - بہر تقدیر واہب نے موہوب لہم کو دینا
قبضہ یا جیسا وہ خود رکھتا تھا اور جیسا قبضہ وہ حصہ جنوبی پر دے سکتا تھا - البتہ جج کی دوسری
اور تیسری دلیل کی صحت مین تو ہمکو کلام ہے مگر اوسکی پہلی دلیل کو ہم غلط نہین کہہ سکتے - شرع
محمدی کا عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شے قابل الانقسام دو شخصون کو ہبہ کیجاے تو واہب کو
چاہیے کہ ہبہ کرنیکے وقت اوسکو تقسیم کر دے یا ہبہ کرنیکے بعد فوراً اور موہوب لہم کو
قبضہ دینیکے پیشتر تقسیم کر دے تاکہ مشاع کا عذر جاتا رہے اور قبضہ کامل حاصل ہو سکے
- مگر اپیلانٹون کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ اگرچہ جائداد غیر منقسم کا ہبہ خلاف شرع ہے
تاہم اگر موہوب لہم کا قبضہ ہو گیا ہو تو ایسا ہبہ مطلقاً ناجائز نہین ہو گا - اس بحث کا نتیجہ
صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کا قول ہے اور اسکے مخالف امام اعظم کا قول ہے
لکن ردالمختار اور فتاوے عالمگیری کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی خاص صورت
مین جیسا یہ مقدمہ ہے جسمین ایک موہوب بالغ اور دوسرا نابالغ ہے مال غیر منقسم کا ہبہ صرف فاسد
ہی نہین ہے بلکہ مطلقاً باطل ہے - اس قاعدہ کے وجوہ بھی بیان کر دیے ہین اور لکھا ہے کہ ایک خاص
تدبیر یا حیلہ شرعی سے اس قاعدہ کو ٹال سکتے ہین مگر وہ حیلہ شرعی سمجھ مین نہین آتا اور نہ یہ دعوی
کیا گیا ہے کہ اس مقدمہ مین ہبہ نامہ کا کاتب یا مکتوب الیہ اوس حیلہ شرعی کو عمل مین لایا تھا -
ہم جہان تک ہم سمجھتے ہین تو وہی راے صحیح معلوم ہوتی ہے جو عدالت ماتحت
اپیل نے لکھی ہے اور وہی راے شرع محمدی کی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے - اگر ایسا نہ ہوتا
تو اس بات مین غور کرنا ہمپر فرض ہو جاتا کہ آیا اس مقدمہ مین شرع محمدی جاری کرنا
واجب ہے یا اسکا فیصلہ اصول عدل و انصاف و ایمان کے موافق کرنا چاہیے -

چنانچہ ہم اسمین بحث نہین کرتے بلکہ صرف اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتے ہین کہ چونکہ یہ ہبہ نامہ از روے
شرع محمدی ناجائز ثابت ہوا ہی لہذا ایسے مخصوص حالات مین عدل و انصاف اور ایمان کا
مقتضی بھی یہ نہین ہی کہ یہ ہبہ نامہ جائز رکھا جاوے - اسکو تحریر ہوے ابھی بارہ برس بھی
نہین ہوئے ہین اور اگر ظہیر الدین زندہ ہوتا تو اوسکے ورثہ اسکو یہ کہکر کہ اسکی پابندی ہمپر
فرض نہین ہی منسوخ کر سکتے تھے - پس اب بھی وہ اسکے جواز مین کلام کر سکینگے بقینا اور
بخوبی مجاز ہین ؛؛

" اس فیصلہ کے آخر مین جو استدلال کیا ہی اوسکو سمجھنا ذرا مشکل ہی اور معلوم ہوتا ہی
کہ چند وجوہ پر مسئلہ مشاع حنفیہ کے نزدیک مبنی ہی اون مین چیجان ہای کورٹ نے کچھ مباحثہ
فرمایا ہی - اسمین کچھ شک نہین ہی کہ مشاع کا اصول اس وجہ سے پیدا ہوا ہی کہ فقہاے
حنفی کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ جائداد مشترکہ غیر منقسم کے قبضہ مین دقت پڑے گی - یہ
گمان کیا گیا ہی کہ مثلا جب کوی چیز زید کو کہ بالغ ہی ہبہ کیجاوے اور عمرو کو بھی ہبہ کیجاوے
جو نابالغ ہی اور زید کی ولایت مین ہی تو عمرو کا قبضہ ایسا مشتبہ رہے گا کہ بڑے بڑے جھگڑے
پیدا ہونگے - علی ہذا القیاس جب ایک پسر بالغ اور ایک پسر نابالغ کو بالمشارکت ہبہ کیا جاوے
تو اونکا باپ بطور ولی شرعی کے پسر نابالغ کے حصہ پر قابض رہیگا اور پسر بالغ اپنے حصہ پر
خود قابض ہوگا - پس ظن غالب ہی کہ ہر دو موہوب لہم کے قبضہ مشترک سے نہ صرف اون دونون
مین بکھیڑا ہوگا بلکہ اونمین اور واہب مین دقت پیدا ہوگی - اور یہ دقت اور یہ بکھیڑا اوس
صورت مین اور زیادہ ہو جاوے گا جبکہ باپ کے کچھ قرضخواہ ہون اور وہ یہ کہین کہ یہ ہبہ ہمکو
فریب دینے کے لیے کیا ہی - پس اس اصول کو اس نظر سے دیکھئے تو ظن غالب ہوتا ہی کہ
یہ اصول کچھ تو اسلیے مقرر کیا گیا تھا کہ قرضخواہ محفوظ رہین اور کچھ اس غرض سے کہ واہب
یا اوسکے قائم مقام ہر اس معاملہ کی کامل ہونے مین کچھ قیل وقال نہ کر سکین - موہوب لہ کو
جو کچھ ہبہ مین ملتا ہی تبرعاً یا رعایتاً ملتا ہی اور جب محض رعایتاً ملا تو اوسکا حق مال موہوب پر

کامل نہین ہوسکتا تا وقتیکہ واہب اپنی نیت اور ارادہ وہ جائداد موہوب لہ کو بخشدینے کا بخوبی ظاہر نہ کردے - یہ ارادہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ واہب موہوب لہ کا قبضہ موہوب پر کرادیتا ہے یا اوسکو قبضہ کی اجازت دیتا ہے یا اوسکو اپنی دیگر جائداد سے یا اپنے شرکا کی جائداد سے اس طرح جدا کردیتا ہے کہ کوئی بکھیڑے کی گنجائش نہ باقی رہے جبتک یہ کیا جاے قبض کامل نہین ہوسکتا اور ہبہ محض ایک فعل ناقص ہوتا ہے - اگر موہوب لہ نابالغ ہو تو اوسکے ولی کا قبضہ ضرور کرادیا جاے - اور اگر کوئی قرضخواہ نہ ہو جسکا قرضہ مال موہوب پر عائد ہوسکے اور اگر ہبہ مین قبضہ ہوگیا ہو اور باقی رہا ہو تو ہبہ جائز ہوگا - اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس ملک مین ملکیت اراضی کی ہبہ کی نسبت داخل خارج[1] کا قاعدہ اور اور احکام قانونی جنسے انتقال جائداد ثابت ہوتا ہے محض بے نامی معاملات کا اندیشہ دفع کرنیکے لیے کافی ہین"

فقہاے حنفی نے شیوع کے اصول سے بچنے کی جو تدبیر لکھی ہے اوس سے بخوبی ثابت ہے کہ وہ خود اس قاعدہ کی سختی کو ناپسند کرتے ہین - جیسا ردالمختار مین لکھا ہے کہ -

" اگر ہبہ ایک بالغ اور ایک نابالغ کے نام ہو اور وہ نابالغ اوس نابالغ کی پرورش یا حراست مین ہو یا دو بیٹون کے نام ہو جنمین سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہو تو ایسا ہبہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ نابالغ کیطرف سے اوسکا ولی قبضہ کرسکتا ہے - تاہم ایک حیلہ شرعی سے بالغ اور نابالغ دونون کے نام بالمشارکت ہبہ ہوسکتا ہے - وہ حیلہ شرعی یہ ہے کہ کل مال موہوب بالغ کے سپرد کرکے دونون کو ہبہ کردیا جاے - اس صورت مین بالغ موہوب لہ نابالغ کا امین ہوگا اور چونکہ اوسکا قبضہ بطور امین کے ہوچکا ہے لہذا شیوع کا اعتراض نابالغ کے حصہ کے ہبہ پر نہ وارد ہوگا "

اگر کوئی شخص دس درہم دو محتاجون کو بطور صدقہ کے دے یعنے خدا کی راہ مین دے تو ایسا ہبہ شیوع کی علت سے فاسد نہ ہوگا "

---

[1] شاید اس سے اسم فرضی مراد ہے ۱۲ - مترجم

دو دولتمند آدمیون کو صدقہ دینا ہبہ ہی لہذا ایسے مال موہوب مین شیوع عارض ہوگا اور ایسا ہبہ نافذ نہ ہوگا تا وقتیکہ وہ مال تقسیم نہ کر دیا جاے۔ شیوع کے عذر سے ہبہ صرف فاسد ہوجاتا ہی باطل نہین ہوتا۔ ہبہ باطل اور ہبہ فاسد یا غیر مکمل مین بڑا فرق ہی۔ بزازیہ مین لکھا ہی کہ ہبہ فاسد قبضہ سے جائز ہوجاتا ہی اور اسی قول کے موافق فصل خصومات کیا جاتا ہی نہ اوس قول کے موافق جو عمادیہ مین لکھا ہی۔ پس جب کوئی چیز دو شخصون کو ہبہ کیجاے تو دونون کے قابض ہوجانے سے اوسکا عدم جواز رفع ہوجاتا ہی۔ اور ہبہ مشاع مین اگر موہوب لہم مال موہوب کو ہبہ ہونیکے بعد باہم تقسیم کرلین تو ہبہ جائز ہوگا۔

بزازیہ کے موافق نصف مکان کا ہبہ جو بعلت شیوع فاسد ہوتا ہی اسطرح جائز ہوسکتا ہی کہ پہلے واہب اوس مکان کو ایک قیمت معینہ پر فروخت کرے بعد اوسکے قرضدار کو وہ قرضہ یعنے قیمت معاف کردے۔

شیوع یا اشتباہ سے ہبہ فاسد اوسوقت ہوجاتا ہی جبکہ ہبہ کرنیکے وقت مال موہوب مشاع یا مشتبہ ہو اور اگر بعد ازآن مشتبہ ہوجاے تو ہبہ فاسد نہ ہوگا اور اشتباہ بھی ایسا ہو جو شرعاً معتبر ہی۔

اگر کوئی شخص دو درہم رکھتا ہو اور کسی شخص سے کہے کہ مینے تجھکو انمین سے ایک درہم ہبہ کیا تو اس صورت مین اگر وہ دونون درہم ہموزن ہون اور دونون خالص ہون تو ہبہ درست نہ ہوگا لکن اگر وہ دونون یکسان نہ ہون تو ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ آخر الذکر صورت مین شیوع کا عذر تقسیم سے نہین رفع ہوسکتا اسی طرح اگر وہ دو درہمون کا ایک ثلث ہبہ کرے تو بھی ہبہ جائز ہوگا۔

جب موہوب لہ کو اختیار دیا جاے کہ دو چیزون مین سے ایک کو پسند کرلے تو اگر اوسوقت پسند کیا ہو جبکہ وہ اپنے منشا کو صاف صاف بیان کرسکتا ہو تو ہبہ درست ہوگا

---

ؔ رد المختار سفاد اے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۲۵ ۱۲-منہ

۔ مثلاً اگر کوی شخص سے کہے کہ ان دو تھانون مین سے ایک تھان تم لے لو اور دوسرا تھان اپنے بیٹے کے لیے رہنے دو تو اس صورت مین اگر موہوب لہ اونمین سے ایک تھان پسند کر لے قبل اسکے کہ وہ یا واہب اوس مجلس سے جسمین یہ عقد ہبہ ہوا تھا چلا جاے تو ہبہ جائز ہوگا۔

اگر کوی شخص دوسرے شخص کا دو چیزون کا قرضدار ہو اور اونمین سے ایک چیز نقد ہو اور دوسری چیز گلہ گوسفند ہو اور قرضخواہ قرضدار سے کہے کہ مینے تجھکو ان دونون مالونمین سے ایک مال ہبہ کیا تو ایسا ہبہ جائز ہوگا۔

نامحدود ہونیکے عذر پر جب بہت زور دیا جاتا ہی تو اکثر موہوب لہ یا موہوب لہم کو اس امر سے مانع ہوتا ہی کہ اوس اختیار کو جو اونکو مال موہوب پر قبضہ کرنیکا حاصل ہی عمل مین لا کر اوس ہبہ کو جو ابتدا مین ناجائز تھا جائز کر دین۔ اس دقت کو رفع کرنیکے لیے فقہاے عرب نے تحلیل کا مسئلہ نکالا ہی جسکے معنے حقیقی حلال بنا دینے کے ہین مگر جب ہبہ پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہی تو اسکے معنی یہ ہوتے ہین کہ واہب کا مال موہوب کو موہوب لہ پر حلال کرکے ہبہ کو جائز کر دینا۔ امثلۂ ذیل سے یہ مسئلۂ تحلیل ہبہ کا بخوبی سمجھ مین آجاے گا۔[1]

اگر کوی شخص کسی سے کہے کہ جو کچھ میرے مال مین سے تمنے کھایا ہی تمھارے لیے حلال ہی تو اوسکو ایسا کرنا جائز ہی لیکن اگر کوی علامت تنازع یا فساد کی پای جاے تو اوسکو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ ملتقات مین یہی لکھا ہی۔

اگر کوی شخص کسی سے کہے کہ جس کسی نے میرے مال مین سے کھایا ہی اوسکے لیے حلال ہی تو فتوی یہی ہی کہ اوسکو حلال ہی جیسا سراجیہ مین لکھا ہے۔

ایک حدیث مین ابن مقاتل سے منقول ہی کہ ہر شخص کو خواہ امیر ہو خواہ غریب کسی درخت کا میوہ کھانا جائز ہی جبکہ اوسکے مالک نے کہدیا ہو کہ میرے درخت کا میوہ

---

[1] فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۱۲۵۳۱ – منہ

کھانا سب لوگون کو حلال ہی - فتاوی عتابیہ مین یہی لکھا ہی -

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جتنے حقوق تمھارے مجھپر ہین اون سب کو بحل کردو اور وہ بحل کردے اور سائل کو بری الذمہ کردے تو اس صورت مین اگر صاحب حق اپنے حقوق سے واقف تھا تو سائل شرعاً اور ایماناً بری الذمہ ہوجاے گا - لکن اگر صاحب حق اپنے حقوق سے ناواقف تھا تو سائل صرف شرعاً بری الذمہ ہوجائیگا - مگر امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہی کہ وہ ایماناً بھی بری الذمہ ہوجاے گا - اور یہی فتوی ہی جیسا خلاصہ مین لکھا ہی -

اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز دے جسکو یہ دوسرا شخص اپنے اسباب مین آمیختہ کردے اور یقین کلی رکھتا ہو کہ اوس چیز مین اور اپنے اسباب مین کچھ تمیز نہ کرسکیگا اور وہ اوس شخص سے جسنے وہ چیز دی ہی کہے کہ یہ شے مجھپر حلال کردیجیے اور وہ حلال کردے تو وہ چیز اوسپر حلال ہوجاے گی - لکن بعد ازان جب وہ اوس چیز کو پہچان جاے تو اوسکو مسترد کردے - کنایہ مین یہی لکھا ہی -

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جو کچھ تیرا جی چاہے یا جو کچھ تجھے ملجاے میرے مال مین سے لے لے تیرے لیے حلال ہی تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تحلیل صرف درہم و دینار پر محدود ہی - پس اوس شخص کو زمین یا درخت یا بادام یا گاے یا بکری لینا حلال نہ ہوگا - ظہیریہ مین اور خلاصہ مین یہی لکھا ہی -

اگر کوئی شخص کہے کہ مینے اپنے مال مین سے کھانا دوسرے شخص پر حلال کردیا ہی اور اوس دوسرے شخص کو یہ بات نہ معلوم ہو تو اس صورت مین اگر وہ شخص اوس مال مین سے کچھ کھاجاے تو حلال نہین ہی اور محیط سرخسی اور تاتارخانیہ مین لکھا ہی کہ اوس شخص کو اوس مال مین سے کھانا جائز نہین ہی تاوقتیکہ اوسکے مالک کی اجازت نہ معلوم ہوجاے "

ایک شخص دوسرے کا قرضدار ہی اور یہ قرضدار قرضہ کی مقدار سے واقف

نہین ہی اور قرضدار قرضخواہ سے کہے کہ تیرا جو قرضہ مجھپر ہے مجھکو معاف کردے اور وہ یہ جواب دے کہ مینے تجھکو دنیا و آخرت دونون مین معاف کیا تو نصیر ایک فقیہ ہین اونکا قول یہ ہے کہ قرضدار صرف اوسقدر قرضہ سے بری ہوجاے گا جسقدر قرضخواہ کو یقین ہی کہ اسپر میرا آتا ہے مگر محمد ابن سلمہ سے منقول ہی کہ وہ شخص کل قرضہ سے بری ہوجاے گا دو فقیہ ابو لیث اور دیگر فقہا نے فرمایا ہی کہ ابن سلمہ کا جو قول ہی وہ قاضی کا فیصلہ ہی اور نصیر کا قول آخرت سے تعلق رکھتا ہی۔ ذخیرہ مین یہی لکھا ہے —

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جو کچھ تونے میرے مال مین سے کھایا ہی یا لیا ہی یا دیا ہی وہ سب تجھپر حلال ہی تو اس صورت مین جو کچھ اوسنے کھایا ہی وہ تو حلال ہی مگر جو کچھ لیا دیا ہی وہ حلال نہین ہی – سراج الوہاج مین یہی لکھا ہی —

اگر کوئی شخص ایک بیمار یا جانور کو یہ کہکر چھوڑدے کہ جو شخص اسکو گرفتار کرکے اپنے مصرف مین لاے یہ جانور اوسیکا ہوجاے گا اور فرض کرو کہ کوئی شخص اوسکو پکڑکر اپنے استعمال مین لائے تو وہ جانور شرعاً اوسکا مال ہوجاے گا۔ ابو القاسم کا یہی فتوی ہی —

اگر کوئی پالو چڑیا (طیر امملوکا) چھوڑدیجاے تو اوسکا حال بھی اوس بیمار جانور کا سا ہی —

اگر کوئی شخص کسی جائداد کو غصب کرلے اور اوس مال کا مالک حقیقی کہدے کہ مینے اپنے تمام حقوق تجھپر حلال کیئے تو علماے بلخ کا قول یہ ہی کہ اس صورت مین وہ غاصب تمام نقصانات سے بری الذمہ ہوجاے گا مگر اوس مال مخصوص کو واپس کرنیسے بری ہوگا – کنایہ مین یہی لکھا ہی مگر رسول اللہ صلعم سے ایک حدیث مین منقول ہی کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے مال کا ذمہ دار ہو اور اوسکا مالک کہے کہ مینے تجھپر یہ مال حلال کردیا تو یہ ہبہ ہوجاے گا لکن اگر وہ کہے کہ تحل لک یعنی یہ مال تیرے لیے حلال ہی تو یہ ابرا ہوگا ہبہ نہ ہوگا – ذخیرہ مین یہی لکھا ہی —

اگر کوئی شخص کہے کہ من ہمہ قرضداران خود را بحل کردم تو یہ ابرا قرضدار ونکا

ہو جاے گا مگر مساجد کا ابراء ہو گا۔ خلاصہ مین یہی لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے وکیل سے کہے کہ میرے مال سے ایک درہم سے سو درہم تک کھانا تجھپر حلال ہے تو اوس وکیل کو سو یا پچاس درہم یکبارگی لے لینا حلال نہین ہے بلکہ صرف اوسقدر لینا حلال ہے جسقدر راوسکے واجبی گذارہ کے لیئے درکار ہو۔ منتقےٰ مین یہی لکھا ہے۔

## فصل چہارم

### مال مشاع کا ہبہ مذہب شیعہ کے موافق۔

شیعون کے نزدیک مال مشاع یعنے جایداد مشترکہ غیر منقسمہ کے ایک حصہ کا ہبہ شرعاً جائز ہے۔ چنانچہ شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ وہ اوس مال پر اوسیطرح قبضہ کیا جاے جسطرح بیع مین ہوتا ہے یعنے واہب اوسکو صرف حوالہ کردے یا خالی کردے۔ قبضہ کی حقیقت مال موہوب کی نوعیت پر موقوف ہے جیسا سابق مین شرع حنفی کی بحث مین لکھا گیا۔ اور یہی قول علامہ حلی رح نے تحریر الاحکام مین لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ہبہ کی سب صورتون مین جنمین جایداد غیر منقولہ ہبہ کی گئی ہو صرف قبضہ ظاہری دیدینا جسمین قبضہ کے علامات موجود ہون کافی ہے۔ مگر جایداد منقولہ کے ہبہ مین جہانتک موہوبہ کی نوعیت متعلق ہے وہانتک قبض بالید شرط معلوم ہوتا ہے۔

پس مذہب شیعہ کے موافق اسمین کلام نہین ہے کہ اگر کوئی چیز دو آدمیون کو بالمشارکت ہبہ کیجاے تو اونمین سے ہر ایک موہوب لہ اوسکے ایک جزو کا مالک ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اونمین سے ایک شخص ہبہ کو قبول کرکے قبضہ کرلے اور دوسرا شخص نہ قبول کرے تو قبول کرنیوالے کے تام ہبہ صحیح ہوگا۔

جیسا مذہب حنفی مین قبول جواز ہبہ کی شرط ہے اوسیطرح شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ عقد ہبہ مین ایجاب وقبول ساتھ قبضہ کے ہونا شرط ہے

ایجاب کے یہ معنی ہین کہ واہب اپنی یہ نیت یا خواہش ظاہر کرے کہ حق ملکیت اپنے مال کا بطور ہبہ کے موہوب لہ کیطرف منتقل کرتا ہے مگر یہ معاہدہ جائز نہین ہے تاوقتیکہ واہب

بالغ و رشید اور صحیح العقل اور اپنے مال پر قابض و متصرف نہ ہو یعنے اتنا شعور رکھتا ہو کہ
اس فعل کی حقیقت کو سمجھ سکے اور کوئی نقص شرعی بھی اوسمین نہ ہو۔

جب قرضخواہ قرضدار کو قرضہ معاف کردے تو یہ بمنزلہ ہبہ کے ہوگا اور سنّی اور شیعہ
دونون کے نزدیک جائز ہی مگر چونکہ قرضہ پر یا شئے غیر مقبوض پر قبض بالید حاصل کرنا دشوار ہی
لہذا بعض علمائے شیعہ نے جنمین سے صاحب شرایع بھی ہین لکھا ہی کہ قرضخواہ قرضہ وصول
کرنیکا حق تیسرے شخص کو نہین ہبہ کرسکتا۔ مگر بعض علمائے شیعہ کا قول مثل شیخ ابوجعفر طوسی
کے اسکے خلاف ہی اور اسمین کچھ شُبہ نہین ہی کہ علمائے شیعہ کے اقوال کا تتبع کرنے سے اور
صدہا برس شیعون مین جو عملدرآمد رہا ہی کہ شئے غیر مقبوض کا ہبہ ہمیشہ جائز سمجھا گیا ہی اوسپر نظر
کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ قرضہ یا وہ حق جو دوسرے کے ذمہ ہو قرضخواہ یا صاحب ذمہ
تیسرے شخص کو تبرعًا بطور ہبہ کے منتقل کرسکتا ہی۔ چنانچہ بمقدمہ نواب امجد علی خان
بنام محمدی بیگم وغیرہ پرامیسری نوٹ ہبہ ہوئی تھی اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نوٹونکا ہبہ بمنزلہ اسکے
تھا کہ اوس سود کے وصول کرنیکے حق کو ہبہ کیا جسکی ضمانت مین وہ نوٹ سرکار نے دئے تھے
اس مقدمہ مین یہ بحث نہین پیش کی گئی کہ یہ ہبہ اسوجہ سے ناجائز ہی کہ سود وصول کرنیکا حق
ہبہ کیا گیا ہی حالانکہ فریقین شیعہ مذہب تھے۔ بلکہ اس ہبہ پر صرف یہ اعتراض کیا گیا کہ
ان نوٹون کا سود واہب اپنے حین حیات اپنے تصرف مین لاتا رہا اور ایسا تصرف شرعًا
ہبہ کو باطل کردیتا ہی۔ پس یہ کہہ سکتے ہین کہ شئے غیر مقبوض یا حق غیر مقبوض کو ہبہ کرنا
شیعون کے مذہب مین جائز ہی۔ شیعون مین جو لوگ احکام شرع مین توسیع کے
قائل ہین اونکے نزدیک ابرا کا جواز موہوب لہٗ کے قبول کرلینے پر موقوف
نہین ہی مگر بعض اکابر علمائے شیعہ نے مثل شیخ ابوجعفر طوسی رح کے حنفیہ سے
اتفاق کرکے فرمایا ہی کہ قرضخواہ یا دائن کا اذن ابرا کے جواز کے لیے ضرور ہی۔ اور
یہی قول اصول انصاف کے موافق معلوم ہوتا ہی۔ کیونکہ ابرا کے معنی صرف یہ ہین کہ قرضخواہ

یا دائن اپنا یہ ارادہ ظاہر کرے کہ قرضدار یا مدیون پر قبضہ کا دعوے کرے گا - لکن اگر قرضخواہ یہ ارادہ ظاہر کرے کہ قبضہ کا دعوے نہ کرے گا اور اس ابرا کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ قبضہ کا مطالبہ نکرسکے تو اس سے یہ نہین لازم آتا کہ قرضدار قرضخواہ سے اصرار نہ کرسکے کہ قرضہ کا ادا ہونا قبول کرلے دین کی تعریف ایک عالم انگریز[1] نے یہ لکھی ہو کہ دین وہ تعلق ہی جو دو آدمیون مین ہوتا ہی جنمین سے ایک شخص دوسریکے افعال پر متصرف ہونیکا ایک خاص حق رکھتا ہی اور اوسکو کسی خاص امر کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم کرتا ہی - یہی تعریف اوس معاملہ پر صادق آتی ہی جسکو فقہاے عرب کی اصطلاح مین عقد کہتے ہین - عقد کے معنی فقہاء اسلام کی اصطلاح مین یہ ہین کہ وہ تعلق جس سے ایک شخص کو دوسرے پر کوئی حق حاصل ہو جاتا ہی اور اوس شخص پر اس دوسرے شخص کا بھی کوئی حق اکثر پیدا ہو جاتا ہی - اسی خیال سے فقہاے حنفی نے یہ قرار دیا ہی کہ قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا یا معاف کردینا ہبہ کامل ہی بے اسکے کہ قرضدار اوس ہبہ کو قبول کرے - البتہ اگر وہ اوسکو نہ قبول کرے تو ہبہ منسوخ ہو جاے گا - مگر یہ قول صرف اصل قرضدار پر صادق آتا ہی اسواسطے کہ ضامن کو قرضہ ہبہ کرنا ہبہ کامل نہین ہی بدون اسکے کہ وہ اوسکو قبول کرے اور اگر وہ نہ قبول کرے تو منسوخ ہو جاے گا - اگر قرضخواہ اصل قرضدار کو قرضہ ہبہ یا معاف کردے اور وہ اوسکو قبول کرلے تو قرضدار اور ضامن دونون بری الذمہ ہو جاینگے لکن اگر قرضدار اوسکو نہ منظور کرے تو بری الذمہ نہ ہوگا - پس یہ سمجھنا چاہیے کہ شرایع الاسلام مین جو یہ قول لکھا ہی کہ ابرا کے لیے قبول شرط نہین ہی اسکی تفصیل اون مسائل سے معلوم ہوئی ہے جو جامع الشتات مین لکھے ہین اور جنسے ثابت ہوتا ہی کہ اگر ابرا نہ قبول کیا جاے تو غیر موثر اور باطل ہوگا - فقط

---

[1] پالک صاحب کی کتاب صفحہ ۱۲۳ - منہ [2] فتاوائے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۳۵ - ۱۲۵۳۶ - منہ -

# دوسرا باب

## ہبہ سے متعلق رسوم شرعیہ

## فصل اول

شرع محمدی میں ہبہ کسی خاص رسم شرعی کا تابع نہیں ہی نہ کوئی خاص شہرت یا اعلان اوسمین درکار ہی۔ ہبہ زبانی اور تحریری دونون طرح سے ہوسکتا ہی۔ مگر جب جائداد غیر منقولہ کا ہبہ تحریرًا کیا جائے تو ایکٹ رجسٹری اور ایکٹ اسٹامپ کے احکام کی تعمیل کرنا ضرور ہی۔

ہبہ کرنیکے لیے کچھ خاص الفاظ استعمال کرنا ضرور نہین ہی (یعنے ہبہ کا کوئی خاص صیغہ نہین ہی) بلکہ اگر ایجاب وقبول زبانی نہوا ہو اور گردار یا افعال سے ہبہ کا ارادہ مفہوم ہو تو وہی کافی ہی[1]۔ اگر ہبہ تحریری یا زبانی کیا گیا ہو تو کوئی لفظ جس سے واہب کا ارادہ شی موہوب کو بخش دینے کا معلوم ہوتا ہوا وس شی کی ملکیت کے انتقال کو کافی ہی۔ مشکوک صورتوں مین صرف اون قرائن پر عمل کرنا چاہیے جو ہبہ کے ارادہ پر دلالت کرتی ہون۔ خلاصہ یہ کہ اگر واہب کے کلام سے اوسکا یہ ارادہ پایا جائے کہ حق ملکیت شی موہوب کا اوسنے منتقل کیا ہی تو بس یہی ہبہ ہوجائیگا لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ واہب کا ارادہ صرف منافع ہبہ کرنیکا تھا عین ہبہ کرنیکا نہ تھا تو یہ عاریت ہوگی[2]۔

---

[1] ھو الایجاب وفی خزانۃ الفتاوی اذا دفع لابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا دلت دلالۃ التملیک۔ قلت فقد افادت التلفظ بالایجاب والقبول لا یشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع لفقیر شیئا وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشیٔ وکذا یقع فی الھدیۃ ونحوھا۔ ردّ المختار جلد ۴ صفحہ ۷۷۲ ۱۲ منہ

[2] والاصل فی ھذہ المسائل انہ اذا اتی بلفظ ینبئ عن تملیک الرقبۃ یکون ھبۃ واذا کان منبئا عن تملیک المنفعۃ تکون عاریۃ واذا احتمل وذلک ینوی فی ذلک کذا فی المستصفی شرح النافع سننا واسے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۲۱

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو چند دینار دیکر کہے کہ اسکے کپڑے بنا کر میرے سامنے پہنکر آ اور زوجہ اون دیناروں کو کسی تجارت مین صرف کر ڈالے تو جو زوجہ دینار اور جو منافع اوس سے پیدا ہو زوجہ کا مال ہو جائیگا[۹۱] بچون کے لیے جو کپڑے بنائے جائین وہ اونھین کا مال ہو جاتے ہین مگر گماشتون یا نوکرون کے لیے جو پوشاک بنائی جائے وہ اونکا مال نہین ہو جاتی۔

ہبہ کے فعل کے جواز کے شرائط یہ ہین۔

(۱) ایجاب کسی زبان مین جس سے واہب کا مطلب سمجھ مین آجائے یا وہ ایجاب جو کردار یا افعال سے مفہوم ہو۔

(۲) قبول صریحی یا ضمنی۔

(۳) موہوب لہ کا قبضہ شئی موہوب پر[۹۲]۔

ہدایہ مین ان اصول کو اسطرح بیان کیا ہے۔

دو ہبہ ایجاب و قبول اور اقباض سے جائز ہوتا ہے۔ ایجاب و قبول اسلیے ضروری کہ ہبہ ایک معاہدہ ہے اور ایجاب و قبول سب معاہدات مین ضروری ہے اور اقباض اسلیے ضروری ہے کہ مال موہوب مین حق ملکیت قائم ہو جائے اسواسطے کہ ہمارے علما کے نزدیک حق ملکیت شئی موہوب مین صرف معاہدہ کے بلا اقباض سے نہین قائم ہوتا۔ امام مالک نے فرمایا ہے کہ مال موہوب مین ملک قبل اقباض قائم ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ہبہ بیع کے مشابہ ہے اور صدقہ کے باب مین بھی یہی اختلاف ہے۔ ہمارے علما کی دو دلیلین اس مسئلہ پر ہین۔ اول یہ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث مین فرمایا ہے

[۹۱] فتاوے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۴۲۳ ۱۲ منہ [۹۲] موہوب لہ کا قبضہ اوسوقت شرط ہے جبکہ شئی موہوب پیشتر سے اوسکے قبضہ مین نہو۔ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور کہے کہ مین نے تجھکو یہ چیز بخشدی اور موہوب لہ اوسپر قبضہ کرلے اور ایک کلمہ بھی نہکہے تو ہبہ جائز ہوگا۔ رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۷۸۱ ۱۲ منہ

کہ ہبہ بغیر اقباض جائز نہین ہے۔ اِس سے آنحضرتؐ کی یہ مراد تھی کہ ملک نہین قائم ہو سکتا تاوقتیکہ اقباض نہو۔ دُوم یہ کہ ہبہ ایک فعل اختیاری ہے پس اگر ہبہ مین ملک قبل اقباض قائم ہو جائے تو یہ لازم آئیگا کہ اقباض فاعل مختار پر فرض ہے قبل اسکے کہ اوسنے برضا ورغبت خود اوسکا اقرار یا عہد کیا ہو۔ مگر وصایا کا اور ہی حال ہے اسواسطے کہ مال وصیتی مین ملک موصی کی وفات پر قائم ہوتا ہے۔ اور اوسوقت موصی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر کسی بات کو فرض نہین کر سکتا یعنے اپنے تئین کسی بات کا پابند نہین کر سکتا،،۔

بمقدمہ نندا سنگھ بنام میر جعفر شاہ یہ تجویز ہوا تھا کہ ہبہ ایجاب وقبول پر موقوف ہے مگر ہبہ کی تکمیل اقباض پر موقوف ہے۔ اخیر زمانہ مین جو فیصلے ہوے ہین اونمین اس امر سے کسی قدر چشم پوشی کی ہے کہ شرع محمدی مین اقباض کو جواز ہبہ مین کیا دخل ہے۔ بعض اوقات تو یہ گمان کیا گیا ہے کہ جواز ہبہ مین جو اقباض شرط ہے تو اوسکے معنے یہ ہین کہ قبضہ واقعی یا انتقال قبضہ کر دیا جائے۔ پس یہ تحقیق کرنا ضرور ہوا کہ لفظ اقباض کے ٹھیک معنے شرع محمدی مین کیا ہین۔ یہ تسلیم کر لینا ضرور ہے کہ تاوقتیکہ اقباض صریحی یا ضمنی موہوب لہ کا بعد ہبہ کے قیاس نہ کر لیا جاے ہبہ غیر موثر ہوگا۔ مگر اس مسئلہ مین جو علماے کے اقوال لکھے ہین اونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضۂ واقعی ضرور نہین ہے۔ یعنے اگر قبضہ کی نوعیت بدل گئی ہو تو مال موہوب کے صرف واہب کے قبضہ مین رہنے سے جواز ہبہ مین فرق نہین آسکتا۔ جائز ہے کہ واہب بطور امین یا متولی کے مال موہوب پر قابض رہے ایسا قبضہ جواز ہبہ پر موثر نہو گا۔ اسی طرح سے اگر مال موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین امانتاً ہو

---

سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۵ ۱۲ متن۔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۸۸ ۱۲ متن۔ ہدایہ ترجمۂ انگریزی جلد ۳ صفحہ ۲۹۵ ۱۲ متن۔

تو اس صورت مین ہبہ کامل ہوگا گو اقباض ہنوا ہو کیونکہ جب مال موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین ہوا تو اقباض کی کیا ضرورت باقی رہی۔ مگر جب آمین اپنی امانت کو امین کے ہاتھ فروخت کرڈالے تو اس صورت مین قبضہ اصلی کافی نہوگا اسواسطے بیع و شرا مین جو اقباض ہوتا ہی اوس سے ذمہ داری پیدا ہوتی ہی پس وہ اوس اقباض کے قائم مقام نہین ہوسکتا جو امانت مین ہوتا ہی۔ مگر برخلاف اسکے جو اقباض ہبہ مین ہوتا ہی چونکہ اوس سے ذمہ داری نہین پیدا ہوتی لہذا وہ اوس اقباض کے قائم مقام ہوسکتا ہی جو امانت مین ہوتا ہی،،۔

جن صورتون مین ہبہ نابالغون کو کیا گیا ہو اونمین شرع کا مدار واہب کے ارادہ پر ہی۔ جب باپ یا اور کسی ولی کا ارادہ ہبہ کرنیکا پایا جائے تو تبدیل یا انتقال قبضہ کی کچھ ضرورت نہین ہی کیونکہ بعد ہبہ کے واہب کا مال موہوب پر قابض رہنا یہ سمجھا جائیگا کہ نابالغ موہوب لہ کی طرف سے قابض رہا۔ یہ اصول بمقدمہ عبیدالنسار خاتون بنام امیرالنسار خاتون نہایت واضح طور سے مقرر کردیا گیا ہی۔ اس مقدمہ کے فیصلہ مین پریوی کونسل نے یہ تجویز فرمایا ہی کہ جب باپ یا اور کسی ولی کا واقعی ارادہ ہبہ کرنیکا ہو تو شرع محمدی کے رو سے تبدیل قبضہ کی ضرورت نہین ہی بلکہ یہ قیاس کیا جائے گا کہ بعد ہبہ جو واہب قابض رہا تو نابالغ موہوب لہ کیطرف سے قابض رہا۔

قاضی خان کا قول یہ ہی کہ موہوب لہ اگر بالغ ہی تو وسکا شئی موہوب پر قبضہ کرنیکے قابل ہونا یعنے اوس شئی پر حق ملکیت کو عمل مین لانیکے قابل ہونا جواز ہبہ کو کافی ہی۔ پس جب ہبہ کیا جائے اور موہوب لہم سے کہدیا جائے کہ مال موہوب کو

---

مقدمہ امیرالنسار خاتون بنام عبیدالنسار خاتون۔ انڈین لارپورٹ جلد ۲ انڈین اپیلس صفحہ ۸۰۔ ۱۲ منہ

قبضہ کرکے آپسمین تقسیم کرلو تو ایسا ہبہ جائز تصور کیا جائیگا۔ بعض صورتونمین قبضہ کرنیکا اختیار بمنزلہ قبضہ کرادینے کے ہوتاہی۔ اِسکے معنے یہ ہین کہ جب واہب موہوب لہ کو یہ اختیار دیدیتاہی کہ شی موہوب پر حق ملکیت کو عمل مین لائے تو بمنزلہ اقباص یعنے قبضہ کرادینے کے ہوجاتاہی۔ مثلاً اگر زید اپنا گھوڑا جو اوسکے اصطبل مین بندھا ہوا ہی بکر کو ہبہ کرے اور بکر کو اوس اصطبل کی کنجی دیدے اور اوسکو قبضہ کرنیکی اجازت دیدے تو ایسا اقباض شرعاً کافی ہی۔

مگر قبضہ موہوب لہ کا چاہئیے کہ واہب کی اجازت سے ہوا ہو۔ جیسا ہدایہ مین لکھاہی کہ ۔۔ اگر موہوب لہ اوس محفل مین جسمین ہبہ کیا گیا ہو بغیر اجازت واہب قبضہ کرے تو ہبہ جائز ہوگا علی وجہ الاستحسان۔ لکن اگر اسکے برخلاف اوس محفل کے برخواست ہونیکے بعد موہوب لہ نے بلا اجازت واہب قبضہ کرلیا ہو تو ناجائز ہی تاوقتیکہ واہب سے قبضہ کرنیکی اجازت نہ لیلے۔ قیاس کا مقتضی تو یہی ہی کہ ان دونون صورتونمین قبضہ ناجائز ہی اسواسطے کہ یہ اقباض کا فعل بنسبت اوس شئی کے ہی جو تابک واہب کا مال ہی اور چونکہ اقباض کے وقت تک اوسکا ملک اوس شئی مین باقی رہتاہی لہذا قبضہ کرلینا بغیر اوسکے اذن کے ناجائز ہی۔ اس صورت مین جو حکم شرعی توسیع کی گئی ہی تو اس وجہ سے کی گئی ہی کہ ہبہ مین اقباض ایسا ہی جیسا بیع مین قبول اس دلیل سے کہ ہبہ مین ملک کا قائم ہونا اقباض پر موقوف ہی اور بیع مین قبول پر

فی هبة المشاع رجل وهب نصيبا مما يقسم كالدار والارض والمكيل والموزون من غير شريكه لايجوز عند الكل وان وهب من شريكه لايجوز عندنا وقال ابن ابي ليلى رح يجوز ولو وهب دارة من رجلين لايجوز في قول ابي حنيفة رح وكذلك كل ما يقسم وقال صاحباه رح جاز ولو رهن دارة من رجلين جاز عند الكل وكذا لو اجر دارة من رجلين ولو وهب نصف دارة من رجل ووهب النصف الاخر من رجل اخر وسلم الدار اليهما معاً جاز وان تقدم تسليما الى احدهما لايجوز وقال ابو حنيفة رح لايجوز في الوجهين۔ فتاوى قاضي خان صفحه ۲۸۲ جلد

علاوہ براین چونکہ ہبہ سے مقصود ملک قائم کرنا ہی لہذا اِس سے یہ لازم آتا ہی کہ واہب کا ایجاب موہوب لہ کے اقباض پر ضمناً دلالت کرتا ہی - مگر جب اوس جلسہ کے برخواست ہونیکے بعد جسمین ہبہ کیا گیا ہی قبضہ کیا جائے تو اور صورت ہو جائیگی - اس صورت مین ہمارے علمار نے شی موہوب مین موہوب لہ کا ملک قائم ہونا نہین تسلیم کیا ہی لکن جب اقباض سے متصل قبول واقع ہو تو جیسے جواز قبول کا اوس جلسہ خاص کے ساتھ مخصوص ہی ویسے ہی اوس چیز کا جواز بھی ہی جو اوس سے ملحق ہی - اور اوس صورت مین بھی حکم شرع اور ہی جبکہ واہب اوس جلسۂ خاص مین موہوب لہ کو قبضہ کی ممانعت کر دے کہ اس صورت مین موہوب لہ کا اقباض اوس جلسہ مین ناجائز ہو جائیگا کیونکہ ممانعت صریحی کے مقابلہ مین محض نیت یا ارادہ جو قرائن سے مفہوم ہو حجت نہین ہو سکتا[1]"

فی الواقع ہبہ شرعاً ناتمام اور غیر موثر ہی تا وقتیکہ موہوب لہ کا قبضہ شئی موہوبہ پر نہو جائے - اور اس حیثیت سے غیر شخص اور واہب کی اولاد بشرطیکہ بالغ ہو برابر ہی مگر موہوب لہ کا قبضہ واہب کی اجازت سے ہونا چاہیئے گو اوسکی اجازت کا صریحی ہونا ضرور نہین ہی - بلکہ اگر واہب کی اجازت یعنے رضامندی قبضہ سے اوسکے افعال سے ثابت ہو جائے تو اتنا ہی کافی ہی - اگر ہبہ ہونیکے بعد فوراً قبضہ کر لیا جائے تو اوس ہبہ کے جواز مین کچھ کلام نہین ہو سکتا لکن اگر ہبہ کرنیکے بعد واہب موہوب لہ کو قبضہ سے مانع ہو اور اگر اسپر بھی موہوب لہ قبضہ کرے تو یہ ناجائز ہی - جب کوئی شئی دو آدمیونکو یکے بعد دیگرے ہبہ کیجائے اور ہبہ کے بعد دوسرا آدمی قبضہ کرے تو دوسرے کا ہبہ جائز ہو گا -

جو مقدمات از روے شرع محمدی انتقال جائداد سے پیدا ہوتے ہین اونمین قبضہ کی بحث کو اسقدر دخل ہی کہ اس لفظ (قبضہ) کے معنے تحقیق کرنا ضرور ہی -

---

[1] ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۲ ۱۲ منہ

قبضہ اُردو لفظ ہی اور اسکا مرادف عربی مین قبض ہی۔ بمقدمہ[1] آمنہ بی بی بنام خدیجہ بی بی ہائے کورٹ بمبئی مین قبضہ کی بحث پیش ہوئی۔

اس مقدمہ مین شوہر نے اپنا مکان اور اوسکے متعلق کچھ کرایہ کی کوٹھریان وغیرہ اپنی زوجہ کو ہبہ کی تھین۔ اور اوسکی کنجیان حوالہ کرکے (تاکہ قبضہ کرادینا بخوبی ثابت ہوجائے) خود چند روز کے لیے اوس مکان سے چلاگیا مگر بعد ازآن پھر آیا اور اوسی مکان مین اپنی زوجہ کے ساتھ مرتے دم تک رہا۔ شوہر نے اپنی حیات مین اون کوٹھریونکا کرایہ غالباً زوجہ کی طرف سے وصول کیا تھا۔ شوہر کے ورثہ نے اوسکی زن بیوہ پر تنسیخ ہبہ کا دعویٰ دائر کیا اور وجہ یہ لکھی کہ قبضہ نہوا تھا۔ اس مقدمہ کے فیصلہ مین ہاٹس صاحب چیف جسٹس فرماتے ہین کہ۔

"جن افعال پر ہبہ کا جواز شرع محمدی مین موقوف ہی وہ ایجاب و قبول اور اقباض ہین۔ مگر جس طریقہ سے قبضہ کرانا چاہیے اوسمین بہت کچھ تغیر کرنا لازم ہی تاکہ اون تعلقات مخصوصہ کے مناسب ہوجائے جو از روے شرع محمدی شوہر و زوجہ مین ہوتے ہین۔ پس واضح ہو کہ از روے شرع محمدی شوہر اور زوجہ کی جائداد علیحدہ علیحدہ ہوتی ہی اور ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہین ہوتا مگر شوہر و زوجہ دونونکو اختیار ہی بلکہ شرع مین دونونکو ترغیب دیگئی ہی کہ ایک دوسرے کو اپنی جائداد ہبہ کرے تاکہ دونوںمین باہمی محبت زیادہ ہوجائے۔ اس اصول کی تاکید اکید شرع محمدی مین ہی کہ ایسے ہبہ کو واپس کرلینا جائز نہین ہی گو اور بہت سی صورتونمین ہبہ کو واپس کرلینا جائز ہی۔ زوجہ اپنے شوہر کو وہ مکان ہبہ کرسکتی ہی جسمین وہ دونون رہتے ہین اگرچہ اوسمین زوجہ کی ذاتی جائداد رکھی ہو اور اگرچہ بعد ہبہ کے بھی وہ دونون اوسی مکان مین رہا کیے ہون۔ پس اس اصول کے

---

[1] رپورٹ ہائی کورٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۷ ۱۲ منہ

بموجب مین کوئی وجہ نہین دیکھتا کہ شوہر بھی کیون اسکا مجاز نہین ہی کہ اپنی زوجہ کو وہ مکان ہبہ کرے جسمین وہ دونون رہتے تھے اور جسمین بعد ہبہ کے بھی وہ دونون رہا کیے ہون بشرطیکہ شوہر ہبہ کرنیکا اختیار رکھتا ہوا ور نیک نیتی سے ہبہ کیا ہو قرضخواہون یا اور لوگونکے ساتھ فریب کرنیکی نیت سے ہبہ نہ کیا ہو۔ پس اب صرف اقباض یعنے قبضہ کرانیکی دقت باقی رہی کہ یہ ایک شرط ضروری ہبہ کی ہی۔ اگر کوئی شوہر جو ہبہ کرنیکا پورا اختیار رکھتا ہو ایک ہبہ نامہ تحریر کرے اور اوس ہبہ نامہ کے شرائط کے بموجب مکان یا اور کسی جائداد پر قبضہ بقرائن کرا دے یعنے کنجیان وغیرہ موہوب لہ کے حوالہ کردے بلکہ اپنی نیک نیتی ثابت کرنیکے لیے یہ بھی کرے کہ اوس مکان کو گواہون کے سامنے خالی کرکے چلا جائے اور جو کچھ اوس مکان مین ہو وہ سب اپنی زوجہ کے قبض و تصرف مین بلا شرکت غیر چھوڑ جائے تو مین نہین سمجھتا کہ اس سے زیادہ وہ اور کیا فعل کرسکتا تھا کہ اوس ہبہ کا نفاذ ہو جائے اور پھر اوسکے دیگر حقوق زوجیت کی تعمیل مین فرق نہ آئے۔ اوسوقت زوجہ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ مال موہوب کو لیکر اپنے قبضہ مین رکھے اور اوسی مکان مین رہا کرے اور از روے شرع محمدی شوہر کو زوجہ کے ساتھ رہنا فرض ہی پس اگر ایسا صاف صاف اظہار واہب کی نیت کا جیسا اس ہبہ مین ہوا ہی اور اوسکے ساتھ ایسا بدیہی فعل اوسکا جو گواہونکے سامنے ہوا ہی اوس قبضہ پر دال نہ سمجھا جائے جو از روے شرع محمدی ہبہ مین شرط ہی تو یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ ہبہ مین ایک نئی قید لگائی جائے جو میرے علم و یقین مین کسی کتاب مین نہین لکھی ہی۔ شوہر کو ایک عام اختیار زوجہ کو ہبہ کرنیکا حاصل ہی لیکن اگر یہ ہبہ ناجائز تصور کیا جاے تو یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ یہ قرار دیا جائے کہ شوہر کسی حال مین وہ مکان اپنی زوجہ کو نہین ہبہ کرسکتا جسمین وہ دونون اوسوقت رہتے ہون اور شوہر کے مرتے دم تک رہا کیے ہون

اگر ایسی کوئی قید ہبہ میں ازروے شرع نہیں ہی تو شوہر کی جائداد کے ہبہ کرنیکا اور
کوئی شرعی طریقہ ضرور ہونا چاہیے - جب ایک مرتبہ قبضہ کرادیا گیا ہو تو اوسکا
دوام قبض انتقال کی شرط نہیں معلوم ہوتا اور نہ اوسکا عدم دوام ہبہ کو باطل کردیتا ہے
مقدمہ مسماۃ جعفر جہان بنام مہشتی بی بی - رپورٹ صدر عدالت دیوانی بنگالہ جلد ۹ صفحہ ۱۲
جسکا حوالہ ارلی صاحب کے خلاصہ نظایر باب ہبہ صفحہ ۵۰ میں دیا ہی ملاحظہ ہو

"شرع محمدی میں جو اقباض معتبر ہی وہ اوس اقباض کے مشابہ معلوم ہوتا ہی
جو اگلے زمانہ میں انگلستان میں ہوا کرتا تھا اور جسکی حقیقت یہ ہی کہ زمین کے ایک
ٹھوسے پر یا دروازہ کی کنڈی یا کھٹکے پر برائے نام قبضہ کرادیتے تھے - چنانچہ
کوک صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر ہبہ نامہ اوس اراضی کے قبضہ کے نام سے
دیدیا جائے یا اگر واہب موہوب لہ سے کہے کہ اس اراضی کو لیکر اس ہبہ نامہ کے
موافق اپنے تصرف میں لا یا اس اراضی میں داخل ہو خدا تجھے مبارک کرے -
تو یہ الفاظ اقباض یعنے قبضہ کرانے پر ضرور دلالت کرتے ہیں"

"مدعا علیہ نے دو عبارتیں تحفہ جلد ۴ صفحہ ۵۹ و ۵۳۳ سے یہ ثابت کرنیکے لیے نقل
کی ہیں کہ مکان کی کنجیان دیدینا اور لے لینا بیع و شرا میں اقباض کافی ہی اور اس
اعتبار سے ہبہ کو بھی مثل بیع و شرا کے سمجھنا چاہیے - جائداد غیر منقولہ پر مشتری کا
قبضہ کرادینا اون الفاظ پر موقوف ہی جو بایع نے استعمال کیے ہوں اور جنسے
یہ معنے نکلتے ہوں کہ وہ مکان خالی کردیا گیا ہی اور اوس مکان کی کنجیان دیدینے پر
موقوف ہی - تحفہ جلد ۴ صفحہ ۵۹ - اور جو چیز ہبہ کیگئی ہی وہ موہوب لہ کا مال نہیں
ہو جاتی تاوقتیکہ اوسکا قبضہ نہ کرادیا جائے - اور یہی حال اون اشیاء کا بھی ہی
جو فروخت کیجائیں اور واہب کا یہ کہدینا کہ مین نے قبضہ کرادیا ہی قبضہ واقعی
کے لیے کافی ہی - تحفہ جلد ۴ صفحہ ۵۳۳"

""اس مقدمہ مین ہبہ نامہ دیدیا گیا تھا اور اوسکے ساتھ اون مکانات اور اسباب کی کنجیان بھی دیدی گئی تھین جو اوس ہبہ نامہ مین درج تھا اور جسمین وہ مکان بھی داخل تھا جسمین شوہر اور زوجہ اوسوقت رہتے تھے۔ کونسے الفاظ قوی تر اون کلمات سے ہین جو اس ہبہ نامہ مین لکھے ہین اور جنسے واہب کا قصد اتمام وتکمیل ہبہ کا ثابت ہوتا ہی۔ وہ کلمات یہ ہین ""منقر اپنا قبضہ اُٹھا کر مکانات وغیرہ پر بسمات مذکورہ کا قبضہ کرادیا جسکو یہ جائداد ہبہ کیگئی ہی اور تمام شرائط کی تکمیل مین تے اور موہوب لہا نے کردی یعنے ایجاب وقبول اور قبضہ بھی ہوگیا اور مکانات کو خالی بھی کردیا۔ آیندہ مجھکو کوئی دعوے اس جائداد پر نہین رہا نہ میرے کسی وارث کو کوئی دعوے ان اشیاء مین سے کسی شئی پر ہو سکتا ہی""

""میری رائے مین شوہر و زوجہ کا باہمی تعلق اور شوہر کا یہ حق کہ اپنی زوجہ کے ساتھ رہا کرے اور اوسکی جائداد کا انتظام کرے یہ دونون باتین اوس نتیجہ کی مبطل ہین جو اون اشخاص کے باب مین جنمین ایسا تعلق نہو اس امر سے نکل سکتا کہ ہبہ کرنیکے بعد مدت تک واہب اوس مکان مین رہا کیا اور اوس سے متعلق جو دوکانین وغیرہ تھین اونکا کرایہ وصول کرتا رہا۔ یہ امر بھی لائق غور ہی کہ شوہر نے بعض کرایہ دارون سے کہدیا تھا کہ مین اپنی زوجہ کی طرف سے کرایہ لیتا ہون جسکو مین نے یہ سب ہبہ کردیا ہی""۔

""یہ مقدمہ اوس قسم کا نہین ہی جسمین قرضخواہون نے ہبہ کی نسبت دعوے کیا ہو کہ ہماری حق تلفی کے لیے کیا گیا ہی بلکہ اس مقدمہ مین ورثہ نے بہ تردید اوس ہبہ کے دعوے کیا ہی جو اوس شخص نے کیا تھا جسکے ذریعہ سے وہ مدعی ہوے ہین""۔

بمقدمہ[۱] جعفر خان بنام حبشی بی بی یہ تجویز ہوا تھا کہ جب ایک مرتبہ قبضہ کرا دیا گیا ہو تو دوام قبضہ کچھ ضرور نہین ہی۔

بمقدمہ[۲] شیخ ابراہیم بنام شیخ سلیمان ہائی کورٹ بمبئی مین باجلاس مسٹر جسٹس ویسٹ صاحب و مسٹر جسٹس نانا بھائی ہریداس اس بات پر بحث ہوئی تھی کہ آیا جائداد غیر منقولہ کے ہبہ کی تکمیل قبضہ سے کرنیکے لیے یہ بھی ضروری ہی کہ اوس جائداد کے عین پر قبضہ واقعی ہو جاوے یا باضابطہ طور سے دخل ہو جاوے

مسٹر جسٹس ویسٹ صاحب نے قبضہ کے باب مین اصول شرع محمدی نہایت واضح طور سے تحریر فرمایا ہی کہ۔

وہ اس مقدمہ مین عدالتہاے ماتحت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب اراضی اسامیونکے قبضہ مین ہو تو اونسے یہ کہدینا کہ تم موہوب لہ کی اسامی ہونا قبول کرو صرف یہی قبضہ ہی جو واہب اوس اراضی پر تکمیل ہبہ کے لیے کرا سکتا ہی۔ بموجب فیصلہ مقدمہ کھجور النسا بنام روشن جہان ایسا قبضہ کافی ہوگا۔ اس مکان کے قبضہ کی نسبت یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ جب وہ شخص جسکو کوئی مکان دینا منظور ہوا اوس مکان مین موجود ہو تو جو شخص اوسپر پہلے قابض تھا صرف اوسکے کہدینے سے اس دوسرے شخص کا قبضہ ہو جائیگا۔ وہ شخص مکان کے ایک حصہ مین رہتا ہی اور جب فریقین کی رضامندی سے اوسکا رہنا قبضہ واقعی ہوگیا تو کل مکان پر حاوی ہوگیا جو متصل اوس جزو کے ہی جسپر قبضہ جائز طور سے کیا گیا ہی ناجائز طور سے نہین کیا گیا ہی۔ جب دو شخص ایک مکان مین موجود ہون تو اونمین سے ایک کا ارادہ ایک کو قابض اور دوسرے کو خارج کرسکتا ہی بے اسکے کہ ایک اونمین سے نکل جائے یا دوسرا باقاعدہ طور سے اوسمین داخل ہو اور

---

[۱] سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۱۲ - ۱۲ منہ [۲] انڈین لارپورٹ جلد ۹ صفحہ ۱۴۶ سلسلہ بمبئی ۱۲ منہ

جہانتک ممکن ہو اوس مالک کے مقصد کی تعمیل کرنا چاہیے جسکا ارادہ منتقل کرنیکا کما حقہ ظاہر ہو گیا ہو[۵۱]"

جب موہوب لہ پیشتر ہی سے قابض ہو تو تجدید قبضہ کی ضرورت نہین ہے۔ پس انتقال یا ضابطہ کی ضرورت اوسوقت نہین ہے جبکہ بہ حیثیت امین یا ضامن یا متولی کے قبضہ کیا گیا ہو جو پیشتر ہی سے مال موہوب پر قابض ہو[۵۲]۔ مقدمہ ولایت حسین بنام حسین ہائی کورٹ بنگالہ نے یہ تجویز کیا ہے کہ جب مال موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین بحیثیت منتظم یا دار وغہ باختیار واہب کے ہو تو ایسا قبضہ موہوب لہ کا اسلیے کافی نہین کہ جواز ہبہ کے واسطے مال موہوب پر قبضہ واقعی کرا دینے کی ضرورت باقی رہے۔ اس مقدمہ مین ہبہ مرض الموت کے عالم مین کیا گیا تھا۔ پس عرض کیا جاتا ہے کہ عالم مجوزین نے جو اصول قرار دیا ہے وہ شرع محمدی سے باہر ہے۔

---

[۵۱] ہنود کے ایک مقدمہ مین یعنے مقدمہ کالی داس ملک بنام کنہیا لال پنڈت (انڈین لا رپورٹ جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۱ سلسلۂ کلکتہ) پریوی کونسل نے اوس اصول کا ذکر کیا ہے جسکو مسلمانونکے ہبہ کے مقدمات مین بخوبی یاد رکھنا چاہیے۔ پہلے اس بحث کا تصفیہ کر کے کہ جب ہبہ کے شرائط غیر محدود ہون تو موہوب لہ کو کیا حق پہونچتا ہے جہان پریوی کونسل نے فرمایا ہے کہ۔ وہ ہمارے نزدیک ہبہ کے نامحدود شرائط کو ہبہ کے مقصد سے محدود کر دینا چاہیے اور رام سندری کا مقصد یہ تھا کہ رتن منی صرف اپنی زندگی بھر یہ جائداد رکھے"

درباب جواز یا عدم جواز ہبہ بوجہ نہونے قبضہ کے حکام پریوی کونسل نے یہ عبارت لکھی ہے کہ "وہ جب واہب کسی ہبہ کی تائید کرے اور دوسرا شخص اوسپر حجت کرے اور واہب اور موہوب لہ دونونکے مخالف دعوے کرے تو ہبہ صرف اسوجہ سے ناجائز ہو جائیگا کہ واہب نے قبضہ نہین کرایا اور جب موہوب لہ یا مشتری ہبہ یا بیع کے شرائط کے بموجب قبضہ کا مستحق ہو تو اسکی کوئی وجہ نہین ہے کہ ایسا ہبہ یا بیع جائداد منقولہ کی ہو یا غیر منقولہ کی (بشرطیکہ وہ ہبہ یا بیع اس قسم کی نہو کہ اوسکا نافذ کرنا مصالح عامہ کے خلاف ہو) اسطرح کیون نہ نافذ کیجائے کہ موہوب لہ یا مشتری قبضہ پانیکا حق حاصل ہو جائے"۔ ۱۲ منہ

[۵۲] ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵۔ ردّ المختار جلد ۴ صفحہ ۷۹۳، ۱۲۔ منہ

[۵۳] لا رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۹۱ سلسلۂ کلکتہ ۱۲ منہ

## فصل دوم
### ہبہ نابالغون کو

جب باپ اپنی نابالغ اولاد کو ہبہ کرے تو قبول کی ضرورت نہین ہی بلکہ اوس ہبہ کی تکمیل صرف معاہدہ سے ہوجاتی ہی اور اسمین کچھ فرق نہین ہی کہ مال موہوب باپ کے قبضہ مین ہی یا کسی امین پاس ہی۔ اگر باپ کوئی چیز اپنی پسر نابالغ کو ہبہ کرے تو اوس ہبہ کی وجہ سے پسر نابالغ مال موہوب کا مالک ہوجائیگا بشرطیکہ ہبہ کرنیکے وقت شئی موہوب باپ کے قبضہ مین ہو یا اوس شخص کے قبضہ مین ہو جو باپ کی طرف سے ولی کی حیثیت رکھتا ہو اسواسطے کہ باپ کا قبضہ بمنزلہٗ اوس نابالغ کے قبضہ کے ہی جو ہبہ مین ہوا ہو اور متولی کا قبضہ بمنزلہ باپ کے قبضہ کے ہی۔ یہی حکم شرع اوس ہبہ مین بھی جاری ہوگا جو ماں نے اپنی نابالغ اولاد کو کیا ہو جسکو وہ پرورش کرتی ہو اور جسکا باپ مرگیا ہو اور جسکا کوئی ولی نہ مقرر ہوا ہو۔ اور یہی حکم اوس ہبہ مین بھی جاری ہوگا جو کسی شخص نے جو کسی نابالغ کو پرورش کرتا ہو ایسے ہی حالات مین کیا ہو "واضح ہو کہ صدقہ مین بھی قبضہ کا حکم ویسا ہی ہی جیسا ہبہ مین ہی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی غریب کو کوئی چیز بطور صدقہ کے دے جو اوسوقت اوس محتاج کے قبضہ مین ہو تو اس صورت مین وہ محتاج اوس چیز کا مالک ہوجائیگا اور تجدید قبضہ کی ضرورت نہوگی اور اسی طرح سے اگر کوئی باپ اپنی نابالغ اولاد کو کوئی چیز بطور خیرات کے دے اور وہ چیز خود اوسکے قبضہ مین یا اوسکے متولی کے قبضہ مین ہو تو وہ نابالغ اوسکا مالک ہوجائیگا۔ برخلاف اسکے کہ جب وہ چیز جو اسطرح ہبہ کیگئی ہی رہن رکھی جائے یا غصب کرلی جائے یا بذریعہ بیع ناجائز کے بیچ ڈالی جائے"

"اگر کوئی غیر آدمی کسی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اوس نابالغ کے باپ کا قبضہ کرا دینے سے اوس ہبہ کی تکمیل ہوجائیگی۔ سواسطے کہ جب وہ اوس نابالغ کے

نیک و بد اور نفع و نقصان سب کا ذمہ دار ہوا تو اوس ہبہ کا مالک اور ذمہ دار تو یہ رجحہ اولیٰ ہوا کہ اوسمین سراسر نابالغ کا فائدہ ہی متصور ہی۔

اگر کوئی شخص ایک یتیم کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اوسکی طرف سے اوسکا ولی اوس چیز پر قبضہ کرلے اور وہ ولی خواہ اوسکے باپ کا مقرر کیا ہوا وصی ہو خواہ اوسکا دادا خواہ دادا کا مقرر کیا ہوا وصی ہو تو وہ ہبہ جائز ہوگا اسواسطے کہ یہ سب اشخاص اوس یتیم پر ایک قسم کی حکومت رکھتے ہین اور اوسکے باپ کی جگہ ہین۔

اگر کوئی بن باپ کا بچہ اپنی مان کی حراست مین ہوا اور وہ اوس چیز پر قبضہ کرلے جو اوس بچہ کو ہبہ کیگئی ہو تو وہ ہبہ جائز ہوگا اسواسطے کہ مان اوسکی جان اور مال کی حافظ و نگہبان ہی اور جب اوس چیز پر قبضہ مان کا ہوا جو اوس بچہ کو ہبہ کیگئی ہی تو گویا خود اوس بچہ کی جان کی حفاظت کا سامان ہوا کیونکہ بچہ کی گذر بے جائداد کے کیونکر ہوسکتی ہی، یہی قاعدہ اوس غیر آدمی کے قبضہ مین بھی جاری ہوگا جسکے سپرد کوئی یتیم ہو یعنے جب کوئی چیز اوس یتیم کو ہبہ کیجائے جو کسی غیر آدمی کی ولایت مین ہوا اور وہ غیر آدمی شئی موہوب پر قبضہ کرلے تو شرعًا کافی ہوگا۔

اگر کوئی نابالغ جو ذی شعور یا رشید ہوا اوس چیز پر خود قبضہ کرلے جو اوسکو ہبہ کیگئی ہی تو شرعًا جائز ہی اسواسطے کہ ایسے فعل مین اوسکا فائدہ ہی اور اس فعل کے کرنیکی قابلیت شرعیہ وہ رکھتا ہی کیونکہ اسکی قابلیت عقل و شعور پر موقوف ہی اور وہ عقل و شعور رکھتا ہی

اگر زوجہ نابالغ ہو تو شوہر اوسکی طرف سے اوس چیز پر قبضہ کرسکتا ہی جو زوجہ کو ہبہ کی گئی ہی بشرطیکہ وہ اپنے باپ کے گھر سے شوہر کے گھر جاچکی ہو۔ اور اگر زوجہ کا باپ زندہ ہو تو بھی اوسکا شوہر شرعًا ایسا کرسکتا ہی اسواسطے کہ باپ نے جب اپنی بیٹی کو رخصت کرکے اوسکی سسرال بھیجدیا تو گویا اوسکے معاملات سے دست کش ہوکر اوسکے شوہر کے سپرد کردیا۔ مگر جب لڑکی اپنے باپ کے گھر سے نہ گئی ہو تو ایسا نہوگا

اسواسطے لہذا اس صورت مین یہ سمجھا جائیگا کہ باپ اوسکے معاملات سے دست کش نہین
ہوا ہی جیسے ماں یا اور کوئی شخص اوس لڑکی کا ولی ہو تب بھی اور صورت ہوگی اسواسطے
کہ وہ لوگ بذات خود موہوب پر قبضہ لینیکے مستحق نہین ہین الا اوس صورت مین
جبکہ اوسکا باپ گم ہو گیا ہو یا وہ کہین چلا گیا ہو اور اوسکا مقام سکونت نہ معلوم ہو کیونکہ
اونکو ایک ضرورت سے اختیار دیا گیا ہی خود اونکی حکومت کچھ نہین ہی اور جب باپ موجود ہو
تو وہ ضرورت کہاں باقی رہی - اگر کوئی مکان کسی نابالغ کو ہبہ کیا جاوے اور اوسمین
اوسکے باپ کا اسباب رکھا ہو تو یہ ہبہ[1] جائز ہی - اور یہی اصول اور کسی ولی کے ہبہ پر بھی
صادق آتا ہی - اگر باپ اپنی نابالغ اولاد کو کوئی مکان ہبہ کرے درانحالیکہ خود اوسمین
رہتا ہو تو ایسا ہبہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور فتوے اونہین کے قول کے
موافق ہی -

جو چیزین دولہن کو جہیز مین دیجاتی ہین اور دولہا کے گھر چلی جاتی ہین وہ
دولہن کا مال رہتا ہی الا اینکہ اوسکا باپ کہے کہ مین نے یہ چیزین عاریتاً دی تھین
اور اسکا بار ثبوت اوسی پر رہیگا اور باپ کی حیثیت کے باب مین رواج کا لحاظ
کیا جائیگا -

اگر ماں اپنی نابالغ اولاد کو اپنا مہر جو اوسکے شوہر پر ہو ہبہ کرے تو جائز ہی بشرطیکہ
ماں اوس اولاد کو مہر وصول کرنیکا اختیار دیدے یعنے دین مہر لینیکی اجازت
اوسکو دیدے - چونکہ ہبہ کرنا مال موہوب کے لینیکی اجازت پر دلالت کرتا ہی لہذا
اس شرط کو ایک لزوم مالا یلزم سمجھنا چاہیئے -

اصول مصرحۂ بالا کا خلاصہ یہ ہی کہ اگر کوئی شخص کسی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ
کرے تو قبول اور قبضہ کا حق منجانب اوس نابالغ کے اولاً اوسکے باپ کو حاصل ہی

---

[1] فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۲۶ ۱۲ منہ

اگر باپ مرگیا ہو یا اتنے فاصلہ پر ہو کہ اوسکا آنا ممکن نہ ہو تو اوس صورت مین باپ کا وصی اوسکا قائم مقام ہوگا۔ اگر باپ کا کوئی وصی نہ ہو تو دادا ہوگا اور اوسکی عدم موجودگی مین اوسکا وصی ہوگا۔ علاوہ ان لوگونکے جنکو اوپر بیان کیا ہے یقینی سمجھنا چاہیے کوئی شخص مال موہوب پر قبضہ نہین کرسکتا الا اینکہ وہ شخص ولی مجازی اوس نابالغ کا ہو یعنے وہ نابالغ اوس مرد یا عورت کی حراست مین ہو اور وہ اوسکو پرورش کررہا ہو یا کررہی ہو۔

اگر کسی لڑکے کو اوسکا چچا پرورش کررہا ہو اور اوسکے باپ کا ایک وصی بھی موجود ہو تو چچا کا قبضہ کافی نہوگا تاوقتیکہ یہ نہ ثابت کردیا جائے کہ وہ وصی نابالغ کیطرف سے مال موہوب پر قبضہ کرنے پر راضی نہوا۔

مان کا قبضہ اوسوقت جائز اور موثر ہے جبکہ اولاد اوسکی حراست مین ہو اور باپ یا دادا نہو۔

اگر لڑکا کسی غیر آدمی کی حراست مین ہو اور وہ اوسکو پرورش کررہا ہو تو مان یا بھائی یا چچا کا قبضہ ناجائز ہوگا اور اوسی غیر آدمی کا قبضہ کافی ہوگا۔ مگر بمقدمہ بانو بی بی بنام فخرالدین حسین صدر کورٹ کلکتہ نے اس سے بھی ترقی کرکے ایک ہبہ کو جائز قرار دیا ہے جو ایک عورت نے ایک نابالغ لڑکے کے نام لکھدیا تھا جسکو اوسنے اپنا متبنی بنایا تھا اور کچھ جائداد اوسکو ہبہ کی تھی مگر ہبہ کے وقت اور واہب کی زندگی بھر موہوب لہ کا قبضہ اوسپر نہین ہوا۔ بلکہ وہ عورت اوس لڑکے کی طرف سے خود اوس جائداد پر قابض رہی۔ پس صدر کورٹ کلکتہ نے ایسے ہبہ کو جائز اور کامل قرار دیا حالانکہ اوس لڑکے کا باپ[1] زندہ تھا۔

اگر کسی نابالغ لڑکی کی شادی ہوگئی ہو اور وہ اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو

---

[1] سلکٹ رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ ۱۲ منہ

اور اوسکو کوئی چیز ہبہ کیجائے جسپر اوسکا باپ یا شوہر قبضہ کرے تو وہ ہبہ صحیح ہی۔

مگر قبل اسکے کہ نابالغ زوجہ اپنے شوہر کے گھر بھیجی جائے اور بعد اسکے کہ وہ سن بلوغ کو پہونچے اوسکا شوہر قبضہ کرنیکا مستحق نہین ہی۔ نابالغ زوجہ کی ولایت اوسکے شوہر سے اوسوقت متعلق ہوتی ہی جبکہ وہ اوسکے گھر آجاتی ہی[۱]۔ جبتک وہ شوہر کے گھر نہ بھیجی جاے شوہر یہ حق نہین رکھتا کہ جو چیز اوسکو ہبہ کیگئی ہو اوسپر اوسکی طرف سے قبضہ کرلے البتہ جب وہ اوسکے گھر آجاتی ہی تب وہ اوسکا ولی ہوجاتا ہی[۲]۔

اگر باپ زندہ یا موجود ہو مگر لڑکے کی پرورش اوسکا چچا یا دادا کر رہا ہو یا ماں کر رہی ہو تو اونکا قبضہ کافی ہوگا۔

اگر نابالغ رشید ہو تو مال موہوب پر قبضہ کرسکتا ہی اور قاضی کو چاہیئے کہ اوس مال کا ایک کیوریٹر یعنے ناظر مقرر کردے تا کہ کچھ جھگڑا نہ ہونے پائے۔ جب موہوب لہ مجنون ہو تو قبضہ کا حق اوسکے ولی سے متعلق ہوگا۔

اگر لطیق (لاوارث بچہ) کو کوئی چیز ہبہ کیجاے تو اوس شخص کا قبضہ جو اوسکو پرورش کر رہا ہی یا حاکم کا قبضہ کافی ہی۔

نابالغ جو سن رشد کو پہونچ چکا ہو انکار اور قبول دونون کا حق رکھتا ہی۔ جب کوئی ضرورت لاحق ہو (اور یہ ثابت ہوسکے کہ واہب کا منشا یہ تھا کہ والدین ایسا کرین) تو والدین کو جائز ہی کہ اوس ہبہ کو استعمال مین لائین جو اونکے لڑکے کو کیا گیا مگر اوسکو صرف نہ کر ڈالین۔

جو چیزین لڑکے کو ختنہ کی تقریب مین دیجاتی ہین اگر اوسکے مناسب حال ہون

[۱] نابالغ زوجہ کی ولایت اوسکے شوہر سے متعلق نہین ہی جیسا مقدمہ خدیجہ بی بی لا رپورٹ بنگالہ جلد ۵ صفحہ ۱۵۷ فیصلہ ہوچکا ہی۔ مگر اوسکی حراست ناجائز نہین ہی جیسا مقدمہ مریم بی بی لا رپورٹ بنگالہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۰ فیصلہ ہوچکا ہی ۱۲ منہ دفعہ ۱۴ ایکٹ ۵۰ سنہ ۱۸۷۵ع ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

تو اوسکے تام ہبہ ہوجاتی ہین - اگر اوسکے مناسب حال نہون تو اوسکے والدین کا مال ہوجاتا ہی یعنے باپ کے عزیزون نے جو چیزین دی ہین وہ باپ کا مال ہوجاتی ہین اور مان کے عزیزون نے جو چیزین دی ہین وہ مان کا مال ہوجاتی ہین - لیکن اگر بخشش کرنیوالا اوسوقت صاف صاف کہدے کہ یہ اس لڑکے کو بطور نذر کے دیا جاتا ہی تو وہ اوسی کا مال ہوجائیگا -

جو چڑھاوا دولھن کو چڑھایا جاتا ہی اوسمین بھی یہی قاعدہ جاری ہوگا یعنے اگر دولہ کے عزیزون نے کچھ چیزین دی ہین تو وہ دولہ کا مال ہوگا تاوقتیکہ وہ صاف صاف یہ نہ کہدین کہ یہ دولھن کو دیا جاتا ہی -

کوئی شخص اپنی اولاد کی جائداد کو معاوضہ لیکر بھی نہین ہبہ کرسکتا - یہ ایک نتیجہ ضروری اوس اصول کا ہی جو اولیا، کو نابالغ کا مال بیع کرنیسے مانع ہی الا حالات مخصوصہ مین -

جو لڑکا سن تمیز کو پہونچ گیا ہو یعنے رشید ہو مگر بالغ نہو وہ ہبہ قبول کرسکتا ہی گو اوسکے ولی نے اوسکو نامنظور کیا ہو -

فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی نابالغ اولاد کو ایک مکان ہبہ کرے اور بعد از آن اوس مکان کو فروخت کرکے اوسکی قیمت کا ایک اور مکان خریدے تو یہ مکان اوس نابالغ کا مال ہوگا - ردّالمختار کے موافق یہی قول مختار یہی ہی گو بعض علمانے اسمین اختلاف کیا ہی - جب اس مسئلہ کو نظر تعمق سے دیکھیے تو یہ اصول اس سے نکلتا ہی کہ جب باپ نے اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ چیز اوس لڑکے کا مال ہوجاتا ہی گو وہ باپ ہی کے قبضہ مین رہے - پس اگر باپ کوئی ایسا فعل اوس جائداد کے ساتھ کرے جو اوس نابالغ کے حق کے منافی ہو تو اوس سے اوس جائداد کے ہبہ کی حقیقت نہ بدل جائیگی اور نہ اوس نابالغ کا

حق زائل ہو جائیگا۔

مگر ممکن ہی کہ وہ ہبہ فریب سے کیا گیا ہو اور اوسکے نافذ کرنیکا قصد کبھی نہوا ہو۔ لکن یہ جھگڑا باپ اور اوسکی اولاد مین کبھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ والدین جب کوئی چیز اپنی اولاد کو ہبہ کرین تو وہ ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا اسمین حنفیہ اور شیعہ دونون کا اتفاق ہی جیسا آئندہ عرض کیا جائیگا۔ یہ جھگڑا صرف باپ کے قرضخواہ کر سکتے ہین جنکا قرضہ ہبہ کرنیکے وقت موجود ہوا اور وہ قرضہ اوسی جائداد پر عائد ہوتا ہو جو ہبہ ہوئی ہی اور وہ قرضخواہ یہ دعوے کرین کہ ہبہ کے بعد اس جائداد سے ایسی کارروائی کیگئی ہی جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ یہ ہبہ جعلی تھا اور اونکی حق تلفی کے لیے ایک جھوٹ موٹ کا ہبہ نامہ لکھ لیا گیا ہی۔

## فصل سوم

### ہبہ مع الشرائط

ہبۂ مشروط اور ہبہ مع الشرائط مین بڑا فرق ہی۔ ہبۂ مشروط مانند اون عقود کے ہی جنکا نفاذ بعض امور اتفاقی کے وقوع پر موقوف رکھا جائے سب فرقونکے نزدیک باطل ہی۔ اور ہبہ مع الشرائط کے باب مین حنفیہ اور شیعہ مین کچھ اختلاف ہی حنفیہ کا قول یہ ہی کہ جب ہبہ کی تکمیل مین کوئی نقص ہو جائیگا ہبہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر واہب کا ارادہ موہوب لہ کو کل مال موہوب ہبہ کرنیکا عیان ہو جائے تو اوسکے بعد جو شروط اوسکے حق کو ناقص یا محدود کرنیکے لیے کیے گئے ہون وہ باطل اور کالعدم ہونگے۔ پس حنفیہ کے نزدیک وہ ہبہ تو جائز ہوگا مگر وہ شروط باطل ہونگے۔

مگر شیعون کے نزدیک یہ ہی کہ اگر شرط ہبہ کی مُعیّن ہو تو وہ ہبہ اور وہ شرط دونون جائز ہونگے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ مین تمکو وہ قرضہ ہبہ

کرتا ہون جو زید کے ذمہ واجب الادا ہی اس شرط سے کہ تم اوسکا سود بکر کو دیدینا
تو حنفیہ کے مذہب مین یہ شرط باطل ہی مگر ہبہ صحیح ہی اور مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ اگر
ہبہ اوس شرط پر موقوف ہی تو کل ہبہ فاسد ہی - جو ہبہ امور اتفاقی کے وقوع
موقوف ہو وہ فریقین کے نزدیک باطل ہی - مثلاً قرضہ کو ساقط کرنیکے لیے کوئی
شخص یہ کلام کرے کہ "جب کل ہوگا اور تم اتفاقاً مرجاؤ گے تو میرا قرضہ جو تمپر ہی
وہ ساقط ہو جائیگا" تو یہ باطل اور کالعدم ہی - یا یہ کہے کہ اگر تم اس بیماری سے
مرجاؤ گے تو یہ مکان تمھارا ہی اس صورت مین بھی ہبہ قطعاً باطل ہی - مگر ایسی
شرط کرنا جائز ہی جس سے ہبہ کا فوراً نافذ ہو جانا سمجھا جائے - مثلاً اگر کوئی شخص
کسی سے کہے کہ اگر میرا کچھ روپیہ تمپر قرض ہی تو مین نے تمکو معاف کیا یا جب مین
مرجاؤنگا تو میرا قرضہ تمپر معاف ہو جائیگا۔

اگر ایک شخص دوسرے سے کہے "کہ یہ مکان تمھارا ہی - اگر تم میرے پیشتر مرجاؤ تو یہ
میرا ہی اور اگر مین تمھارے پیشتر مرجاؤن تو یہ تمھارا ہی" تو امام اعظم ابو حنیفہ سے
منقول ہی کہ یہ ہبہ صحیح ہی اور یہ شرائط باطل ہین - اگر کوئی شخص کہے کہ "مین نے
یہ رقبیٰ تمھارے لیے بنایا ہی" تو یہ عاریت ہی یعنے موہوب لہ پاس وہ چیز عاریت
رہیگی اور اوسکے بیع وغیرہ کا اختیار اوسکو نہوگا بلکہ واہب کو اختیار ہوگا کہ جب
چاہے اوس چیز کو واپس کرے - اگر کوئی شخص کہے کہ "مین نے یہ رقبیٰ تیرے لیے
بنایا ہی اور یہ تیرا ہی" تو یہ ہبہ ہوگا - مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ جو کلمات حق ملکیت
ہبہ پر دلالت کرین وہ ہبہ کے لیے کافی ہین۔

حنفیہ کے نزدیک حین حیاتی عطیہ جسکو عمرہ کہتے ہین ہبہ کا حکم رکھتا ہی اور جو شرط
اوسمین لگادی ہی وہ باطل ہی - مثلاً اگر کوئی چیز زید کو اوسکی زندگی تک ہبہ کیجائے

---

فتاوائے قاضیخان جلد ۳ صفحہ ۲۲۹ ۱۲ منہ جامع الشتات ۱۲ منہ

اور باقی ماندہ بکر کو ہبہ کیجائے تو زید کا ہبہ ہبہ مطلق ہوگا یعنے اوسکا ملک موہوبہ میں مطلقاً قائم ہوجائیگا۔

صرف کسی چیز کے منافع کو بخشندینا شرعاً عاریت ہی اور موہوب لہ یا عاریت لینے والے کو واجب ہی کہ اوس چیز کو واپس کردے۔

شیعون کے مذہب مین محدود عطیات کو ہبہ کرنا جائز ہی اور اونکی کتب فقہ مین ایک خاص باب اسی مضمون مین ہی اور اوسکا نام کتاب الحبس والسکنہ ہی۔

حبس کے معنے لغوی اسباب کا باندھنا ہی اور اسکے اصطلاحی معنے وہ عطیات ہین جو ایک وقت معین پر محدود ہون۔

حبس وہ فعل ہی جس سے مالک کسی چیز کو تصرف مین لانا یا اوس سے منتفع ہونا دوسرے شخص کو مفت یعنے بلا معاوضہ بخشندیتا ہی مگر اپنا حق ملکیت اوسمین باقی رکھتا ہی۔ فریقین کی باہمی رضامندی خواہ صریحی ہو خواہ ضمنی اور تبدیل قبضہ اس معاہدہ کے جواز کو کافی ہی۔

چندروزہ یا محدود عطیات کے مختلف نام اوس مقصد کے موافق ہین جس مقصد سے وہ وقوع مین آئے ہین۔

کسی چیز کو اپنی زندگی بھر اپنے تصرف مین لانا یا اوس سے منتفع ہونا عمرہ کہلاتا ہی۔

کسی مکان کو اپنے تصرف مین لانا بے اسکے کہ اوسمین حق ملکیت پیدا ہوجائے

---

فتاوائے قاضی خان صفحہ ۲۳۰ مین لکھا ہی کہ کسی چیز کے منافع کو بخشندینا عاریت ہی عاریت لینے والا اوس چیز کو اپنے استعمال مین لاسکتا ہی مگر اوسکو ضائع نہین کرسکتا مگر جو چیزین استعمال کرتے کرتے صرف ہوجاتی ہین اون سے ہبہ سمجھا جاتا ہی سوائے روپیہ کے

سکنیٰ کہلاتا ہی۔

کسی چیز کو ایک میعاد معین تک اپنے تصرف مین لانا یا اوس سے منتفع ہونا رقبہ کہلاتا ہی۔ اس لفظ کے معنے لغوی غلامی ہین اور یہ لفظ اوس شرط پر صادق آتا ہی جو ہبۂ کامل کو ناقص کر دیتی ہی اور ہبۂ مطلق کو ایک عطیہ محدود بنا دیتی ہی۔

ایسا معاہدہ کرنیکے لیے کوئی خاص صیغہ نہین ہی۔ مگر یہ معاہدہ ایسے الفاظ سے ہو سکتا ہی کہ ''مین نے فلان زمین سے متمتع ہونیکی اجازت فلان شخص کو اوسکی حیات تک یا فلان میعاد تک دی''۔ یا اور الفاظ سے بھی ہو سکتا ہی جنسے مالک کا ارادہ ظاہر ہو جائے۔ اس معاہدہ کا نفاذ قبضہ کرانیکے بعد واجب ہو جاتا ہی۔ جس معاہدہ کے ذریعہ سے کسی شخص کو کسی مکان مین رہنے یا اوسکو اپنے تصرف مین لانے یا اوس سے منتفع ہونیکا حق عطا کیا گیا ہو وہ معاہدہ معطی کی وفات پر ختم ہو جاتا ہی۔

جب کوئی عطیہ ان الفاظ سے دیا جائے کہ ''جب تم مر جاؤ گے تو یہ چیز مجھکو واپس ملیگی''، تو اوسکی واپسی عطیہ دار کی وفات کے بعد عمل مین آئیگی۔

جس عطیہ مین معطی نے عطیہ دار اور اوسکے جانشین کو کسی جائداد سے منتفع ہونے یا تصرف مین لانیکا حق بخشا ہو وہ صرف مادام الحیات سمجھا جائیگا اور عطیہ دار کے مرنیکے بعد وہ جائداد معطی کو اسطرح واپس ملیگی گویا کہ جانشین کا لفظ اوس نے نہین کہا تھا۔

جب منافع ایک میعاد معین تک دیا جائے تو اس معاہدہ کی تعمیل بمجرد قبضہ کرا دینیکے واجب ہو جاتی ہی اور مالک اوس عطیہ کو تا انقضائے میعاد معین واپس نہین کر سکتا۔ جو عطیہ معطی کی حیات پر محدود ہو وہ عطیہ دار کے

مرنیکے بعد تمام نہین ہوجاتا بلکہ وہ حق عطیہ دار کے ورثہ پر منتقل ہوجاتا ہی جو معطی کی وفات تک اوس سے منتفع ہوتے ہین۔

جب کسی چیز کا منافع بلا تعیین میعاد دیا گیا ہو تو معطی کو اختیار ہی کہ جب چاہے اوس عطیہ کو منسوخ کردے۔

عطیہ محدود یا عطیہ کسی جائداد کے منافع کا اوس جائداد کے عین کے فروخت کرنیسے ختم نہین ہوجاتا بلکہ عطیہ دار اسکا مستحق ہوتا ہی کہ تا انقضاے میعاد معیّن اوس جائداد پر قابض رہے اور اوسکے منافع سے منتفع ہو۔

حق سکونت جو عام الفاظ مین عطا کیا گیا ہو عطیہ دار کو مع عیال واطفال اوس مکان مین رہنے کا مجاز کردیتا ہی مگر وہ اوس حق کو دوسرے شخص پر منتقل نہین کرسکتا تاوقتیکہ کوئی خاص شرط اس مضمون کی نہ ہوگئی ہو۔

عطیہ دار کسی مکان کو جو اوسکے رہنے کے لیے دیا گیا ہو بغیر اجازت خاص معطی کے کرایہ پر نہین دے سکتا۔

سب عطیات جو خاص خاص اشخاص کے نام بلا تعیین مدت ہون مالک یا معطی کے مرنے پر ختم ہوجاتے ہین اور اوسکے ترکہ مین شامل ہوجاتے ہین اسیطرح سے سب عطیات جنکی میعادین معیّن ہون بعد انقضاے مدت معینہ ختم ہوکر معطی یا اوسکے ورثہ کو واپس ملتی ہین۔

جب کوئی چیز زید کو اور اوسکی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ عطا کیجائے تو عطیہ دار کو حق مطلق حاصل ہوجاتا ہی اور وہ عطیہ دائمی ہوجاتا ہی جیسا کہ اوس

---

سلہ جس چیز کا وقف جائز ہی اوسکا عمرہ بھی جائز ہی یعنے مادام الحیات اوسکو بخشدینا اور یہ عطیہ اوس شئی کے بیع سے باطل نہین ہوجاتا اسواسطے کہ مشتری کو واجب ہی کہ جو شروط اوس عطیہ دانے قرارپائی ہون اونکی تعمیل کرے۔ شرائع الاسلام صفحہ ۲۴۶ ۱۲ منہ

الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ فی الواقع جب کسی شخص کو اور اوسکی اولاد کو کوئی چیز دوامًا عطا کیجائے تو عطیہ دار کو اوسمین ایسا حق حاصل ہوجاتا ہے جسکے انتقال وغیرہ پر کوئی قید نہین ہوتی ہے۔

بمقدمہ ناصر حسین بنام صغرےٰ بیگم معلوم ہوا کہ مدعی کے باپ ذوالفقار حسین نے ۲۳ نومبر ۱۸۶۹ء کو اپنے ایک مکان کا ہبہ نامہ اپنے چچازاد بھائیون علی محمد و مظفر حسین اور ابوالمظفر مدعا علیہ کے نام لکھدیا تھا اور ۲ دسمبر ۱۸۸۲ء کو ایک اور رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعہ سے اوسی مکان کا حق ملکیت ناصر حسین مدعی کو عطا کیا تھا۔ علی محمد کا حق جو بموجب دستاویز مرقومہ ۲۳ نومبر ۱۸۶۹ء منجملہ تین منتقل الیہم کے ایک منتقل الیہ تھا بعلت اجراے ڈگری صغرےٰ بیگم مدعا علیہا کے قرق کیا گیا۔ مدعی نے بصیغہ اجراے ڈگری عذرداری کی مگر جب اوسکے عذرات نامنظور ہوئے تو اوسنے اوس مکان کی نسبت استقرار حق کی نالش دائر کی اور استدعا کی کہ یہ اعلان فرمایا جاسے کہ علی محمد کی وفات کے بعد اوسکا سارا حق اس مکان مین جاتا رہا۔ پس اس مقدمہ مین تنقیح طلب یہ امر تھا کہ آیا حسب شرائط دستاویز مرقومہ ۲۳ نومبر ۱۸۶۹ء حق ملکیت اس مکان کا منتقل الیہم پر منتقل ہوگیا تھا یا نہین۔ اور دستاویز کی عبارت ضروری درج ذیل ہے۔

"مین نے یہ مکان اپنے بھائیون علی محمد اور مظفر حسین اور ابوالمظفر کو بہ رغبت خود اور بلا اجبار و اکراہ دیا کہ وہ اور اونکی اولاد نسلًا بعد نسلٍ و بطنًا بعد بطنٍ اسمین رہا کرین۔ مجھے اور میرے ورثہ کو کوئی دعوے اس مکان پر نہین ہے اور نہ آیندہ ہوگا لیکن اگر یہ برادران مذکورین اس مکان کو بیع یا رہن کرنا چاہین تو مجھے اور میرے ورثہ کو اسپر دعوے رہیگا۔ جبتک بیع یا رہن نہ عمل مین آئے مجھے اور میرے ورثہ کو اس مکان سے کچھ تعلق اور سروکار نہین ہے۔

عدالت ابتدائی نے اس مقدمہ مین یہ تجویز کیا کہ علی محمد کا حق جو منجملہ موہوب لہم کے
ایک موہوب لہ ہی لائق توریث اور قابل الانتقال ہی اور دعوے خارج کر دیا۔ مدعی نے
ہائی کورٹ مین اپیل کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ چونکہ اس مقدمہ مین فریقین شیعہ
مذہب ہین لہذا جن کتب فقہ پر عدالت ماتحت نے بھروسا کیا ہی اور جو اہل سنت کی
کتابین ہین اونکے پابند فریقین نہین ہو سکتے۔ ہائی کورٹ الہ آباد نے عدالت ابتدائی
فیصلہ کو بحال رکھا اور یہ تجویز لکھی کہ۔

"ہمارے نزدیک سب جج کی راے اس مقدمہ مین صحیح ہی کہ مکان متنازع فیہ
مدعا علیہم نے صرف رہن کے لیے نہین لیا تھا بلکہ مطلقاً لے لیا تھا۔ ہبہ نامہ مین جو الفاظ
ہبہ مطلق پر دلالت کرتے ہین وہ بہت صاف ہین (اون الفاظ کو نقل کر کے عالم جج نے
فرمایا ہی) ایسی دستاویز کے معنی بخوبی عیان ہین۔ اس مکان کے ہبہ سے مقصود
وہان سکونت تھی مگر خود یہ مکان موہوب لہم کو "نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ" ہبہ
کیا گیا ہی اور اسکے بعد جو لکھا ہی وہ صرف بطور سفارش کے لکھا ہی اور شرعاً یہ قوت
نہین رکھتا کہ نفس مکان کے ہبہ کو محدود کر دے۔ ایسی دستاویزون کے یہی معنے
سب قوانین کے موافق لیے جاتے ہین خواہ یورپ کے قوانین ہون خواہ ہندوستان کے
ہون۔ یہ معنے قانون انگلستان کے بالکل موافق ہین اور سب جج نے ثابت کر دیا ہی
کہ شرع محمدی کے بھی موافق ہین۔"

اپیلانٹ کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ اس مقدمہ مین فریقین شیعہ مذہب ہین
اور جن کتابون کا حوالہ دیا گیا ہی وہ سنیون کی کتابین ہین۔ اسمین شک نہین ہی کہ
اس مقدمہ مین فریقین شیعہ ہین اور اگر مذہب امامیہ مین کوئی حکم سنیون کی شرع کے
خلاف ہوتا جسکا حوالہ سب جج نے دیا ہی تو اوس حکم کو نافذ کرنا ہمپر فرض ہو جاتا۔
مگر بیلی صاحب کی شرع امامیہ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ ۱۸۶۹ع مین ہمنے مسائل شیعہ مین

بخوبی غور کیا تو ہمکو خوب ثابت ہو گیا کہ اس مسئلہ مین فریقین مین کچھ اختلاف نہین ہی
فی الواقع سنیون کی شرع تو اس باب مین بہت صریح و واضح ہی مگر امامیہ کی شرع
ساکت وصامت ہی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ امامیہ کی شرع کا منشاء یہ ہی
کہ جب امامیہ کی کتابون مین اس قسم کے ہبہ کا کہین ذکر نہین لکھا ہی کہ ایسا ہبہ موہوب
لہ کے حیات پر محدود ہی تو اس صورت مین شیعون کے مقدمات مین سنیون کی
شرع جاری کرنی چاہیے[1]"

تاہم بلی صاحب کی شرع امامیہ صفحہ ۲۲۶ - ۲۲۷ مین ایک عبارت ایسی لکھی ہی
کہ اگر شیعون کا قول یہی ہی جیسا اس عبارت سے ثابت ہوتا ہی تو اوسمین غور کرنا
لازم ہی۔ وہ عبارت یہ ہی کہ "اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے یہ مکان تجھکو تا حیات دیا
اور تیرے جانشین کو دیا تو یہ صرف عمرہ ہو گا یعنے اوسی کی حیات تک رہیگا اور قول
اصح یہی ہی کہ اوسکے جانشین پر منتقل ہو گا گویا کہ اوسنے جانشین کا لفظ کہا ہی نہ تھا"
اگر شرع امامیہ یہی ہی تو اوسکا سمجھنا مشکل ہی اور اوس سے بھی زیادہ یہ سمجھنا مشکل ہی کہ
حقیت ایسی محدود ہو گئی کہ ہبہ کے صیغہ سے اوس لفظ کو نکال ڈالنے کی ضرورت
ہوئی جو اوسکے اثر کو جانشین تک صاف پہونچا دیتا ہی۔ مصنف نے یہ نہین لکھا ہی
کہ قول اصح یا قول مختار اوںھون نے کسکے قول کو کہا ہی۔ یہ ایک بالکل خود رایانہ
اور بے دلیل تفسیر ہبہ کی ہی جس سے یہ لازم آتا ہی کہ اگر "تیرے جانشین" کا لفظ بھی
اس ہبہ کا جزو رکھا جائے تو ہبہ نہ باقی رہیگا۔ مگر اس مقدمہ مین مکان ایسے
وسیع الفاظ سے موہوب لہ کو ہبہ کیا گیا ہی کہ اگر اون الفاظ کے کچھ معنے شرع مین
ہین تو اون سے صاف یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ مکان مطلقاً ہبہ کیا گیا"

---

[1] اسمین کچھ شک نہین ہی کہ یہ راے ہائیکورٹ کی شرع امامیہ کی غلط فہمی پر
مبنی ہی ۱۲ منہ

# فصل چہارم

## ہبۂ مشروط۔

اگر کوئی شخص کسی کو ایک قطعۂ اراضی اس شرط پر ہبہ کرے کہ موہوب لہ اوس اراضی کی پیداوار واہب کو اوسکی بسراوقات کے لیے دیا کریگا تو ابو القاسم کے قول کے مواقق یہ ہے کہ اگر اوس اراضی مین کچھ پیداوار ہوتی ہو تو ہبہ صحیح ہے مگر شرط باطل ہے۔ لکن اگر وہ اراضی افتادہ یا غیر قابل الزراعت ہو تو ہبہ فاسد ہے۔ شیعون کے مذہب مین ہبہ اور شرط دونون صحیح ہین۔ بموجب اوس فیصلہ کے جو پریوی کونسل نے بمقدمۂ نواب امجد علی خان بنام محمدی بیگم[1] کیا ہے جب کسی شی کا عین ہبہ کیا جائے اور اوسکا منافع واہب اپنی حیات مین اپنے تصرف مین لائے تو ایسا ہبہ جائز تصور کیا جائیگا۔ اس فیصلہ مین حکام پریوی کونسل نے فرمایا ہے کہ "غور طلب یہ امر ہے کہ جب کوئی واہب اپنی زندگی مین کوئی جائداد از روے شرع محمدی کسی کے نام منتقل کرے اور عین المال پر اپنا ملک کلاً وجزءً انہ باقی رکھے بلکہ صرف یہ شرط کرے کہ جبتک خود زندہ رہیگا اوسکا منافع پانیکا مستحق ہوگا تو آیا ایسا ہبہ از روے شرع محمدی غیر مکمل ہے۔ ہدایہ مین بعینہ یہی مسئلہ لکھا ہے اور اسکا انتفاء کیا ہے۔ جو چیز واہب کو واپس دیجائیگی وہ بعینہ مال موہوب نہین ہے بلکہ اور ہی چیز ہے۔ ہدایہ کتاب الہبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۴ ملاحظہ ہو جسمین پہلے یہ اعتراض لکھا ہے کہ شی موہوب مین واہب کی شراکت سے ہبہ فاسد ہو جاتا ہے اور اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ "واہب کا تصرف اوس چیز مین ہوا ہے جسکو اوسنے ہبہ نہین کیا ہے یعنے اوسکا تصرف اوس چیز کے منافع مین ہوا ہے اور اوسنے اوس چیز کا عین ہبہ کیا تھا اوسکا منافع نہین ہبہ کیا تھا۔

[1] مورس انڈین اپیلس جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۰ ۱۲ منہ

پھر ملاحظہ کیجیے کہ اگر یہ اقرار کہ باپ اون تولوٹن کا منافع اپنی زندگی بھر اپنے
تصرف مین لائیگا ایک شرط منافی ہبہ تصور کیجائے یعنے موہوب لہ کے استفاع
اور تصرف کے بالکل مضر سمجھی جاوے تو اس صورت مین ہبہ شرعاً نہ فاسد ہوجائیگا
بلکہ وہ شرط باطل ہوگی۔ ہدایہ کتاب الہبہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۷۔ مگر چونکہ یہ اقرار
جو باپ بیٹے مین ہوا ہی ایک معاوضۂ جائز پرمبنی ہی لہذا بیٹے کا اقرار صحیح وجائز ہی
جسکا نفاذ اوسپر ہندوستان کی عدالتون مین بطور اوس اقرار کے ہوسکتا تھا
جس سے ایک معاہدہ پیدا ہوا ہی یعنے وہ اقرار صالح اس امر کا ہی کہ مابین میعاد
مشروط منافع واہب کو دیا جائیگا۔ لہذا فریقین کی اس بحث سے ہدایہ کی
کسی حکم مین کوئی خلل نہین پڑتا اور یہ ہبہ مکمل ہی"

بادی النظر مین یہ فیصلہ فقیہ حنفی ابوالقاسم کے قول کے خلاف معلوم ہوتا ہی
مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی مین اکثر شروط ہبہ کا بطلان عربی الفاظ سے
پیدا ہوجاتا ہی۔ عام قاعدہ یہ ہی کہ جب ہبہ مطلق کرنیکا ارادہ صاف ظاہر ہو تو
جو شرط مانع تکمیل ہبہ ہو وہ باطل سمجھی جاتی ہی۔ پس اس لحاظ سے حکام پریوی
کونسل کا فیصلہ مقدمۂ مذکورۂ بالا شرع حنفی کے موافق معلوم ہوتا ہی کہ منافع کا
واہب کی حیات تک اوسی کے تصرف مین آنا مال موہوب مین موہوب لہ کا
ملک پیدا ہونے سے مانع نہین ہی۔

ہبہ اوس چیز کا جو گم ہوگئی ہو اوسکے ملجانیکے بعد فاسد ہوجاتا ہی۔ مثلاً اگر
کوئی شخص کسی سے کہے کہ "مین نے تجھکو وہ موتی دیدیا جو گم ہوگیا ہی اوسکو ڈھونڈکر
لے لے" تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہبہ فاسد ہی کیونکہ صرف ایک شئی موہوم
ہبہ کیا ہی۔ مگر امام زفر ایسے ہبہ کو جائز سمجھے ہین۔

اگر کوئی چیز ہبہ کیجائے اور موہوب لہ کو اوسکے لینے نہ لینے کا اختیار دیا جائیگا

اور وہ اوس اختیار کو اوسی جلسہ مین فوراً عمل مین لائے تو ایسا ہبہ جائز ہے۔

اگر واہب کوئی چیز ہبہ کرے مگر اوسکے دینے نہ دینے کا اختیار اپنے لیے رکھے تو ہبہ صحیح ہے مگر وہ اختیار باطل ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص ایک مکان اپنے پسر نابالغ کو صدقہ دے اور خود اوسمین بلا کرایہ رہا کرے تو ہبہ صحیح ہے۔ اور اگر اوس مکان مین اور کوئی شخص بلا کرایہ رہے تو چونکہ باپ اپنے بیٹے کی طرف سے اوسپر قابض سمجھا جاتا ہے لہذا اوس صورت مین بھی ہبہ صحیح ہوگا۔

ہبہ شرط ناجائز کی وجہ سے باطل نہین ہوجاتا۔ لہذا جب شوہر اور زوجہ مین اپنے اپنے حقوق کی نسبت کوئی قول و قرار ہوگیا ہو تو ایسے قول و قرار کا معاوضہ ہبہ کا حکم رکھتا ہے اور کسی شرط ناجائز کی وجہ سے باطل نہین ہوجاتا۔ مگر فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہے کہ "بیع اور رہن اور اجارہ شروط ناجائز سے باطل ہوجاتا ہے"[1]

جب کوئی شخص ایک مکان خریدے اور اوسپر قبضہ کرکے اوسکو ہبہ کردے اور اوسکے ہبہ کرنیکے بعد کوئی اور شخص حق شفعہ کا دعوے کرکے نصف مکان پر قابض ہوجائے تو باقی ماندہ مکان کا ہبہ باطل ہوجائیگا۔

ہبہ کا اقرار اسپر دلالت کرتا ہے کہ تمام شرائط ضروری ہبہ کے تعمیل کیے گئے ہین۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے کوئی جائداد زید کو ہبہ کی ہے تو یہ اقرار قبضہ کے لیے بھی کافی ہوگا۔

اگر کوئی شخص اپنے شریک تجارت سے کہے کہ میرے حصہ کی جائداد میری بیٹی کو دیدو مگر بیٹی کو اوسپر قبضہ کرنیکی اجازت نہ دی ہو تو ہبہ کامل نہوگا اور باپ کا حق اوس جائداد مین بعینہ باقی رہیگا۔

---

[1] فتاوائے قاضی خان صفحہ ۲۳۶　۱۲ منہ

# باب تیسرا

## تنسیخ ہبہ

## فصل اول

واہب کے اختیار تنسیخ ہبہ کے باب مین فرق اسلام مین اختلاف عظیم ہی۔
شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک (بجز اوس ہبہ کے جو والدین نے اپنی اولاد کو کیا ہو) اور کوئی ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا خواہ قبضہ تبدیل ہوا ہو خواہ نہوا ہو۔ البتہ جو ہبہ جبراً یا نافہمی سے ہوا ہو وہ اسمین داخل نہین ہی مگر والدین اوس ہبہ کو منسوخ کر سکتے ہین جو اونھون نے اپنی اولاد کو کیا ہو۔ لکن حق تنسیخ ہبہ جو ماں باپ کو حاصل ہی مطلق نہین ہی۔ جب ہبہ صدقہ کے قبیل سے ہو (یعنے راہ خدا مین بنیت ثواب کوئی چیز دی گئی ہو) تو ایسا ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا۔

والدین اوس ہبہ کو جو اونھون نے اپنی اولاد کو کیا ہو حالات ذیل مین بھی نہین منسوخ کر سکتے۔

(۱) جب شئی موہوب اپنی ہیئت اصلی پر نہ باقی رہی ہو یا کلاً یا جزواً غائب ہو گئی ہو یا بیع یا مبادلہ کر لی گئی ہو۔ نرخ بازار کے تغیر و تبدل سے جو کمی و بیشی قیمت مین ہو جائے وہ اسمین داخل نہین ہی۔

(۲) جب واہب نے عقد کر لیا ہو اور وہ عقد بمعاوضہ شئی موہوب ہوا ہو۔

(۳) جب موہوب لہ مر گیا ہو اور وہ جائداد اوسکے ورثہ کو وراثتاً ملی ہو۔

مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ "اگر شئی موہوب پر قبضہ ہو گیا ہو اور وہ شئی والدین کو ہبہ کی گئی ہو تو علمار کا اتفاق ہی کہ ایسا ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا نہ ہبہ اوس ہنگام مین منسوخ ہو سکتا ہی جبکہ موہوب لہ واہب کے اقربار نسبی مین سے ہو گو اسمین کچھ اختلاف ہی مگر وہ معتبر نہین سمجھا گیا ہی" لکن اگر ہبہ کسی غیر شخص کو کیا گیا ہو تو

جبتک شئی موہوب کا عین موجود رہے منسوخ ہو سکتا ہی مگر جب اوسکا عین فنا ہو جاسے تو ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔ اسی طرح سے وہ ہبہ بھی نہین منسوخ ہو سکتا جسکے معاوضہ مین کچھ لیا گیا ہو گو وہ معاوضہ کیسا ہی خفیف یا کم قیمت ہو۔ شئی موہوب کا موہوب لہ کے استعمال مین آنا واہب کو تنسیخ ہبہ سے مانع نہین ہی تاوقتیکہ موہوب لہ کے استعمال مین اوس شئی کی حقیقت بالکل نہ بدل گئی ہو۔ محقق ابوالقاسم حلّی نے شرائع الاسلام مین فرمایا ہی کہ جب زوجہ نے کوئی چیز اپنے شوہر کو ہبہ کردی ہو تو اوس ہبہ کو منسوخ کرنا مکروہ ہی اور جب شوہر نے کوئی شئی اپنی زوجہ کو ہبہ کی ہو تو اوسکو بھی منسوخ کرنا مکروہ ہی۔ مشاہیر فقہاے شیعہ نے جنمین محقق بھی داخل ہین اس سے بھی ترقی کرکے فرمایا ہی کہ باہمی ہبہ کے باب مین شوہر اور زوجہ مین وہی نسبت ہی جو اقربا نسبی مین ہی یعنے جب شوہر زوجہ کو یا زوجہ شوہر کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا۔ ان علماے شیعہ سے فقہاے حنفی نے بھی اس مسئلہ مین اتفاق کیا ہی کہ زوجیت مانع تنسیخ ہبہ ہی جیسا آیندہ بیان کیا جائیگا۔

حنفیہ کے نزدیک ہبہ کو منسوخ کرنا مکروہ ہی مگر حرام نہین ہی۔ چنانچہ فتاواے عالمگیری مین لکھا ہی کہ "ہبہ کو منسوخ کرنا جملہ حالات مین مکروہ ہی مگر جائز ہی"۔ اسکا نتیجہ یہ ہی کہ ہر ایک ہبہ قبل اقباض منسوخ ہو سکتا ہی مگر اقباض کے بعد بعض قسم کا ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا اور بعض قسم کا ہبہ قاضی کے حکم سے یا موہوب لہ کی رضامندی سے منسوخ ہو سکتا ہی۔

جب محارم شرعیہ[1] یا محرمات شرعیہ مین سے کسی عزیز کو ہبہ کیا گیا ہو اور قبضہ بھی

---

[1] یعنے وہ مرد اور وہ عورتین جو ایک دوسرے پر حرام ہین یعنے جنمین مناکحت شرعاً حرام ہی ۱۲ مترجم

کرادیا گیا ہو تو واہب اوسکو نہین منسوخ کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہبہ اوسوقت نہین منسوخ ہو سکتا جبکہ واہب اور موہوب لہ مین ایسی قرابت نسبی ہو کہ باہم مناکحت حرام ہو۔ چچازاد بھائی یا بہن کو جو ہبہ کیا ہو وہ منسوخ ہو سکتا ہی اسواسطے کہ وہ ایک دوسرے پر حرام نہین ہین۔ اسی طرح سے خوشدامن کو جو ہبہ کیا ہو وہ بھی منسوخ ہو سکتا ہی اسواسطے کہ خوشدامن محرمات شرعیہ من سے تو ہی مگر اقربا نسبی مین سے نہین ہی۔

یہ عرض ہو چکا ہی کہ سوائے اوس ہبہ کے جو محارم یا محرمات شرعیہ مین سے کسی کو کیا گیا ہو اور سب ہبے منسوخ ہو سکتے ہین۔ قبل اقباض واہب خود ہبہ کو کلاً یا جزءاً منسوخ کر سکتا ہی اور بعد اقباض وہ صرف موہوب لہ کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے ہبہ منسوخ کر سکتا ہی۔

سب علمار کا اتفاق ہی کہ قاضی کے حکم سے اصل ہبہ منسوخ ہو جاتا ہی مگر اسمین اختلاف ہی کہ باہمی رضامندی سے ہبہ مطلقاً منسوخ ہو جاتا ہی یا نہین۔ نظایر سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ مطلقاً منسوخ ہو جاتا ہی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کوئی چیز دوسرے کو ہبہ کرے اور دوسرا تیسرے کو ہبہ کرے اور پھر اوس ہبہ کو منسوخ کر دے تو اختیار تنسیخ ہبہ واہب اول کو ہوگا۔ لکن ایسا اوس صورت مین نہوگا جبکہ دوسرا موہوب لہ اوسی چیز کو اپنی واہب کو بطور ہبہ کے واپس کر دے۔ اسواسطے کہ چونکہ دوسری منسوخی تنسیخ کامل ہی لہذا یہ لازم آتا ہی کہ جو چیز واپس دی گئی ہی اوسنے ملک سابق پر عود کیا ہی اور واہب پھر اوسکا مالک ہو جاتا ہی یہ اسلئے کہ اوسپر از سر نو قبضہ کرنیکی ضرورت نہو۔ ہبہ منسوخ ہونیکے بعد مال موہوبہ بعینہٖ امانت موہوب لہ پاس رہتا ہی پس اگر وہ ضائع ہو جاسے تو موہوب لہ اسکا ذمہ دار نہین ہی۔ لکن جب ہبہ قاضی کے حکم سے یا فریقین کی مرضی سے

تو منسوخ ہوا ہو اور موہوب لہ مال موہوب واہب کو پھیر دے اور وہ اوسکو
قبول کرے تو وہ دوبارا اوسکا مالک نہین ہو سکتا جبتک کہ اوسپر قبضہ نہ کرے ۔ اور
جب واہب مال موہوب پر قبضہ کرلے تو یہ ہبہ جو موہوب لہ نے اوسکو کیا ہی ہبہ
اول کی تنسیخ بحکم قاضی یا برضا مندی طرفین سمجھی جائیگی اور پھر موہوب لہ کو
اوسکے منسوخ کرنیکا اختیار نہین ہی ۔

امام ابو یوسف کا یہ قول ہی کہ جبتک قاضی تنسیخ ہبہ کا حکم نہ صادر کرے موہوب لہ
مال موہوب کو اپنے استعمال مین لا سکتا ہی اور اوسکو فروخت وغیرہ کر سکتا ہی مگر
جب قاضی حکم تنسیخ صادر کرچکا ہو تو پھر اوسکا استعمال یا فروخت وغیرہ ناجائز ہی ۔
اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہی ۔ اگر قاضی کا حکم صادر ہونے کے بعد
اور واہب کے دوبارا قبضہ کرنے کے پیشتر مال موہوب موہوب لہ کے پاس ضایع
ہو جائے تو موہوب لہ اوسکے ضایع ہونیکا ذمہ دار ہوگا الا اینکہ اوس سے قبضہ کرانیکی
کی درخواست کی گئی ہو اور اوسنے انکار کیا ہو ۔ اگر ہبہ منسوخ ہونے کے بعد مگر قاضی کا
حکم صادر ہونے کے پیشتر موہوب لہ شئی موہوب واہب کو دیدے اور وہ اوسپر
قبضہ کرلے تو وہ منسوخی قاضی کے حکم سے سمجھی جائیگی ۔

اگر واہب اختیار تنسیخ سے صاف صاف دست بردار ہو جائے تو بھی وہ اختیار
بعینہ باقی رہتا ہی اور زائل نہین ہو جاتا ۔ لکن اگر موہوب لہ سے کچھ معاوضہ لیکر
واہب حق تنسیخ سے باز آئے تو یہ جائز ہی اور یہ ایک قسم کا مبادلہ ہو جائیگا جس سے
حق تنسیخ جاتا رہیگا ۔

تنسیخ ہبہ بالفاظ مناسب ہونی چاہیئے ۔ جیسے "مین نے اس ہبہ کو منسوخ کیا
یا اسکو اپنے مال مین دوبارا شامل کرلیا" یا "مین نے اسکو منسوخ اور فسخ کیا"
اگر واہب ایسا کوئی فقرہ نہ کہے اور شئی موہوب کو بیع کرنے یا رہن رکھنے کا

معاہدہ کرے تو ایسا فعل بمنزلہ منسوخی ہوگا - اور اگر منسوخی مشروط ہو تو غیر موثر ہے
مثلاً اگر واہب کہے کہ "جب ایسا ہو گا تب مین اس ہبہ کو منسوخ کرونگا یا یہ ہبہ
منسوخ ہو جائے گا" یا "فلان تاریخ منسوخ ہو گا" تو ایسی تنسیخ ناجائز ہو گی اسواسطے
کہ منسوخی کسی شرط پر[1] موقوف نہین ہو سکتی نہ زمانہ آیندہ پر محمول ہو سکتی ہے -

حالات ذیل مین ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا -

(۱) جب شئی موہوب ہبہ یا بیع یا اور کسی انتقال کے ذریعہ سے جس سے
حق ملکیت منتقل ہو جاتا ہی موہوب لہ کی ملک سے نکل گئی ہو -

(۲) جب موہوب لہ مرگیا ہو اور شئی موہوب اوسکے ورثہ کو وراثتاً ملی ہو -

(۳) جب واہب مرگیا ہو تو اوسکے ورثہ کو ہبہ منسوخ کرنیکا اختیار نہین ہی
بیسے تنسیخ ہبہ کا اختیار ایک ذاتی حق واہب کا ہی -

(۴) جب شئی موہوب ضایع یا گم ہو گئی ہو -

(۵) جب ہبہ بالعوض ہو یعنے معاوضہ ہوا ہو -

(۶) جب شئی موہوب کی ماہیت موہوب لہ کے پاس بدل گئی ہو -

(۷) جب مال موہوب مین کچھ افزونی یا اضافہ ہوا ہو اور وہ افزونی یا اضافہ
اوس قسم کا ہو کہ اوس سے غیر منفک ہو یعنے جدا نہ ہو سکے - ہبہ کے قابل منسوخی
ہونے مین اس سے کچھ فرق نہین پڑتا کہ وہ اضافہ موہوب لہ کے کسی فعل کی وجہ سے
ہوا ہی یا بغیر ایسے فعل کے ہوا ہی اور وہ افزونی خود اوس شئی سے حادث ہوئی ہی (جیسے
میوہ درخت سے) یا اوس شئی مین افزونی ہو گئی ہی (جیسے وہ افزونی جو نموسے ہو)
بہرکیف - اوس افزونی کو چاہیئے کہ شئی موہوب کا جزو ماہیت اور اوسکے عین
یا جوہر مین شامل ہو گئی ہو اور اوسکی قیمت مین اضافہ کا باعث ہوئی ہو زیادتی

[1] فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۳۷ ۱۲ منہ

یا سینا یا اٹھا لیجانا وغیرہ اختیار تنسیخ کے اسباب نفی یعنے فنا کرنے والے سمجھے گئے ہین۔

صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لیجانا جب اس سے قیمت مین کچھ افزونی ہوئی ہو یا کچھ خرچ کرنا پڑا ہو تنسیخ ہبہ کا مانع کافی ہی۔ جو افزونی شئی موہوب کی عین سے جدا ہو سکتی ہو وہ مانع تنسیخ ہبہ نہین ہی یا جو نقصان یا حرج اوس شئی مین ہوا ہو وہ بھی مانع تنسیخ ہبہ نہین ہی۔

(۸) جب واہب اور موہوب لہ مین رشتۂ زوجیت ہو۔ مگر ایسا ہبہ قابل تنسیخ اوس ہنگام مین ہوگا جبکہ حالت وجود یا بقائے زوجیت مین ہوا ہو۔ مثلاً قبل نکاح جو ہبہ ہوا ہو وہ منسوخ ہو سکتا ہی۔ مگر جب حالت بقائے نکاح مین ہبہ کیا گیا ہو تو بعد فسخ نکاح وہ ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔ متناکحین یعنے شوہر اور زوجہ کے اختلاف مذہب سے ہبہ کے قابل منسوخی نہ ہونے مین کچھ فرق نہین پڑتا۔

(۹) قرابت نسبی جو تحریم[1] نکاح کے درجہ تک پہونچی ہو مانع تنسیخ ہبہ ہی۔

---

[1] یعنے والدین اور جدین چاہیے کیسے ہی عالی ہون اور اولاد اور اولاد کی اولاد چاہیے کیسی ہی سافل ہو۔ بھائی اور بہنین اور اونکی اولاد اور چچا اور پھوپھیان اور ماموں اور خالائین۔ ردالمختار۔

اگر کوئی شخص کوئی چیز اپنے کسی محرم شرعی کو ہبہ کرے تو اوس ہبہ کو منسوخ کرنا جائز نہین ہی۔ ہدایہ

جو قرابت رضاعت یا زوجیت سے پیدا ہو وہ مانع تنسیخ ہبہ نہین ہی۔ خزانۃ المفتیین۔

جب کوئی ذمی مستامن جو سلطنت اسلامیہ کا مطیع ہوا اور دارالاسلام مین رہتا ہوا اپنے بیاہ مسلم کو ہبہ کرے اور موہوب لہ کو قبضہ کی اجازت دیکر کہین چلا جائے اور وہ قبضہ کرے تو ایسا ہبہ شرعاً جائز ہی۔ لکن اگر کسی مسلم نے کسی ذمی مستامن کو ہبہ کیا ہو اور قبول کرنے کے پیشتر وہ دارالحرب مین چلا گیا ہو تو وہ ہبہ باطل ہو جائیگا۔ مبسوط۔ جب بھائی کے وکیل یا گماشتہ کو ہبہ کیا گیا ہو تو وہ منسوخ نہین ہو سکتا۔ اور اگر وہ وکیل اوسکو نامنظور کرے مگر اوسکا موکل اوسکو قبول کرے تو ہبہ جائز ہوگا۔ کنایہ ۱۲ منہ

اسمین واہب اور موہوب لہ کے مذہب کی کچھ قید نہین ہی۔

(۱۰) شئی موہوب کا خود بخود نمو پانا بھی واہب کو مانع تنسیخ ہبہ ہی۔

جب اختیار تنسیخ ہبہ موجود ہو تو کل یا جزو دونون کی نسبت عمل مین آسکتا ہی

جب ہبہ منسوخ کیا جائے تو واہب اپنے حقوق ملکیت اور تمام لوازم ملکیت کو اوسوقت سے عمل مین لا سکتا ہی جبکہ مال موہوب پر اوسکا قبضہ ہو جائے مگر اوسکے پیشتر سے نہین عمل مین لا سکتا۔ مثلاً جب کسی شخص نے ایک مکان ہبہ کرکے موہوب لہ کا قبضہ اوسپر کرا دیا ہو اور اوسکے متصل ایک اور مکان فروخت ہوا ہو اور اوسکے بعد واہب اوس ہبہ کو منسوخ کرے تو اوس دوسرے مکان مین اوسکا حق شفعہ نہ باقی رہیگا۔

جب کسی قرضدار کا قرضہ معاف کر دیا گیا ہو تو اوس قرضہ کے ہبہ کی تنسیخ کا اختیار قرضخواہ یا واہب کو نہین ہی۔

جو قرابت رضاعت یا زوجیت سے پیدا ہو وہ مانع تنسیخ ہبہ نہین ہی۔

جب کوئی شخص کسی کو گھوڑا ہبہ کرے اور موہوب لہ اوس گھوڑے کو تعلیم دلوائے تو واہب کو اختیار تنسیخ ہبہ نہین ہی گو امام زفرنے ظاہراً اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہی۔ لوازم شئی[1] موہوب جو بعد ہبہ حاصل کیے گئے ہون مانع تنسیخ ہبہ ہین۔

شئی موہوب کو کچھ خرچ کرکے اور محنت کرکے ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجانا مانع تنسیخ ہبہ ہی۔ اگر کوئی شخص کسی کو کپڑے ہبہ کرے اور موہوب لہ انکو دھوبی سے دھلوائے تو حق تنسیخ ہبہ جاتا رہیگا۔

اگر کوئی شخص چند درہم کسی کو ہبہ کرے اور بعد اوسکے اونکو موہوب لہ سے

---

[1] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ

قرض نے تو شئ موہوب کی کیفیت بدل جانیکی وجہ سے حق تنسیخ ہبہ زائل ہوجائیگا۔

چونکہ بغیر حکم قاضی کے یا بلا رضامندی طرفین ہبہ نہیں منسوخ ہوسکتا لہذا اگر کوئی شخص کوئی چیز ہبہ کرکے موہوب لہ کا قبضہ اوسپر کرادے اور بعد ازآن بغیر حکم قاضی یا بلا رضامندی موہوب لہ اوسکو واپس کرلے اور وہ چیز گم ہوجائے تو واہب مستوجب ہرجہ ہوگا۔

اگر کوئی عورت کوئی چیز اپنے شوہر کو ہبہ کرے اور بعد اوسکے بیان کرے کہ اوسکے شوہر نے زبردستی یا دہمکی دیکر ہبہ کروالیا تھا تو اوسکا دعوے مسموع ہوگا۔[1]

جب کوئی چیز محارم یا محرمات شرعیہ مین سے کسی عزیز کو اور کسی غیر آدمی کو ایک ہی وقت مین یا بالمشارکت ہبہ کیجاے تو اوس غیر شخص کا ہبہ منسوخ ہوسکتا ہی۔

جب صدقہ کی تکمیل قبضہ سے ہوجاے تو منسوخ نہین ہوسکتا۔

قبل اقباض ہبہ بغیر حکم قاضی اور بلا رضامندی موہوب لہ منسوخ ہوسکتا ہی اگر موہوب لہ کا قبضہ کرادیا گیا ہو تو وہ شئ موہوب کو اپنے پاس رکھنے اور اوسکے منافع کو اپنے تصرف مین لانیکا مستحق ہی تا وقتیکہ قاضی حکم تنسیخ نہ صادر کرے۔

جو ہبہ غربا و مساکین کو کیا جاے وہ صدقہ ہی اور منسوخ نہین ہوسکتا۔

اگر کوئی شخص کسی کو کوئی مکان ہبہ کرے اور موہوب لہ اوسمین رنگ بہروائے یا اوسمین درخت لگائے یا اور کسی طور سے اوسکو متغیر کرے تو ہبہ قابل منسوخی نہوگا۔

جب مال موہوب کا کوئی جزو ضایع و برباد ہوگیا ہو تو باقی ماندہ جزو کا ہبہ منسوخ ہوسکتا ہی۔

---

[1] غالباً جب اوسکے ثبوت مین شہادت پیش کیجاے ۱۲ منہ

جب کوئی چیز دو نامحرموں کو ہبہ کیجائے تو اون میں سے ہر ایک کے حصہ کا ہبہ منسوخ ہوسکتا ہی اور دوسرے کے حصہ کا ہبہ صحیح رہیگا۔

اختیار تنسیخ ہبہ سے دست بردار ہو جانے سے وہ اختیار سلب نہین ہوجاتا

جب قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا جاے تو اوسکی تنسیخ کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ ہبہ کی وجہ سے وہ قرضہ ادا ہوجاتا ہی اور وہ باقی نہین رہتا کہ منسوخ کیا جائے۔

اگر کوئی شخص کسی کو ایک قطعہ آراضی ہبہ کرے جسپر ہبہ کے وقت کوئی قابض نہو نہ کچھ مکانات یا درخت اوسپر ہوں اور موہوب لہ اوسپر درخت لگائے یا مکانات بنوائے تو اس صورت مین واہب تنسیخ ہبہ کا مستحق نہین ہی۔ لکن اگر کوئی چھپر وغیرہ چندروز کے لیے بنوالیا گیا ہو تو مانع تنسیخ ہبہ نہوگا۔ جب موہوب لہ نے کوئی اصلاح واقعی یا ترقی معتدبہ شی موہوب مین کی ہو تو واہب کا حق تنسیخ ہبہ جاتا رہیگا۔

واہب کا کچھ عوض قبول کرلینا مانع تنسیخ ہبہ ہی۔ اور اگرچہ ہبہ کا عوض کسی تیسرے شخص نے برضا و رغبت خود موہوب لہ کی طرف سے دیا ہو تو بھی واہب کا اوسکو قبول کرلینا اوسکے حق تنسیخ ہبہ کو زائل کردیگا۔

اگر موہوب لہ نے کچھ عوض ہبہ کا دیا ہو اور اوس ہبہ کا ایک جز دوسرے شخص کا مال ثابت ہو جو اوسکو موہوب لہ سے لیلے تو اس صورت مین موہوب لہ واہب سے اوسی قدر حصہ اوس عوض کا جو اوسنے اوسکو دیا ہی پانیکا مستحق ہوگا۔ اگر برخلاف اسکے کوئی جز اوس عوض کا دوسرے شخص کا مال ہو تو اس صورت مین واہب اوسی قدر حصہ شی موہوب کا واپس کرلینے کا مستحق نہوگا مگر وہ باقی ماندہ عوض جو اوسکے پاس ہی موہوب لہ کو پھیر کر اپنے ہبہ کو واپس لے سکتا ہی۔

جب کوئی شخص قاضی کے حکم یا موہوب لہ کی رضامندی سے ہبہ کو منسوخ کرے

تو یہ منسوخی اصل ہبہ کی سمجھی جائیگی موہوب لہ کی جانب سے از سرنو ہبہ نہ سمجھا جائیگا

لہذا ایسی صورت مین واہب کا قبضہ کرا دینا کچھ ضرور نہین ہی۔

جزو غیر منقسم کی نسبت تنسیخ ہبہ جائز ہی۔ اگر کوئی منسوخی بمنزلہ اسکے ہو کہ موہوب لہ نے

واہب کو از سرنو ہبہ کیا تو فقہاے حنفیہ کا قول ہی کہ اقباض شرط ضروری ہوگی

لہذا جزو غیر منقسم کی نسبت تنسیخ ہبہ ناجائز ہوگی۔

جو ہبہ بطور صدقہ ہوا ہو وہ اسوجہ سے نہین منسوخ ہو سکتا کہ بغرض خوشنودی

خدا ہوا تھا اور یہ غرض اوس ہبہ سے حاصل ہوگئی۔ اگر کوئی شخص کسی متمول آدمی کو

کوئی چیز بطور صدقہ کے دے تو ایسے ہبہ کو منسوخ کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ بعض

اوقات مالدار آدمی کو بھی محض خوشنودی خدا کے لیے صدقہ دیا جاتا ہی "اسی طرح سے

اگر کوئی شخص کسی محتاج کو کوئی چیز ہبہ کرے اور صدقہ کا لفظ نہ کہے تو ایسے ہبہ کو منسوخ

کرنا اوسکو جائز نہین ہی"۔

کوئی ہبہ جو بہ نیت ثواب کیا گیا ہو صدقہ ہی اور منسوخ نہین ہو سکتا۔ صدقہ

ہر شخص کو دیسکتے ہین خواہ امیر ہو خواہ غریب خواہ عزیز خواہ غیر۔ ہبہ اور صدقہ مین

صرف مقصد یا غرض کے اعتبار سے فرق ہی یعنے ہبہ سے یہ غرض ہوتی ہی کہ طرفین مین

خلوص و محبت زیادہ ہو یا اظہار تعظیم و توقیر منظور ہوتا ہی اور صدقہ سے یہ غرض

ہوتی ہی کہ "خدا[1] و ند عالم سے تقرب حاصل ہو" جیسا ہدایہ مین لکھا ہی کہ "جب خیرات

دینا نذر کرلیا جائے تو صدقہ کا حکم رکھتا ہی اور صدقہ کے احکام اوسمین جاری ہوتے

ہین" صدقہ مین بھی ہبہ کی طرح قبضہ شرط ہی اور بے قبضہ کے صدقہ بھی صحیح نہین ہی

اور نہ صدقہ اوس چیز کا جائز ہی جو جزو غیر منقسم شی قابل الانقسام کا ہو۔ صدقہ کو پھیر لینا

جائز نہین ہی اسواسطے کہ صدقہ سے غرض خوشنودی خدا ہی اور وہ حاصل ہوگئی

[1] مشکات المصابیح - فتاواے قاضی خان - شرایع الاسلام ۱۲ منہ

اگر کوئی شخص کسی متمول آدمی کو صدقہ دے تو احوط یہی ہی کہ اوسکا پھیر لینا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ بعض اوقات امیر کو صدقہ دینے سے بھی خوشنودی خدا حاصل ہو جاتی ہی- اسی طرح سے اگر کوئی شخص کسی غریب کو صدقہ دے تو اوسکو واپس لینا جائز نہین ہی کیونکہ اوس سے غرض خوشنودی خدا تھی اور وہ حاصل ہوگئی''۔

# چوتھا باب

## ہبہ بالعوض

## فصل اول

ہبہ مین عوض دینے کے شرط خود ہبہ کے معاہدہ مین ہو سکتی ہی اور ہبہ کے بعد بھی ہو سکتی ہی- اگر عوض ہبہ کرنے کے بعد دیا جاوے تو یہ تصریح کر دینی چاہیئے

---

ہبہ دو قسم کا ہی- ہبہ مطلق وغیر مشروط یعنے واہب اپنے مال کو مطلقاً اور بلا قید ہبہ کر دے- اس صورت مین شئی موہوب پر قبضہ کرا دینا جواز ہبہ کی شرط ہی- یا ہبہ مشروط ہی- اسکی دو قسمین ہین۔ اول ہبہ بشرط العوض جسمین کوئی شرط کر دی جاتی ہی یعنے واہب موہوب لہ کو کوئی چیز اس شرط سے ہبہ کرتا ہی کہ موہوب لہ اوسکو کوئی اور چیز دے- اس صورت مین بھی اقباض مال موہوب پر شرط ہی اور یہ بھی شرط ہی کہ مال موہوب کی تصریح کر دی جاوے اور واہب کی دیگر جائداد سے علیحدہ کر دیا جائے- مگر اس قسم کا ہبہ صرف اوس ہبہ کے مشابہ ہی جسکا ابتدائی درجہ ہوا اور اوس بیع کے مشابہ ہی جسکا آخری درجہ ہو یعنے معاوضہ لینے کے بعد جو بیع کا درجہ ہوتا ہی- لہذا ایسا ہبہ جسمین اقباض نہوا ہو مانع ارث نہین ہو سکتا یعنے جتنے حقوق اوس جائداد پر مثل قرضہ اور مہر اور وصیت وغیرہ کے ہون اونکو ادا کرنیکے بعد احکام میراث اوسمین جاری ہو سکتے ہین-

دوئم ہبہ بالعوض جسمین واہب موہوب لہ سے کہے کہ مین نے فلان چیز تجھکو فلان چیز کے عوض مین ہبہ کی مثلاً اس کپڑے یا اس غلام یا ہزار درہم کے عوض مین- اس قسم کا ہبہ دونون درجون کی بیع کے مشابہ ہی بنا بر قول مشہور کے ہی اور اسمین موہوب لہ کا قبضہ شرط نہین ہی''- میکناٹن صاحب کے اصول شرع محمدی صفحہ ۲۲۰ ۱۲ منہ

یہ عوض اس ہبہ کا دیا گیا ہی اور یہ بھی ضرور ہی کہ وہ عوض شی موہوب کا جزو نہ قرار دیا جائے - اگر عوض ہبہ کا جزو ہو تو ہبہ صحیح ہوگا اور وہ عوض نہ ہوگا - لیکن اگر شی موہوب مین ایسا تغیر ہوگیا ہو کہ ہبہ منسوخ نہ ہوسکے تو اوسکا ایک جزو باقی کا عوض ہوسکتا ہی - اگر دو چیزین دو معاہدون مین علیحدہ علیحدہ ہبہ کیا گئین تو ان مین سے ایک چیز دوسرے کا عوض ہوسکتی ہی - ہبہ بالعوض کی یہ بھی شرط ہی کہ عوض واہب کو دیا جائے - پس اگر واہب کو وہ عوض دوسرے شخص کو دینا پڑے تو وہ عوض نہ رہیگا اور وہ ہبہ منسوخ ہوسکتا ہی - لیکن اگر ایک جزو اوس عوض کا ضایع یا گم ہوجائے تو باقی کُل ہبہ کا عوض ہوسکتا ہی -

جب عوض ہبہ کے بعد دیا جائے تو ہمارے علمار کا اتفاق ہی کہ وہ عوض ابتدا ہی سے ہبہ مین داخل ہی - پس اگر ہبہ جائز ہی تو وہ عوض بھی جائز ہی اور اگر ہبہ باطل ہو تو وہ عوض بھی باطل ہی - اون دونوان مین کچھ فرق نہین ہی سوائے اسکے کہ عوض مین اختیار تنسیخ ساقط ہوجاتا ہی اور ہبہ مین اختیار تنسیخ باقی رہتا ہی اور جب عوض پر قبضہ ہوجائے تو اختیار تنسیخ ہبہ بھی ساقط ہوجاتا ہی - پس کوئی فریق دوسرے سے اوس چیز کو پھیر نہین سکتا جسپر اوسکا قبضہ ہوچکا ہی خواہ عوض موہوب لہ نے دیا ہو خواہ اور کسی شخص نے اور خواہ موہوب لہ کے کہنے سے دیا گیا ہو خواہ بغیر اوسکے اذن کے - ہدایہ مین یہی لکھا ہی - ہبہ کے سب شرائط عوض پر صادق آتے ہین اور یہ معاملہ ابتدا سے انتہا تک اوس قسم کا معاہدہ نہین ہی جسکو معاوضہ یعنے ایک دوسرے کو عوض دینے کہتے ہین لہذا اسمین حق شفعہ نہین ہی نہ شی موہوب کو یا اوسکے عوض کو واہب یا موہوب لہ بسبب اسکے نامنظور کرسکتا ہی کہ اوسمین کوئی عیب یا نقص ہی

محیط سرخسی مین بہی لکھا ہی"۔

یہ عبارت فتاواے قاضی خان سے نقل کی گئی ہی۔ اور عبارت ذیل بہی صاحب نے فتاواے عالمگیری سے نقل کی ہی۔

دو عوض دو قسم کا ہوتا ہی۔ ایک وہ جو بعد ہبہ کے دیا جاے اور ایک وہ جسکی شرط خود ہبہ مین کرلیجائے۔ جو عوض ہبہ کے بعد دیا جاے اوسمین دو امر غور طلب ہین۔ اول وہ شرائط جن شرائط سے عوض دینا جائز ہی اور دوسرا ہبہ پہلے ہبہ کا عوض ہوجاتا ہی۔ دوئم نوعیت اور حقیقت اوس عوض کی۔ امر اول یعنے شرائط جواز عوض تین ہین۔ اول یہ کہ عوض بمقابلہ ہبہ اول ایسے صریح و واضح الفاظ سے دیا جاے جو صاف مقابلہ پر دلالت کرتے ہون یعنے مثلاً یہ کہا جاے کہ "یہ عوض یا بدل تیرے ہبہ کا ہی" یا "مین نے یہ ہبہ تیرے ہبہ کے عوض مین کیا ہی" یا "مین نے یہ تجھپر مباح کیا یا تیرے لیے مقرر کیا" یا اسی مضمون کے اور فقرے کہے جائین پس اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور موہوب لہ اوسپر قبضہ کرے اور پھر اور کوئی چیز واہب کو ہبہ کرے اور یہ نہ کہے کہ تیرے ہبہ کے عوض مین مین نے یہ دیا ہی یا اسی قسم کا اور کوئی فقرہ نہ کہے تو دوسرا ہبہ پہلے ہبہ کا عوض نہوگا بلکہ ایک نیا ہبہ ہوگا اور فریقین کو اوسکے تنسیخ کا اختیار ہوگا۔ دوسری قسم کے ہبہ بالعوض مین چاہیے کہ جو عوض ہبہ کے معاہدہ مین قرار دیا جاے وہ ایسی چیز نہو جو خود اوس ہبہ کے ذریعہ سے موہوب لہ کے قبضہ مین آجاے۔ پس اگر موہوب لہ ہبہ کے عوض مین ایک جز شی موہوب کا دے تو ہبہ صحیح نہوگا اور وہ عوض عوض نہوگا۔ لیکن اگر شی موہوب مین ایسا تغیر ہوگیا ہو کہ مانع تنسیخ ہبہ ہو تو اوسکا ایک جز رمابقی کا عوض ہوسکتا ہی۔ اور اگر دو چیزین دو معاہدون کے ذریعہ سے علیحدہ علیحدہ ہبہ کیجائین اور اونمین سے ایک چیز دوسری چیز کے عوض کے طور پر واپس کیجاے تو اس مسئلہ مین علمانے اختلاف کیا ہی مگر امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول یہی ہی کہ یہ عوض صحیح و جائز ہوگا۔ اور اگر اونمین سے ایک چیز بطور ہبہ کے اور دوسری چیز بطور صدقہ کے دیجائے اور صدقہ ہبہ کے عوض مین دیا جاے تو سب علما کے نزدیک یہ عوض ہوجائیگا۔ سوم یہ کہ عوض واہب کو حاصل ہوجانا چاہیئے۔ اگر عوض اوسکو نہ حاصل ہو یعنے مثلاً اگر واہب کا حق عوض مین اوسوقت پیدا ہوجائے جبکہ وہ اوسکے قبضہ مین ہو تو وہ عوض نہوگا۔ اور وہ اوس ہبہ کو منسوخ کرسکتا ہی اگر شی موہوب ابتک موجود ہو اور ضایع نہ ہوئی ہو اور اوسمین کچھ تبدیلی یا اصلاح نہ ہوئی ہو یا کوئی ایسی بات نہ ہوئی ہو جو مانع تنسیخ ہبہ ہو۔ اگر وہ شی ضایع ہوگئی ہو یا اوسکو موہوب لہ نے برباد کردیا ہو تو وہ اوسکا تاوان اوس سے زیادہ نہ ہوگا جتنا اوسوقت ہوتا

'' دوسری قسم کا عوض وہ ہی جسکی شرط ہبہ کے معاہدہ مین ہو جاے ۔ جب کوئی ہبہ بہ شرط عوض کیا جاے تو تمام شرائط ہبہ کے اوس عوض سے ابتدا ہی سے متعلق ہو جائینگے ۔ پس عوض اوس چیز کے مشاع مین جائز نہین ہی جو تقسیم ہو سکتی ہو ۔ اور عوض مین ملک قبل اقباض نہین قائم ہوتا اور فریقین مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ قبضہ نہ کراے ۔ مگر جب باہمی قبضہ ہو جاے تو وہ ہبہ بیع کے حکم مین ہو جائیگا اور واہب اوس ہبہ کو نہین منسوخ کرسکتا نہ موہوب لہ اوسکے عوض کو منسوخ کرسکتا ہی ۔ اس معاملہ سے حق شفعہ قائم ہو جاتا ہی اور اگر اوس چیز مین جسپر قبضہ ہوا ہی کوئی عیب ہو تو فریقین اوسکو پھیر سکتے ہین ۔ مگر مقتضے قیاس یہی ہی کہ جب ہبہ بہ شرط عوض ہوا ہو تو ابتدا سے انتہا تک وہ بیع کے

متن جبکہ وہ شئ عوض دینے کے پیشتر ہی ضایع و برباد ہو جاتی ۔ اگر عوض کے ایک جزو پر کوئی حق ثابت کردیا جائے تب بھی باقی کل ہبہ کا عوض ہو جائیگا ۔ مگر موہوب لہ کو اختیار ہی کہ عوض مین سے جتنا اوسکے پاس رہ گیا ہو اوسکو واپس کرکے کل ہبہ کو منسوخ کرے اگر شئ موہوب ابتک موجود ہو اور اوسکے عین مین کوئی افزونی نہ ہوئی ہو اور اوسکی ملک سے نہ نکل گئی ہو ۔ شئ موہوب کا محفوظ ہونا بھی ایک شرط ہبہ بالعوض کی ہی ۔ پس اگر اوسمین کوئی حق ثابت ہو جاے تو اصل ہبہ کے ہوجب موہوب لہ اوس عوض کو منسوخ کرسکتا ہی اور اگر نصف شئ موہوب مین کوئی حق ثابت ہو جائے تو نصف عوض منسوخ کرسکتا ہی جب وہ شئ قابل الانقسام ہو ۔ اس سے کچھ غرض نہین ہی کہ خود اوس عوض کے عین یا قیمت مین زیادتی ہوئی ہی یا کمی موہوب لہ نصف زیادتی یا کمی پائیگا ۔ یہ اوس صورت مین ہوگا جبکہ شئ موہوب یا عوض ایسی چیز ہو جو تقسیم یا تجزیہ نہو سکے اور اوسکے ایک جزو مین کوئی حق ثابت ہو جاے ۔ لیکن جب وہ قابل الانقسام ہو اور اوسکے ایک جزو مین کوئی حق ثابت ہو جائے تو وہ عوض باطل ہو جائیگا اور اسی طرح سے وہ ہبہ بھی باطل ہو جائیگا اگر اوسمین کوئی حق ثابت کردیا جائے اور جب عوض باطل ہو جاے تو ہبہ منسوخ ہو سکتا ہی اور جب ہبہ باطل ہو تو عوض منسوخ ہو سکتا ہی '' ۔ بیلی صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۲۴۲ ۱۲ منہ

حکم مین ہوگا۔ فتاوائے قاضی خان مین یہی لکھا ہے۔ جب کوئی شخص دوسرے کو اپنا مکان بہ شرط عوض ہبہ کرے یعنے مثلاً ہزار درہم اوسکا عوض قرار دے تو باہمی قبضہ کے بعد یہ معاملہ بیع صالح ہوجاتا ہے۔ کنز مین بھی یہی لکھا ہے۔

"اگر کوئی شخص کل ہبہ کا عوض دے۔ تو وہ مانع فسخ ہوگا چاہے اوس عوض کی مقدار جو کچھ ہو۔ اگر عوض شی موہوب کے ایک جزو کا دیا گیا ہو تو جس جزو کا عوض دیا گیا ہے اوسکا ہبہ منسوخ ہوسکتا ہے مگر اوس جزو کا ہبہ نہین منسوخ ہوسکتا جسکا عوض دیا گیا ہے۔ شرح طحطاوی مین یہی لکھا ہے۔ کسی غیر آدمی کا عوض دینا بھی جائز ہے خواہ موہوب لہ کی اجازت سے دے خواہ اوسکی بلا اجازت۔ اور جس شخص نے عوض دیا ہے وہ موہوب لہ پر دعوے نہین کرسکتا خواہ اوسکے حکم سے دیا ہو خواہ نہین اوسکے حکم کے دیا ہو الا اسکے کہ موہوب لہ نے یہ کہدیا ہو کہ فلان شخص کو میری طرف سے عوض دیدو مین اوسکا ذمہ دار ہون" یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ وہ کہے کہ میرا قرضہ میری طرف سے فلان شخص کو دیدو۔ اس صورت مین وہ شخص جسکو یہ حکم دیا گیا ہو اوس شخص پر کچھ دعوے نہین کرسکتا جسنے یہ حکم دیا ہے تاوقتیکہ اوسنے یہ نہ کہا ہو کہ میری ذمہ داری پر دیدو"۔ ایسی صورتون مین عام اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کا مطالبہ کسی شخص پر ہوسکے اور اوسپر قرضہ ہو تو اوسکا دوسرے شخص سے یہ کہدینا کہ یہ دیدو اسکا باعث ہے کہ خود اوس شخص پر دعوے ہوسکتا ہے جب کہ اپنی ذمہ داری کی شرط کرلی ہو اور جب کسی چیز کے عین کا مطالبہ کسی شخص سے نہ ہوسکتا ہو اور اوسپر قرض نہو تو اوسکا دوسرے شخص سے یہ کہدینا کہ یہ دیدو اسکا باعث نہین ہوسکتا کہ خود اوسپر دعوے ہوسکے تاوقتیکہ اوسکی ذمہ داری اور اوسکے دینے کی شرط نہ ہوگئی ہو۔ جیسا فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہے۔

اگر کسی نابالغ لڑکے کا باپ اوس لڑکے کی جائداد کسی شخص کو ہبہ کرے اور

کچھ عوض دے لے تو واہب جب چاہے اوس ہبہ کو منسوخ کر سکتا ہے اور موہوب لہ
جب چاہے اوس عوض کو منسوخ کر سکتا ہے - اور جب کوئی شخص کوئی چیز کسی
نابالغ کو ہبہ کرے اور اوس نابالغ کا باپ اوسکی جائداد مین سے اوسکو کچھ عوض دے
تو وہ عوض ناجائز ہوگا اگرچہ ہبہ بہ شرط عوض کیا گیا ہو - جب کوئی شخص ایسی
بیماری کی حالت مین جو آخر الامر اوسکی موت کا باعث ہو ہزار درہم کی جائداد
کسی کو ہبہ کرے اور اوسکے سواے اور کوئی جائداد نہ رکھتا ہو اور موہوب لہ اوسکو
کچھ عوض دے اور واہب اوسپر قبضہ کرنیکے بعد مرجائے اور وہ عوض مرنیکے
وقت اوسی کے قبضہ مین ہو پس اگر وہ عوض مال موہوب کے دو ثلث یا اوس سے
زیادہ کے برابر ہو تو وہ ہبہ صحیح ہوگا لکن اگر وہ عوض اوس مال کی دو ثلث
قیمت سے کم ہو تو اوسکے ورثہ اسکے مستحق ہونگے کہ مال موہوب کے دو ثلث اور
اوس عوض کی قیمت واقعی مین جو تفاوت ہوا وسکو موہوب لہ سے وصول
کرلین - مثلاً اگر عوض صرف ۵۰۰ درہم قیمت کا ہو تو واہب کے ورثہ ہزار
درہم کا ایک سدس موہوب لہ سے پھیر لینے کے مستحق ہونگے اگرچہ عوض کی
شرط اصل ہبہ مین ہو گئی ہو - مگر موہوب لہ اگر چاہے تو کل مال موہوب کو
واپس کرکے اپنا عوض مسترد کر سکتا ہے یا مال موہوب کا ایک سدس واپس
کرکے ما بقی اپنے پاس رکھ سکتا ہے -

امثلۂ ذیل جو فتاواے قاضی خان سے نقل کی گئی ہین فائدہ سے
خالی نہین ہین -

"جب کوئی چیز ہبہ مین بطور عوض کے دیجاے تو وہ ہبہ منسوخ نہین
ہو سکتا - اور نہ عوض کا ہبہ منسوخ ہو سکتا ہے - مگر یہ صاف معلوم ہونا چاہیے
کہ وہ عوض ہبہ کے مبادلہ مین دیا گیا تھا"

"موہوب لہ کے سواے اور شخص بھی موہوب لہ کی اجازت سے یا بغیر اوسکی
اجازت کے ہبہ کا عوض دیسکتا ہی اور اس صورت مین واہب کا حق تنسیخ ہبہ
زائل ہو جاتا ہی بشرطیکہ اوسنے وہ عوض قبول کرلیا ہو"

"اگر موہوب لہ کے سواے اور کسی شخص نے عوض دیا ہو تو وہ اوسکو منسوخ
کرسکتا ہی الا اینکہ موہوب لہ نے اوس شخص سے اقرار کرلیا ہو کہ وہ عوض
اوسکو واپس کیا جائیگا"

"اگر واہب اوس چیز مین جو بطور عوض کے دی گئی ہی کوئی عیب دیکھے
تو بھی ہبہ کو منسوخ نہین کرسکتا"

"جب کوئی چیز دو شخصون کو ہبہ کیجائے اور اونمین سے ایک شخص اوس
حصہ کا عوض دیدے جو اوسکو ملا ہی تو واہب دوسرے حصہ کے ہبہ کو
منسوخ کرسکتا ہی"

"اگر کوئی چیز کسی نابالغ کو ہبہ کیجاے اور اوسکا باپ یا باپ کا وصی اوسکی
جائداد مین سے اوس ہبہ کا عوض دیدے تو ایسا عوض دیدینا نہین جائز ہی
لہذا واہب اوس ہبہ کو منسوخ کرسکتا ہی"

"اگر کوئی شخص عوض کا دعوے کرکے اوسکو واپس کرے تو واہب ہبہ کو
منسوخ کرسکتا ہی لکن اگر اوسنے صرف ایک جزو عوض کا واپس کرلیا ہو اور باقی
واہب کے پاس رہا ہو تو واہب اوس ہبہ کو نہین منسوخ کرسکتا اسواطیکہ
کیسے ہی قلیل عوض سے بھی اختیار تنسیخ ہبہ زائل ہو جاتا ہی"

"اگر شئے موہوب کو اور کوئی شخص جو شرعاً اوسکا مستحق ہووے تو موہوب لہ
کل عوض کو واپس لے سکتا ہی لکن اگر وہ شخص جو شرعاً ذی حق ہو صرف ایک جزو

"اگر موہوب لہٗ شئی موہوب کو اور کسی چیز سے بدل کرکے اوسکو بطور عوض کے دے تو ایسا عوض جائز ہوگا۔ اگر کوئی شخص ہزار درہم زید کو ہبہ کرے اور زید اونمین سے ایک درہم اوسکا عوض دے تو ہمارے نزدیک ایسا عوض درست نہین ہے گو امام زفر نے اسمین اختلاف کیا ہی"

"اگر کوئی عیسائی کسی مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کرے اور وہ مسلمان کوئی ایسی چیز جو شرعاً حرام ہو اوسکے عوض مین دے تو ایسا عوض شرعاً درست نہین ہی"

"جب کوئی نابالغ کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور موہوب لہٗ اوسکا عوض دے تو وہ ہبہ باطل اور غیر موثر ہی اور وہ عوض اوس نابالغ کا مال ہوگا"

"ہبہ بالعوض اپنے تمام اوصاف شرعی کے اعتبار سے بیع ہی۔ بیع مین جواز معاہدہ کے لیے مقابضت شرط نہین ہی اور جن الفاظ سے اس قسم کا معاہدہ کیا جاتا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ جو چیزین ایک دوسرے کے عوض مین دی گئی ہین وہ موجود ہین اور اسکا اندیشہ نہین ہی کہ ایک فریق دوسرے فریق کے فریب سے نقصان اوٹھائیگا" "مین نے یہ چیز تجھکو فلان چیز کے عوض مین دی" اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ عوض موجود ہی اور وہ شخص پہلے اوسکو دیگا تب اپنا مال دیگا۔ لہٰذا ہبہ بالعوض شرط اور اثر دونوں کے لحاظ سے شرعاً بیع کے حکم مین رکھا گیا ہی"

"فرض کیجیے کہ کوئی شخص ہبہ ایسے الفاظ سے کرے جنکا مفہوم یہ ہو کہ مین نے اپنی کل جائداد کا حق ملکیت فلان شخص سے کچھ عوض لیکر اوسکو بخشدیا۔ تو یہ ہبہ بالعوض نہین ہی۔ بلکہ شرط اور اثر دونون کے لحاظ سے یہ ایک معاہدہ انتقال یا بیع ہے[1]۔

[1] ایکٹ انتقال جائداد مین بیع کی یہ تعریف لکھی ہی کہ "بیع انتقال ملکیت ہی بعوض زر ثمن کے جو دیدیا گیا ہو یا جسکا اقرار کیا گیا ہو یا جسکا ایک جزو دیدیا گیا ہو اور ایک جزو کا وعدہ کیا ہو" ۱۲ منہ

ایسی صورت مین اقباض کو شرط نہین قرار دیا ہی"

ہبہ بشرط العوض ایک اور ہی قسم کا معاہدہ ہی۔ ایسے ہبہ مین جو الفاظ کہے جاتے ہین وہ جملۂ شرطیہ ہوتا ہی۔ مثلاً "مین نے تجھکو یہ چیز اس شرط سے دی کہ تو مجھکو فلان چیز دے"۔ اس سے ظاہر ہی کہ اس معاہدہ کا نفاذ ایک شرط کی تعمیل پر موقوف ہی اور وہ شرط عوض دیدینا اور اوسپر قبضہ کرادینا ہی ورنہ اگر بغیر ایسی شرط کے یہ معاہدہ جائز اور واجب العمل ہوتا تو ممکن ہی کہ عوض نہ دیا جاتا اور عوض نہ دینے کی وجہ سے یہ معاہدہ فاسد ہوجاتا۔ ایسے معاہدہ کو بیع کے حکم مین لکھا ہی یعنے بعد مقابضت باہمی یہ بیع کا اثر پیدا کرتا ہی۔

مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے اپنی کل جائداد کا حق ملکیت فلان شخص کو اس شرط سے ہبہ کیا اور بخشدیا کہ وہ مجھکو کوئی چیز اسکے عوض مین دے اور موہوب لہ اس شرط کو قبول کرے تو یہ ہبہ بشرط العوض ہوگا۔ اور اصطلاحاً شرط کے لحاظ سے ہبہ اور اثر کے اعتبار سے بیع سمجھا جائیگا۔ ایسے ہبہ کے جواز کو اقباض شرط ہی اور یہ ہبہ منعقد نہین ہوسکتا تاوقتیکہ فریقین ایک دوسرے کا قبضہ نہ کرادین بلکہ مال موہوب واہب کے اختیار مین حسب دستور رہتا ہی۔ اور اوسکو اختیار ہی کہ بعد ازآن جو فعل چاہے اوس جائداد کے ساتھ کرے۔

امثلۂ ذیل سے جو شرح چلپی اور اور کتب معتبرہ سے نقل کی گئی ہین ان اصول کی اور زیادہ توضیح ہوجائیگی۔

"مین نے تجھکو یہ غلام تیرے اس کپڑے یا ہزار درہم کے عوض مین دیا" اور اس ایجاب کو مخاطب قبول کرے تو شرط اور اثر دونون کے لحاظ سے یہ ہبہ بالعوض ہی۔ شرح وقایہ مین بھی لکھا ہی۔ عقد بیع ایک چیز کا حق

دوسری چیز کے عوض مین دینے سے منعقد ہوتا ہی- ہدایہ مین یہی لکھا ہی کہ یہ الفاظ کہ "مین نے تجھکو یہ چیز اوس چیز کے عوض دی یا اسکو لیکر اسکے عوض مین اسکا دے" وہی معنے رکھتے ہین جو یہ الفاظ رکھتے ہین کہ "مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی یا تجھ سے مول لی"- وقایہ مین بھی یہی لکھا ہی "جب یہ امور واقع ہون تو بیع کامل ہی- ان امور سے مراد ایجاب وقبول ہی اور جب ایجاب وقبول ہو گیا ہو تو بیع کی پابندی فرض ہی جس سے یہ لازم آتا ہی کہ اقباض شرط نہین ہی مگر جب ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو بیع کی پابندی فرض نہین ہی- وقایہ مین لکھا ہی کہ ہبۂ مشروط شرط کے لحاظ سے ہبہ ہی لہذا اقباض ضروری ہی اور یہ بھی لکھا ہی کہ باعتبار اثر کے ایسا ہبہ بیع ہی- شرح وقایہ مین ہبۂ مشروط کی تعریف یہ لکھی ہی کہ مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ "مین تمکو یہ چیز اس شرط سے دیتا ہون کہ تم مجھکو وہ چیز دو"- ہدایہ مین یہ بھی لکھا ہی کہ ہبۂ مشروط کی سب صورتون مین باہمی مقابضت اون اشیاء پر جنکا مبادلہ کیا گیا ہی[1] ضروری ہی"

بقالی مین امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "یہ چیز اگر تمھارا جی چاہے تو لے لو" اور وہ شخص جواب دے کہ "میرا جی چاہتا ہی یا مین نے اسکو قبول کیا"، تو یہ شرط صحیح ہی- اسی طرح سے امام محمد سے منقول ہی کہ اگر درخت خرما مین خرما لگنا شروع ہوا ہوا ور اوس درخت کا مالک کسی شخص سے کہے کہ "یہ خرمے تیرے ہین اگر یہ پک جائین"، یا جب "کل ہوگا" تو ہبہ درست ہی- لکن اگر وہ کہے کہ "یہ خرمے تیرے ہو جائین گے اگر زید اس مکان مین داخل ہوگا"، تو ہبہ ناجائز ہوگا-

اگر ہبہ اس شرط سے کیا جاوے کہ موہوب لہ کو اختیار ہی کہ تین روز کے اندر

---

[1] میکناٹن صاحب کے اصول ونظائر شرع محمدی صفحہ ۲۲۹ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

اوسکو منظور یا نامنظور کرے تو ایسا ہبہ صحیح ہی اگر قبول فریقین کے جدا ہونیکے پیشتر ہوگیا ہو لکن اگر اونکے جدا ہونیکے بعد تک قبول نہوا ہو تو ہبہ ناجائز ہی۔ اور جب ہبہ اس شرط سے کیا جاے کہ واہب کو تین روز کے اندر اوسکے منسوخ کرنیکا اختیار رہیگا تو ہبہ جائز ہوگا مگر شرط باطل ہوگی۔ اسواسطے کہ ہبہ معاہدۂ واجب العمل نہین ہی لہذا ایسی شرط کرنیکا اختیار اوسمین نہین ہی۔ جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ "مین نے تجھکو اپنے حق سے بری الذمہ کیا بشرطیکہ مجھکو اختیار باقی رہے" تو یہ ابرار شرعًا جائز ہی مگر یہ شرط باطل ہی۔

"ایک شخص کے کسی پر ہزار درہم آتے ہین اور وہ اوس سے کہے کہ "جب کل ہوگا تو یہ ہزار درہم تیرے ہوجائین گے" یا جب تو نصف اس مال کا ادا کر دیگا تو دوسرا نصف تجھکو معاف کر دیا جائیگا' یا دوسرا نصف تیرا مال ہوجائیگا، تو ایسا ہبہ باطل ہی لکن اگر وہ یہ کہے کہ "مین نے تجھکو اس شرط سے بری کیا کہ تو اپنے غلام کو آزاد کر دے یا یہ کہے کہ تو بری کیا گیا بشرطیکہ تو اپنے غلام کو اس وجہ سے آزاد کر دے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا ہی"، اور وہ کہے کہ "مین نے قبول کیا' یا مین نے اوسکو آزاد کیا۔ تو وہ اوس قرضہ سے بری ہوجائیگا"۔

"ہمارے سب علمار کا اتفاق ہی کہ جب ہبہ کیا جاے اور اوسمین کوئی شرط مبطل ہبہ کر لیجاے تو ہبہ جائز ہوگا مگر وہ شرط باطل ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز اس شرط سے ہبہ کرے کہ وہ اوسکو فروخت نہ کرے تو ہبہ صحیح ہوگا مگر شرط باطل ہوگی۔ سراج الوہاج۔ جن معاہدات مین قبضہ شرط ہی جیسے ہبہ یا رہن اونمین عام قاعدہ یہ ہی کہ جب ایسی شرط کی گئی ہو جو معاہدہ کی مطلق و ناطق ہونیکی منافی ہو تو اوس شرط سے وہ معاہدہ نہ باطل ہوجائیگا بلکہ خود وہ شرط ساقط ہوجائیگی۔ سراج الوہاج۔

نکاح کسی شرط پر نہین موقوف ہوسکتا۔ مثلاً اگر کوئی عورت اپنے بیمار شوہر سے

کہے کہ اگر تو اس بیماری سے مرجائیگا تو میرے مہر سے بری الذمہ رہیگا - یا میرا مہر تیرے لیے صدقہ ہو جائیگا تو یہ باطل ہی کیونکہ یہ ایک شرط پر موقوف ہی - ظہیریہ مین یہی لکھا ہی - اگر کوئی بیمار عورت اپنے شوہر سے کہے کہ اگر مین اس بیماری سے مرجاؤن تو میرا مہر تیرے لیے صدقہ ہی یا تو میرے مہر سے بری ہی اور وہ اوس بیماری سے مرجائے تو یہ ہبہ باطل ہی اور اوسکا مہر اوسکے شوہر پر واجب الادا رہیگا - خزانۃ المفتیین مین یہی لکھا ہی - جب کوئی عورت چاہے کہ میرا خاوند جسنے مجھے طلاق دیدیا ہی مجھسے پھر نکاح کرے اور اوسکا شوہر کہے کہ مین تجھ سے نکاح نہ کرونگا تاوقتیکہ تو اپنے دین کو جو مجھپر ہی معاف نہ کردیگی اور وہ اوسکو اپنا مہر اس شرط سے معاف کرے کہ وہ اوس سے دوبارا عقد کریگا - تو اس صورت مین مہر شوہر پر دین رہیگا خواہ وہ اوس عورت سے دوبارا عقد کرے خواہ نہ کرے اسواسطے کہ اوس عورت نے اوس مال کو جو اوسکا حق تھا عقد کے ساتھ مبادلہ کرلیا اور عقد نکاح مین زوجہ پر مبادلہ دینا فرض نہین ہی - فتاوے قاضی خان - اگر کوئی شخص اپنے قرضدار سے کہے کہ اگر تو میرا قرضہ اوس وقت تک نہ ادا کرے جبتک کہ تو مرجائے تو بری الذمہ ہو جائیگا - تو یہ باطل ہی - بحرالرائق - لکن اگر وہ کہے کہ جب مین مرجاؤنگا تو بری الذمہ ہو جائیگا' تو یہ جائز ہی - فتاوے قاضی خان - اور اگر وہ یہ کہے کہ اگر مین مرجاؤنگا تو اس قرضہ سے بری ہو جائیگا' تو ابرا نہوگا کیونکہ یہ مشروط ہی - اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ اگر تو اس مکان کے اندر چلا آئے تو اوس قرضہ سے بری ہی جو میرا تجھپر ہی - تو یہ بھی باطل ہی - اگر کوئی شخص کسی کو قرضہ اسلیے معاف کردے کہ اوسکا کوئی اہم معاملہ سلطان سے اوسنے طی کیا ہو تو وہ اوس قرضہ سے بری نہوگا کیونکہ یہ ایک قسم کی رشوت ہی - کنایہ مین یہی لکھا ہی"۔

## فصل دوم

### قرضہ ہبہ کردینا

فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۳۵۵ کتاب الہبہ مین لکھا ہی کہ ”قرضدار کو قرضہ ہبہ کر دینا شرعًا اور قیاسًا دونون طرح سے جائز ہی۔ اور سواے قرضدار کے اور کسی شخص کو قرضہ ہبہ کرنا شرعًا اوسوقت جائز ہی جبکہ اوسکو اوسپر قبضہ کر لینے کی اجازت دی گئی ہو۔ تاتارخانیہ مین یہی لکھا ہی“۔

”قرضدار کو قرضہ ہبہ کر دینا ابرا ہی اور بغیر قبول کے ہبہ مکمل ہو۔ لیکن اگر قرضدار اوسکو قبول نہ کرے تو وہ ہبہ نافذ ہوگا۔ سب مشایخ کے نزدیک قول مختار یہی ہی جیسا جواہر الاخلاطی مین لکھا ہی۔ یہ اصول اوس صورت مین جاری ہو سکتا ہی جبکہ قرضہ نقد نہو۔ اگر قرضہ نقد ہو تو جواز ہبہ قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف ہی اگر وہ اوسکو قبول کر لے تو بری الذمہ ہو جائیگا۔ اگر نہ قبول کرے تو مشغول الذمہ رہیگا۔ یہ کیفیت اور قرضون کی نہین ہی جو بہرکیف ادا ہو جاتے ہین خواہ قرضدار اوس ابرا کو قبول کرے خواہ نہ کرے۔ مگر ان قرضون کا ہبہ بھی نامنظور ہو سکتا ہی“

”ضامن کو ہبہ کرنے یا قرضہ معاف کر دینے کے باب مین یہ اصول ہی۔ کہ اوسکو قرضہ ہبہ کرنا جائز نہین ہی بے اسکے کہ وہ قبول کر لے اور اگر وہ قبول نہ کرے تو ہبہ منسوخ ہو جائیگا۔ مگر ابرا بے قبول کے جائز ہی اور قبول نہ کرنے سے منسوخ نہو جائیگا“

”اگر قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا جاے اور وہ اوس ہبہ کو نامنظور کرنے سے پیشتر مر جاے تو بھی وہ اوس قرضہ سے بری ہو جائیگا۔ اسی طرح سے اگر قرضدار کے مرنیکے بعد قرضہ ہبہ کیا جائے یا قرضہ سے ابرا کیا جائے تو جائز ہی۔ مگر اوسکے ورثا اوسکو نامنظور کر سکتے ہین پس اس صورت مین قرضہ ادا کیا جائیگا۔ امام ابو یوسف کا یہی قول ہی۔ امام محمد نے اونسے اختلاف کر کے فرمایا ہی کہ اس صورت مین کوئی ذمہ داری نہ باقی رہیگی۔ ذخیرہ مین یہی لکھا ہی“۔

”اگر قرضخواہ قرضدار کو بری کر دے اور قرضدار قبول کر لے تو وہ اور ضامن

دونون بری ہوجائینگے۔ لکن اگر قرضدار قبول نہ کرے تو نہ وہ بری ہوگا اور نہ ضامن بری ہوگا۔ خلاصہ مین یہی لکھا ہی۔

"اگر کوئی شخص دوسریکا قرضدار مرجاے اور قرضخواہ قرضدار کے ورثہ کو اپنا قرضہ ہبہ کردے تو جائز ہی۔ فتاواے قاضی خان"۔

"اگر بعض ورثہ کو قرضہ ہبہ کیا ہو تو سب ورثہ اوس سے منتفع ہونگے"۔ "اگر قرضخواہ کے ورثہ مین سے ایک وارث اپنا حصہ قرضہ قبل تقسیم ترکہ قرضدار کو ہبہ کردے اور متوفی کے متروکہ مین روپیہ اور اسباب دونون ہون تو ایسا ہبہ شرعاً باطل ہی۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہی کہ جب قرضخواہ کوئی ایسی جائداد ہبہ کرے جو قابل تقسیم نہو تو ہبہ جائز ہی خواہ قرضدار کے وارث کو خواہ اور کسی شخص کو کیا گیا ہو۔ لکن جب وہ جائداد قابل تقسیم ہو تو ہبہ جائز نہین ہی۔ کنایہ مین یہی لکھا ہی"۔

"جب قرضہ جائز طور سے قرضدار کو ہبہ کیا جائے تو وہ اسکا مستحق ہی کہ جو مال اوسکا اوس قرضہ کے بابت قرضخواہ کے پاس مکفول ہو اوسکو واپس کرے۔ تاتارخانیہ مین یہی لکھا ہی"۔

"جب کوئی قرضخواہ قرضہ قرضدار کو ہبہ کردے اور قرضدار اوس جلسہ مین اوس ہبہ کو نہ قبول کرے نہ نامنظور کرے اور چند روز کے بعد اوس ہبہ کو نامنظور کرے تو اس مسئلہ مین کچھ اختلاف ہی۔ مگر قول صحیح یہی ہی کہ وہ ہبہ منسوخ نہوگا"۔

"جب دو شخصون کا قرضہ ہو اور اون مین سے ایک اپنا حصہ قرضدار کو ہبہ کردے تو ایسا ہبہ درست ہی۔ جب قرضدار کچھ جائداد قرضخواہ کو ہبہ کرے تو قرضخواہ بذریعہ ہبہ کے اوس جائداد کا مالک ہوجائیگا نہ بذریعہ قرضہ کے"۔

---

فتاواے عالمگیری مین تاتارخانیہ سے عبارت ذیل نقل کی ہی۔ قرضخواہ کے پسر نابالغ کو قرضہ ہبہ کرنا شرعاً نہین جائز ہی اس قول کی سند کچھ نہین ہی اور یہ ایسی دلیل پر مبنی ہی جو نہین پائی جاتی یعنے قبضہ کرنیکے قابل نہ ہونا۔ یہ قول اور کسی کتاب مین نہین لکھا ہی اور مجمع الانہار مین اسکی صحت مین کلام کیا ہی ۱۲ منہ

”اگر کوئی شخص قرضدار سے کہے کہ جب کل کا دن آئیگا یا جب تو مرجائیگا یا میں مرجاؤنگا تو قرضہ سے بری ہوجائیگا، ایسا ہبہ ناجائز ہی“

”لکن اگر کسی شرط سے ہبہ کیا جاے اور اوس شرط کی تعمیل فوراً کر دیجائے تو ایسا ہبہ ناجائز نہیں ہی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر تو میرا قرضدار ہی تو مین تجھکو اوس سے بری کرتا ہون تو ایسا ہبہ جائز ہوگا اگر وہ قرضہ اوس وقت موجود ہو۔ اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ جب مین مرجاؤنگا تو میرے قرضہ سے بری ہوجائیگا تو ایسا ہبہ بھی جائز ہی اور یہ ہبہ بطور وصیت نافذ ہوگا جیسا فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہی۔

جب قرضہ قرضدار کو ہبہ کیا جاے اور وہ اوس سے بری کر دیا جاے تو ایسے ہبہ یا ابرا مین قبول شرط نہین ہی۔ کیونکہ قرضہ معاف کر دینا بمنزلہ اوسکے منسوخ کرنیکے ہی لہذا موہوب لہ کا قبول اور قبضہ کرنا کچھ ضرور نہین ہی۔

قرضدار[1] کے سوائے دوسرے شخص کو قرضہ ہبہ کرنا حالات ذیل مین جائز ہی۔

(۱) جب[2] ہبہ بطور حوالہ کیا جاے یعنے جس شخص کو قرضہ ہبہ کیا ہی وہ قرضخواہ کا کارندہ یا مختار قرار دیا جائے۔

(۲) جب قرضہ از روے وصیت ہبہ کیا جاے۔

(۳) جب موہوب لہ قرضہ وصول کرنیکے قابل کر دیا جاے۔

مبادلہ[3] کی شرط جائز ہی بشرطیکہ جس چیز کا مبادلہ کیا ہو وہ معلوم ہو مجہول نہو۔

اگر کوئی عورت اپنے شوہر پر مہر کسی شرط سے معاف کر دے اور بعد ازآن شوہر اوس شرط کے خلاف ورزی کرے تو وہ مشغول الذمہ رہیگا اور دین مہر اوسپر باقی رہیگا۔ مثلاً اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ مین اپنا مہر اس شرط سے معاف کرتی ہون کہ تم دوسری عورت سے نکاح نہ کرنا، اور شوہر اس

[1] ہدایہ باب ۳ صفحہ ۳۰۹ ۱۲ منہ [2] ہدایہ باب ۲ صفحہ ۹۰۶ ۱۲ منہ [3] ردالمختار باب ۲ صفحہ ۷۷۹ ۱۲ منہ

ابرار کو قبول کرنیکے بعد دوسرا نکاح کرے تو وہ پہلی زوجہ کے مہر کا ذمہ دار رہیگا۔

اگر کوئی شخص اپنے قرضدار سے کہے کہ "اگر مین اپنا قرضہ تجھ سے اپنی وفات تک نہ طلب کرون تو وہ تیرا ہوجائیگا" تو یہ ناجائز ہی۔

قرضہ کا ہبہ واپس نہین ہوسکتا اگر قرضدار نے ایک مرتبہ اوس سے ابرار قبول کرلیا ہو۔

جب دو قرضخواہ ہون اور ایک قرضدار ہو تو اونمین سے ہر ایک قرضخواہ اپنا حصہ قرضدار کو معاف کرسکتا ہی یا فقہاے اسلام کے اصطلاح کے موافق یہ کہیے کہ اوس قرضہ مین جو اوسکا حصہ ہی اوسکو قرضدار کو ہبہ کرسکتا ہی۔

باپ بحالتِ صحتِ نفس و ثبات عقل اپنی ساری جائداد اپنی اولاد مین سے کسی کو ہبہ کرسکتا ہی[۱] - ایسا کرنا گناہ ہی لکن اگر ایسا ہبہ دیگر وجوہ سے باطل نہو تو شرعًا جائز ہی[۲]۔

جب اوس مکان کو ہبہ کرے جسمین وہ خود رہتا ہو یا جسمین اوسکا اسباب رکھا ہو تو ایسا ہبہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور فتوے اونھین کے قول کے موافق ہی[۳]۔

---

[۱] فتاواے قاضی خان ۱۲ منہ [۲] درالمختار - اور میکناٹن صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۲۲۷ ۱۲ منہ

[۳] اس مسئلہ پر شرح وقایہ مین لکھا ہی کہ "اگر باپ کوئی چیز اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کرے تو اوس ہبہ کی وجہ سے پسر نابالغ اوس چیز کا مالک ہوجائیگا - یہی حکم اوس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ مان کوئی چیز اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کرے جسکو وہ پرورش کرتی ہو اور جسکا باپ مرگیا ہو اور جسکا اور کوئی ولی نہ مقرر ہوا ہو - اور یہی حکم اوس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ کوئی اور شخص ایسے ہی حالات مین کوئی چیز اوس نابالغ کو ہبہ کرے جسکی پرورش وہ کرتا ہو - اگر کوئی غیر شخص کوئی چیز کسی نابالغ کو ہبہ کرے تو اوس نابالغ کے باپ کے قبضہ کرلینے سے ہبہ

اگر باپ اپنے پسر نابالغ کے لیے خاص کر اس نیت سے کپڑے بنواے کہ یہ کپڑے اسی کے ہین تو دوسرے شخص کو وہ کپڑے نہین دیسکتا [۵۱]

جب شوہر نے جبراً یا مغالطہ دہی کرکے زوجہ سے مہر معاف کروالیا ہو تو ایسا ہبہ ناجائز ہی یعنے جب شوہر جبر سے یا غلط بیانی کرکے زوجہ سے مہر معاف کروا تو ایسی معافی یا ابراء جائز نہین ہی[۵۲]

بحر الرائق مین لکھا ہی کہ جس شخص کا قرضہ کسی پر آتا ہو اوسکو شرعاً جائز ہی کہ وہ قرضہ اوس شخص کو ہبہ کردے جو اوسکا قرضدار تھا ور موہوب لہ سے کہدے کہ اوس قرضہ کو وصول کرے اور اپنے مصرف مین لائے ایسا ہبہ شرعاً جائز ہی اسی اصول کا نتیجہ فتاوے قاضی خان مین یہ لکھا ہی کہ "عورت اپنا دین مہر اپنی نابالغ اولاد پر منتقل کرسکتی ہی اور بعد بلوغ وہ لڑکا باپ پر اپنی مان کے مہر کا دعوے کرسکتا ہی۔ اسی طرح سے شوہر دار عورت کو اختیار ہی کہ اپنا مہر شوہر کو دیکر اوسکے عوض مین اور کوئی چیز لے لے" اس ملک مین یہ دستور ہی کہ جب شوہر کوئی جائداد اپنی زوجہ کو اوسکے مہر کے عوض مین دیتا ہی تو اسکو بیع مقاسات کہتے ہین۔

سے[۴] وہ ہبہ کامل ہوجائیگا۔ اگر کوئی شخص کوئی چیز یتیم کو ہبہ کرے اور اوسکی طرف سے اوسکا ولی اوس چیز پر قبضہ کرے اور وہ ولی یا اوسکے باپ کا مقرر کردہ ہو یا اوسکا دادا ہو تو یہ ہبہ جائز ہوگا۔ اگر کوئی بن باپ کا لڑکا اپنی مان کی حراست مین ہو اور وہ اوس چیز پر قبضہ کرے جو اوس لڑکے کو ہبہ کی گئی ہی تو ایسا ہبہ بھی صحیح ہوگا۔ یہی قاعدہ اوس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ کوئی یتیم کسی غیر آدمی کی سپردگی مین ہو۔ اگر کوئی نابالغ اوس چیز پر جو اوسکو ہبہ کی گئی ہی خود قبضہ کرے تو جائز ہی بشرطیکہ وہ رشید یعنے ذی شعور ہو" ۱۲ منہ

[۵۱] فتاوے قاضی خان ۱۲ منہ [۵۲] مقدمۂ منشی بذل الرحمن بنام شمس النسا بیگم۔ مورس انڈین اپیلس جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

(۱) اگر کوئی عورت اپنے مہر کے عوض مین کوئی ایسی چیز قبول کرلے جسکو اوسنے قبل قبضہ پانیکے نہ دیکھا ہوا ور بعد ازآن اوسکو معلوم ہو کہ اوس چیز مین کوئی نقص ہی تو وہ فسخ معاہدہ کرسکتی ہی اور اوسکا حق مہر بعینہ قائم رہیگا۔[۱]

عورت اپنے شوہر متوفی پر مہر معاف کرسکتی ہی یعنے اپنے شوہر متوفی کی جائداد کو دین مہر سے بری کرسکتی ہی۔

جب عورت نے چند شرائط سے اپنا مہر ہبہ کیا ہو اور اون شرائط کی تعمیل نہ کی گئی ہو تو ایسا ہبہ باطل ہی۔ مثلاً اگر اوسنے اس شرط سے مہر ہبہ کیا ہو کہ شوہر اوسکو حج کرنیکے لیے لیجائیگا یا اوسپر ظلم نہ کریگا یا اوسکے عزیزون سے اوسکو ملنے دیگا اور اس شرط یا ان شرائط کی تعمیل نہ کی گئی ہو تو مہر ساقط نہ ہوگا۔[۲]

(۱) جب کوئی عورت اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کرے کہ شوہر اوسکے معاوضہ مین ہر سال اوسکو کچھ دیا کریگا اور شوہر اپنے اقرار کی تعمیل سے قاصر رہے تو ہبہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اس صورت مین ہبہ بشرط العوض ہوا ہی جسکی تکمیل نہین ہوسکتی تا وقتیکہ عوض کی شرط پوری نہ کردیجائے لہذا جب عوض نہ ملا تو ہبہ باطل ہوگیا۔

(۱) جب کوئی عورت اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کرے کہ شوہر اوسکو طلاق دیدے اور شوہر اوس ہبہ کو اس شرط پر قبول کرے مگر طلاق نہ دے تو مہر سے بری نہ ہوگا۔

(۱) جب کوئی بیمار عورت اپنا مہر شوہر کو ہبہ کردے اور بعد اوسکے تندرست

---

[۱] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ [۲] ردّ المختار ۱۲ منہ

ہوجائے تو وہ ہبہ صحیح ہوگا اور اگرچہ وہ اوس بیماری مین مرجاے مگر وہ
مرض الموت نہ ہو تو بھی یہی جواب دیا جائیگا لکن اگر وہ مرض الموت ہو تو
بلا رضامندی ورثہ ہبہ جائز نہوگا"

وو جب کوئی جائداد زید کو تا حین حیات ہبہ کیجائے اور بعد اوسکی
وفات کے اوسکے ورثہ کو ہبہ کیجاے تو شرع حنفی کے موافق ایسا ہبہ پہلے موہوب
لہ کی نسبت مطلق و ناطق ہی اور اوسکو مال موہوب مین ویسے حقوق حاصل
ہوجاتے ہین کہ گویا اوسکو وہ مال مطلقاً ہبہ کردیا گیا ہی۔

شیعہ اور شافعیہ اور مالکیہ کے مذہب مین جب ہبہ موہوب لہ کی
حیات پر محدود ہو تو اوسکے مرنیکے بعد مال موہوب واہب یا اوسکے ورثہ کو
واپس ملیگا۔ جو ہبہ بطور رقبہ کیا گیا ہو وہ سب فرقون کے نزدیک ناجائز ہی
کیونکہ وہ ہبہ ایسی شرط پر موقوف ہی جسکا یقین نہین ہوسکتا بلکہ گویا
ایک آدمی کی جان پر شرط بدی ہی۔ رقبہ کے معنے یہ ہین کہ کوئی شخص
کسی سے کہے کہ اگر مین تمسے پیشتر مرجاؤن تو یہ میرا مکان تمھارا ہوجائیگا اور
اگر تم مجھسے پیشتر مرجاؤ تو یہ مکان میرا ہی رہیگا"

جب رقبہ موہوب لہ کے قبضہ مین ہو تو بمنزلہ عاریت ہی اور جب
واہب یا معطی چاہے اوسکو واپس لے سکتا ہی۔

اگر کوئی شخص کسی مکان کا اور نیز اوس زمین کا جسپر وہ مکان
بنا ہوا ہی مالک ہو تو وہ اوس مکان کو بے اوس زمین کے ہبہ کرسکتا ہی
اور ایسا ہبہ جائز[1] ہوگا۔

---

[1] رد المحتار باب ۴ صفحہ ۷۰۸ ۱۲ منہ

# پانچوان باب

## ہبہ کے احکام موافق مذہب شیعہ

## فصل اول

شیعون کے مسائل سابق مین خوب بیان ہو چکے ہین۔ تاہم آنکے اصول عامہ کو یکجا کرکے مجملاً بیان کرنا فائدہ سے خالی نہوگا۔

شیعہ اور حنفیہ مین بڑا اختلاف ہبۂ مُشاع کے باب مین ہے۔ شیعون کے نزدیک شئی موہوب کا قابل الانقسام ہونا مُبطل ہبہ نہین ہے۔ اور برخلاف حنفیہ کے حقوق محدودہ کا ہبہ بھی اُنکے نزدیک جائز ہے۔ مثلاً زید کو اُسکے اوام الحیات کوئی چیز ہبہ کرنا جائز ہے اور اُسکے مرنے کے بعد شئی موہوب واہب یا اُسکے ورثہ کو واپس ملے گی۔ علی ہذا القیاس جب کوئی چیز زید کو ہبہ کیجائے اور اُسکے بعد بکر کو مشروطاً ہبہ کیجائے تو زید اپنی حین حیات اُسکا حقدار رہیگا اور اُسکے بعد بکر اپنی حین حیات اُسکا مستحق رہیگا اور بعد اُسکے وہ مال اصل واہب یا اُسکے ورثہ کو واپس ملیگا۔ مگر جب کوئی چیز زید اور اُسکے جانشین کو ہبہ کیجائے تو اسمین صرف زید کو حق حاصل ہوگا کیونکہ اُسکے جانشین کی تصریح نہین کی ہے کہ وہ کون ہے۔ جب کوئی چیز زید کو اور اُسکی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ ہبہ کیجائے تو زید کو اسمین حق مطلق حاصل ہوجائے گا اور نسلاً بعد نسلٍ وبطناً بعد بطنٍ یہ جملہ بیانیہ سمجھا جائیگا تحدیدیہ نہ سمجھا جائیگا۔

شیعہ نے حنفیہ سے اُس جائداد کے قبضہ کے باب مین بھی اختلاف کیا ہے جو نابالغ ہبہ کی گئی ہو۔ حنفیہ کے نزدیک جس شخص کی حراست مین نابالغ ہے اُسکا قبضہ کافی ہے مگر علماء شیعہ مین سے محقق ابو القاسم حلی کا یہ قول ہے کہ نابالغ کی طرف سے وہ شخص قبضہ کرے جو شرعاً مجاز ہو یا حاکم شرع قبضہ کرے۔ اِس اختلاف کا محصل و مفاد یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ولی واقعی کا قبضہ کافی ہے مگر شیعہ کے نزدیک ولی شرعی کا قبضہ چاہیے

لیکن یہ قاعدہ اس صورت مین جاری ہوگا جبکہ نابالغ کی طرف سے اسکے باپ یا دادا کے سوائے (یا انکے اوصیا کے سوائے) کہ یہی اسکے اولیائے شرعی ہین اور کسی شخص نے قبضہ کر لیا ہو۔ جب یہ صورت ہوگی تو عدالت اس ہبہ کو جو نابالغ کو کیا گیا ہے ناجائز نہونے دیگی۔[1]

شیعہ اور حنفیہ مین عوض کے باب مین اور جو شرط ہبہ مین کیجائے اسکے اوصاف شرعی کے باب مین بھی اختلاف عظیم ہے۔

## فصل دوم

ہبہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہ فعل جس سے ایک شخص کسی چیز کے قبضہ کامل و مطلق کو دوسرے شخص پر مفت اور بغیر قصد خوشنودی خدا کے منتقل کر کے فوراً اسکا قبضہ اسپر کرادیتا ہے نحل یعنے جو چیز بطور تحفہ یا ہدیہ کے دیجائے اور عطیہ بھی ہبہ مین داخل ہے۔

واہب اور موہوب لہ کی باہمی رضامندی اور شئی موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ کرا دینا جواز ہبہ کو کافی ہے۔

ہبہ کے لیے کوئی خاص صیغہ نہین مقرر ہے۔ اگر واہب کے فعل یا قول سے اُسکا قصد بلاشک و ابہام ظاہر ہو جائے تو یہی کافی ہے۔ مثلاً یہ صیغے کہ مین نے دیا۔ یا مین نے نذر دیا۔ یا مین نے فلان چیز کا ملک مطلق فلان شخص کو دیدیا۔ ان مین سے ہر صیغہ سے ہبہ ہو سکتا ہے۔

واہب اور موہوب کو بالغ و رشید اور صحیح العقل اور معاہدہ کرنے کے قابل ہونا چاہیئے۔

قرضہ کا ہبہ صرف اسوقت جائز ہے جب قرضدار کو کیا جائے کہ اس صورت مین ہبہ ابرا ہو جائیگا۔ ہبہ اور ابرا مین بنابر قول مشہور یہ فرق ہے کہ قرضدار کی رضامندی قرضہ ابرا کے لیے ضرور نہین ہے۔

---

[1] اس امر کا فیصلہ مسٹر صاحب جسٹس اور میکلین صاحب جسٹس ایک مقدمہ مین جسکا رپورٹ نہین ہوا فرما چکے ہین ۱۲ منہ

ہبہ اسوقت تک جائز نہین ہے جبتک کہ شئی موہوب موہوب لہ کو حوالہ نہ کر دیجائے یعنی جبتک انتقال قبضہ حقیقۃً یا مجازاً نہ وقوع مین آئے۔

ہبہ کا جواز ثابت ہوجاتا ہے اگر واہب کہے کہ مین نے ہبہ کیا ہے اور موہوب لہ کا قبضہ شئی موہوب پر کرادیا ہے گو اسوقت وہ چیز واہب کے قبضہ مین ہو۔

جب واہب کے ایجاب سے اور تبدیل قبضہ سے ہبہ وقوع مین آچکا ہو تو پھر وہ منسوخ نہین ہوسکتا۔

اگر ہبہ کرنے کے بعد مگر شئی موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ کرانے کے پیشتر واہب مرجائے تو ہبہ باطل ہوگا اور شئی موہوب جز و متروکہ قرار پائیگی۔

موہوب لہ بلا اجازت واہب شئی موہوب پر قبضہ نہین کرسکتا۔

اگر ہبہ کرنے کے وقت شئی موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین ہو تو اقباض کی ضرورت نہین ہے۔

یہی قاعدہ اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ شئی موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین اتنی مدت تک رہی ہو کہ واہب کو موقع شکایت کا ملا ہو مگر اُسنے شکایت نہ کی ہو۔ یہ قول بعض علماء کا ہے۔

جو ہبہ نابالغ کو اُسکے باپ یا دادا نے کیا ہو وہ جائز ہے کیونکہ یہ اشخاص ہبہ کرنے اور شئی موہوب کو نابالغ کی طرف سے لے لینے کی قابلیت رکھتے ہین۔

جن صورتون مین واہب نابالغ موہوب لہ کا باپ یا دادا نہو خواہ وہ اُسکا ولی ہو خواہ نہو اُن صورتون مین لازم ہے کہ ہبہ کو تیسرا شخص نابالغ کی طرف سے قبول کرے۔ اور یہ تیسرا شخص اگر خود واہب نہو تو اُسکا ولی ہوسکتا ہے۔ اور جب خود ولی واہب ہو تو جس شخص کو حاکم شرع مقرر کردے اُسکا قبضہ کافی ہوگا۔

مال مشاع کا ہبہ ہوسکتا ہے اور اقباض اُسی طور سے ہوگا جسطور سے بیع مین ہوتا ہے

جب دو شخصون کو ہبہ کیا جائے تو وہ بالمشارکت قابض نہین ہوتے بلکہ آئین سے ہر ایک اُس جزو کا مالک ہوجاتا ہے جو اُسکو دیا گیا ہے درحالیکہ دونون نے اُس ہبہ کو قبول کر لیا ہو۔ لیکن جب ایک ہی موہوب لہ نے ہبہ قبول کیا ہو تو اُسکی نسبت ہبہ جائز ہوگا مگر دوسرے کی نسبت جسنے اُسکو نہین قبول کیا ہے ناجائز ہوگا۔

باپ ایک یا زیادہ اولاد کو اور اولاد پر ترجیح دیکر اُسکے نام ہبہ کر سکتا ہے مگر ایسے ہبہ سے پرہیز کرنا انسب ہے۔

جو ہبہ واہب کے طبقۂ اول کے اجداد کو کیا گیا ہو اور جسکو اُنھون نے قبول کر لیا ہو وہ منسوخ نہین ہو سکتا۔

مان باپ کے سواے اور اقربا کو جو ہبہ کیا جائے اُسکا قابل تنسیخ نہونا بھی مُسلّم ہے گو اسمین کچھ اختلاف ہے۔

جو ہبہ غیر آدمی کو کیا گیا ہو وہ منسوخ ہو سکتا ہے تا وقتیکہ شئی موہوب موجود رہے مگر جب شئی موہوب فنا ہو گئی ہو تو ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔

ہبہ اُس صورت مین بھی نہین منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ شئی موہوب کو موہوب لہ نے فروخت کر ڈالا ہو یا دوسرے طور سے منتقل کر دیا ہو اِس صورت مین ہبہ کے قابل تنسیخ نہونے مین اختلاف ہے مگر ترجیح اِسی قول کو ہے کہ وہ قابل تنسیخ نہین ہے۔

اقربا کو عموماً اور اولاد یا مان باپ کو خصوصاً ہبہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اِسی طرح سے مال کو سب اولاد مین برابر تقسیم کر دینا بھی ثواب ہے۔

شوہر و زوجہ کو چاہیئے کہ جو ہبہ اُنھون نے ایک دوسرے کو کیا ہو اُسکے منسوخ کرنے سے پرہیز کرین۔ بعض علما کا قول ہے کہ اِس اعتبار سے شوہر اور زوجہ مثل اقربا نسبی کے ہین مگر قول اول پر عمل کرنا بہتر ہے۔

---

سلہ یہ محقق ابو القاسم حلی کا قول ہے مگر شیخ مفید کا قول زیادہ تر عقل سلیم کے موافق معلوم ہوتا ہے۔

## فصل سوم

### خاص احکام ہبہ کے

اگر موہوب لہ واہب کے اقربا نسبی مین سے ہو اور بعد انتقال قبضہ کے (خواہ وہ انتقال صریحًا ہوا ہو خواہ ضمنًا) واہب شئ موہوب کو فروخت کر ڈالے تو وہ بیع باطل ہوگی ج علی ہذا القیاس اگر موہوب لہ کوئی غیر آدمی ہو (یعنی واہب کے اقربا النسبی مین سے نہو) اور اگر اُسنے کوئی چیز ہبہ کے عوض مین دی ہو تو بھی اُسکی بیع ناجائز ہوگی۔

اگر غیر آدمی کو ہبہ کر کے اُسکا قبضہ کرا دیا ہو مگر اُس ہبہ کا کچھ عوض نہ دیا گیا ہو تو بھی بیع باطل ہوگی اسواسطے کہ واہب نے اُس چیز کو فروخت کیا ہے جسکا وہ اُسوقت مالک تھا۔ بعض فقہا کے نزدیک ایسی بیع جائز ہے کیونکہ اِس صورت مین واہب اختیار تنسیخ ہبہ رکھتا تھا۔ مگر پہلا قول زیادہ ترصحیح معلوم ہوتا ہے۔

اگر ہبہ نامشروع ہونے کی وجہ سے باطل ہو اور واہب نے شئ موہوب فروخت کر ڈالا ہو تو وہ بیع جائز ہوگی۔

یہی اصول اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ کوئی وارث اپنے مورث کی جائداد پانے کی توقع رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ ابھی مورث زندہ ہے اسواسطے کہ اگر یہ معلوم ہو جاسئے کہ مورث اُسوقت مر چکا تھا تو بیع جائز ہو جائے گی۔

ہبہ اقباض یا انتقال مال موہوب کے وقت سے قائم ہوتا ہے نہ تاریخ معاہدہ سے یعنی تمام لوازم ہبہ اور وہ حقوق و فرائض جو اُس سے پیدا ہوتے ہین اُس تاریخ سے وقوع مین آتے ہین جس تاریخ موہوب لہ نے شئ موہوب پر قبضہ کیا ہے۔

برخلاف وصیت کے کہ وصیت مین موصی لہ کا حق موصی کے مرنے کے وقت سے قائم ہو جاتا ہے گو انتقال جائداد بعد ہو۔

جب واہب اور موہوب لہ مین تنازع واقع ہو اور واہب بیان کرے کہ مین نے

ہبہ تو لیا تھا مگر قبضہ نہیں کرایا تھا تو یہ بیان واہب کا قبول کر لیا جائیگا لیکن اگر موہوب لہ کہے کہ شئے موہوب پر اُسکا قبضہ جائز طور سے کرا دیا گیا تھا تو واہب کو اپنا بیان حلفاً ثابت کرنا پڑے گا۔

یہی قاعدہ جب بھی جاری ہوگا جب کوئی شخص کہے کہ "مین نے یہ چیز اُسکو دیدی اور اُسکو اُسکا مالک بنا دیا" اور پھر کہے کہ "مگر قبضہ نہین کرایا" اسواسطے کہ ممکن ہے کہ اُسنے دوسرا جملہ (اور اُسکو مالک بنا دیا) بتائید پہلے جملہ (مین نے اُسکو یہ چیز دیدی) کہا ہو اور انتقال نہ ہوا ہو۔

درصورت تنسیخ ہبہ کے واہب کو کچھ تاوان دینا واجب نہین ہے اگر شئے موہوب کو کچھ ضرر پہونچا ہو۔ البتہ اگر شئے موہوب کی قیمت مین کچھ افزونی ہوئی ہو تو وہ افزونی واہب کا مال ہے۔

جب بعد ہبہ شئے موہوب مین ایسا اضافہ یا الحاق ہوا ہو جو اُس شئے کے عین سے جدا ہو سکتا ہو تو وہ موہوب لہ کا مال ہوگا لیکن جو اضافہ یا الحاق قبل انقباض ہوا ہو وہ درصورت تنسیخ ہبہ واہب کا مال ہے۔

جب ہبہ بلا قید کیا گیا ہو تو ہمیشہ یہی قیاس کیا جائیگا کہ بلا عوض ہوا ہے۔ اگر موہوب لہ اپنی طرف سے کوئی چیز واہب کو ہبہ کرے تو وہ ہبہ قابل تنسیخ نہوگا۔

جو ہبہ اِس شرط سے کیا گیا ہو کہ موہوب لہ واہب کو کچھ نذر دیگا یا کچھ پیشکش کرے گا یا اُسکی کوئی خدمت کریگا وہ ہبہ جائز ہے۔ ایسا ہبہ صرف اُسوقت منسوخ ہوسکیگا جبکہ موہوب لہ نے اُس شرط کی تعمیل نہ کی ہو۔

جب وہ نذر جسکا دینا یا وہ فائدہ جسکا بخشنا موہوب لہ پر واجب ہے نامحدود یا غیر معیّن ہو تو موہوب لہ اُسکو اپنی مرضی کے موافق معیّن کرسکتا ہے اور جب ایسی نذر یا فائدہ کو واہب قبول کرلے تو ہبہ قابل تنسیخ نہ باقی رہیگا۔

مذکورۂ بالا صورتون مین موہوب لہ اسپر مجبور نہین ہوسکتا کہ جو نذر اُسنے معین کی ہے وہی دے بلکہ وہ اُسکے نہ دینے کا حق رکھتا ہے مگر اس صورت مین واہب کو اختیار تنسیخ ہبہ باقی ہیگا

اگر صورت مذکورۂ بالا مین موہوب لہ کا انکار تنسیخ ہبہ کا باعث ہوا ہو تو وہ شے موہوب کے ضایع ہوجانے یا اُسکی قیمت کے کم ہوجانے کا ذمہ دار نہین تصور ہوسکتا کیونکہ اُسنے اس چیز مین تصرف کیا ہے جسکی ملکیت جائز طور سے اُسپر منتقل ہوچکی تھی۔ اِس مسئلہ مین اختلاف ہے۔

اسمین بھی کچھ اختلاف ہے کہ جب کوئی کپڑا ہبہ ہونے کے بعد موہوب لہ نے رنگ لیا ہو تو آیا ایسے ہبہ کی تنسیخ کا اختیار واہب رکھتا ہے یا نہین۔ جن علما کے نزدیک موہوب لہ کا شے موہوب کو اپنے استعمال مین لانا مانع تنسیخ ہبہ ہے اُنکے نزدیک اُس کپڑے کو رنگنے سے حق تنسیخ ہبہ زائل ہوجائیگا۔ مگر جن علمار کا یہ قول نہین ہے اُنکے نزدیک اُس کپڑے کا رنگنا مانع تنسیخ ہبہ نہین ہے بلکہ موہوب لہ صرف اُس رنگ کی قیمت لے لینے کا مستحق ہوجاتا ہے اور اُسکی قیمت اُس کپڑے پر باقی رہتی ہے۔

جو ہبہ مرض شدید کی حالت مین کیا گیا ہو وہ جائز ہے اگر واہب اُس مرض سے شفا پائے۔ اگر وہ مرجائے تو ہبہ صرف باذنِ ورثہ جائز ہوگا اور اگر وہ راضی نہون تو صرف بقدر ثلث مال متوفیٰ نافذ ہوگا۔

## چھٹا باب

### ہبہ کے احکام[۱] موافق مذہب شافعی

ہبہ انتقال جائداد برضا و رغبت خود یا بلا استحقاق کا نام ہے خواہ اُس انتقال سے ثواب اخروی حاصل کرنا منظور ہو خواہ موہوب لہ کے اعزاز کا اظہار مقصود ہو۔ جواز ہبہ کی شرط ضروری یہ ہے کہ واہب کی طرف سے ایجاب اور موہوب لہ کی طرف سے قبول ہو اور ایجاب و قبول صریحاً کرنا چاہیے نہ ضمناً۔ البتہ نذر مین ایجاب و قبول صریحاً کرنا کچھ ضرور

---

۱ یہ احکام منہاج الطالبین سے لیے گئے ہین ۱۲۔ منہ

نہین ہے ۔ ہبہ مین صرف اتنا کافی ہے کہ واہب شئے موہوب کو لے آئے اور موہوب لہ
اسپر قبضہ کرلے ۔ ہبہ ان الفاظ سے ہوسکتا ہے ۔ مین چاہتا ہون کہ تم میرے اس مکان مین
رہا کرو اور تمھارے مرنے کے بعد یہ تمھارے ورثہ کو ملے ۔ یا مین چاہتا ہون کہ تم اس مکان مین
رہا کرو ۔ (یہ قول امام شافعی نے دوسرے زمانہ مین اختیار کیا تھا) اور تمھارے مرنے کے بعد
یہ تمھارے ورثہ کو ملے ۔ جو ہبہ بالفاظ ذیل کیا گیا ہو اُسکے جواز کے باب مین امام شافعی کا قول
پہلے اور تھا اور بعد ازآن اور ہو گیا ۔ مین تمکو اس مکان کا منافع تمھاری زندگی تک دیتا ہون
یا مین تمکو اسکا منافع تمھاری زندگی تک ہبہ کرتا ہون ۔ یعنی اگر تم پہلے مرجاؤگے تو یہ مجھی کو
ملیگا اور اگر مین پہلے مرجاؤنگا تو یہ ہمیشہ کے لیے تمھارا ہو جائیگا ۔ مگر اس زمانہ مین یہ دونون
قول امام شافعی کے جاری ہین یعنے بعض مقلدین اُنکے ایسی ہبہ کو جائز اور بعض ناجائز
سمجھتے ہین ۔ جس چیز کی بیع وشرا ہو سکتی ہے اُسکا ہبہ بھی ہو سکتا ہے ۔ مگر جس چیز کی
بیع نہین ہوسکتی جیسے شئے مغصوب یا مجہول یا جانور جو بھاگ گیا ہو اُسکا ہبہ بھی نہین ہوسکتا
قرضہ کے ہبہ سے قرضہ کا معاف کردینا لازم آتا ہے اگر قرضدار کو ہبہ کیا جائے ۔ لیکن اگر کسی
تیسرے شخص کو قرضہ ہبہ کیا جائے تو ناجائز ہوگا ۔

شئے موہوب مین جو ملک واہب کا ہے وہ صرف اُسوقت منتقل ہوتا ہے جبکہ واہب کی
رضامندی سے موہوب لہ اُسپر قبضہ واقعی کرلے ۔ جب واہب یا موہوب لہ ہبہ کرنے
اور قبضہ کرنے کے مابین مرجائے تو اُسکے ورثہ اُسکے قائم مقام ہو جائینگے ۔ تاہم بعض فقہانے
فرمایا ہے کہ ایسے حال مین اُس ہبہ کو منسوخ کرنا چاہیئے ۔

احادیث مین وارد ہوا ہے کہ والدین اگر فاجر و فاسق نہون تو یہ اختیار رکھتے ہین
کہ اپنی حیات مین اپنی جائداد کو اپنی اولاد مین بلا امتیاز ذکور و اناث بمقدار مساوی ہبہ
کردین ۔ مگر بعض احادیث مین یہ بھی وارد ہوا ہے کہ والدین کو قاعدہ میراث کو اسطرح
باطل کردینا نہ چاہیئے ۔

باپ نے جو ہبہ اپنی اولاد کو کیا ہو اُسکو منسوخ کر سکتا ہے بشرطیکہ موہوب لہ نے شئے موہوبہ کو فروخت وغیرہ نہ کر ڈالا ہو۔ یہی حال اجداد کا بھی نسبت اُس ہبہ کے ہے جو انھون نے اپنی اولاد کی اولاد یا اُسکی اولاد کو کیا ہو۔ مگر جب موہوب لہ شئے موہوب کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اُسکا مِلک بعینہ باقی رہے مثلاً اُسکو رہن رکھے یا ہبہ مشروط کرے (تاوقتیکہ قبضہ نہ کرا دے) یا عتق[ل] مشروط یا ٹھیکہ مستاجری تو شافعیہ کے نزدیک اِن سب صور تو مین حق تنسیخ ہبہ زائل نہو گا۔ اگر موہوب لہ کا مِلک شئے موہوب مین جاتا رہے اور بعد ازآن پھر اُسکو ملجائے تو حق تنسیخ ہبہ عود نہ کریگا اور اگر اِس عرصہ مین شئے موہوب مین کچھ افزونی ہوئی ہو تو ہبہ صرف اُسوقت منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ وہ افزونی اُس شئے کا جزو ہو گئی ہو لیکن اگر اُس سے علٰحدہ ہو تو نہین منسوخ ہو سکتا۔ ہبہ بالفاظ ذیل منسوخ ہو سکتا ہے ۱۔ مین اپنے ہبہ کو منسوخ کرتا ہون ۲۔ یا مین اِس چیز کو پھیرے لیتا ہون ۳۔ یا مین اپنی ہبہ کو ساقط کیا چاہتا ہون ۴۔ مگر ہبہ ضمناً نہین منسوخ ہو سکتا یعنی اِسطرح نہین منسوخ ہو سکتا کہ بعد ازآن وہ چیز دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر ڈالی جائے یا وقف یا ہبہ کر دی جائے۔

اگر ہبہ اِس شرط سے کیا گیا ہو کہ کچھ معاوضہ نہ لیا جائیگا تو حق تنسیخ سوائے آبا و اجداد کے اور کسی کو حاصل نہین ہے۔ لیکن جب ہبہ مین معاوضہ کی شرط نہ کی گئی ہو تو یہ سمجھا جائیگا کہ ہبہ بغیر امید معاوضہ کیا گیا ہے اگر موہوب لہ کسی طرح واہب سے پست مرتبہ ہے بلکہ اگر وہ اُس سے بلند مرتبہ ہے تب بھی یہی سمجھا جائیگا۔ شافعیہ نے اِس سے بھی ترقی کر کے اِس اصول کو اُس صورت مین بھی جاری کیا ہے جبکہ واہب اور موہوب لہ دونو مرتبہ مین ہر نوع مساوی ہون۔

جب ہبہ مین عوض دینا واجب ہو مگر معاہدہ کے وقت کچھ عوض طے نہوا ہو تو عوض کو شئے موہوب کا ہم قیمت ہونا چاہیئے۔ اور ایسی حالت مین اگر موہوب لہ عوض دینے مین

---

[ل] یعنے بردہ آزاد کرنا۔ ۱۲ منہ

غفلت کرے تو واہب ہبہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔

عوض معین دینے کی شرط پر ہبہ کرنا جائز ہے مگر ایسے ہبہ کو ایک قسم کی بیع تصور کرنا چاہیئے۔ لیکن شافعیہ کے نزدیک عوض غیر معین دینے کی خاص شرط پر ہبہ کرنا باطل ور ناجائز ہے۔

جب کوئی چیز کسی کو نذر دیجائے تو جس ظرف مین وہ چیز رکھی ہے وہ اُس چیز کا جو نذر دیگئی ہے جزو سمجھا جائیگا اور جب اُسکے پھیرنے کا دستور نہو تو نہ واپس کیا جائیگا۔ مثلاً جس ٹوکری مین خرمے نذر دیے جائین وہ نہ پھیری جائیگی۔ ورنہ وہ ظرف واہب ہی پاس رہیگا اور موہوب لہ اُسکو اور کسی مصرف مین نہین لا سکتا سوائے اُس خاص مصرف کے مثلاً وہ پتیلی جسمین کھانا نذر دیا گیا ہو بشرطیکہ اُسکو استعمال مین لانا رواجاً جائز ہو۔ فقط

# ساتوان باب

## وقف کے احکام

## فصل اول

شرع محمدی مین اوقاف کا مسئلہ زمانۂ سلف سے برابر چلا آتا ہے اور از روے تواریخ اُسکی اصل شارع اسلامؐ سے معلوم ہوتی ہے۔

ایک حدیث مین وارد ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو بعد ازآن خلیفہ ثانی ہوے جناب رسول مقبولؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ اپنی کچھ جائداد غربا و مساکین پر ہمیشہ کے لئے وقف کرون پس آپ مجھکو ہدایت فرمائین کہ کس طور سے مین اُس جائداد کو ابدالآباد تک غیر قابل الانتقال کر سکتا ہون۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اُس جائداد کو علیحدہ کر کے اُسکی آمدنی کو وقف کر۔ اِس ارشاد فیض بنیاد سے ایک عظیم الشان سلسلہ قوانین متعلقۂ اوقاف و امانات پیدا ہوا ہے۔

وقف کی تین قسمین بنظر سہولت ہو سکتی ہین۔ یعنی وقف عام۔ وقف خاص و عام

وقف خاص - مگر شرع محمدی مین دو ہی قسمین رکھی گئی ہین - وقف عام اور وقف خاص اور اِن دونوںین فرق بین رکھا گیا ہے - جو اوقاف مصالح عامتہ کے لیے ہون یعنے مفید عام کامون یا غربا و مساکین کے فائدہ کے لیے عمل مین آئے ہون وہ اوقاف عامتہ کہلاتے ہین - اور سب اوقاف اوقافِ خاصتہ سمجھے جاتے ہین - البتہ اوقاف خاصتہ کے لیے کوئی خاص لفظ نہین ہے بلکہ مصالح عامتہ سے جو اوقاف کیے جائین اُنکے سوا اور سب اوقاف خاصتہ سمجھے جائینگے - مگر چونکہ بہت سے اوقاف ایسے ہین جو اوقافِ عامتہ نہین ہین مگر جنمین کچھ صفت اوقاف عامتہ کی بھی پائی جاتی ہے لہذا ایسی اوقاف کو مین نے یہ لفظ خاص و عام تعبیر کرنا مناسب سمجھا - پس وقف خاص و عام سے میری مراد وہ اوقاف ہین جنکا اصل مقصد کچھ تو امور دینی اور کارہاے خیر مین امداد کرنا ہے اور کچھ خاص خاص اشخاص یا خاص خاص فرقون کی نفع رسانی ہے -

وقف خاص سے میری مراد وہ اوقاف ہین جنکا مقصودِ اصلی واقف کے عیال و اطفال یا اقربا کے لیے آذوقہ مہیا کرنا ہو -

معنی لغوی لفظ وقف کے یہ ہین - اُسنے باندھ دیا یا حبس کر لیا - اور اصل مین یہ لفظ گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کے باندھنے مین استعمال کیا جاتا ہے - اور فقہاے اسلام کی اصطلاح مین وقف سے مراد کسی کار خیر کے لیے مال دیدینا ہے (جسکو علماء شیعہ نے علی وجہ البر والاحسان اور علماء حنفیہ نے علی وجہ الخیر[1] لکھا ہے) لفظ برّ و خیر مین سب امور نیک اور کارہاے ثواب داخل ہین - کسی شخص کا اپنے لیے آذوقہ مہیا کرنا علمائے حنفیہ[2] کے نزدیک کارِ خیر ہے اسواسطے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو کوئی چیز دے اُسنے گویا راہ خدا مین دیا - پس مسلمان کا اپنے عیال و اطفال کے لیے کوئی جائداد وقف کرنا سب فرقون کے نزدیک جائز ہے

---

[1] ہدایہ باب صفحہ ۶۸۷ و ۶۸۸ - ۱۲ منہ [2] ہدایہ باب صفحہ ۶۹۱ - ۱۲ منہ

لفظ وقف کی سب سے عمدہ تعریف وہ ہے جو صدر دیوانی عدالت کے مشیران قانونی نے بمقدمہ[1] محمد صادق بنام محمد علی وغیرہ لکھی ہے۔ اُنھوں نے بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے موافق (اس مسئلہ مین انھین کے قول پر عمل کیا جاتا ہے) وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائداد مثل اراضی و مکانات وغیرہ کے حق ملکیت سے دست بردار ہوکر راہ خدا مین اُسکو اسطرح دیدینا کہ بندگان خدا کو اُس سے فائدہ ہو بشرطیکہ مال موقوف وقف کرنے کے وقت واقف کا مال ہو[2] اس تعریف مین آگے چلکر بحث کیجائیگی اور یہ تعریف وقف کی تمام مقاصد عملی پر حاوی ہے۔

## فصل دوم[3]

مختلف فرقوں مین اس باب مین اختلاف عظیم ہے کہ وقف کس طور سے اور کن لوگون کے لیے کیا جائے۔ خود حنفیہ مین بڑا اختلاف اس مسئلہ مین ہے جسپر خاص توجہ کرنا لازم ہے۔ مثلاً ایک طرف امام ابو یوسف اور امام محمد اور دوسری طرف امام اعظم ابو حنیفہ مین وقف کی ماہیت اور اُسکے اوصاف شرعی کے باب مین اختلاف عظیم ہے۔

امام اعظم کے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی خاص چیز کا واقف کے قبض و ملک مین رہنا اور اُسکی منفعت کو غربا و مساکین کے مصرف مین لانا یا اور کارہاے خیر[4] مین لگانا بطور عاریت[5] کے۔ مگر چونکہ وقف قطعی نہین ہوتا ہے لہذا واقف مال موقوف کو واپس کر کے جو چاہے کرسکتا ہے۔ صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) جنکے اقوال کی پابندی

[1] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ – ۱۲ منہ [2] والتصدق بالمنفعة علی الفقراء او علی وجه من وجوه الخیر ہدایہ صفحہ ۶۰۰ – ۱۲ منہ [3] عاریت کو عاریت دینے والا جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ بیلی صاحب نے لکھا ہے کہ اس سے یہ مراد نہین ہے کہ صرف منفعت عاریتاً مل سکتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جن لوگون پر وقف کیا گیا ہے اُنکو ویسا ہی فائدہ اُس سے ہو جیسا اُسوقت ہوتا جب وہ چیز عاریتاً دیجاتی کہ اُس صورت مین اُسکی منفعت اُنکو اُسوقت تک حاصل رہتی جبتک وہ چیز اُنکے قبضہ مین رہتی۔ بیلی صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۵۵۷ طبع ثانی ۱۲ منہ

حنفیہ پر فرض ہے اور جنکی راے اِس مسئلہ مین تمام بلاد حنفی مین صحیح و معتبر سمجھی جاتی ہے انکے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ باقی رہنا کسی چیز کا خداوند عالم کی مِلک مین اِس طور سے کہ اُسکی منفعت بندگان خدا کے نفع رسانی مین صرف کیجائے اور جب ایک مرتبہ وقف کر دیا جائے تو بمجرد وہ مطلق و قطعی ہو جاتا ہے یعنی شئے موقوف فروخت نہین ہو سکتی نہ ہبہ ہو سکتی ہے نہ میراث مین مل سکتی ہے فتاوای عالمگیری مین اِس اصول کو اِسطرح بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف واقف کے کہدینے سے کہ کسی خاص جائداد کو مین نے وقف کیا ہے وقف ناطق و قطعی ہو جاتا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک بمجرد اسکے کہ قاضی حکم صادر کرے واقف کا حق زائل ہو جاتا ہے۔ ایسا حکم قاضی کا اِس طور سے حاصل ہو سکتا ہے کہ واقف مال موقوف کو متولی کے حوالہ کرے بعد اُسکے قاضی سے کہے کہ یہ مال مجھکو واپس دلا دیجیے کہ وقف قطعی نہ تھا جسکی پابندی مجھپر فرض ہوتی۔ اُسوقت قاضی یہ حکم صادر کر سکتا ہے کہ یہ وقف قطعی سمجھا جائے اور وہ ایسا ہی سمجھا جائیگا۔ اگر واقف اپنے مرنے کے وقت یہ کہے کہ جب مین مرجاؤن تو میرا مکان فلان مصرف مین لایا جائے وقف کو معطل کر دے تو بقدر ثلث مال کے جائز ہوگا اور ثلث سے زائد جو ہوگا وہ معطل رکھا جائیگا اور یہ دیکھا جائیگا کہ واقف کی اور کوئی جائداد بھی ہے یا نہین۔ اگر اُسکے ورثہ وقف کی اجازت نہ دین تو اُسکے مال کے تین حصہ کیے جائین اور ایک ثلث وقف کرا یا جائے دو ثلث ورثہ کو دیدیے جائین اگر وقف مرض الموت کی حالت مین ہو کر بعد وفات معطل رکھا جائے تو وہی اثر ہوگا کہ گویا صحت کی حالت مین معطل کیا گیا تھا۔

---

سلہ عیون وغیرہ مین لکھا ہے کہ فتوے صاحبینؒ کے قول کے موافق ہین۔ فتاوی عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۴۵۴۔ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۸۸۸۔ ۱۲ منہ ۲ فلٹن صاحب کا لارپورٹ صفحہ ۵۴ سے مین عالم جھون نے صاف فرمایا ہے کہ اِس زمانہ مین جو فیصلے قضات اور علما حنفی نے کیے ہین اُنسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس مسئلہ مین امام ابو یوسف کا قول ترجیح رکھتا ہے ۱۲ منہ ۳ کافی ۱۲ منہ ۴ طحاوی ۱۲ منہ

امام محمد کے نزدیک واقف کا حق اُسوقت تک نہین جاتا جبتک کوئی متولی نہ مقرر ہو جائے اور وہ مال اُسکے سپرد نہ کر دیا جائے۔

سابق مین عرض کیا گیا کہ مشرقی ایشیا کے فقہائے حنفی نے علمای بلخ کی تقلید کرکے امام ابو یوسف کے قول کو سب مسائل مین اختیار کیا ہے اور صوبہ الجیریا اور مصر اور افریقیہ شمالی اور ممالک روم مین بھی عموماً اُنھین کی تقلید کیجاتی ہے۔ البتہ بعض ممالک ایشیا مین جہان علمای بخارا کا غلبہ ہے امام محمد کے اقوال پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف کو خود اپنے تئین متولی مقرر کرکے مال موقوف کے مبادلہ کا اختیار اپنے لیے باقی رکھنا جائز ہے۔ امام محمد نے اس مسئلہ مین بھی آنسے اختلاف کیا ہے مگر امام ابو یوسف کا قول حکم شرع قرار دیا گیا ہے اور اُسی کی پابندی سپریم کورٹ کلکتہ نے مقدمہ مذکورۂ بالا مین کی ہے۔

مالکیہ اور شیعہ کے نزدیک وقفی چیز کا متولی کے حوالہ کر دینا ایک شرط ضروری ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وقف صالح ہے اور نیک نیتی سے کیا گیا ہے۔ شیعون کا مسئلہ شرایع الاسلام مین یہ لکھا ہے کہ "وقف کا معاملہ قطعی نہین ہوتا الا جبکہ قبضہ کرا دیا جائے" اس قول سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالکیہ اور شیعہ کے نزدیک جو وقف کا قطعی ہونا اقباض پر موقوف ہے تو اقباض سے مراد واقف کا مال وقفی کو متولی یا امین پر منتقل کر دینا اور اُسکے سپرد کر دینا ہے۔ مگر نفس الامر مین ایسا نہین ہے۔ بلکہ اِسکا مطلب صرف اتنا ہے کہ قبضہ کی

---

۵۲ ساٹر صاحب کی کتاب صفحہ ۲۴۸ مضمون ۹۵۵ ۔ ۱۲ منہ ۵۲ یہی مطلب ہے فتاوائے عالمگیری کی اِس عبارت کا کہ علما کا اتفاق اِن دونو صاحبون کے فتوے پر تقریباً برابر معلوم ہوتا ہے۔ بعضون نے فرمایا ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول کے موافق ہے مگر دو عالمون نے فرمایا ہے کہ فتوی امام محمد کے قول کے موافق ہے یہ گمان کرنا غلط ہے کہ ان دونو صاحبون کے قول کے موافق فصل خصومات کیا جاتا ہے جیسا بیلی صاحب نے لکھا ہے ۱۲ منہ

۵۳ بیلی صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۵۵۹ ۔ ۱۲ منہ

حقیقت یا مِلک کی نوعیت مین ایک خاص قسم کا تغیر صریحًا یا ضمنًا کر دیا جائے۔ مثلاً مالکیہ و شیعہ دونو کے نزدیک واقف خود اپنے تئین مال موقوف کا متولی مقرر کر سکتا ہے۔ اور اگر اُس مال پر وہ بطور متولی نہ بطور مالک قبضہ کرلے تو وقف ناجائز نہو جائیگا۔

## فصل سوم

### وقف کا منعقد یا متحقق ہونا

وقف کے اوصاف شرعی بیان کرنے سے پیشتر یہ تحقیق کرنا مناسب ہے کہ شرع محمدی کے منشاء کے موافق کیونکر اور کن حالات مین وقف ہوسکتا ہے۔ اول تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ وقف کے لیے کوئی خاص رسم شرعی ادا کرنا یا کوئی خاص صیغہ پڑھنا ضرور نہین ہے۔ یہ مسئلہ اِسوجہ سے کسی قدر مشکوک ہوگیا تھا کہ فقہ کی کتابون مین بعض مسائل وقف کے ٹھیک معنی سمجھنے مین دقت پڑی تھی مگر مقدمہ جیون داس ساہو بنام شاہ کبیر الدین یہ مسئلہ[1] حل ہوگیا۔ اِس مقدمہ مین جو فرمان شاہی پیش کیا گیا اُسمین لفظ وقف کہین نہین لکھا تھا۔ بلکہ برخلاف اِسکے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عطیہ بطور انعام کے دیا گیا تھا جس سے

---

[1] مور س انڈین اپیلیس جلد ۲ صفحہ ۳۹۰-۴۲۱ سنہ [2] عالمگیر کا فرمان جسکے ذریعہ سے یہ وقف ہوا تھا بعبارت ذیل ہے " از آنجا کہ ما بدولت کو معلوم ہوا ہے کہ موافق اُس سند کے جو حکام نے عطا کی ہے بعض مواضع واقع صوبۂ بہار فقراء اور طلبۂ مدرسہ و خانقاہ و مسجد ملا درویش حسین ولد ملا غلام علی کے مصارف کے لیے عطا کیے گئے ہین اور نامبردہ مواہب و عطیات سلطانی کا امیدوار ہے لہذا ما بدولت کی مرضی مبارک یہ ہے کہ اگر یہ مواضع مذکورہ نامبردہ کے قبض و تصرف مین ہون تو وہ کل مواضع حسب دستور سابق پندرہ ہزار دام جمع پر اُس تاریخ سے بطور مدد معاش نامبردہ کے قبض و تصرف مین رہین موافق مضمون سند کے اور تا کہ نامبردہ ان اراضیات کی پیداوار کو اپنے مدرسہ کے طلبا اور اپنی مسجد کے صرف مین لائے۔ لہذا انتظام و عمال حال و آئندہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ مواضع مذکورہ کو نامبردہ کے قبضہ مین چھوڑ دین اور اُنکو من جمیع الوجوہ معافی اور عطیہ سلطانی سمجھکر ہر سال ایک سند جدید طلب نہ کرین۔ اگر نامبردہ کسی اور جیز پر اور کسی طور سے قبضہ کرلے تو وہ ایسا کرنے کے روادار نہون عـــہ ۱۲ منہ

حقوق مالکانہ شخصی مفہوم ہوتے ہین - لہذا مدعا علیہ کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ یہ دیہات جو عطیہ سلطانی ہے وقف لاٹبگ یعنی غیر قابل الانتقال نہین ہے - حکام پریوی کونسل نے اپنے فیصلہ مین عبارت ذیل بہ تائید فیصلہ صدر عدالت دیوانی تحریر فرمائی ہے -

"اس مقدمہ کا اور مشیران قانونی کی راے کا حوالہ دیکر صدر دیوانی عدالت نے بمقدمہ مسماۃ قادرہ بنام شاہ کبیر الدین یہ تصفیہ کیا ہے کہ اگرچہ فرمان شاہی مین انعام اور تمغہ کا لفظ لکھا ہے اور ان اشخاص کا بھی ذکر ہے جنکی عرضی پر یہ مواضع عطا ہوے تھے مگر چونکہ یہ صاف ظاہر ہے (جیسا ان عرائض مین لکھا ہے) کہ یہ جائداد بغرض باقی رکھنے ایک کار خیر کے عطا ہوئی تھی لہذا جن اشخاص کا نام لکھا ہے وہ اس جائداد کے مالک نہین تصور ہو سکتے بلکہ اصل موہوب لہ یا موقوف علیہ خانقاہ تھی اور جن لوگون کا نام لکھا ہے وہ صرف اُس خانقاہ کے متولی تھے اور متولی اختیار انتقال نہین رکھتا ہے لہذا شاہ شمس الدین کا اِس جائداد کو بذریعہ ہبہ کے یا اور کسی طور سے منتقل کرنا ناجائز تھا"

"یہ فیصلہ موافق اُس قول کے ہے جو ہدایہ باب ۱۵ مین درباب وقف لکھا ہے -

یعنی ہیملٹن صاحب کے ترجمہ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۴ مین لکھا ہے کہ وقف کے لغوی معنے رکھ چھوڑنا ہین اور فقہاے حنفی کی اصطلاح مین وقف کے معنے یہ ہین کہ کسی خاص چیز کو ایسے طریقہ سے دیدینا کہ واقف کا حق اُسمین باقی رہے اور اُسکی منفعت کسی کار خیر مین بطور عاریت لگائی جائے - صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک وقف کے یہ معنی ہین کہ کسی خاص چیز کو اس طور سے دیدینا کہ وہ چیز مالِ خدا کے احکام کے تابع ہو جائے جس سے واقف کا حق اُسمین زائل ہو جاتا ہے اور وہ شے خدا کا مال ہو جاتا ہے جسکی منفعت اُسکے بندون کے مصرف مین آتی ہے - پس صاحبین کے نزدیک وقف ایک معاملہ قطعی ہے اور اُنمین صرف اتنا اختلاف ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وقف بمجرد نفاذ قطعی ہو جاتا ہے مگر امام محمد کے نزدیک اُسوقت قطعی ہو جاتا ہے جب مال وقف

متولی کے سپرد کر دیا جائے لہذا وہ ہبہ یا بیع نہین ہو سکتا۔ پس لفظ وقف کے معنی لفظی مین وہ سب باتین داخل ہین جو امام اعظم اور اُنکے دونو شاگردون نے فرمائی ہین۔

"پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۳ مین لکھا ہے کہ جب وقف جائز یا قطعی ہو جائے تو سب علما کے نزدیک مال وقف کو بیع یا منتقل کرنا حرام ہے۔ اُسکو منتقل کرنا اس سبب سے حرام ہے کہ جناب رسول مقبول نے ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ "نفس اراضی کو اسطرح بخشدو کہ وہ قابل بیع یا قابل توریث نہ باقی رہے" لہذا احکام پریوی کونسل نے یہ تجویز فرمایا کہ "ازروے شرع محمدی اوقاف مذہبی وخیراتی کے لیے یہ ضرور نہین ہے کہ لفظ وقف وقف نامہ مین لکھدیا جائے اگر اُسکے سیاق وسباق سے وقف مستنبط ہو سکے" یہ فیصلہ بالکل اصول عامۂ شرع محمدی کے موافق ہے اور اسی کا لحاظ کرکے مسائل ذیل کو سمجھنا چاہیے۔

"وقف اسطرح ہوتا ہے کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ یا خیرات استعمال کیا جائے یا صرف لفظ وقف استعمال کرنا کافی ہے"

"جب کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین صدقہ یا خیرات ہے اور میری زندگی بھر اور میرے مرنے کے بعد بھی وقف لا تملک ودائمی ہے یا یہ میری زمین صدقہ ہے جو میری زندگی بھر اور میرے مرنے کے بعد ہمیشہ[1] کے لیے وقف رہیگی تو وہ زمین سب علماء کے نزدیک وقف جائز و واجب العمل[2] ہو جائیگی۔ اور اگر وہ کہے کہ "صدقہ موقوف وابدی ہے تو اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وقف جائز ہوگا۔ یا وہ کہے کہ "صدقہ موقوفہ ہے یا صدقہ محبوس ہے اور لفظ مؤبد یا ابدی نہ کہے۔ تو جو علماء[3] ایسے وقف کے جواز کے قائل ہین اُن سب کے نزدیک وہ زمین وقف صالح ہو جائیگی اسواسطے کہ صدقہ مؤبدہ ثابت ہوگا جو منسوخ نہین ہو سکتا۔ یہ الفاظ بھی کہ "وہ یہ میری زمین ہر کار خیر کے لیے

---

[1] موقوفۃ محبوسۃ مؤبدۃ ۱۲ منہ [2] فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے لکھا ہے ۱۲ منہ [3] علی قول عامۃ من یجیز الوقف ۱۲ منہ

صدقہ ہے یا سبِ[1] نیک کامون کے لیے ہے بمنزلہ وقف کے ہے۔

لہٰذا جو تجویز بمقدمہ[2] محمد حمید اللہ خان بنام بدر النسا خاتون لکھی ہے وہ شرع محمدی کی غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ اِس مقدمہ مین وقف بعبارت ذیل کیا گیا تھا

"مین نے باقیماندہ سہم اپنی دختر بدر النسا اور اُسکی اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ وقف کیے اور جب وہ نہون تو غربا و مساکین پر۔ یہ وقف صحیح و صالح و جائز بطور عطیۂ دائمی و استمراری کیا گیا اور میری حیات مین اور بعد میری وفات کے بھی صحیح و نافذ و موثر رہیگا اور تملک و تملیک سے بری رہیگا۔ بعد ادا کرنے مالگزاری سرکاری اور مصارف کلکٹری وغیرہ کے اور مہا کرنے متولی کے حق تولیت کے محاصل جائداد موقوفہ مصرحۂ بالا سے جو کچھ فاضل بچے وہ حسب ذیل تقسیم کیا جائے۔ سہم کا حصہ جمیلہ خاتون عرف دھنتی بی بی کو اور سہم کا حصہ بدر النسا خاتون کو دیا جائے اور سہم کا حصہ مستورات موصوفہ پر وقف کیا گیا وغیرہ وغیرہ"

جہانتک وقف کی ماہیت متعلق ہے وہانتک اُس اعلان سے زیادہ تر کیا چیز صریح و واضح ہو سکتی ہے جو اس وقف نامہ مین کیا گیا ہے۔ واقف نے تمام حقوق ملکیت کو جائداد موقوفہ سے سلب کر لیا ہے اور اُسکو بدر النسا اور اُسکی اولاد پر جبتک اُنمین سے کوئی موجود رہے ابداً و مؤبداً و خالداً و مخلداً وقف کر دیا ہے۔ اور جب اُنمین سے کوئی موجود نہو تو واقف نے صاف لکھدیا ہے کہ اِس وقف کی منفعت غربا و مساکین کو دی جائے۔ پس پرظاہر ہے کہ اِس وقف کے شرائط بالکل شرع محمدی کے موافق ہین۔

جب محمد حمید اللہ خان نے یہ نالش دائر کی کہ ایک جزء جائداد وقفی کا جو بعلت اجراے ڈگری فروخت کر ڈالا گیا ہے وہ بیع منسوخ کیجائے اِسواسطے کہ یہ جائداد وقفی ہے

---

[1] علی وجہ البر او علی وجہ الخیر او وجوہ الخیر او وجوہ الخیر والبر ۱۲ منہ

[2] لا رپورٹ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۴ - ۱۲ منہ

اور لائق انتقال نہین ہے۔ تو اس مقدمہ مین ہائی کورٹ نے امور ذیل تجویز کیے۔
(۱) جواز وقف اسپر موقوف ہے کہ مال وقف فقط خدا کی راہ مین یا امور مذہبی یا خیرات کے لیے دیا گیا ہو۔ (۲) جب کوئی چیز از روے شرع محمدی کسی خاص شخص اور اسکی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ دی گئی ہو اور جب انمین سے کوئی موجود نہو تو غربا و مساکین پر وقف کی گئی ہو تو ایسا وقف صرف اسوقت جائز ہوگا جبکہ وقف نامہ مین صدقہ کا لفظ لکھا ہو۔ امر اول کی نسبت ہائی کورٹ کلکتہ نے غالبًا اس فیصلہ سے دھوکھا کھایا ہے جو مقدمہ[له] عبد الغنی حسن بنام حسین میان رحمت اللہ ہوا ہے۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ہائی کورٹ بمبئی نے ایسے وجوہ سے کیا تھا جو صرف شرع محمدی پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اسکا فیصلہ قانون انگلستان کے بموجب ہوا تھا جو دوام و استمرار وقف کے خلاف ہے اور جو اس اصول کے بالکل منافی ہے جو شرع محمدی مین وقف کا رکھا گیا ہے۔ جو راے ہائی کورٹ نے اِس مقدمہ مین اور نیز مقدمہ[٢] محمد حمید اللہ خان بنام بدر النسا خاتون تحریر فرمائی ہے وہ وقف کے احکام شرعی کے غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کتب فقہ مین مسئلہ وقف کو صرف ایک نظر دیکھ لینا اس امر کے تصفیہ کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ جن ججون نے مقدمہ محمد حمید اللہ خان بنام بدر النسا خاتون کا فیصلہ کیا تھا انمین سے ایک جج نے اپنی اس راے مین ایک اور مقدمہ[٣] مین ترمیم فرمائی۔

اب رہا امر دوم یعنی یہ امر کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد یا عیال پر وقف کرنا چاہے تو اسکو صدقہ کا لفظ کہنا یا لکھنا ضرور ہے سو اس امر کے تصفیہ کے لیے حکم شرع بہت صاف ہے اسکو ذیل مین ملاحظہ کیجیے۔

(۱) اگرچہ صدقہ کا لفظ نہ کہا جائے بلکہ صرف وقف کا لفظ استعمال کیا جائے یعنی

---

له انڈین لار پورٹ سلسلہ بمبئی جلد ١٠ صفحہ ١٠ - ١٢ منہ ٢ لچھمی پت سنگھ بنام شاہ امیر عالم لار پورٹ کلکتہ جلد ١٢ صفحہ ٢٢ - ١٢ منہ

واقف کہے کہ "یہ زمین میری وقف ہے" یا "مین نے اپنی اس زمین کو وقف کیا ہے" تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین غربا پر وقف ہو جائیگی۔ (یہ جب ہے جبکہ متولیوں کا ذکر نہ کیا گیا ہو) اور صدر الشہید اور مشائخ بلخ نے فرمایا ہے کہ فصلِ خصومات امام ابو یوسف کے قول کے موافق کیا جاتا ہے اور ہم (علماء ہندوستان) انھین کے قول کے موافق اور نیز عرف کا لحاظ کر کے فتویٰ دیتے ہین"۔ عبارت تحت الخط نہایت اہم و ضروری ہے اور اسکا مفاد و مآل آگے چل کر معلوم ہوگا جب مسئلہ وقف کی تحقیق تفصیلاً کیجائیگی۔ لیکن اسکے بعد جو عبارت لکھی ہے وہ غور طلب ہے "اور اگر وہ کہے کہ "یہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ مین ہمیشہ کے لیے وقف کی گئی" تو جائز ہے گو صدقہ کا لفظ نہ کہا ہو اور وہ چیز غربا پر وقف ہو جائیگی"۔ امام ابو یوسف کا قول قول راجح ہے اور اُس قول کے بموجب صرف لفظ وقف یا اُسکے ساتھ لفظ حبس کہنے سے وقف ثابت ہوتا ہے[1]۔ اگر کوئی شخص کہے کہ "مین نے اس زمین کو محرّمہ کیا یا یہ محرمہ کی گئی" تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ مین[2] نے اسکو وقف کیا۔ اور اگر وہ کہے کہ "وقف اور محرّم اور حبس کیا" یا یہ کہے کہ "وقف اور محرّم اور حبس کیا تاکہ یہ بیع نہو سکے نہ ہبہ ہو سکے نہ میراث ہو سکے" تو ان سب الفاظ سے موافق اقوال مشہور و قول امام ابو یوسف وقف ہو جائیگا۔ اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ "حبس کیا گیا اور خیرات مین دیا" بمنزلہ یہ کہنے کے ہے کہ "خیرات مین دیا گیا اور وقف کیا گیا"۔ اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین فلان شخص پر وقف کی گئی۔ یا میرے بیٹے پر یا میرے اقربا پر جو غریب اور نیک ہون یا ایتام پر اور یہ وقف منسوخ نہ کیا جائے" تو امام محمد کے نزدیک یہ وقف نہوگا کیونکہ یہ وقف ایسے مقصد سے

---

[1] فتاوی قاضی خان جلد ۳ صفحہ ۳۰۷۔ ۱۲ منہ [2] وذکر الوقف وحدہ او الحبس معہ یثبت بہ الوقف علی ما ھو المختار وھو قول ابی یوسف رح غیاثیہ ۱۲ منہ

[3] فتاوی قاضی خان ۱۲ منہ

کیا گیا ہے جو قطع ہو سکتا ہے اور دائمی نہین ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک وقف ہو جائیگا
کیونکہ وقف کا دائمی[۱] ہونا اُنکے نزدیک شرط نہین ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ''میری زمین
یا میرا مکان صدقہ موقوفہ ہے فلان شخص پر یا فلان شخص کی اولاد پر تو وہ لوگ جبتک زندہ رہینگے
اسکی منفعت یا پیداور کے مستحق ہونگے اور اُنکے مرنے کے بعد وہ غربا کو ملیگا۔ اگر کوئی شخص کہے
کہ ''میری زمین خدا کی راہ مین صدقہ ہے یا فی سبیل اللہ وقف ہے'' تو یہ وقف ہو جائیگا
اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ ''میری زمین خدا کی راہ مین وقف ہے یا قربۃً الی اللہ وقف ہے
یا وہ کہے کہ ''میری زمین کسی نیک کام کے لیے وقف ہے۔ تو بھی یہ وقف اُسطرح جائز ہوگا
کہ گویا اُسنے صدقہ موقوفہ کا لفظ کہا ہے[۲]''

جب کوئی شخص کہے کہ ''یہ زمین میری اُس راہ کے لیے ہے'' اور وہ ایسے شہر مین
رہتا ہو جہان ایسے لفاظ سے عموماً وقف سمجھا جاتا ہو تو وہ زمین وقف ہو جائیگی۔ اگر اِن الفاظ کے
یہ معنی عموماً نہ سمجھے جاتے ہون تو اُس سے کہا جائے کہ اِنکی تشریح کرے اور اگر وہ کہے کہ اِنسے
میری مراد وقف ہے تو یہی معنی اِن الفاظ کے لیے جائینگے۔ اگر وہ کہے کہ میری مراد
صدقہ تھی یا مین نے کوئی خاص معنی نہین مراد لیے تھے تو اِن الفاظ سے نذر مراد لیجائیگی
اور وہ زمین یا اسکی قیمت خیرات[۳] مین دیجائیگی۔ جب کوئی شخص بیماری کے عالم مین کہے
کہ ''میرے اِس مکان کی منفعت سے مہینہ مین دس درہم کی روٹی خرید کر فقرا پر تقسیم
کر دیا کرو'' تو وہ مکان وقف ہو جائیگا۔ جب وہ کہے کہ ''مین نے اپنے مرنے کے بعد اس
مکان کو وقف کیا ہے یا مین وصیت کرتا ہون کہ میرے مرنے کے بعد یہ مکان وقف
کر دیا جائے تو ثلث مال مین وقف نافذ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ ''یہ صدقہ ہے
اور فروخت نہ کیا جائے تو یہ صدقہ یا نذر ہوگی وقف نہوگا۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ
یہ ہبہ نہ کیجائے اور نہ میراث مین دیجائے'' تو وہ غربا پر وقف ہو جائیگی۔

---

[۱] محیط سرخسی ۱۲ منہ [۲] ظہیریہ ۱۲ منہ [۳] فتاواے عالمگیری از محیط سرخسی ۱۲ منہ

# فصل چہارم

## شرائط متعلقہ واقف

عام قاعدہ یہ ہے کہ جتنے اشخاص ہبہ کرنی کی قابلیت رکھتے ہین وہ سب وقف کرنے کی بھی لیاقت رکھتے ہین۔ واقف کو چاہیئے کہ (۱) حر ہو یعنی غلام نہو۔ (۲) اتنی عقل رکھتا ہو کہ اپنے اس فعل کی حقیقت کو سمجھ سکے یعنے صحیح العقل ہو۔ اور کل وقف کا جائز ہونا اِسپر بھی موقوف ہے کہ (۳) واقف تندرست ہو یعنی ایسے مرض مین نہ مبتلا ہو جو انجام کار اسکی ہلاکت کا باعث ہو اِس صورت مین اگر وقف کسی وارث کو کیا ہو تو وہ مطلقاً باطل ہے[۱] (تا وقتیکہ دیگر ورثہ راضی نہون) اگر وقف کسی غیر شخص کو کیا ہو جو واقف کا وارث نہو یا کسی کار خیر یا امر مذہبی کے لیے وقف کیا ہو تو ثلث مال مین نافذ ہوگا (۴) واقف کو چاہیئے کہ مالک اُس جائداد کا ہو جسکو وقف کیا ہے (۵) اسکو چاہیئے کہ بالغ ہو یعنی سن بلوغ شرعی کو پہونچ چکا ہو۔

واقف کی قابلیت شرعیہ پر سب فرقون کا اتفاق ہے۔ چنانچہ کتب شیعہ مین سے شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ "واقف کو چاہیئے کہ بالغ اور صحیح العقل ہو اور اپنی جائداد کو بلا قید اپنے مصرف مین لاسکتا ہو" علی ہذا القیاس فتاوے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "منجملہ شرائط وقف کے واقف کا عاقل اور بالغ ہونا ہے کہ وقف لڑکے یا مجنون کا جائز نہین ہے" مگر سفیہ کا فعل بالکل ناجائز نہین ہے۔ ردالمحتار مین لکھا ہے کہ "جو شخص سفیہ یعنی ضعیف العقل ہو اگر وہ کوئی چیز اپنے لیے اور اپنے مرنے کے بعد کسی اور مقصد کے لیے جو ضرور وقوع مین آئے وقف کرے تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا وقف جائز ہے مگر اسکا نفاذ صرف اسوقت ہوگا جب قاضی اسکو منظور کرے"

کسی شخص کا کوئی چیز اپنے اوپر وقف کرنا ثواب ہے۔ جیسا ہدایہ مین لکھا ہے کہ "

---

[۱] ہدایہ ۱۲ منہ

وقف بہ نیت ثواب کیا جاتا ہے اور ثواب اِس صورت مین بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص مال وقف کی منفعت خود اپنے مصرف مین لائے جیساکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے نفس کو دیے اُسنے زکات دی"

پس جو شخص بالکل مجنون تو نہو مگر سفیہ یا ضعیف العقل ہو جب ایک جزو کسی چیز کا اپنے نفس پر وقف کرے اور مابقی اور لوگون پر وقف کرے تو جسقدر اُسنے اپنے نفس پر وقف کیا ہے وہ جائز ہوگا مگر جسقدر اور لوگون پر وقف کیا ہے وہ اِس شرط سے جائز ہوگا کہ قاضی اُسکو منظور کرلے۔

ہر شخص جو بالغ و عاقل ہو وقف کرسکتا ہے۔ اور جن وجوہ سے ہبہ فاسد ہوجاتا ہے یعنی اکراہ یا داب ناجائز یا فریب یا وقف کی حقیقت سمجھنے کے قابل نہونا اُنھین وجوہ سے وقف بھی باطل ہوجاتا ہے۔ بمقدمہ دلروس بانو بیگم بنام نواب اصغر علیخان اپیلانٹ نے ۱۸۵۰ء مین ایک وقف نامہ تحریر کرکے اپنی تمام جائداد بعض مقاصد دینی کے لیے وقف کردی تھی۔ جب رسپانڈنٹ نے یہ نالش دائر کی کہ مسماۃ مذکورہ کا انتظام مال وقف سے اُٹھا لیا جائے کیونکہ وہ اُسمین مداخلت بیجا کرتی ہے تو ہائی کورٹ نے فیصلۂ ذیل صادر فرمایا۔

"جج نے لکھا ہے کہ مدعا علیہا اب یہ نہین کہہ سکتی کہ وہ اُن الفاظ کے معنی جو اُسنے استعمال کیے تھے یا اُن افعال کی حقیقت جنسے اُسنے اِس وقف کی تکمیل کی تھی غلط سمجھی تھی۔ اور معمولی حالات مین البتہ یہی قیاس کیا جائیگا کہ جس شخص نے کوئی فعل عمداً اور سمجھ بوجھ کر کیا ہو وہ اُسکے نتیجہ سے واقف تھا مگر اِس مقدمہ کی اور ہی کیفیت ہے مدعا علیہا ایک مسلمان عورت پردہ نشین ہے اور جیسی مسلمان شرفازادیون کی

سلہ ترجمہ انگریزی ہدایہ صفحہ ۲۳۸ - ۱۲ منہ سلہ جامع الشتات ۱۲ - منہ سلہ لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۷ - ۱۲ منہ

عموماً کیفیت سہے اُسی طرح وہ بھی ناخواندہ اور جاہل محض ہے۔ اُسکا اظہار جو لیا گیا تو اُ
حلفاً بیان کیا کہ مین اُس دستاویز کے معنی نہ سمجھی تھی جو میرے نام سے تحریر کی گئی تھی اُسنے
تسلیم کر لیا ہے کہ میری خواہش یہ تھی کہ میری جائداد اسواسطے رکھی جائے کہ میری مان کے
دسیہ وغیرہ کے رسوم اُس سے ادا کیے جائین اور جو کچھ ان رسوم مین صرف ہو میرے ورثۂ
شرعی کے ہاتھ سے صرف ہو۔ اور اسی غرض سے مین نے اپنے ملازم معتمد علی ضامن سے
مشورہ لیکر ایک دستاویز پر دستخط کر دیے تھے جسکی نسبت مجھسے یہ کہا گیا تھا کہ اسکا اثر یہی ہوگا
اُسنے حلفاً بیان کیا ہے کہ تولیت نامہ فارسی مین پڑھ کر مجھکو سنایا گیا تھا اور اُس زبان سے
مین محض ناواقف تھی اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ اس دستاویز کی وجہ سے مین اپنے حقوق ملکیت سے
محروم ہو جاؤنگی۔ اس بیان کی تردید مین کوئی شہادت نہین پیش کی گئی ہے۔ صرف
تولیت نامہ کا ایک گواہ عبد العزیز طلب کیا گیا تھا اور اُسنے یہ نہین ثابت کیا کہ تولیت نامہ
زبان اردو مین پڑھ کر بیگم کو سنایا گیا تھا کہ اس زبان کو وہ سمجھتی تھی یا یہ کہ اُسکا مضمون
اُس سے بیان کیا گیا تھا۔ خود بیگم کے افعال ابتدا ہی سے اس بات کے بالکل منافی ہین
کہ وہ جانتی تھی کہ اس تولیت نامہ سے میرے حقوقِ ملکیت زائل ہو گئے ہین۔ بلکہ تولیت نامہ
کے تحریر ہونے کے تھوڑی ہی مدت کے بعد اُسنے اس جائداد سے ایسی کارروائی شروع کی
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتک وہ اُسکو اپنا ہی مال سمجھتی تھی یعنی اُسکو خرید و فروخت
کرتی رہی اور قرض لیتی رہی اور مقرری پٹے دیتی رہی اور تمام معمولی حقوق مالکانہ کو عمل مین
لاتی رہی اور جن دستاویزون کے ذریعہ سے ایسے معاملات کرتی رہی اُنکو رجسٹری کرا کے
اپنے ہر فعل کا اعلان و اشتہار بھی بخوبی کرتی رہی۔ مزید بران مجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ سبب
تولیت نامہ ۱۸۶۸ء مین تحریر ہوا اُسکے مدت مدید کے بعد صاحب کلکٹر ۲۴ پرگنہ نے
ہلروس بانو بیگم کو پٹے دیے اور اُسکو اپنی جائداد کا مالک سمجھا۔ یہ بھی اسکی دلیل ہے
کہ یہ جائداد وقفی کبھی نہین سمجھی گئی جیسا قانون ۱۹ ۱۸۶۳ء کا منشا ہے۔ قطع نظر اسکے

یہ بھی گمان نہیں ہوسکتا کہ اگر دلروس بانو بیگم یہ جانتی کہ جائداد کو وقف کردینے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے تو وہ لگان کی رسیدوں پر جو اسامیوں سے ملتی تھیں اپنے تئیں متولیہ لکھتی اور اپنی جائداد کو مال وقفی لکھتی اور پھر اُس جائداد کو جو چاہتی کرتی جاتی گویا اُسنے اسکو وقف نہ کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے افعال سے ازابتدا تا انتہا یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی جائداد کا ایسا انتظام کررہی تھی کہ اسکے ورثہ کا دعویٰ نہ چل سکے اور یہ جائداد اُسکے پاس خاص مقاصد کے لیے رہے گی مگر یہ خیال اُسکو ہمیشہ رہا کہ جبتک میں زندہ ہوں مجھکو یہ حق حاصل ہے کہ جو چاہوں اس جائداد کو کروں"

مگر جب کوئی وقف ایک باضابطہ رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعہ سے ایسے شخص نے کیا ہو جو بالغ و عاقل ہو اور یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہو کہ یہ وقف اکراہ یا داب ناجائز یا فریب سے وقوع میں آیا ہے تو وہ منسوخ نہ کیا جائیگا۔ بمقدمہ[1] فاطمہ بی بی بنام ایڈووکیٹ جنرل معلوم ہوا کہ ایک سُنی مذہب عورت نے ۱۶ نومبر ۱۸۴۸ء کو ایک وقف نامہ تحریر کرکے اپنی تمام جائداد مقاصد مصرحۂ وقف نامہ کے لیے وقف کردی اور اولاً اپنے لیے اور اپنی اولاد کے واسطے اور ثانیاً غربا کے لیے وقف کیا۔ ۱۸۵۸ء میں اُسنے اُس وقف کو منسوخ کرنا چاہا۔ تب حسب منشار دفعہ ۲۷۵ مجموعۂ ضابطہ دیوانی ایک مقدمہ دائر ہوا جسکا فیصلہ ویسٹ صاحب جسٹس نے حسب ذیل فرمایا۔

"وقف کو چاہیئے کہ قطعی اور غیر مشروط ہو اور اسکو منسوخ کرنا کسی کے اختیار میں نہو اور نیز یہ بھی ضرور ہے کہ وقف کسی ایسے مقصد سے کیا گیا ہو جسمیں کوئی قصور و فتور نہ واقع ہو اور قول مشہور یہی ہے کہ اُس مقصد کو چاہیئے کہ تصریح کے ساتھ بیان کیا جائے۔ وقف نامہ متنازع فیہ میں وقف تصریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور مدعا علیہا کی حیات تک مال موقوف کے منافع سالانہ اسکو ملنا باعث عدم جواز

---

[1] انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۴۲ سنہ ۱۸۸۲ء

وقف کا نہین ہے کیونکہ ایسا نتیجہ صرف اُسوقت پیدا ہوتا ہے جبکہ وقف نامہ مین یہ لکھا ہو
کہ جائداد وقفی کے عین کو فروخت کرکے محاصل بیع پر واقف تصرف کرے۔ بمقدمہ
ولروس بانو بیگم بنام سید صغر علی وقف اسوجہ سے ناجائز قرار دیا گیا تھا کہ واقفہ گو ایک
متمول عورت تھی مگر ناخواندہ تھی اور جب اُسنے امام باڑہ پر وقف کیا تھا تو اپنے فعل کی
حقیقت کو نہ سمجھی تھی کہ مین کیا کررہی ہوں۔ وہ امام باڑہ مسمات مذکورہ کے گھر کے اندر تھا
اور اُسنے اپنے تئین خود متولیہ مقرر کیا تھا اور جو متولی اُسکا شریک تھا وہ مرگیا تھا۔ اور جائداد
وقفی کبھی یہ نہین سمجھی گئی کہ عام مذہبی مقصد کے لیے حسب منشاء ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء
وقف کی گئی ہے۔ ہر بات سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وقف واقعی نہین ہوا تھا مگر جس عالم
جج نے عدالت کا فیصلہ سنایا اُسنے کہا کہ اگر وقف نامہ کو بیگم موصوفہ نے عمداً اور حقیقۃً
تحریر کیا ہوتا تو وہ اُسکی پابند ہوجاتی اور اُسکو منسوخ نہ کرسکتی۔ مگر اِس مقدمہ مین
واقفہ جائداد وقفی کی ملک سے بالکل دست بردار ہوچکی ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے
کہ واقفہ نے اِس مقدمہ مین نادانی کی اور یہ بھی سچ ہے کہ جو وقف اُس لڑکی نے کیا ہو
جسکا سن کل چودہ برس کا ہو وہ بلا تحقیقات قائم نہین رکھا جاسکتا مگر اِس مقدمہ مین
مدعیہ کے شوہر نے اپنی زندگی مین کبھی کوئی اعتراض نہین کیا اور خود مدعیہ اپنے اُس
فعل کو جو سن طفلی مین ہوا تھا پندرہ برس سے اسطرح تصدیق کرتی چلی آئی ہے کہ متولیون سے
مال وقفی کا منافع ہمیشہ وصول کرتی رہی ہے۔ پس اب وہ نہین کہہ سکتی کہ یہ وقف
اسوجہ سے باطل ہے کہ اسمین کوئی عیب شرعی ہے یا یہ کہ یہ وقف بالارادہ نہوا تھا۔"
"مقدمہ عبد الغنی قاسم بنام حسین میان اِس دعوے کی دلیل ہے کہ از روے
شرع محمدی کسی خاندان کے فائدہ کے لیے لفظ وقف کہکر جائداد کو وقف کردینا غیر موثر
ہوگا۔ بمقدمہ بی بی کنیز فاطمہ بنام بی بی صاحب جان بعض مقاصد نیک کو لکھا ہے کہ

---

۵۱ لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۱۷ ۔ ۱۲ ۱۲ سنہ ۵۲ ویکلی رپورٹر جلد ۸ صفحہ ۳۴۵ ۔ ۱۲ سنہ

وقف کا باعث و محرک ہوے تھے نہ یہ کہ وقف خود اُن مقاصد کے لیے کیا گیا تھا جنکی تکمیل قبضکی شرط قرار دی گئی ہو۔ یہ وقف عبادت خدا یا مقاصد دینی یا اغراض نیک کے لیے نہین ہوا تھا۔ اور بمقدمہ عبد الغنی قاسم بنام حسین میان بھی کسی ایسے مقصد کا دعوے نہین کیا گیا تھا۔ پس انمین سے کسی مقدمہ مین بھی وقف اُس معنی سے نہین ہوا جو معنی اسکے شرع محمدی مین ہین اور نہ وقف کے اوصاف شرعی پائے جاتے ہین۔ مگر بمقدمہ دیال چند ملک بنام سید کراست علی واقف کا ارادہ صاف یہ تھا کہ اُس جائداد کو مقاصد مذہبی کے لیے وقف کرے۔ اگرچہ اِس وقف مین اور قسم کے مضامین بھی شریک کر دیے تھے مگر وقف کو نافذ کر دیا تھا۔ اور بمقدمہ ظہور الحق بنام ہیراج دتاری کیمپ صاحب جسٹس نے فرمایا ہے کہ وہ ہماری راے یہ ہے کہ اگر جائداد وقفی کے منافع سے کچھ ایسے مصارف مقرر کر دیے جائین جو چند عرصہ مین خود بخود موقوف ہو جائینگے کہ وہ ایک ہی خاندان اور چند مقاصد مخصوصہ پر محدود و منحصر ہین اور جب وہ مصارف موقوف ہو جائینگے تو کل منافع اُنھین مقاصد اصلی کے لیے بعینہ باقی رہینگے جن مقاصد کے لیے وقف وقوع مین آیا تھا تو اِس سے وقف از روے شرع محمدی ناجائز نہین ہو جاتا۔ اگر اس شرط کی تکمیل ہو جائے کہ آخرالامر مال وقف کسی مذہبی کام مین دوامًا لایا جائے مگر بیچ مین وہ مال واقف کی اولاد اور اسکی اولاد کو دیدیا جائے تو اِس سے وقف ناجائز نہو جائیگا جو منافع وہ لوگ پے درپے پائین وہ از روے قانون انگلستان وقف نہ سمجھے جائینگے مگر از روے شرع محمدی مبطل وقف نہونگے بشرطیکہ وہ کار خیر جسکے لیے جائداد وقف کی ہے صاف صاف بیان کر دیا گیا ہو۔"

"جن مقدمات کا مین نے حوالہ دیا ہے اُنمین سے بعض مقدمات مین یہ لکھا ہے کہ وقف صالح یعنی وقف لاینفک قابل تنسیخ نہین ہے۔ اور خود وقف کی تعریف سے

سنہ ویکلی رپورٹر جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۶ - ۱۲ - امنہ سنہ ویکلی رپورٹر جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۵ - ۱۲ - امنہ

یہی ثابت ہوتا ہے۔ وقف کا نتیجہ یہ ہے کہ جب مال وقفی کا ملک واقف لینے اختیار رہین رکھتا ہے تب بھی اُسکا منافع اُسکی مِلک سے نکلجا تا ہے۔ اِس مقدمہ مین ملک متعلیون کو دیدیا گیا ہے۔ اگر منجملہ متولیان جو متولی زندہ رہ گیا ہو وہ اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہے جو از روے شرع محمدی اُسکی راے پر موقوف ہے تو مدعی یا اُسکے قائم مقام اُس وقف کو نافذ کرا سکتے ہین مگر جب ایک مرتبہ وقف ہو چکا تو پھر منسوخ نہین ہو سکتا۔ اگر وقف کے درمیانی مقاصد فوت ہو جائین تو شرع محمدی کا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقف کا مقصد اصلی جو خیرات یا کار خیر ہے وہ نہین جاتا رہتا بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے کیونکہ غرض اصلی تو وہی سمجھی جاتی ہے جسکے ضمن مین یہ مقاصد درمیانی انجام دیے گئے ہین۔ پس جب اوقاف کی اِسقدر عظمت کیجاتی ہے تو واقف کے اختیار تنسیخ وقف کو تسلیم کر لینا خلاف عقل ہے۔ بلکہ یہ اختیار نہین تسلیم کیا گیا ہے[۱] اور اجتنی بحثین عدالت مین پیش کی گئی ہین اُن سب کا تصفیہ مین مدعی کے خلاف کرتا ہون ۔

ویسٹ صاحب جسٹس کا فیصلہ اصول مصرحۂ ذیل پر مبنی ہے۔

(۱) از روے شرع حنفی جائز ہے کہ واقف اپنے نفس پر وقف کرے۔

(۲) جب ایک مرتبہ وقف جائز طور سے ہو گیا ہو تو پھر منسوخ نہین ہو سکتا۔

(۳) وقف کے مقاصد درمیانی کے فوت ہو جانے سے اُسکا مقصود اصلی جو غربا ومساکین کی پرورش ہے کسی طرح باطل یا ناجائز نہین ہو جاتا۔

از روے شرع محمدی ہر وقف جسمین اور کسی مقصد کی تصریح نہ کر دی گئی ہو اُسکے مستحق غربا ومساکین ہین پس کوئی وقف ناکام نہین رہ سکتا۔

وقف کرنے مین اسلام شرط نہین ہے۔ مگر حکم شرع یہ ہے کہ واقف اور موقوف علیہ مین مناسبت ہونی چاہیے[۲] مثلاً کافر کسی مسجد کے لیے وقف نہین کر سکتا نہ مسلمان

---

[۱] ۵ فتاوی عالمگیری صفحہ ۵ — [۲] بنگال رپورٹ جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۶ — ۱۲ مسز

کرنے یعنی بتانے کے لیے وقف کرسکتا ہے۔

اگر کوئی مرد مسلم مرتد ہوجائے تو اسکا وقف باطل ہے یعنی اگر کوئی شخص وقف کرنے کے بعد مرتد ہوجاوے یعنی دین اسلام کو ترک کرے تو وہ وقف باطل ہوجائیگا۔ لیکن اگر کوئی شخص مرتد ہونے کے بعد وقف کرے تو وہ جائز نہیں[ل]۔

اگر کوئی عورت وقف کرنے کے بعد مرتد ہوجائے تو وہ وقف باطل نہوگا۔

شرع محمدی کے رو سے ہر مذہب و ملت کا آدمی وقف کرسکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وقف مین اور اسکے مقاصد مین کچھ فساد نہو جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ مثلاً مسلم کسی بت پر یا کسی کلیسا یا گرجا پر یا اور کسی چیز پر جو شرع شریف مین ناجائز اور غیر مشروع وقف نہین کرسکتا۔ علی ہذا القیاس نصرانی یا یہودی اپنے مکان کو مسلمانون کی عبادتگاہ یعنی مسجد نہین بنا سکتا اور اپنے ورثہ کو اس سے محجوب الارث نہین کرسکتا۔ فتاوے عالمگیری مین یہ مسئلہ بعبارت ذیل بیان کیا ہے۔

"اگر کوئی کافر ذمی اپنے مکان کو مسجد بنائے اور اسکو اس طرح تعمیر کرے جسطرح مسلمان مسجد بنواتے ہین اور انکو اسمین نماز پڑھنے دے اور اسکے بعد وہ مرجائے تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ مسجد اسکے ورثہ کا مال ہوجائیگی اور اگر کوئی کافر ذمی اپنے مکان کو بتخانہ یا کلیسا یا آتشکدہ بنائے درحالیکہ وہ صحیح و سالم ہو اور اسکے بعد مرجائے تو وہ اسکے ورثہ کا مال ہوجائیگا"[۲]

---

[ل] قوله او ارتد المسلم بطل وقفه و يصير ميراثاً سواء قتل على ردته او مات او عاد الى الاسلام الا ان اعاد الوقف بعد عوده الى الاسلام و يصح وقف المرتدة لانها لا تقتل۔ بحر۔ و فى هذه المسئلة الاعتقاد فى الابتداء لا فى البقاء عكس القاعدة لان الردة المقارنة للوقف لا يبطله بل تتوقف بخلاف الطارية فانها تبطله و سيأتى تمام الكلام على ذالك فى الفصل الاتى۔ بحر الرائق۔ رد المحتار باب ۳ صفحہ ۵۵۵۔ ۲ امنہ

یہ بھی ضرور ہے کہ جس چیز کو وقف کیا ہے وہ وقف کرنے کے وقت واقف کا بال ہو یعنی واقف اُسمین تصرف کرسکے۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی جائداد کو وقف کرے جسپر وہ ناجائز طور سے قابض تھا اور بعدازان اُسکو اُسکے مالک سے خرید لے تو وقف ناجائز ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس اگر کوئی شخص دوسرے کی اراضی کو کسی کار خیر کے لیے وقف کرے اور بعد اسکے اُس زمین کا مالک ہوجائے تو یہ جائز نہین ہے۔ لیکن اگر اُس اراضی کا مالک اُس وقف کی تصدیق کردے تو وہ وقف جائز ہوجائیگا۔

جب کوئی شخص کچھ جائداد کسی کو از روے وصیت دیجائے اور موصی لہ موصی کی وفات کے پیشتر اور قبل اسکے کہ وہ جائداد اُسکی ملک مین آجائے اُسکو وقف کردے تو یہ ناجائز ہے۔ وہ جائداد بھی وقف نہین ہوسکتی جسمین پورا حق ملکیت واقف کو نہ حاصل ہو۔ مگر اس قاعدہ کے چند مستثنیات ہین۔

"اگر ہبہ ناجائز کے ذریعہ سے اراضی پر قبضہ کرا کے اُسکو وقف کردیا ہو تو ایسا وقف جائز ہوگا اور اُسکی قیمت کا ذمہ دار موہوب لہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص بیع ناجائز کے ذریعہ سے کوئی چیز خرید کر اور اُسکو اپنے قبضہ مین لاکر غربا و مساکین پر وقف کردے تو ایسا وقف اِس شرط سے جائز ہوگا کہ اُس چیز کی قیمت بائع کو دینی پڑیگی لیکن اگر قبضہ کرنے سے پیشتر اُسکو وقف کردیا ہو تو وقف ناجائز ہوگا۔ جب کوئی شخص اراضی کو جائز طور سے خریدے مگر قبضہ کرنے اور زر ثمن دینے سے پیشتر اُسکو وقف کردے تو یہ وقف اُسوقت تک معطل رہیگا جبتک کہ وہ اُسکی قیمت ادا کرکے اُسپر قبضہ کرلے۔ جب وہ یہ کرلیگا تب وہ وقف جائز ہوجائیگا۔ لیکن اگر وہ مرجائے اور کچھ جائداد نہ چھوڑ جائے اور وہ اراضی فروخت کیجائے تو وہ وقف باطل ہوجائیگا۔ اور اگر اُس جائداد مین کوئی حق ثابت کردیا جائے یا کوئی شخص اُسکو خرید چکا ہو تب کوئی شفیع اسمین حق شفعہ کا دعویٰ کرے تو وہ وقف باطل ہوجائیگا[1]۔

---

[1] نہر الفائق ۱۲ منہ

احکام مذکورۂ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو جائداد کسی شخص کے قبضہ مین بذریعۂ کسی عطیۂ مشروط کے ہو اُسکو وقف کرنا جائز نہین ہے تا وقتیکہ اہل معطی کی منظوری سے نہ وقف کیا جائے۔

مگر یہ ضرور نہین ہے کہ وقف کرنے وقت کُل جائداد وقفی واقف کے قبضہ مین ہو بلکہ جس جائداد کو واقف وقف کرنے کے بعد حاصل کرے اُسکو بھی مال وقفی مین شرعًا داخل کرسکتا ہے[1]۔ اور یہ بھی ضرور نہین ہے کہ جو جائداد وقف کی گئی ہے وہ اور لوگون کے حقوق ودعاوی سے بری ہو۔ لہذا جو جائداد اسامیون کی کاشت مین ہو یا رہن شدہ مشغول ہو اُسکو وقف کرنا جائز ہے۔

چنانچہ فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "یہ ضرور نہین ہے کہ مال وقفی دیگر اشخاص کے حقوق سے بالکل بری ہو یعنی مثلًا رہن ہو یا پٹہ پر دی گئی ہو۔ پس اگر کوئی شخص اپنی اراضی کا پٹہ دیکر قبل اختتام میعاد پٹہ اُسکو وقف کردے تو وہ وقف جائز اور واجب العمل موافق اُن شرائط کے ہوگا مگر وہ پٹہ نہین ناجائز ہو جائیگا اور جب اُسکی میعاد ختم ہو جائیگی تو وہ اراضی اُن مقاصد کی طرف عود کریگی جن مقاصد سے وقف کی گئی تھی۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنی زمین کو رہن کرے اور قبل فک رہن اُسکو وقف کردے تو وہ زمین رہن سے نہ نکالی جائیگی اور اگر وہ سالہا سال مرتہن کے قبضہ مین رہے اور بعد ازآن فک رہن کیا جائے تو اُن اغراض کی طرف عود کریگی جن اغراض سے وقف کی گئی تھی۔ اور اگر راہن قبل فک رہن مرجائے مگر اُس زمین کے فک رہن کے موافق کچھ مال چھوڑ جائے تو اُسکا فک رہن کرالیا جائیگا اور وہ وقف واجب العمل ہوگا۔ لیکن اگر اُسنے اُس مقصد کے لیے کافی مال نہ چھوڑا ہو تو وہ اراضی بیع کیجائیگی اور وہ وقف باطل ہوجائیگا۔ اور

---

[1] سائیر صاحب کی کتاب صفحہ ۳۴۹ - ۱۲ منہ

درصورت پٹہ کے جب معاہدہ کنندہ فریقین مین سے کوئی فریق مرجائے تو وہ پٹہ کالعدم ہوجائیگا اور وہ زمین فوراً وقف ہوجائیگی[۱]۔

جب کوئی شخص جو مقروض ہو اپنی اولاد کے نام اس نیت سے وقف کرے کہ اُسکو اپنا قرضہ نہ ادا کرنا پڑے یعنی اپنے قرضخواہون کو محروم رکھنے کے قصد سے وقف کرے تو فتاواے مفتی ابوسعید کے موافق ایسا وقف جائز نہین ہے۔

جب جائداد مرہونہ وقف کردیجائے اور قبضہ بھی کرادیا جائے اور وہ وقف نافذ ہوجائیگا اور قاضی واقف سے زررہن جبراً ادا کرادیگا بشرطیکہ وہ مقدرت رکھتا ہو لیکن اگر وہ زررہن کی ادائی کی مقدرت نہ رکھتا ہو تو وہ وقف منسوخ کیا جائیگا اور اُس جائداد کو فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا۔

لیکن اگر کوئی شخص وقف کرنے کے وقت اپنا قرضہ ادا کرنے کی مقدرت مطلق نہ رکھتا ہو اور جو جائداد اُسنے وقف کی ہے وہ سب قرضہ مین دیدی جائے تب بھی قرضہ باقی رہے تو قرضدار ہونے کی وجہ سے وہ وقف سے بری سمجھا جائیگا اور وہ وقف باطل ہوگا۔

---

[۱] فتاواے عالمگیری صفحہ ۴۸۵ — جب وہ زمین زررہن ادا کرنے کے لیے فروخت کیجائے تو یہ نہین لازم آتا کہ اُسکا وقف بالکل باطل ہوجائیگا۔ بلکہ زررہن ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ وقفی قرار دیا جائیگا۔ ردالمحتار دیکھیے۔

پٹہ یا اجارہ کا اجیر یا مستاجر کے مرنے کے بعد باطل ہوجانا ایک نتیجہ ضروری ولابدی شرع حنفی کا ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اجارہ اجیر یا مستاجر کے مرنے کے بعد نہین قائم رہ سکتا۔ مگر اس ملک مین پٹے زمیندار یا اجیر کے ورثہ اور قائم مقامون پر واجب العمل ہوتے ہین اور اکثر موروثی ہوتے ہین لہذا یہ اصول شرع حنفی کا اس ملک مین نہین جاری ہوسکتا۔ پس جب ایک قطعہ اراضی اجارۂ موروثی پر دیدیا گیا ہو تو وقف نہین ہوسکتا۔ اُس زمین کا لگان وقف ہوجائیگا مگر خود وہ زمین نہ وقف ہوگی۔ ردالمحتار دیکھیے۔ ۱۲ منہ

جو اصول ایسی صورتون سے متعلق ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وقف کرنے کے وقت واقف کا
قرضہ کا بار عظیم ہو مگر اور کوئی جائداد رکھتا ہو جس سے وہ قرضہ ادا ہو سکے تو وہ وقف جائز
ہوگا۔ لیکن اگر وہ اور کوئی جائداد نہ رکھتا ہو اور مال وقفی پر اسکا قرضہ عائد ہوتا ہو تو وہ مال
فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کیا جائے اور جو کچھ محاصل بیع مین سے باقی رہیگا وہ اُس
وقف کے مصرف مین لایا جائیگا۔ مگر جو وقف قرض لینے سے پیشتر کیا گیا ہو وہ جائز ہے
اور اُسپر واقف کا قرضہ عائد نہو گا۔

کُل وقف کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وقف کرنے کے وقت واقف
مرض الموت مین نہ مبتلا ہو۔ جو وقف اُس شخص نے کیا ہو جو مرض الموت مین مبتلا ہو
اور اُسی بیماری مین مرجائے وہ بطور وصیت کے نافذ ہوگا یعنی واقف کے ثلث مال مین
نافذ ہوگا۔ مگر جو شخص ایسی بیماری کی حالت مین وقف کرے جس سے اسکو شفا حاصل ہو
وہ وقف کل جائداد مین نافذ ہوگا چنانچہ ردالمختار مین لکھا ہے کہ "وہ وقف اُس شخص کا
جو مرض الموت مین مبتلا ہو اُس ہبہ کا حکم رکھتا ہے جو کسی شخص نے مرض الموت کی
حالت مین کیا ہو اور قبضہ بھی کرا دیا ہو یعنی وہ وقف ثلث مال مین نافذ ہوگا۔ لیکن
اگر ورثہ راضی ہو جائین تو کُل مال مین نافذ ہوگا۔ اور اگر بعض ورثہ راضی ہو جائین
تو بقدر اُنکے سہام شرعیہ کے وقف نافذ ہوگا"[1]

قاضی خان نے امام ابو الفضل کے قول کو سند گردانکر لکھا ہے کہ مال وقفی کے
اعتبار سے وقف کی تین قسمین ہین۔

(۱) جب وقف عالم صحت نفس مین کیا جائے۔

(۲) جب وقف حالت مرض مین کیا جائے۔

(۳) وہ وقف جسکا نفاذ موت پر موقوف رکھا جائے۔

[1] ردالمختار از نہر الفائق ۱۲ منہ

پہلی قسم کے وقف مین تبدیل قبضہ اور تصرف شرط ہے۔ مگر تیسرے مین شرط نہین ہے کیونکہ وہ ایک قسم کی وصیت ہے۔ دوسری قسم مانند پہلی قسم کے ہے گو اُسکا نفاذ واقف کے ثلث مال مین ہوتا ہے مثل اُس ہبہ کے جو مرض الموت کے عالم مین کیا گیا ہو۔ سابق مین بیان کیا گیا کہ وقف منسوخ نہین ہو سکتا۔ مگر جو وقف واقف نے اِس غرض سے کیا ہو کہ اُسکے مرنے کے بعد نافذ کیا جائے جسکو وقف بالوصیت کہتے ہین اُسکو واقف اپنے مرنے کے قبل ہر وقت منسوخ کر سکتا ہے۔

## فصل پنجشم

### وقف کا تحقق۔

وقف کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ شئے موقوف مین کچھ شک وابہام نہو۔ یہ شرط نہین ہے کہ جس مقصد سے وقف کیا گیا ہے اُسمین کچھ شک نہو۔ وقف کی غرض کا مشکوک ہونا اُسکے عدم جواز کا باعث نہین ہوتا بلکہ اکثر اِسکا باعث ہو جاتا ہے کہ مال وقفی وقف کے مصرف اصلی مین جلد لایا جاتا ہے اور وہ مصرف غربا و مساکین کو دینا ہے جنکی کبھی کمی نہین ہوتی۔

مگر مال موقوف کو مشکوک نہونا چاہیئے۔ پس اگر کوئی شخص اپنی کچھ زمین وقف کرے مگر اُسکی تصریح نہ کرے تو وہ وقف باطل ہے الا اینکہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ اُسکا ارادہ وقف کرنے کا تھا کہ اس صورت مین وقف اصول استحسان کے موافق جائز ہو جائے گا۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ وقف کا نفاذ کسی ایسے امر پر نہ موقوف رکھا جائے جسکے وقوع

---

[1] فتاوائے عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۵۷۶ و ردّ المختار جلد ۳ صفحہ ۵۶۰ - دیکھو مقدمہ جگت مَنی چودھراین بنام مسمی بی بی ڈاٹشہ بین لا رپورٹ جلد ۱۰ صفحہ ۳۳ سلسلہ کلکتہ جسمین فیلڈ صاحب جسٹس نے وقف کے لوازم کو نہایت واضح طور سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ

اور عدم وقوع دونوں کا احتمال ہو۔ مگر ایسی شرط سے جسکا نفاذ فوراً ہو سکے وقف باطل نہوگا۔ اکثر کتب فقہ میں ان دونو مسئلون میں فرق بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کچھ عبارتین اس مقام پر تمثیلاً نقل کیجاتی ہین تاکہ ہمارا مطلب صاف ہوجائے۔

"اگر کوئی شخص کہے کہ اگر میرا بیٹا آجائے تو میرا مکان غرباء مساکین پر وقف ہے۔ اور اُسکا بیٹا آجائے تو وہ مکان وقف نہوگا[1]۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ یہ زمین میری وقف ہے اگر فلان شخص کی مرضی ہو۔ اور وہ شخص اپنی مرضی ظاہر کرے تو بھی وقف باطل ہوگا[2] لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ اگر یہ مکان میرا مال ہے تو یہ وقف کیا گیا تو وقف جائز ہوگا اگر وقف کرنے کے وقت فی الواقع اُسی کا مال ہو اسواسطے کہ اس صورت مین وقف ایسی شرط پر موقوف رکھا گیا ہے جسکی تکمیل ہو گئی ہے اور وقوع یا عدم وقوع کا احتمال نہین ہے[3]۔ اگر کسی شخص کا مال گم ہو جائے اور وہ کہے کہ اگر مجھے وہ مال ملجائے تو خدا کی قسم مین اپنی زمین کو خدا کی راہ مین وقف کرونگا اور وہ مال اُسکو ملجائے تو اُسپر فرض ہے کہ اُس زمین کو اُن لوگون پر وقف کرے جنکو وہ شرعاً زکات دے سکتا ہے اور اگر اُس زمین کو اُن لوگون پر وقف کرے جنکو شرعاً زکات نہین دے سکتا تو وقف جائز نہوگا۔ وہ اپنی قسم سے بری الذمہ ہوگا[4]۔ اگر وہ کہے کہ جب فلان شخص آجائیگا یا جب مین فلان شخص سے کلام کرونگا تو یہ میری زمین وقف ہو جائیگی تو ایسے وقف کی پابندی فرض ہے کیونکہ یہ قسم اور عہد کی قسم سے ہے اور اگر وہ شرط وقوع مین آجائے تو اُسپر اُس زمین کو خدا کی راہ مین دیدینا فرض ہو جائیگا مگر یہ وقف نہین ہے[5]۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر مین اس بیماری سے مرجاؤن تو مین نے اپنی اس زمین کو وقف کیا ہے تو ایسا وقف جائز نہین ہے خواہ وہ شخص مرجائے خواہ نہ مرے۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ اگر مین اس بیماری سے مرجاؤن تو میری اس زمین کو

---

[1] فتح القدیر سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [2] محیط سرخسی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [3] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ [4] سراجیہ سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [5] محیط سرخسی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ

وقف کر دینا، تو ایسا وقف جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اُسنے ایک وکیل اپنا شرطیہ مقرر کیا اور یہ شرعًا درست ہے[1]۔

اگرچہ از روے مذہب حنفی آدمی کو اپنے نفس پر وقف کرنا جائز ہے مگر وہ یہ اختیار اسلیے اپنے واسطے نہین باقی رکھ سکتا کہ مال وقفی کو بیچکر محاصل بیع کو اپنے مصرف مین لائے[2]۔

جس وقف مین اختیار کی قید لگا دیجائے وہ بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ ”وقف مین کسی اختیار کی قید بھی نہ لگانی چاہیئے کیونکہ اگر کوئی شخص اس شرط سے وقف کرے کہ مجھکو اسمین اختیار رہیگا تو امام محمد کے نزدیک ایسا وقف جائز نہوگا خواہ اُسکا وقت معلوم ہو خواہ نہو اور گو وہ شرط منسوخ کر دیجائے تو بھی اُنکے نزدیک وقف جائز نہوگا مگر امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ اختیار کی شرط خود واقف کے باب مین تین روز تک جائز رہیگی اور صاحبین نے اِس مسئلہ مین اتفاق کیا ہے کہ جب کوئی مسجد اس شرط سے وقف کیجائے کہ واقف کو اُسمین اختیار رہیگا تو وقف صحیح ہوگا مگر وہ اختیار باطل ہوگا“[3]۔

فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ ”سب علماء کا اتفاق ہے کہ اِستمرار بھی ایک شرط وقف کی ہے اگرچہ امام ابو یوسف کے نزدیک استمرار کا لفظ کہنا شرط نہین ہے اور حق یہی ہے۔ جب کوئی شخص اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی میعاد معین تک وقف کرے اور اور کوئی لفظ نہ کہے تو وہ وقف جائز اور استمراری ہے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ ”یہ میری زمین ایک مہینہ کے لیے صدقہ ہے اور جب ایک مہینہ گذر جائیگا تو وقف باطل ہو جائیگا“ تو بعض علما کے نزدیک ایسا وقف اُسی وقت باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ جب استمرار وقف کی شرط ہے تو کسی خاص وقت کا مقرر کر دینا درست نہین ہے“[4]

اگر کوئی شخص کہے کہ ”یہ میری زمین صدقہ ہے اور میرے مرنے کے بعد برس روز تک وقف

---

[1] جوہرۃ النائرہ سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [4] فتاواے عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۴۹۹ مین نہر الفائق سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [2] کافی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [3] فتاواے قاضی خان ۱۲ منہ

رہیگی، اور اور کچھ نہ کہے تو وہ وقف غربار و مساکین کے فائدہ کے لیے استمراری ہوجائیگا کیونکہ ان الفاظ سے وصیت کے معنی پائے جاتے ہین[1]۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین صدقہ ہے اور میرے مرنے کے بعد فلان شخص پر سال بھر کے لیے وقف کی گئی۔ اور جب سال بھر ہوجائیگا تو وقف باطل ہوجائیگا" تو اُسکے مرنے کے بعد وہ زمین اُس شخص پر جسکا نام اُسنے لیا ہے برس روز تک وصیت کا حکم رکھے گی بعد اُسکے غربار و مساکین پر وقف ہوجائے گی اور اُسکی پیداوار اُنپر تقسیم کردیجائیگی۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ "یہ میری زمین میرے مرنے کے بعد فلان شخص پر برس روز تک وقف رہیگی" اور اور کچھ نہ کہے تو سال بھر تک اُس زمین کی پیداوار اُس شخص کو ملیگی بعد اُسکے اُسکے ورثہ کو ملیگی۔[2]

پس استمرار ایک شرط ضروری وقف کی ہے۔ مگر اس لفظ کو وقف کرنے کے وقت کہنا کچھ ضرور نہین[3] ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جسقدر مال وقف مین سے آخر کو باقی رہجائے اُسکو چاہیے کہ ایسے مقصد کے لیے ہو جو صریحاً یا ضمناً فوت نہو سکے۔ مالکیہ کے نزدیک وقف ایک میعاد معین و محدود تک کرنا جائز ہے مگر حنفیہ کے نزدیک نہین جائز ہے۔ بلکہ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ اگر وقف اور اعتبارات سے درست ہو تو میعاد معین کی قید باطل ہوجائیگی اور وہ وقف استمراری ہوجائیگا۔ اگر وقف کا کوئی ایسا مقصد بیان کیا جائے جسکے فوت ہوجانے کا احتمال ہو تو اِس وجہ سے وہ وقف نہ باطل ہوگا بلکہ مابقی مال وقفی غربار و مساکین کے مصرف مین آئیگا۔ عبارت ذیل ردالمحتار سے نقل کیجاتی ہے تاکہ اس مسئلہ کی کیفیت خوب معلوم ہوجائے۔

"امام ابو یوسف کے نزدیک وقف کا اعلان ایسا ہے جیسے بردہ آزاد کرنے کا اظہار

---

[1] محیط سرخسی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [2] فتاوائے قاضی خان۔ اِن دونو صورتون مین یہ فرق ہے کہ ایک صورت مین صدقہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور دوسری صورت مین یہ لفظ نہین کہا ہے ۱۲ منہ [3] ردالمحتار اس مسئلہ مین علماء شیعہ کے اقوال اَور ہین لہذا وہ علحدہ بیان کیے جائینگے ۱۲ منہ

پس اُنکے نزدیک منتقل کر دینا یا علیحدہ کر دینا ضرور نہین[1] ہے۔ بلکہ اعلان یا اظہار کافی ہے جسطرح بردہ آزاد کرنے کا اظہار اُسکے آزاد ہونے کو کافی ہے۔اس واسطے کہ لفظ وقف مین زوال حق ملکیت کے معنی موجود ہین۔وقف مین استمرار کی نیت کرنا ضرور ہے مگر لفظ استمرار کہنا کچھ ضرور نہین[2] ہے۔وقف استمرار پر دلالت کرتا ہے لہذا اگر واقف کہے کہ فلان جائداد کو مین نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور اور کچھ نہ کہے تو وہ وقف جائز ہوگا اور جب اسکی کوئی اولاد نہ باقی رہیگی تو اُس جائداد کی آمدنی غربا و مساکین کے مصرف مین لائی جائیگی جو ہمیشہ موجود رہتے ہین۔

امام ابو یوسف کے نزدیک لفظ وقف کی طرح لفظ صدقہ بھی دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور یہ دو نو بدل سکتے ہین لہذا اُنکا قول یہ ہے کہ اگرچہ غربا کا ذکر نہ کیا ہو تاہم جب موقوف علیہم نہ باقی رہینگے تو مال وقف کا منافع غربا کو دیا جائیگا۔صدقہ کا لفظ کہدینا ایسا ہے جیسے دوام و استمرار کا لفظ کہدیا۔خلاصہ یہ ہے کہ کوئی لفظ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہو وقف کے لیے کافی ہے۔مثلاً اِن الفاظ سے وقف کیا جائے کہ وہ غربا پر یا صدقہ موقوفہ خدا کی راہ مین یا موقوفہ احسان یا خیر کے لیے یا جہاد یا تجہیز و تکفین یا مقابر کے لیے وقف کیا گیا۔ صرف ایک شخص خاص پر وقف کرنا بالاتفاق ناجائز ہے لیکن اگر صرف صدقہ موقوفہ کا لفظ کہا جائے تو وقف باطل نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک وقف خیرات پر دلالت کرتا ہے لہذا جب کوئی اُسکا مستحق نہ رہیگا تو وہ خواہ مخواہ غربا و مساکین کو ملیگا اور یہی قول معتبر ہے۔اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر تین پشت تک صدقہ موقوفہ کہے تو وہ قیامت تک وقف رہیگا۔اگر کسی خاص مسجد کے نام وقف کیا جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ وقف جائز ہے اور لفظ استمرار

---

[1] مالکیہ اور شیعہ کے نزدیک تبدیل قبضہ ضرور ہے ۱۲ منہ [2] اسمین شیعہ نے حنفیہ سے اتفاق کیا ہے گو شیعہ کے نزدیک عمرہ جائز ہے ۱۲ منہ۔

لکھنے کی ضرورت نہین ہے۔ اسواسطے کہ مسجد ایک دائمی چیز ہے اور اسی قول کو محیط سرخسی مین بحرالرائق سے نقل کرکے معتبر قرار دیا ہے۔؎

قاضی خان کے نزدیک یہ بات بالتصریح کہدینا کہ وقف کیا جاتا ہے وقف کو کافی ہے۔ جب صدقہ سوقوفہ ایک میعاد معین تک کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ اُس میعاد سے گذرنے کے بعد مال وقفی واقف پر عود کریگا تو وہ وقف استمراری ہوجائیگا مگر جب یہ شرط کرلیجائے کہ وہ واقف کی طرف عود کریگا تو امام ابویوسف کے نزدیک ایسا وقف باطل ہے۔[1]

غربا و مساکین کے لیے قبور کھودنے اور کفن مہیا کرنے کے لیے وقف کرنا جائز ہے۔

امام علی السغدی کا قول ہے کہ صوفیون پر وقف کرنا جائز نہین ہے۔ مگر اس قول کا انکار اور علما نے کیا ہے۔ اور شمس الائمہ نے فرمایا ہے کہ وقف سب غربا و مساکین پر جائز اور جب وقف ایک گروہ عظیم پر کیا جائے تو اُس سے یہی سمجھا جائیگا کہ اُس گروہ مین جو غربا و مساکین ہین انپر کیا گیا ہے اور اگر وقف عمیم المعنی الفاظ سے کیا جائے جنمین امرا و غربا دونو داخل ہون تو جن اشخاص یا جس فرقہ کا انتفاع اُس سے مقصود ہے اُسکی تصریح کردینی چاہیئے یا یہ کہ واقف کے کلام سے یہ معلوم ہوجانا چاہیئے کہ گو اُسنے عمیم المعنی الفاظ کہے ہین مگر اُسکی نیت یہی تھی کہ غربا اس سے انتفاع کے مستحق سمجھے جائین مثلاً اگر عموماً ایتام پر وقف کیا ہو تو ایسا وقف جائز ہے اور اُسکا منافع غریب یتیمون کے مصرف مین لایا جائے۔ اور اسی طرح مشلول اور مصروع اور عمیان یعنی لنگڑون لولون مرگی والون اور اندھون پر وقف کرنا جائز ہے اور حفاظ قرآن اور فقہا و محدثین وغیرہم پر بھی وقف کرنا جائز ہے۔ اور وہ وقف اُنمین سے جو لوگ محتاج ہون اُنکے مصرف مین

---

[1] امام ابویوسف کے قول کی پابندی کرنی چاہیئے اور فتوے بحر اور صدر الشرایع اور رد المختار کے موافق ہے ۱۲ منہ [2] ہلال کا قول یہ ہے کہ ایسا وقف اُس میعاد معین تک جائز ہوگا اور یہی قول شیعون کا بھی ہے۔ ۱۲ منہ

لایا جائے کیونکہ اِن الفاظ سے افلاس ہی مفہوم ہوتا ہے۔ اسواسطے کہ اندھے اور لنگڑے لولے اور جو لوگ تحصیل علم مین مشغول رہتے ہین اور اسی قسم کے اور لوگ اپنی معاش نہین پیدا کر سکتے لہذا ہمیشہ مفلس اور محتاج رہتے ہین۔ اِسی وجہ سے صوفیون پر بھی وقف کرنا جائز ہے کیونکہ صوفی اکثر بہت غریب ہوتے ہین اور زہد و تقوسے[۱] سے بسر کرتے ہین۔

## فصل ششم

### وقف کی حقیقت قاضی خان کے قول کے موافق۔

اگر کوئی شخص صرف اتنا کہے کہ "یہ زمین میری موقوفہ ہے" اور اُسکی حدود مقرر کردے اور کچھ نہ کہے تو امام یوسف کے نزدیک وہ وقف درست ہوگا اور اُسکا منافع غربار کو ملیگا اور اگر وہ کہے کہ "یہ زمین میری صدقہ موقوفہ یا موقوفہ صدقہ ہے" اور اَور کچھ نہ کہے تو امام ابو یوسف اور امام محمد اور ہلال کے نزدیک وہ وقف جائز ہوگا۔ اور اُسکا منافع غرباء کو دوامًا ملیگا کہ غربار ہمیشہ موجود رہتے ہین اَور چونکہ صدقہ کے مستحق غربا ہوتے ہین لہذا لفظ غربا یا لفظ دوام یا استمرار کہنا کچھ ضرور نہین ہے۔

اگر کوئی شخص "صدقہ موقوفہ ابدی" یہ الفاظ کہے تو سب علماء کے نزدیک یہ وقف جائز ہوگا۔ اگر واقف صرف اتنا کہے کہ "یہ زمین میری وقف ہے" اور اَور کچھ نہ کہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس سے بھی وہی نتیجہ نکلے گا جیسا جب نکلتا کہ اگر وہ موقوفہ لفظ کہتا۔

اگر واقف کے کہ "یہ زمین میری صدقہ محرمہ ہے" تو یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ صدقہ موقوفہ کہا۔ اگر وہ صرف اتنا کہے کہ "یہ زمین میری حبس کی گئی" تو یہ بمنزلہ وقف کے نہوگا تاوقتیکہ اِس عطیہ کے مضمون سے وقف نہ مفہوم ہو۔

اگر وہ کہے کہ "مین نے اِس زمین کو حرام کیا اور یہ حرام ہوگئی" تو امام ابو یوسف کے

---

[۱] ردّ المختار صفحہ ۶۶۵ - ۲ اسنہ

نزدیک یہ بمنزلہ اسلیے ہے کہ اسنے موقوفہ کا لفظ کہا ہے۔ لیکن اگر وہ ہبہ موقوفہ یا ہبہ وقف کا لفظ کہے تو وقف نہو گا۔

اگر وہ کہے کہ یہ زمین خدا کی راہ مین ہمیشہ کے لیے وقف کی گئی تو یہ وقف صحیح ہو گا گو اسنے صدقہ کا لفظ نہ کہا ہو اور یہ وقف غربا پر ہوگا اور اگر اسنے ہمیشہ یا دوام کا لفظ نہ کہا ہے تو بھی یہ وقف جائز ہوگا اور اس زمین کی پیداوار غربا کے صرف مین لائی جائیگی۔ اسی طرح سے اگر واقف صرف یہ کہے کہ یہ خدا کی راہ مین موقوفہ ہے یا ثواب کی نیت سے وقف کی گئی ہے تو بھی وقف صحیح ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا ایک ثلث خدا کی راہ مین دوامًا وقف ہوگا تو اسقدر مال غربا پر وقف ہو جائیگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ زمین میری فلان شخص پر صدقۂ موقوفہ ہے تو یہ وقف درست ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسکا منافع آخرالامر غربا کو پہونچیگا کیونکہ وہی تو شرعًا مال وقف کے مستحق ہین مگر اس زمین کی پیداوار اس شخص کو زندگی بھر دیجائیگی۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ زمین میری فلان شخص پر دوامًا صدقۂ موقوفہ ہے یا میری اولاد پر دوامًا صدقۂ موقوفہ ہے تو بھی وہی نتیجہ ہوگا اور دوامًا کا لفظ کہنے سے کچھ فرق نہو جائیگا۔ اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ یہ زمین میری موقوفہ خیر یا احسان کے لیے ہے یا یہ دونو لفظ کہے تو یہ وقف صحیح غربا پر ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ زمین میری جہاد کے مقاصد کے لیے یا مُردون کا کفن یا انکے دفن یا انکی قبور کھودنے کے لیے یا اور کسی کار خیر و احسان کے لیے ہے جو دائمی ہو تو اس مقصد کے لیے یہ وقف درست ہوگا۔

ابو جعفر فقیہ نے فرمایا ہے کہ جب وقف کے مقصد کی تصریح کر دیجائے اور یہ کہدیا جائے کہ یہ وقف دوامًا نافذ کیا جائے تو اتنا ہی کافی ہے اور لفظ صدقہ کہنا کچھ ضرور نہین ہے۔

اگر واقف کسی خاص جائداد کو کہے کہ یہ مسافرون پر وقف ہے تو یہ وقف صحیح ہے کیونکہ مسافر ہمیشہ آیا ہی کرتے ہین اور اسکا منافع غریب مسافرون کے مصرف مین لایا جائیگا متمول مسافرون کو نہ دیا جائیگا۔ یا اگر وہ کہے کہ یہ مال لنگڑون لولون اپاہجون کے لیے ہے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ ایسے لوگون کی دنیا مین کبھی کمی نہین ہوتی اور وہ مال وقفی انہین سے غربا کے مصرف مین لایا جائیگا۔

جب کوئی شخص اپنی زمین کو کسی مسجد کے لیے وقف کرنا چاہے اور ان امور کے لیے جو کسی مسجد سے متعلق ہون وقف کرنے کا ارادہ کرے تاکہ وہ وقف کبھی ناجائز نہ ہو سکے تو اوسکے واسطے انسب ہے کہ اِن الفاظ سے وقف کرے "مین اس زمین کو (جسکی حدود یہ ہین) مع اسکے تمام ملحقات کے وقف دائمی اپنی حیات تک اور اپنی وفات کے بعد اس شرط سے کرتا ہون کہ صرف اِسکا لگان اور منافع صرف کیا جائے اور مین اعلان کرتا ہون کہ اسکے منافع سے خرچ تحصیل اور خراج معمولی اور اور مصارف جو اس وقف کو قائم رکھنے اور اس مسجد کے لیے ضرور ہون دیے جائین جیسے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ۔ اور جو کچھ یہ مصارف دیکر باقی رہے اس سے مرمت کا خرچ اور دیگر مصارف دیے جائین اور جو شخص اسوقت متولی ہو اسکو اختیار رہے کہ اِن مصارف مین جسطرح چاہے کمی وبیشی کرتا رہے۔ اور اگر کچھ باقی رہجائے تو کسی قدر اسمین سے پس انداز کرکے غربا و مساکین کے مصرف مین لایا جائے"۔

## فصل ہشتم

### کون چیزین وقف ہو سکتی ہین۔

جب زمین وقف کیجاتی ہے تو اسکے سب ملحقات جیسے مکانات سڑکین گھاٹ درخت وغیرہ بھی وقف مین شامل ہو جاتے ہین مگر جو چیز اس سے جدا ہو سکے وہ وقف مین نہین شامل ہوتی۔ جب زمین قبرستان کے لیے وقف کیجائے درآنحالیکہ اسپر بڑے بڑے درخت اور مکانات ہون تو وہ وقف مین داخل نہ کیے جائینگے اگرچہ وقف نامہ مین یہ لکھدیا ہو کہ یہ زمین مع تمام

حقوق اور ملحقات کے وقف کی گئی۔۔

اگر اُس زمین پر میوہ کے درخت ہون اور اُسکے ملحق مکانات مین حمام ہو اور وقف نامہ
مین یہ الفاظ لکھے ہون کہ مع اسکے تمام ملحقات اور حقوق کے تو وہ سب چیزین وقف مین
داخل کیجائینگی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائداد منقولہ کو وقف
کرنا نہین جائز ہے۔ مگر کتاب مجتبیٰ مین لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وقف آن
اشیاء منقولہ کا جائز ہے جو روزمرہ کے معاملات مین اور داد و ستد مین لائی جاتی ہین۔
اور امام محمد کے نزدیک اشیاء منقولہ اور غیر منقولہ دونو کا وقف جائز ہے اور انھین کے
قول کے موافق فتوے ہین"

لہ قاضی خان لکھتے ہین کہ شمس الائمہ سرخسی کے نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف جائز ہے۔ مگر اسمین
عرف یعنی رسم و رواج کو دخل ہے کہ کون اشیاء منقولہ وقف ہو سکتی ہین۔ کفن اور کتابین وغیرہ
وقف کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ گائے کا دودھ وقف کرنے کا اگر رواج ہو تو جائز ہے۔ درہم
وقف کرنا بھی جائز ہے۔ وہ کسی کاروبار مین لگا دیے جائین اور اُس سے جو منفعت ہو وہ وقف کے
کام مین لائی جائے۔ اسی طرح ایک پیمانہ گیہون کا بھی وقف ہو سکتا ہے" ۲ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۵۰۹
وکما صح ایضاً وقف کل منقول قصداً فیہ تعامل الناس کفاس وقدوم بل ودراھم ودنانیر
قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابی السعود۔
قولہ ودراھم ودنانیر فی الخلاصۃ للانصاری وکان من اصحاب زفر وعزاہ فی الخانیۃ
الی زفر حیث قال وعن زفر قال المصنف فی المنح ولما جری التعامل فی زماننا فی البلاد الرومیۃ
وغیرھا فی وقف الدراھم والدنانیر دخلت تحت قول محمد المفتی بہ فی وقف کل منقول
فیہ تعامل کما لا یخفی فلا یحتاج علی ھذا فی تخصیص القول بجواز وقفھا علی مذھب
الامام زفر من روایۃ الانصاری واللہ تعالی اعلم۔ وقد افتی مولانا
صاحب البحر بجواز وقفھا ولم یحک خلافاً المنح ما فی قال الرملی لکن فی
الحاقھا بمنقول فیہ تعامل نظر اذ ھی مما لا ینتفع بھا مع بقاء عینھا علی ملک
الواقف وافتی صاحب البحر بجواز وقفھا بلا حکایۃ خلاف لا یدل علی انہ

وہ قول مشہور یہی ہے کہ درہم و دینار یعنی نقد روپیہ وقف کرنا جائز ہے۔ امام زفر اور انکے شاگرد الانصاری نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ روپیہ وقف کرنا جائز ہے۔ اور کتاب منح مین لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ مین درہم و دینار وقف کرنا بلاد روم مین رائج ہے پس اسکو امام محمد کے

داخل تحت قول زفر وافتی به وما استدل به فی المنح من مسئلة البقر الاتیة ممنوع بما قلنا اذ ینتفع بلبنها وسمنها مع بقاء عینها لکن بدلها قائم مقامها لعدم تعینها فکانها باقیة ولا شک فی کونها من المنقول فحیث جری فیها التعامل فی زمانه دخلت فیما اجازه محمد ولهذا لما مثل محمد باشیاء جری فیها التعامل فی زمانه - قال فی الفتح ان بعض المشائخ زادوا اشیاء من المنقول علی ما ذکره محمد لما راوا جریان التعامل فیها وذکر منها مسئلة البقرة الاتیة ومسئلة الدراهم والمکیل حیث قال فی الخلاصة وقف بقرة علی ان ما یخرج من لبنها وسمنها یعطی لابناء السبیل قال ان کان ذالک فی موضع غلب ذالک فی اوقافهم رجوت ان یکون جائزا وعن الانصاری وکان من اصحاب زفر فیمن وقف الدراهم او ما یوکل او ما یوزن یجوز ذالک قال نعم قیل وکیف قال یدفع الدراهم مضاربة ثم یتصدق بها فی الوجه الذی وقف علیه وما یوکل او یوزن یباع ویدفع ثمنه مضاربة او بضاعة قال وعلی هذا القیاس اذا وقف کرا من الحنطة علی شرط ان یقرض الفقراء الذین لا بذر لهم لیزرعوه لانفسهم ثم یوخذ منهم بعد الادراک قدر القرض ثم یقرض لغیرهم من الفقراء ابدا علی هذا السبیل یجب ان یکون جائزا قال ومثل هذا کثیر فی الری وناحیة دوماوند وبهذا ظهر صحة ما ذکره المصنف من الحاقها بالمنقول المتعارف علی قول محمد المفتی به وانما خصوها بالنقل عن زفر لانها لم تکن متعارفة اذ ذاک ولانه هو الذی قال بها ابتداء قال فی النهر و مقتضی ما مر عن محمد عدم جواز ذالک ای وقف الحنطة فی الاقطار المصریة لعدم تعارفه بالکلیة نعم وقف الدراهم والدنانیر تعارف فی الدیار الرومیة

قول مین داخل سمجھنا چاہیئے جسپر فتوے ہے یعنی جس شئے منقول پر معاملہ یا داد و ستد ہوتی ہو اُسکو وقف کرنا جائز ہے ''

''کتاب بحر کے مصنف نے یہ فتوے لکھا ہے کہ درہم اور دینار وقف کرنا جائز ہے اور اِسکے خلاف کوئی قول نہین بیان کیا ہے ''

''شارح فرماتے ہین کہ - اگرچہ وہ خاص روپیہ اُسی مصرف مین لایا جائے جسکے لیے وہ وقف کیا گیا ہے تاہم چونکہ اُسکی قیمت اِسپر موقوف نہین ہے کہ وہ اپنی ہیئت اصلی پر باقی رہے لہذا اُس ہیئت کا جاتا رہنا مانع جواز وقف نہین ہو سکتا۔ متاخرین علماء حنفیہ کے نزدیک ہر چیز کا وقف جائز ہے جسکی تجارت ہوتی ہو - انصاری سے سوال کیا گیا کہ آیا وقف کرنا روپیہ کا یا اُس چیز کا جسکا وزن یا پیمانہ ہوسکے جائز ہے یا نہین - اُنھون نے جواب دیا کہ ہان جائز ہے - پھر اُنسے پوچھا گیا کہ کیون جائز ہے - اُنھون نے جواب مین فرمایا کہ بطور شرکت مضاربت کے '' شرکت مضاربت اُس مشارکت کا نام ہے جسمین ایک شریک روپیہ دیتا ہے اور دوسرا شریک محنت و مشقت کرتا ہے - یعنی محاصل اُس روپیہ کا جو کسی طرح کاروبار یا تجارت مین یا اور کسی معاملہ مین لگایا جائے جسکا رواج ہو مقاصد وقف کے لیے شرعًا دیا جا سکتا ہے - اِسی طرح سے گیہون کا ایک پیمانہ وقف کرنا جائز ہے - مثلًا کوہ دماوند کے قریب بعض مقامات پر جیسے رَیّ اور اُسکے مضافات ہین یہ دستور ہے کہ گیہون کو اِس طرح وقف کرتے ہین کہ ایک مقدار گیہون کی وقف کر کے غریب کسانون کو جو تخم یعنی بیا بسا نہین بہم پہونچا سکتے دیدیتے ہین اور جب وہ فصل کاٹ لیتے ہین تو وہ گیہون جدا اِس

---

لہ غالبًا اِن کتابون کا حوالہ اُن عالم جج کو نہین دیا گیا جنھون نے مقدمہ فاطمہ بی بی بنام عارف اسمٰعیل جی (لا رپورٹ کلکتہ جلد ۹ صفحہ ۶۶) فیصلہ کیا ہے - مین نے اِس مقام پر رد المحتار کی عبارت کی حاشیہ کا صرف خلاصۂ مضمون لکھدیا ہے - اِس مسئلہ کی زیادہ تر تصریح اِس باب کے حاشیہ مین ملاحظہ کیجیے ۱۲ منہ سلہ یہ ایک مشہور مقام ملک فارس مین ہے جسکو اگلے زمانہ مین راجیز کہتے تھے - ۱۲ منہ

کر دیتے ہین اور پھر وہی گیہون اور کسانون کو وقف کے طور پہ دیدیے جاتے ہین جو اسی حالت
مین گرفتار ہوتے ہین - پس اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ جہان کہین کسی شئے منقول کو وقف کرنے کا
رواج ہو وہان اسکو وقف کرنا جائز ہے - مثلاً اس زمانہ مین مصر مین گیہون وقف کرنے کا
دستور نہین ہے اور بلاد روم مین نقد روپیہ وقف کرنے کا دستور ہے[1] "پس ہر چیز جو
وزن یا پیمانہ ہو سکتی ہو بیچڈالی جائے تب وقف کیجائے اور اسکی منفعت کسی تجارت
یا کاروبار مشترک مین لگا دیجائے" "ایسی چیزون کا وقف جیسے گیہون یا دودھ ہے یون
نافذ ہوسکتا ہے کہ غربار کو قرض دیدیا جائے - جہان ایسے اوقاف کا رواج ہے وہان جائز
ہین مثلاً دیغین غربا کے لیے کھانا پکانے کو وقف کرنا یا کفن یا قرآن وقف کرنا - رواج عام
مین قیاس کو کچھ دخل نہین ہے[2] "

---

[1] ان مسائل سے ہدایہ کی عبارت مندرجہ متن کی توضیح ہوجائگی - ۱۲ منہ [2] عبارت ذیل ہدایہ کے
ترجمہ انگریزی (صفحہ ۳۴۴) سے نقل کیجاتی ہے " ان چیزون کو وقف کرنا جو صرف مین آتی ہین جیسے سونا
اور چاندی یا کھانے پینے کی چیزین اکثر علمار کے نزدیک جائز نہین ہے مگر سونے اور چاندی سے درہم و دینار
یا جو چیز زیور یا زینت مین نہ داخل ہو نہ مراد سمجھنا چاہیئے - اور اگر کوئی شخص درہم یا وہ چیزین جنکا پیمانہ
ہوسکے یا کپڑے وقف کرے تو جائز نہین ہے - مگر کہا گیا ہے کہ جہان ایسی چیزین وقف کرنے کا دستور ہو
وہان ایسے وقف کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے "
"اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسا روپیہ کیونکر صرف کیا جائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ درہم غربا کو قرض
دیے جائین اور پھر انسے لیکر مضاربت مین لگائے جائین اور اسکا منافع غربا کو خیرات مین دیا جائے اور
گیہون فقرا کو قرض دیا جائے کہ وہ اسکو بوئین اور پھر انسے واپس کر لیا جائے اور پوشاک انکو مستعار دیجائے
کہ ضرورت کے وقت پہنکر واپس کرین "
"ہمارے علما کے نزدیک ان اشیاء منقولہ کو وقف کرنا جائز نہین ہے جنکو وقف کرنے کا دستور یا رواج
نہ ہو - ہمارے علمار نے یہ دلیل لکھی ہے کہ وقف مین دوام و استمرار شرط ہے اور اشیاء منقولہ مین دوام
و استمرار نہین ہوسکتا کہ انکی کیفیت دائمی نہین ہے - لہذا قیاس اسکا مقتضی ہے کہ اشیاء منقولہ کو وقف کرنا
عموماً ناجائز ہے - مگر بعض اشیاء منقولہ کو وقف کرنا جائز ہے اگو خلاف قیاس ہے ) بوجہ ان احادیث کے

لکھا ہے کہ گرم کپڑون کو غربا پر وقف کرنا جنکو وہ موسم سرما مین پہنکر واپس کردین جائز ہے - اور جو طلبہ کسی مسجد مین رہتے ہون اُنپر قرآن کی جلدین وقف کرنا اِسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن اُسی مسجد مین پڑہے جائینگے -

جب کسی مقام خاص کے لوگون پر کتابین وقف کیجائین تو اُن کتابون کو اُس مقام سے لیجانا درست نہین ہے -

جب روپیہ وقف کیا جائے تو اُسکا منافع جو کسی تجارت یا کاروبار مشترک مین لگایا جائے وقف کے مقاصد مین صرف کیا جائیگا -

ظروف مسی اور اور ظروف وقف کرنا جائز ہے -

جب کوئی مکان وقف کیا جائے تو جو جو چیز اُسکی بیع مین شامل ہوگی اُسکے وقف مین بھی داخل سمجھی جائیگی خواہ یہ کہا جائے خواہ نہ کہا جائے کہ یہ مکان مع اپنے تمام حقوق اور متعلقات کے خواہ چھوٹے ہون خواہ بڑے اور خواہ اُسکے اندر ہون خواہ اُس سے متعلق ہون وقف کیا گیا - اِسی طرح سے دوکانون کے وقف مین بھی ہر چیز شامل ہوگی

---

جنکا ذکر ہو چکا ہے اور بعض دیگر اشیا (جیسے کلہاڑیان اور آری وغیرہ) کا وقف اِسوجہ سے جائز ہے کہ وہ بکار آمد ہوتی ہین مگر اثاث البیت اور پوشاک وغیرہ وقف کرنا اِس سبب سے ناجائز ہے کہ خلاف قیاس ہے اور اُنکے وقف کا جواز نہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے نہ بکار آمد ہونے کی وجہ سے پس وہ درہم و دینار کے مشابہ ہین ۱۲

یہ جو مصنف نے فرمایا ہے کہ قیاس کو رواج مین دخل نہین ہے تو اِس سے اُنکی یہ مراد ہے کہ قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ جب دوام و استمرار ایک شرط ضروری وقف کی ہوئی اور جایداد منقولہ دوامًا نہین موجود رہ سکتی تو جایداد منقولہ وقف کرنا بادی النظر مین ناجائز ہے - مگر جہان کہین کسی قسم کی جایداد منقولہ وقف کرنے کا رواج ہو تو وہ وقف جائز سمجھا جائیگا گو صحابہ رسول کے وقت مین وہ رواج یا دستور نہ رہا ہو - پس اِس سے ظاہر ہے کہ مال منقول کے وقف کا جواز بالکل زمانہ کے حالات پر اور تمدنی حالات پر اور قومی رسم و رواج پر موقوف ہے - لہذا اِس اصول کے موافق بعض حقوق اور منافع اراضی وقف کرنا جائز معلوم ہوتا ہے - ۱۲ منہ

ہو اُنکی بیع مین داخل سمجھی جائے۔

اراضی کے وقف مین جو مکانات اور درخت اُسپر ہون وہ بھی داخل ہین مگر جو میوہ اُسوقت ان درختون مین لگا ہوا اور جو غلہ اُس زمین پر لگا ہو وہ اُسکے وقف سے خارج رہیگا۔ گنّا وغیرہ جو سال بھر مین ایک مرتبہ کاٹا جاتا ہے وقف مین نہ داخل ہوگا مگر جو سال مین دو مرتبہ کاٹا جاتا ہے وہ اُس زمین کے وقف مین داخل ہوگا۔

"خصاف نے اپنی کتاب الوقف مین لکھا ہے کہ جب زمین چند مقاصد مخصوصہ کے لیے وقف کیجائے اِس شرط سے کہ آخر الامر یہ زمین غربا پر وقف ہو گی تو اُس زمین پر جو مکانات اور درخت غرما وغیرہ ہون وہ سب اُس وقف مین داخل ہین۔ اُنھون نے یہ بھی فرمایا ہے کہ درختون کے وقف مین وہ میوہ داخل نہین ہے جو اُنین اُسوقت لگا ہو اور اکثر ہمارے مشائخ کا یہی قول ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔ جب وقف اِن الفاظ سے کیا جائے کہ مین اِس زمین کو مع اسکے جملہ حقوق کے اور جو کچھ اسپر ہے اور اس سے متعلق ہے وقف کرتا ہون اور اُسوقت اُس زمین پر درخت لگے ہون تو چاہیئے کہ اُنکے میوہ کو فقرا کو تقسیم کر دین اگرچہ بطور وقف کے نہ دین لیکن بطور نذر کے دین اور بعد ازآن جو کچھ اُس زمین مین پیدا ہو اُسکو مقاصد مصرحۂ وقف مین صرف کرین۔ علی ہذا القیاس جب اِن الفاظ سے وقف کیا جائے کہ "میری زمین میرے مرنے کے بعد اِس غرض سے وقف کی گئی ہے کہ جو پیداوار اِسمین خدا کے حکم سے ہو وہ بندگان خدا کا مال ہے" تو جو میوہ اُس زمین کے درختون مین لگا ہو وہ اِس وصیت مین ازروے وقف نہ داخل ہوگا۔

وقف کے جواز کے لیے یہ ضرور نہین ہے کہ زمین یا مکان موقوف کے حدود کی تصریح کر دیجائے۔ صرف اِسقدر ضرور ہے کہ یہ صاف معلوم ہوسکے کہ کیا چیز وقف کی ہے۔ پس جب کوئی زمین یا مکان خوب معلوم ہو تو وہ وقف ہوسکتا ہے بے اِسکے کہ اُسکے حدود کی تصریح کیجائے اور اگرچہ گواہ یہ بیان کرین کہ ہمارے سامنے اِس زمین کے حدود نہین مقرر کیے گئے

اور ہم یہ نہین جانتے تاہم اِس وجہ سے وہ وقف باطل نہ ہو جائیگا۔
جب کوئی شخص اپنی زمین وقف کرے مگر پانی لینے یا راہ چلنے کے حق کا ذکر نہ کرے تو اصح یہ ہے کہ یہ دونو باتین اُس وقف مین داخل ہین۔ اِس واسطے کہ جب زمین وقف کیجاتی ہے تو اسی خیال سے وقف کیجاتی ہے کہ اسمین جو کچھ پیدا ہوگا وہ وقف ہوگا اور اسمین پانی اور راستہ دونو کے حق داخل ہین۔
چکیان جو کسی کھیت مین ہون خواہ وہ پنچکیان ہون خواہ دستی چکیان ہون اور ڈول اور چرسہ جس سے پانی کھینچا جاتا ہے اُس کھیت کے وقف مین داخل ہین۔
مال مُشاع وقف کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے جنکا قول فروع مین حجت سمجھا جاتا ہے۔ مگر مسجد یا مقبرہ کے لیے مال مُشاع وقف کرنا اس لیے جائز نہین ہے کہ اُس مال کے مُشاع ہونے کی وجہ سے وقف کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔
مشتبہ ہونا اُن چیزون کا جو تقسیم نہین ہوسکتین مانع جواز وقف نہین ہے اور اِس مسئلہ مین کچھ اختلاف نہین ہے اِس واسطے کہ نصف تمام وقف کرنا جائز ہے گو وہ نصف غیر ممیز ہو (ظہیریہ سے لیا گیا ہے) مگر شئے قابل الانقسام کے جز غیر منقسم کو وقف کرنا امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہے جنکے اقوال کو شیوخ بخارا نے اختیار کیا ہے اور انھین کے موافق سابق مین فصل خصومات کیا جاتا تھا۔ (سراجیہ سے لیا گیا ہے) مگر متاخرین امام ابو یوسف کے قول کے موافق فتوے دیتے ہین اور اُنکے نزدیک ایسا وقف جائز نہین۔ اور مستحسن یہی ہے (خزانۃ المفتیین سے لیا گیا ہے) اِن دونو صاحبون کے نزدیک بالاتفاق مال مُشاع کو مسجد یا مقبرہ کے لیے وقف کرنا جائز نہین ہے خواہ وہ مال قابل الانقسام ہو خواہ نہ ہو (فتح القدیر سے لیا گیا ہے) مگر جب قاضی مال مُشاع کے وقف کو جائز قرار دے تو اُسکا فیصلہ موثر اور نفاذ پذیر ہوگا جیسا تمام مسائل اختلافی مین قاضی کی راے ترجیح رکھتی ہے (شرح ابو المکارم سے لیا گیا ہے) اگر جائداد قابل الانقسام ہو

اور جب قاضی جواز وقف کا حکم صادر کر چکے تو احد الفریقین کہے کہ اِس جائداد کو تقسیم کردو تو امام اعظم کے نزدیک وہ تقسیم نہین ہوسکتی مگر صاحبین کے نزدیک اُسکو تقسیم کردینا چاہیئے (خلاصہ سے لیا گیا ہے) مگر اِن سب کا اتفاق ہے کہ اگر کسی چیز کا مجموع وقف کیا گیا ہو اور فریقین اُسکی تقسیم کی درخواست کرین تو یہ جائز نہین ہے۔

جب کوئی شخص اپنے حصہ اراضی کو جسکا مالک وہ دوسرے شخص کے ساتھ بالمشارکت ہو وقف کرے تو جس شخص کے ساتھ تقسیم کرنی چاہیئے وہ اُسکا شریک ہے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکا وصی ہے۔ (فتاواے عالمگیری صفحہ ۴۶۶) جب کوئی شخص اپنی نصف جائداد وقف کرکے اُسکا ایک متولی مقرر کردے تو قاضی کو جائز ہے کہ جب وہ متولی یا خود واقف درخواست کرے اُس نصف کو علیحدہ کردے۔

## فصل ہشتم

### شرائط متعلقۂ وقف (فتاواے قاضی خان سے لیا گیا ہے)

امام ابو یوسف کے نزدیک مال مُشاع کا وقف جائز ہے۔ اور اُنکے قول کو علماء بلخ نے اختیار کیا ہے۔ مگر امام محمد کے نزدیک ایسا وقف ناجائز ہے اور اُنکا قول علماء بخارا نے اختیار کیا ہے۔ ہندوستان کے حنفیہ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے جب مال غیر منقسم کے وقف پر تنازع ہو تو قاضی اُسکی تقسیم کا حکم دے سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص نصف حمام وقف کرے تو سب کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ ایسا شاع ہے جو قابل الانقسام نہین ہے۔ پس اُسکا وقف بھی ہبہ کی طرح جائز ہے۔

اگر کوئی عورت مرض الموت کی حالت مین اپنا مکان اپنی تین بیٹیون پر اور اُنکے مرنے کے بعد غربا پر وقف کرے اور وہ عورت مرجائے اور سواے اُس مکان کے اور کوئی جائداد نہ چھوڑی ہو اور سواے اُن بیٹیون کے اُسکا کوئی وارث نہ ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک وقف ثلث مال مین نافذ ہوگا اِلّا اینکہ سب بیٹیان

راضی ہوجائین۔

جب کوئی قطعہ آراضی دو شخصون کا مال بالمشارکت ہو اور اُنمین سے ایک شخص اپنا حصہ اپنی اولاد پر دوامًا وقف کرے جبتک کہ اُنمین سے کوئی باقی رہے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو غربا پر اور دوسرا شخص اپنے حصہ کو اپنے بھائی بندون اور اپنے اہل بیت پر وقف کرے اور جب اُنمین سے کوئی نہ رہے تو حاجیان بیت اللہ پر اور وہ دونو شخص ایک ہی آدمی کو متولی مقرر کرین تو ایسا وقف جائز ہے۔ اسی طرح سے اگر شرکا مین سے ایک شخص اپنا نصف حصہ فقرا پر وقف کرے اور دوسرا شخص اپنا حصہ اور کسی مقصد کے لیے وقف کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اسمین صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمدؒ) کا اتفاق ہے۔ مگر امام ابو یوسف کے نزدیک متولی کو وہ مال وقفی سپرد کر دینا شرط ضروری نہین ہے۔ اور چونکہ اُنکے نزدیک مال وقف پر قبضہ دلا دینا یا متولی کے سپرد کر دینا لازم نہین ہے لہذا اُنکے قول کے موافق اُسکی تقسیم بھی ضرور نہین ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "وہ اس مکان مین جو میرا ایک ثلث کا حصہ ہے اُسکو مین وقف کرتا ہون" اور بعد ازآن معلوم ہو کہ اُسکا حصہ نصف یا دو ثلث ہے تو وہ سارا حصہ وقف ہو جائے گا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنے وصیت نامہ مین لکھے کہ "مین اپنی جائداد کا ایک ثلث یعنی ہزار درہم فلان شخص کے لیے چھوڑے جاتا ہون" اور بعد ازآن معلوم ہو کہ اُسکی جائداد کا ایک ثلث چار ہزار درہم ہے تو یہی رقم موصیٰ لہ کو ملیگی۔ اس باب مین وقف اور بیع مین یہ فرق ہے کہ ایسی صورت مین مشتری صرف وہی رقم پائیگا جسکی تصریح وصیت مین کر دی گئی ہے۔

---

[۱] امام محمد نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے اور قاضی خان نے لکھا ہے کہ اُنھین کے قول کے موافق فتویٰ ہے مگر فتاوائے عالمگیری صفحہ ۵۵۴ ملاحظہ کیجیے۔ جب وقف کا نفاذ واقف کے مرنے پر موقوف رکھا گیا ہو وہ اُسکے ثلث مال مین نافذ ہوگا۔ فلٹن صاحب کی لا رپورٹ صفحہ ۳۴۵ – ۱۲ امینہ

جب دو شخص بہت سے مکانات کے مالک بالمشارکت ہون یا جب کچھ زمین پر دو شخص قبضہ بالمشارکت ہو اور اُس زمین سے ایک شخص اُن سب مکانات مین اپنے حصہ کو یا اُس خاص زمین مین اپنے حصہ کو کسی کار خیر کے لیے وقف کرے اور بعد اُسکے چاہے کہ قاضی میرے حصہ کو علیحدہ کر دے اور جب قاضی اُسکے حصہ کو علیحدہ کرے تو ایک مکان اور ایک خاص قطعہ زمین واقف کو اُسکے کُل حق کے معاوضہ مین دے جو وہ اُن مکانات اور اُس کُل زمین مین رکھتا ہے تو وقف صرف اُسی مکان اور اُسی قطعہ زمین کی نسبت نافذ ہوگا۔ اِس مسئلہ مین ہلال اور امام ابو یوسف اور امام محمد سب نے اتفاق کیا ہے۔

جب دو شخص ایک قطعہ اراضی کے مالک بالاشتراک ہون اور اُس زمین سے ایک شخص اپنا حصہ وقف کر دے تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا وقف جائز ہے۔

جب کوئی شخص مکان وقف کرے مگر جس زمین پر وہ مکان بنا ہوا ہے اُسکو نہ وقف کرے تو اِس مسئلہ مین علماء حنفیہ نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ لیکن اگر وہ اصول جو ایسے اوقاف سے متعلق ہین اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو یہ اختلاف بآسانی رفع ہو سکتا ہے۔ عالم مشہور علامہ قاسم نے فرمایا ہے کہ ایسا وقف نہین جائز ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے امام محمد اور ہلال ابن یحیی بصری کی تقلید اِس مسئلہ مین کی ہے۔ مگر بحر الرائق مین ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ جہان مکان کو بے اُس زمین کے وقف کرنا جسپر وہ بنا ہوا ہو خلاف دستور ہو وہان مکان کو بے زمین کے وقف کرنا نہین جائز ہے۔ مگر جہان ایسا کرنا خلاف دستور نہ ہو وہان ایسا وقف جائز ہے۔

اِس مقام پر یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ ۸۲۰ھ ہجری مین سلطان ملک الظاہر کے روبرو ایک بڑی مجلس علماء مین علامہ قاسم اور اُنکے شاگرد رشید عبد اللہ ابن شحنہ مین بڑا مباحثہ اِس مسئلہ مین ہوا۔ عبد اللہ ابن شحنہ نے اپنے اُستاد کے قول کے خلاف فرمایا کہ مکان کو بے زمین کے وقف کرنا جائز ہے اور ۵۰۰ سے برس سے یہی مسئلہ مسلّم چلا آتا ہے اور اسی کے

موافق قضات نے متواتر فیصلے کیے ہین - ابن شحنہ کے اِس قول کو علامہ محمد ابن زہیر نے
رد کیا ہے - لیکن اگر یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو اِسمین کچھ دقت نہ پڑیگی - مصنف درالمختار نے
اِس مسئلہ کو بعبارت ذیل بیان کیا ہے "جس شئے منقول کو جسکے وقف کرنے کا دستور ہو وقف
کرنا جائز ہے - اِسی طرح سے جب مکان کو بے زمین کے وقف کرنے کا دستور ہو تو جائز ہے
اور یہ قول اُن علمار کے اقوال کے مخالف نہین ہے جو فرماتے ہین کہ ایسا وقف نہین جائز ہے
اِسواسطے جواز وقف اُس مقام خاص کے دستور پر موقوف ہے جہان وقف کیا گیا ہے
اگر وہان کے لوگ عادۃً ایسا وقف کیا کرتے ہون تو شرعًا بھی جائز سمجھا جائیگا"
مگر اب یہ مسئلہ جاری ہے کہ مکان بے زمین کے وقف کرنا جائز ہے اور اِسی کے
موافق فتوی[1] ہے - اِسی[2] طرح سے جو درخت زمین پر لگے ہون بے اُس زمین کے اُنکو وقف کرنا
جائز ہے - اور اُس زمین کو وقف کرنا بھی جائز ہے جو ٹھیکہ یا اجارہ پر دی گئی ہو یا جس زمین پر
جس شخص نے وقفی زمین کا ٹھیکہ لیا ہو اُسکو اُسپر مسجد بنوانا جائز ہے - پس یہ سوال کیا گیا ہے
کہ اُس زمین کا لگان کون دیگا جسپر وہ مسجد تعمیر ہوئی ہے - اِسکا جواب شارح نے یہ دیا ہے کہ
جبتک ٹھیکہ باقی رہیگا ٹھیکہ دار اُسکا لگان دیا کریگا - اور جب اُس ٹھیکہ کی میعاد گذر جائیگی
تو اُسکا لگان بیت المال سے دیا جائیگا یا جو مومنین اُس مسجد مین نماز پڑھنے آئینگے اُن سے
لیکر دیا جائیگا -

جب وہ زمین وقف کیجائے جو دوسرے شخص کے ٹھیکہ مین ہو تو وہ ٹھیکہ نہین منسوخ ہوگا
بلکہ وہ میعاد معین تک جائز اور نافذ رہیگا اور جب وہ میعاد گذر جائیگی تو اُس جائداد کی
آمدنی وقف کے مقاصد مین صرف کیجائیگی -

سلاطین اور امراء کے اوقاف کے باب مین حکم شرع یہ ہے کہ جاگیرین دو قسم کی
ہوتی ہین - ایک قسم وہ ہے جسمین پادشاہ نے زمین بیت المال سے خرید کر عطیہ دار کو عطا

---

[1] فتاوای قاضی خان - ردالمختار - ہدایہ ۱۲ - [2] منہ بنگال رپورٹ جلد ۱۲ صفحہ ۴۹۰ - ۱۲ مسنہ -

کی ہو یا اُسکی اراضی خالصہ مین وہ زمین داخل ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جسمین صرف جاگیر کی منفعت عطا کی ہو اور خود وہ جاگیر بادشاہ کا مال ہو۔ پہلی صورت مین عطیہ دار اُس مین یا جاگیر کو وقف کرسکتا ہے مگر دوسری صورت مین نہین وقف کرسکتا ہے ۔

اِس مسئلہ پر فتاواے عالمگیری مین عبارت ذیل لکھی ہے "چونکہ وقف مین ملک شرط ہے لہذا عطیات یا جاگیرین وقف کرنا نہین جائز ہے اِلّا اینکہ اُنمین سب اراضی اُفتادہ ہو یا ایسی اراضی ہو جو خود امام کا مال ہو جو اُسنے اُس عطیہ دار کو بخشدیا ہو۔ اور حوض یا اراضی اُفتادہ سے وہ زمین مراد ہے جسکا مالک اُسکی کاشت کرنے اور خراج یا مالگزاری دینے کے قابل نہو اور اُسنے وہ زمین امام کو حوالہ کردی ہو کہ اُسکے منافع سالانہ سے خراج دیا جائے۔

اگر وہ زمین بیت المال سے جائز طور سے خریدی گئی ہو تو وقف ہوسکتی ہے خواہ اُسکا خریدار سلطان ہو خواہ اور کوئی شخص ہو اور اُس وقف کا نفاذ موافق اُن شرائط کے کیا جائیگا جو واقف نے مقرر کیے ہون"

"اگر سلطان کسی قطعہ اراضی کو سبے خریدے وقف دائمی و غیر قابل الانتقال کسی کار خیر کے لیے کردے تو ایسا وقف جائز ہے۔ اور علامہ قاسم نے اِسی اصول کے موافق فتویٰ دیا تھا جب اُنسے پوچھا گیا تھا کہ سلطان فرخ نے جو ایک جز اراضی خراجی کا مسجد کے لیے وقف کردیا ہے تو آیا ایسا وقف جائز ہے۔ اور اُنکا یہ بھی قول ہے کہ دوسرا سلطان آیندہ اُس وقف کو منسوخ کرسکتا ہے"

پس یہ اصول قرار پایا کہ اگر سلطان کوئی وقف کسی کار رفاہ عام کے لیے بیت المال سے کرے مثلاً کاروان سرائے یا مدرسہ یا مسجد بنوائے تو ایسا وقف جائز ہے کیونکہ کسی قدر خراج مُلک ایسے مقاصد کے لیے مخصوص کردینا شرعاً جائز ہے اور سلطان اِسکا مجاز ہے کہ اتنی زمین وقف کردے جتنی اُن مقاصد کے صرف کے لیے کافی ہو یا بعوض اِسکے کہ اُسکے مصارف سالانہ لیا ہو اور بیت المال سے دلوا دیا کرے۔ مگر سلطان اراضی خراجی کو

اپنی اولاد پر نہین وقف کرسکتا گو آخر کو وہ وقف غربا ہی کو دیا جائے لیکن سلطان ایسے مقصد سے وقف کرسکتا ہے جس سے عموماً مسلمین کو نفع پہونچے اسواسطے کہ بیت المال مسلمین کے عام فائدہ ہی کے لیے تو رکھا گیا ہے۔

# ساتوان باب

## موقوف علیہم یعنے جن لوگون پر وقف کیا جائے۔

## فصل اول

وقف کرنا ہر شخص پر جائز ہے جو جائداد کا مالک ہونے کی قابلیت رکھتا ہو اور جو لوگ ہنوز پیدا نہوے ہون انپر اور مستحقین پر بھی وقف کرنا جائز ہے۔

وقف اشخاص اور اشیا ذیل پر ہوسکتا ہے۔

(۱) مسلمان یا کافر ذمی پر مگر حربی[1] پر نہین ہوسکتا جو دار الحرب کا باشندہ ہو۔

(۲) مرد اور عورت دونو پر ہوسکتا ہے۔

(۳) بالغ اور نابالغ دونو پر ہوسکتا ہے۔

(۴) وارث اور غیر وارث دونو پر ہوسکتا ہے۔

(۵) اقربا اور ہمسایون وغیرہ پر ہوسکتا ہے۔

---

[1] علماء نصاریٰ کی طرح فقہائے اسلام بھی اسکے روادار نہ تھے کہ غیر مسلمین سے جو سلاطین اسلام کے تابع نہون انصاف طبیعی یعنی وہ انصاف کیا جائے جسکے مستحق سب بندگان خدا ہین۔ مگر فقہائے اسلام علماء نصاریٰ پر یہ شرف رکھتے تھے کہ فقہائے اسلام کے نزدیک سب مسلمان چاہے وہ کسی ملک اور کسی قوم کے ہون برابر تھے اور اُن حقوق کے مستحق تھے جو اسلام سے پیدا ہوتے ہین۔ عیسائیون کی طرح مسلمانون نے بھی دنیا کو دو ٹکڑون پر تقسیم کیا تھا یعنے دار الحرب اور دار الاسلام۔ سب ملک تو مین دار الاسلام مین داخل سمجھی جاتی تھین اور کوئی مسلمان بادشاہ دوسرے مسلمان بادشاہ سے جنگ نہ کرسکتا تھا تاوقتیکہ پہلے اُسکو ملحد اور خارج از دائرہ اسلام نہ قرار کر لیتا ہو۔ ۱۲ منہ۔

(۶) غیر دون پر ہو سکتا ہے۔

(۷) جملہ امورِ خیر کے لیے ہو سکتا ہے مثلاً مدارس و مساجد و مزار ائمہ و امام باڑہ و درگاہ و خانقاہ و قبور اولیا و مشائخ وغیرہ۔

(۸) مذہب حنفی مین واقف اپنے وقف سے پہلے خود منتفع ہو سکتا ہے[1]

جب وقف مین موقوف علیہم کی تعداد کی تعیین و تصریح نہ کردیجائے مثلاً غربا پر وقف کیا جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اقلِ مراتب دس آدمیون کو کھانا کھلانا یا نفقہ دینا چاہیئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سو آدمیون کو۔ اور بعض علمار کا قول ہے کہ ۴۰ یا ۵۰ نفر کو۔ مگر فتوٰے یہ ہے کہ موقوف علیہم کی تعداد مقرر کرنا حاکم شرع پر موقوف رکھا جائے کہ اُس وقف کے حالات کا لحاظ کما حقہ کر کے تعداد مقرر کر دے۔

وقف کی آمدنی پہلے مال وقفی کے قائم رکھنے مین صرف کرنی چاہیئے اور مرمت وغیرہ کے مصارف سے جو کچھ بچ رہے وہ اُس کام مین جو اُس سے متعلق ہو اور عہدہ دارون کی تنخواہ مین صرف کیا جائے۔ جب وقف طلبہ پر کیا جائے اور مال وقفی تھوڑا سا ہو تو صرف غریب و محتاج طالب علمون کی پرورش کیجائے۔ مگر لفظ طلبہ عموماً احتیاج پر دلالت کرتا ہے اور جب وقف عموماً طلبہ پر کیا جائے تو صرف غریب طلبہ پر منحصر رہے گا کیونکہ تقریباً سب طلبہ مفلس اور پریشان حال ہوتے ہین۔ علیٰ ہذا القیاس مسجد مین قرآن اور مدرسہ مین کتابین وقف کرنا غربار پر محدود ہوگا الا اینکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ کتابین بیش بہا نہین ہین۔ مگر خلاصہ و قنیہ مین لکھا ہے کہ کتابون کے وقف مین یا جو چیز طلبہ پر وقف کیجائے اُسمین غریب و امیر یکسان ہین۔ اور اُسی کتاب مین یہ اصول بھی لکھا ہے کہ ایسے اوقاف پر دو طرح سے نظر کرنی چاہیئے۔

اوّل یہ کہ امیر و غریب سب برابر ہون جیسے لنگر خانون اور مسافر خانون اور

---

[1] ردالمختار صفحہ ۵۹۰ - ۱۲ منہ

مقبرون اور تالابون وغیرہ مین سے ہے جہان سب کو برابر فائدہ ہوتا ہے۔

"ان مقامات کے وقف سے جو فائدہ ہوتا ہے اسمین امیر و غریب کا کچھ امتیاز نہین ہے" اور وقفی کتابون مین بھی امیر و غریب طلب یکسان ہین کہ دونو کو بعض کتابین نہین میسر ہوتین اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وقف سے غرض سب کو فائدہ پہونچانا ہے قول مشہور یہی معلوم ہوتا ہے۔

دُوم یہ کہ وقف فقط غربار کے لیے ہو۔

اگر کتابین کسی مقام خاص کے لیے وقف کیجائین تو اسی مقام پر انکو استعمال مین لانا چاہیئے اور وہان سے انکو اور کہین نہ لیجانے دینا چاہیئے۔ وقف کے استعمال سے جو امور متعلق ہون انمین واقف کے احکام کی پابندی کرنی چاہیئے بشرطیکہ وہ احکام مشروع ہون۔ علمار کے نزدیک وہ شرائط جو واقف مقرر کرے بمنزلہ ان شرائط کے ہین جنکو شارع نے مقرر کیا ہے۔ مگر ہر شرط تقیدی کی پابندی جب ہوسکتی ہے جبکہ یہ بخوبی ثابت کردیا جاے کہ واقف نے یہ شرط عمداً اور حقیقۃً مقرر کی ہے۔

لگان اور منافع جائداد وقفی کا پہلے اسکی مرمت مین اور اسکے قائم رکھنے مین اور متولی کی تنخواہ مین صرف کیا جائے جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ اگر جائداد وقفی پر کچھ قرضہ ہو تو متولی کو چاہیئے کہ اسکو ٹھیکہ پر دیدیا اور کسی معقول طریقہ سے اس قرضہ کو ادا کرے "جب وقف چند اشخاص پر کیا گیا ہو تو مکان وقفی کی توسیع بے انکی اجازت کے نہین ہوسکتی" یعنی موقوف علیہم اسکے مستحق ہین کہ پہلے انسے استصواب کرایا جائے تب مال وقفی مین ایسا تغیر و تبدل کیا جائے جسمین صرف کثیر کرنا پڑے۔ مگر یہ فقط اس صورت مین ہے جبکہ وقف انھین پر کیا گیا ہو۔ مگر جب وقف امور مذہبی کے لیے کیا گیا ہو اور ان امور کی تصریح نہ کردی گئی ہو تو اس وقف کو قائم رکھنے مین جو کچھ صرف ہو اسکو اسکے منافع سے وضع کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ ایسے مقاصد مین

لگایا جائے جو اُس وقف کے مقصد اصلی کے مشابہ ہون یعنی مکان وقفی کو تعمیر کرنے اور مرمت وغیرہ کرنے سے جو کچھ بچے وہ اُن مقاصد مین صرف کیا جائے جو اُس وقف کے مقصد اصلی سے مشابہت تامہ رکھتے ہون اور جو اُسکو بطرز مناسب بجالانے کے لیے لازم ہون[1] مثلاً اگر مدرسہ کے لیے کچھ وقف کیا جائے اور کچھ اور نہ کہا جائے تو مکان مدرسہ کی مرمت وغیرہ مین جو کچھ خرچ ہو اُسکو جائداد وقفی کے لگان اور منافع سے وضع کرکے جو کچھ باقی رہے وہ مدرسین کی تنخواہ مین دیا جائے۔ اسی طرح سے جب مسجد پر وقف کیا جائے تو مابقی خدام مسجد کی تنخواہ وغیرہ مین اور جو اشیا نماز کے لیے ضروری ہون اُنکو مہیا کرنے مین صرف کیا جائیگا گو واقف نے اُنکی تصریح نہ کی ہو۔ وقف کا ابتدائی مقصد یہ ہے کہ جس غرض سے وقف کیا گیا ہے وہ قائم رہے۔ مثلاً اگر وقف مسجد پر کیا گیا ہے اور جو تنخواہ پیش نماز کی قرار دی گئی ہے اُتنی تنخواہ پر پیش نماز نہ ملے تو جو حکم اس باب مین واقف نے دیا ہے اُسکو بالاے طاق رکھکر اُس مقصد کے لیے ایک رقم کافی مقرر کر دیجا[ئیگی]۔ جب مسجد ایک مرتبہ وقف کر دی گئی ہو تو چاہیئے کہ وہ بیکار نہ پڑی رہنے پائے۔ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے تو وقف کی آمدنی سے اُسکی مرمت وغیرہ کا خرچ

---

[1] فتاواے عالمگیری صفحہ ۴۶۰ ج ۲ وقف کی آمدنی پہلے تو مرمت ضروری مین صرف کرنی چاہیئے خواہ واقف نے یہ شرط کی ہو خواہ نہ کی ہو اور بعد اُسکے اگر اور کسی بات کی تصریح واقف نے نہ کی ہو تو اُن باتون مین صرف کیجائے جو اُس وقف کی غرض عام سے اقرب اور اُسکو لازم ہون۔ مثلاً مسجد کے لیے ایک پیش نماز یا مدرسہ کے لیے ایک مدرس اعلی رکھنا۔ لیکن اگر اور کسی بات کی تصریح کر دی گئی ہو تو وقف کی مرمت کا خرچ نکالکر اُس بات مین صرف کیجائے گی۔ ہدایہ مین بھی یہی لکھا ہے[2] واجب ہے کہ وقف کی آمدنی پہلے اُسکی مرمت مین صرف کیجائے خواہ واقف نے یہ شرط کی ہو خواہ نہ کی ہو کیونکہ اُسکا ارادہ یہی ہے کہ اُس آمدنی کا ایک دائمی سرمایہ بنایا جائے اور چونکہ مال وقف سے دائمی آمدنی نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ اُسکی ہمیشہ مرمت اور درستی نہ ہوتی رہے لہذا یہ اُسکی شرط ضروری ہوئی اور نیز اِس لیے کہ جو شخص نفع اُٹھاتا ہے اُسکو نقصان بھی اُٹھانا پڑیگا۔

[2] انگریزی ہدایہ صفحہ ۲۴۲ ج ۲ –

دیا جائے اور بعد اسکے جو مقصد زیادہ تر اہم ہو وہ مقدم رکھا جائے۔ لیکن اگر مصارف کی تصریح واقف نے کردی ہو تو یہ خیال رکھا جائے کہ واقف کے منشار کی تعمیل ہو مگر اُس وقف کی غرض اصلی نہ فوت ہونے پائے۔

"وقف کی آمدنی صرف کرنے مین پہلے اُسکے برقرار رکھنے کی تدبیر کیجائے۔ اگر اُسکی کُل آمدنی مکانات یا اور کسی جائداد وقفی کی مرمت مین خرچ ہوجائے تو جبتک اُسکی مرمت نہ ہوجائے اُسوقت تک امام یا مؤذن کی تنخواہ بھی نہ دیجائے۔ اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ وقف کو قائم و برقرار رکھنا کیسا امر اہم وضروری ہے۔ چونکہ وقف کی غرض اصلی یہ ہے کہ کوئی جائداد امور مذہبی یا کسی کار خیر مین ابدًا و دوامًا صرف کیجائے لہذا شرع مین تاکید ہے کہ متولی کو پہلے مکان وقفی کی مرمت کرنا فرض ہے اور اگر اُس مکان کا حال ایسا سقیم ہو کہ اُسکے انہدام کا اندیشہ ہو تو اُسکی آمدنی پہلے اُسکی مرمت وغیرہ مین خرچ کرنی چاہیئے "اگر مصارف مرمت سے کچھ باقی رہے تو وہ اُن لوگون کو دیا جائے جنکا برطرف ہونا اُس وقف کو مُضر ہوگا۔ اور جب یہ بھی ہوچکے تو اور امور متعلقہ وقف کا انصرام بلحاظ اُنکے مقدار ضرورت کے کیا جائے۔ جن لوگون کے برطرف ہونے سے اُس وقف کو کچھ ضرر نہ پہونچیگا اُنکو کچھ تنخواہ نہ دیجائے تاوقتیکہ مرمت ضروری نہ ہوجائے۔ مگر جب وہ لوگ اُس وقف کے ملازم ہین اور کام کرتے ہین تو اُنکی مزدوری دینی چاہیئے اگرچہ اُتنی اُجرت دینی ضرور نہین ہے جتنی وقف نامہ مین لکھی ہے"۔ اِس سے یہ مراد ہے کہ جب وقف کی آمدنی اِتنی نہ ہو کہ مرمت کا خرچ بھی دیا جائے اور ملازمین وقف کا مواجب بھی ادا کیا جائے

وقف کے مبہم ومشکوک ہونے سے اُسکی غرض اصلی نہین فوت ہوسکتی۔ بلکہ ایسی صورت مین شرعًا یہ تاویل کیجائیگی کہ یہ وقف اُن مقاصد کے لیے کیا گیا ہے جو اُسکی غرض اور منشار اصلی سے قریب تر ہین اور جب وہ غرض ومنشا بھی نہ بیان کیا گیا ہو تو وہ غربا ومساکین کے مصرف مین لایا جائیگا۔ جب واقف نے صاف صاف کچھ ہدایت نہ کی ہو

تو حاکم وقت خود یا متولیان و وظیفہ خواران وقف سے استصواب کر کے اُسکے انتظام کی تدبیر کر سکتا ہے۔ پس جو اصول وقف بمقدمہ[1] مورس بنام بشپ آف ڈرہم مقرر کیا گیا ہے اور جسکو بعض اوقات اوقاف شرعی مین جاری کرنا چاہا ہے وہ اوقاف مین از روے شرع محمدی نہین جاری ہو سکتا۔ اسواسطے کہ مسئلہ ابہام واشتباہ کی بہت توسیع شرع محمدی مین کی گئی ہے یعنی اگر وقف کا مقصد اصلی مبہم و مشتبہ ہو یا فوت ہو جائے تو کسی حالت مین نفس وقف نہ فوت ہوگا۔

ہر وقف کے مستحق آخر الامر غربا ہی شرعًا قرار پائینگے یہانتک کہ اُس وقف کے مستحق بھی آخر کو غربا ہی ہو جائینگے جو کسی شخص نے اپنی عیال و اطفال پر کیا ہو۔ پس جب وقف کی غرض اصلی فوت ہو جائے تو اُسکے فوت ہو جانے سے وقف باطل نہین ہو جاتا بلکہ اسکا مقصود آخری اور جلد بر آتا ہے[2]۔

پھر ملاحظہ کیجیے کہ جب کسی بنا مذہبی یا کسی کار خیر کے لیے وقف کیا گیا ہو اور وہ بنا یا وہ کام بمرور دہور زائل یا فوت ہو جائے تو مال وقفی واقف اور اُسکے ورثہ پر نہ عود کریگا بلکہ اور کسی بنا مذہبی یا کار خیر مین صرف کیا جائے گا جو اُس سے مشابہت رکھتا ہو جو فوت ہو گیا ہے یا اور کسی کام مین صرف کیا جائیگا جس سے بندگان خدا کو فائدہ ہو۔

جب وقف نامہ مین یہ لکھا ہو کہ مصارف مرمت اور مصارف ابقار وقف سے جو کچھ فاضل رہے وہ مستحقین پر تقسیم کر دیا جائے تو بھی متولی کو لازم ہے کہ وقف کی آمدنی سے ہر سال ایک رقم مصارف مرمت کے لیے وضع کر لیا کرے گو سر دست مرمت کی

---

[1] ویزی صاحب کی لا رپورٹ انگلستان جلد ۱ صفحہ ۳۹۹ ۔ ۱۲ منہ [2] جس اصول پر یہ مسئلہ مبنی ہے اسکو ویسٹ صاحب جسٹس نے بمقدمہ فاطمہ بی بی بنام ایڈووکیٹ جنرل (انڈین لا رپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۴۲) مین مفصل بیان کر دیا ہے جسکا حوالہ سابق مین دیا گیا ۱۲ منہ

ضرورت ہو تاکہ اُس سے ایک سرمایہ ہو جائے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی ضرورت دفعۃً اسمین آپڑتی ہے کہ وقت پر کچھ بھی آمدنی نہین رہتی ہے۔ اگر کوئی مکان کسی شخص پر وقف کیا جائے تو وہ اُسکی آمدنی لینے کا مستحق ہے اُسمین رہنے کا مستحق نہین ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی سکونت کے لیے کوئی مکان وقف کیا گیا ہو تو اُسمین صرف رہ سکتا ہے اُسکی آمدنی نہین لے سکتا۔ اس مسئلہ کی صحت مین کلام کیا گیا ہے بہرکیف قاضی کو اختیار ہے کہ جو فعل اُس وقف کے حق مین مفید ہو اُسکی اجازت دیدے۔ اِن مسائل سے یہ اصول مستنبط ہو سکتا ہے کہ موقوف علیہم خود اپنی راے سے کسی حال مین وقف کی نوعیت کو نہین بدل سکتے۔

اگر وقف سے کچھ بھی آمدنی نہو اور جائداد وقفی برباد ہوتی جاتی ہو تو قاضی متولی کو اجازت دے سکتا ہے کہ چند روز تک اُس مکان یا اُسکے کسی حصہ کو کرایہ پر دیکر اُسکی آمدنی سے مرمت ضروری کردے۔ جب زمین وقفی سے اتنی آمدنی نہ ہو کہ اُسکے قائم رکھنے کے لیے کافی ہو یا جب مال وقف برباد ہوتا جاتا ہو اور اُسکے فنا ہو جانے کا ظن غالب ہو اور اُسکی آمدنی مصارف مرمت کے لیے کافی نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ یہ حکم صادر کرے کہ اِسکو فروخت کرکے اور کوئی جائداد خرید لیجائے اور اُس وقف مین شامل کردیجائے۔

یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور جبتک ممکن ہو اِسپر عمل کیا جائے۔ اگر مال وقف کو فروخت کرنا یا محاصل بیع کو مستحقین اور غربار کے مصرف مین لانا غیر ممکن ہو تو اس صورت مین امام محمد کے قول پر عمل کیا جائے کہ جب وقف کا مقصد فوت ہو جائے تو مال وقف واقف کے ورثہ پر عود کریگا۔

## فصل دوم

### وقف مساجد پر۔

وقف جائز کا اثر یہ ہوتا ہے کہ واقف کا حق ملکیت مال موقوف مین زائل ہو جاتا ہے اور موقوف علیہم کو بھی نہین حاصل ہوتا۔ لہذا مال وقفی قابل وراثت اور لائق انتقال نہین سہے۔

جب کوئی شخص کسی مکان یا کسی مقام کو مسجد یا مُصلّٰے کے مقاصد کے لیے وقف کرے جب وہان پر نماز پڑھی جائیگی تو واقف کا حق ملکیت زائل ہو جائے گا۔ اسپر سب علماء کا اتفاق ہے۔ مگر امام ابو یوسف کے نزدیک واقف کا حق ملکیت جب بھی زائل ہو جائیگا جبکہ وہ یہ کہدے کہ "یہ مکان یا یہ جگہ مسجد یا مُصلّے کے لیے وقف کی گئی"۔ کتاب ملتقیٰ مین لکھا ہے کہ نماز پڑھنا بمنزلہ وقف کر دینے کے ہے۔ مگر ذخیرہ مین لکھا ہے کہ اس نماز کو چاہیئے کہ نماز جماعت ہو جو باتفاق علماء بمنزلہ اقباض سمجھی جائیگی۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے مکان بنوائے کہ اسکو مسجد کے لیے وقف کرے گا اور اسمین لوگون کو نماز پڑھنے دے اور وہان نماز جماعت پڑھائی جائے تو وہ مسجد ایسی وقف ہو جائیگی کہ پھر وہ وقف منسوخ نہ ہو سکے گا۔

جب مکان کے اندر مسجد بنوائی جائے یا کوئی مقام مسجد قرار دیا جائے اور لوگون کو اجازت دیجائے کہ وہان جاکر نماز پڑھا کرین اور انکی آمد و رفت کے لیے ایک راستہ بھی مقرر کر دیا جائے تو اسپر سب کا اتفاق ہے کہ وہ وقف جائز و صالح ہو گا۔ لیکن اگر کوئی راستہ نہ مقرر کر دیا گیا ہو تو اس صورت مین امام اعظم کے نزدیک وہ وقف کافی نہین ہے مگر امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وہ وقف کافی ہے اور نماز کی اجازت دینے سے وہان جانے کا راستہ بھی سمجھ لیا جائیگا۔

پس اگر کوئی شخص اپنے مکان کے اندر مسجد بنوائے تو وہ مسجد وقف عام نہوگی اور اسمین مسجد عام کے احکام نہ جاری ہونگے تاوقتیکہ خاص و عام کو اسمین آکر نماز

سلہ ردالمختار صفحہ ۱۷۵ – ۲۱۲ء

پڑھنے کی اجازت نہ دیدی جائے۔ ایسی اجازت کی تصریح کردینا کچھ ضرور نہیں ہے مگر تاوقتیکہ اذن صریحًا یا ضمنًا نہ دیا جائے جو مسجد کسی مکان کے اندر بنائی گئی ہو وہ ایسی وقف عام نہ ہوگی کہ لوگ اُس مسجد کو یا اُسکے کسی جزو کو اپنے استعمال مین لانے کا دعویٰ کرسکین۔ مگر ساتھ ہی اِسکے یہ بھی ہے کہ خانگی مسجد کا وقف اگر دیگر اعتبارات سے بھی جائز ہو تو وہ وقف صحیح ہوگا اور ورثہ کا حق اُسمین کچھ نہ باقی رہیگا۔ جہان ایک مرتبہ بھی نماز پڑھی گئی ہو تو پھر یہ ثابت کرنا کچھ ضرور نہین ہے کہ وہ مقام بالتصریح وقف کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف یہ امر کہ وہان نماز پڑھی گئی وقف جائز و صالح پر دلالت کریگا۔

امام ابو یوسف کے نزدیک صرف واقف کا قول یعنی اُسکا اتنا کہدینا کہ یہ زمین وقف کی گئی کافی ہے۔ مثلاً اگر وہ یہ کہدے کہ فلان مکان مسجد قرار دی گئی تو یہ وقف صحیح ہوگا گو وہان نماز نہ پڑھی گئی ہو۔ قول مشہور یہی ہے جیسا کہ درّ المنتقٰی اور درّ المختار اور وقایہ اور اَور کتب معتبرہ مین لکھا ہے[1]۔

جب کوئی مسجد نماز پڑھوا کر وقف کیجائے تو بعض علماء کا قول ہے کہ اُس نماز کو چاہیئے کہ اذان و اقامت کے ساتھ پڑھی جائے۔ اِس شرط کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ چونکہ وقف مین اقباض شرط ہے گو امام ابو یوسف کا قول اِسکے خلاف ہے لہذا ہر وقف مین قبضہ کی نوعیت اُس شئے خاص کی نوعیت پر موقوف ہے۔ مثلاً قبرستان کا قبضہ یہ ہے کہ ایک مُردہ اُسمین دفن کردیا جائے اور حوض یا تالاب کا قبضہ یہ ہے کہ ایک شخص اُسمین پانی پیئے اور مسافرخانہ کا قبضہ یہ ہے کہ کوئی مسافر اُسمین اُترے۔ اِسی طرح سے چونکہ مسجد سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اُسمین نماز جماعت پڑھائی جائے لہذا حکم شرع یہ ہے کہ جب وہ صراحۃً نہ وقف کی گئی ہو تو اُسمین نماز جماعت بہ اذان و اقامت پڑھائی گئی ہو۔ اور جب ایک ہی آدمی مؤذن اور امام دونون کا کام کرے تو اُس اکیلے کا

[1] ردّ المختار صفحہ ۵۰۲ – ۱۲ منہ

نماز پڑھنا کافی ہے۔

اگر ایک مرتبہ بھی مسجد مین نماز پڑھی گئی ہو تو اُسکے وقف صالح ہونے کو اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر واقف اکیلا اُسمین نماز پڑھے تو یہ کافی نہوگا۔

قاضی خان کے نزدیک "جب ایک شخص نے بھی اذان و اقامت کے ساتھ مسجد مین نماز پڑھی ہو تو اُس مسجد کا وقف کامل ہو جائیگا۔ اور قول مشہور بھی یہی ہے کہ اگر مسجد مین ایک شخص بھی نماز پڑھ لے تو وہ مسجد وقف فی سبیل اللہ ہو جائیگی۔ کیونکہ مسجد خدا کا مال ہے اور اُسمین سب مسلمانون کا حق ہے اور ایک شخص بھی خدا کا اور اُسکے بندون کا حق و کالتًا ادا کر سکتا ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک کسی وقف کا جواز دیدینے پر نہین موقوف ہے خواہ مسجد ہو خواہ اور کوئی چیز وقف کی ہو۔ پس اگر کوئی شخص مسجد بنوا کر اُسمین لوگون کو نماز پڑھنے کی اجازت دے تو یہ وقف مطلق ہے اور اِسی قول کو ہمنے اختیار کیا ہے"

اگر کوئی مسجد متولی کو دیدیجائے مگر اُسمین نماز نہ پڑھی جائے تو بھی وہ وقف جائز ہوگا گو شمس الائمہ سرخسی کا قول اِسکے خلاف ہے۔

جب کسی شخص نے کوئی حوض یا چشمہ یا قبرستان وقف کیا ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ وقف منسوخ نہین ہو سکتا اور "اُنھین کے قول پر ہمارا عمل ہے" قبرستان مین ایک مُردے کا دفن ہونا بھی اُسکے وقف کو کافی ہے۔ اِسی طرح سے اگر مسافرخانہ مین ایک مسافر بھی اُترے تو اُسکا وقف پھر نہ منسوخ ہو سکیگا۔

اصول مصرحۂ بالا سے عمومًا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب وقف کا نفاذ اُس طریقہ سے کیا گیا ہو جس طریقہ سے اُسکو نافذ کرنا چاہئیے تو وہ وقف مکمل ہے اور قابل تنسیخ نہین ہے مثلاً مسجد سے خاص غرض یہ ہے کہ لوگ اُسمین نماز پڑھا کرین۔ اور قبرستان سے یہ غرض ہے کہ اُسمین مُردے دفن ہوا کرین۔ اور حوض یا تالاب سے یہ غرض ہے کہ لوگ

پانی پئے۔ پس امام ابو یوسف کے قول کے موافق جو مسلم الثبوت ہے یہ ہے کہ اگر وقف کا
بالفاظ صریح ہونا شہادت سے نہ ثابت ہو تو بھی اگر یہ معلوم ہو جائے کہ واقف کے سوائے
ایک شخص نے بھی اس مسجد مین نماز پڑھی ہے یا ایک شخص بھی اس قبرستان مین دفن
ہوا ہے یا ایک شخص نے بھی اس چشمہ سے پانی پیا ہے تو اُس وقف کو اُس مقصد
خاص کے لیے مکمل تصور کر لینا چاہیئے۔ چونکہ وقف کا استعمال جس طرح کیا جائے وہ اُسکی غرض
صلی یا صریحی کے موافق ہے لہذا اُسکا ثبوت قطعی تصور کرنا چاہیئے۔

ایک شخص ایک قطعہ زمین پر لوگون کو نماز پڑھنے کی اجازت دے اور نماز کے وقت کی
یا نمازیون کے تعداد کی کچھ قید نہ لگائے تو اُسکے مرنے کے بعد وہ زمین اُسکے متروکہ مین
نہ داخل ہوگی۔ لیکن اگر وہ اجازت کسی خاص موقع پر یا کسی خاص میعاد تک محدود تھی
تو وہ زمین بدستور قابل توریث باقی رہیگی اسواسطے کہ موقع یا وقت کی قید وقف
مطلق کے قیاس کے منافی ہے۔

جس مقام پر نماز عیدین یا نماز جنازہ اکثر پڑھی جائے وہ بھی قاضی خان وغیرہ کے
نزدیک مسجد کے حکم مین داخل ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "مین نے اپنا یہ کمرہ اس کام کے لیے مخصوص کر دیا ہے کہ
فلان مسجد کے چراغ کا تیل اس سے پہونچایا جائے" اور اور کچھ نہ کہے تو فقیہ ابو جعفر کا
قول یہ ہے کہ وہ کمرہ اُس مسجد پر وقف ہو جائیگا بشرطیکہ وہ متولی کے حوالہ کر دیا جائے
اور اسی قول کے موافق فتوے ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی زمین مسجد پر وقف کر کے اُس مسجد کے متولی کے حوالہ کر دے
تو یہ وقف جائز ہے اور قابل تنسیخ نہین ہے۔

اگر کوئی شخص مسجد بنانے کے لیے یا مسجد کے خرچ کے لیے روپیہ وقف کرے تو
جائز ہے مگر بعد اقباض۔

اگر کوئی شخص اپنا مکان کسی مسجد پر یا مسلمانون پر صدقہ کرے تو جائز ہے اور فتوے یہی ہے۔

مساجد اور قبور کی مرمت کے لیے وقف کرنا جائز ہے کہ ایسا وقف دوام پر دال ہے۔

بادشاہ کوئی جزو اُس زمین کا جو مصالحہ یا عہد و پیمان سے حاصل ہوئی ہو اِس لیے نہین دے سکتا کہ بلا اجازت مالکان زمین کے اُس زمین کی مسجد بنا لیجائے مگر وہ کوئی جزو اُس زمین کا دے سکتا ہے جو جہاد مین پائی ہو بشرطیکہ اس سے کسی شخص کے حقوق راہداری مین خلل واقع ہو۔

اگر کوئی شخص مسجد بنوائے مگر اُسکا کوئی متولی نہ مقرر کرے تو تولیت خود اُس شخص کی باقی رہیگی۔ بعض علما کا یہی قول ہے۔

اہل محلہ کو اپنے صرف سے مسجد کی مرمت اور توسیع کرنا اور اُسکے لیے عمدہ اسباب مہیا کرنا جائز ہے۔ مگر اُس مسجد کے مال سے ایسا کرنا اُنکو نہین جائز ہے تا وقتیکہ اس امر کی اجازت قاضی سے نہ لیجائے۔ اگر اہلِ محلہ قاضی کی اجازت سے یا بغیر اُسکی اجازت کے اُس مسجد مین کوئی اصلاح کرنا چاہین تو واقف کے ورثہ اعتراض نہین کرسکتے اِلّا اینکہ یہ امر واقف کی مرضی کے صریحاً خلاف ہو۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زنانے مکانات مین کچھ کمرے نماز پڑھنے کے لیے یا محرم کی تعزیہ داری کے واسطے مخصوص کر دیے جاتے ہین۔ ایسے کمرے وقف مین داخل نہین ہین اور اُن پر وقف کے احکام آئین نہین جاری ہوسکتے گرچہ اُنکے مالکون نے اکثر یہ عذر کرکے اجرائے ڈگری سے گریز کرنا چاہا ہے کہ یہ جائداد وقفی ہے اور مسجد یا امام باڑہ مین داخل ہے۔ لیکن اکثر صورتون مین خاص خاص مکانات رسوم مذہبی کے لیے مخصوص کردیے جاتے ہین جیسے کربلائی محمد کا امام باڑہ کلکتہ مین ہے اور اُنکا دروازہ اکثر زنانے مکان کے

دروازہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور جملہ اعتبارات سے اُن شرائط کی تکمیل ہو جاتی ہے
جو علامۂ قہستانی نے قرار دیے ہین جنھون نے فرمایا ہے کہ جب مسجد زنانے مکان سے
یعنی اُس مکان سے جسمین واقف رہتا ہو ایسی وصل ہو کہ اُن دونو مین فصل کرنا ضروری
ہو جائے تو مکان وقفی کو صاف صاف بیان کر دینا چاہیئے۔ ایسے مکانات کا وقف
صحیح ہونے مین کچھ کلام نہین ہو سکتا۔ مگر شرع مین وقف کا اصول یہ ہے کہ زنانے مکان کے
ایک حصہ کو وقف کر دینا اور دوسرے حصہ مین واقف کا خود رہنا مکروہ ہے۔ مثلاً کسی
مکان کے اوپر کے یا نیچے کے درجہ کو بطور مسجد وقف کرنا نہین جائز ہے اِلّا اینکہ اُس مقام
خاص مین کثرت مکانات کی وجہ سے ایسی مسجدین بنانے کا دستور ہو گیا ہو۔ امام ابویوسف
اور امام محمد دونون صاحبون نے ایسے اوقاف کا بغداد اور رَے مین جائز ہونا اسوجہ سے تسلیم
کر لیا تھا کہ اُس زمانہ مین اِن شہرون مین آبادی کی بڑی کثرت تھی۔ اِس تقریر سے
یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کسی شخص کا زنانے مکان کے ایک حصہ کو اپنی عیال کے نماز پڑھنے
کے لیے یا اور رسوم مذہبی کے واسطے چندروز کے لیے مسجد یا امام باڑہ وغیرہ بنا لینا شرعاً
ممنوع ہے کیونکہ حکم شرع یہ ہے کہ تاوقتیکہ بعض شرائط کی تعمیل نہو جائے ایسے مقامات مین
وقف کے احکام نہ جاری ہونگے بلکہ مالک کی ذاتی جائداد مین داخل سمجھے جائینگے۔
مگر جب کوئی سارا مکان مسجد یا امام باڑہ یا مدرسہ کے لیے وقف کر دیا گیا ہو اور اُسکا
ایک حصہ اُس وقف کے غرض خاص کے لیے استعمال بھی کیا گیا ہو اور مابقی مین اُس
مسجد یا امام باڑہ یا مدرسہ کے ملازمین وخدام رہتے ہون یا لوگون کو کرایہ پر دیکر اُسکی
آمدنی وقف مین شامل کیجاتی ہو تو ایسا وقف جائز ہے۔ جب اُس مکان کے ایک
حصہ مین خود واقف بحیثیت متولی رہتا ہو تو اِس امر کا تصفیہ اُس وقف کے حالات پر
موقوف ہوگا کہ آیا وہ وقف واقعی ہے یا صرف برائے نام کیا گیا تھا۔ اگر وہ وقف
واقعی ہے تو صرف اُس مکان کے ایک حصہ مین واقف کے بحیثیت متولی رہنے سے

وہ ناجائز نہ ہو جائیگا۔

ہدایہ مین لکھا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک کسی مکان کے بیچ کے بڑے کمرے کو مسجد کے لیے وقف کرنا جائز ہے۔ مگر ردّ المختار مین اس قول کی صحت مین کلام کیا ہے۔

جب کوئی مسجد شکست ہو گئی ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ اسکو کسنے بنوایا تھا تو قاضی کی منظوری سے اہل محلہ اسکے مصالح کو بیچکر اسکی قیمت سے نئی مسجد بنوا سکتے ہین۔ مسجد مین کنوان کھد سکتا ہے بشرطیکہ اس سے مسجد کا فائدہ مقصود ہو۔ مسجد کے کسی حصہ کو واقف اپنے اغراض ذاتی کے لیے کرایہ پر نہین دے سکتا ہے۔ جب مسجد جاتی رہے تو واقف اسکو اور کسی مصرف مین نہین لا سکتا۔ مسجد سے کچھ منافع نہ لینا چاہیئے نہ اسکو کرایہ دینا چاہیئے اور نہ اسکو کسی شخص کی جائے سکونت بنانا چاہیئے۔

امام اعظم کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی جو زمین ایک مرتبہ مسجد کے لیے وقف کر دی گئی ہو وہ ہمیشہ وقفی رہتی ہے گو وہ مسجد منہدم ہو جائے اور وہ زمین ویران پڑی رہے۔ اور اسی قول کے موافق فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی ہے کہ قاضی سے اجازت لیکر اس مسجد شکستہ یا اس ویران جگہ کو بیچکر اسکی قیمت سے اور کوئی مسجد اس مسجد کہنہ کے قریب بنوا لیجائے یا جو اور کوئی مسجد اسکے قریب بنی ہوئی ہو اسکے مصرف مین لائی جائے۔

شرح ملتقی مین لکھا ہے کہ جب کسی وقف کا مقصد فوت ہو جائے تو جائز ہے کہ اسکی آمدنی اس بات مین صرف کیجائے جو اس وقف کی جنس قریب ہے۔ مثلاً اگر وقف سے حوض بنانا مقصود تھا تو اسکی آمدنی سے تالاب بن سکتا ہے یا نہر بن سکتی ہے اگر اس سے مسجد بنانی مقصود تھی تو اسکی آمدنی کسی اور مسجد مین یا صوم و صلواۃ وغیرہ مین صرف ہو سکتی ہے[۱]۔

[۱] امام محمد کے نزدیک یہ ہے کہ مسجد شکستہ واقف پر عود کریگی اور قاضی خان نے لکھا ہے کہ ص

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا ہے کہ جب کوئی حوض یا مسجد منہدم ہو جائے اور متروک ہو جائے تو قاضی حکم دیکر اُسکے مصالح کو ایک اور حوض یا مسجد مین صرف کرا سکتا ہے۔ اور مصنف ردّ المحتار[۱] لکھتے ہین کہ "وہ اِس زمانہ مین امام الحلوانی کے اقوال اختیار کرنا ضرور رہے جنھون نے قاضی کو اجازت دی ہے کہ مسجد شکستہ کا مصالح اُٹھوا کر دوسری مسجد مین جو متروک نہ ہو گئی ہو لگوا دے"

وقف کرنے کے وقت واقف یہ اختیار اپنے لیے رکھ سکتا ہے کہ موقوف علیہم کو یا اُنکے حق کو مال وقف مین جب چاہے بدل دے۔ مگر بعد از آن وہ ایسا نہین کر سکتا چنانچہ ردّ المحتار مین لکھا ہے کہ "وہ واقف وقف کے شرائط کو بدل دینے کا اختیار نہین رکھتا ہے اِلّا اینکہ اُسنے یہ اختیار خاصتہً اپنے لیے باقی رکھا ہو"۔ اگر اُسنے یہ اختیار اپنے لیے باقی رکھا ہو کہ موقوف علیہم مین کسی کو داخل کرے یا خارج کر دے یا متولی کو اُسکے عہدہ سے برخواست کرے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہو گا مگر وقف کی نوعیت یا حقیقت مین کچھ تغیر نہ ہو سکے گا۔ اِسی طرح سے متولی کو شرائط وقف نامہ سے تجاوز کرنا نہین جائز ہے۔ وقف نامہ مین یہ شرط درج کرنا جائز ہے کہ متولی کو ملازمین کی تنخواہ مین کمی و بیشی کرنی اور برطرفی و بحالی کا اختیار ہو گا۔ مگر ساتھ اِسکے اُس وقف کی مصلحت ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے۔ قاضی خان فرماتے ہین کہ "اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس کچھ زمین غربا پر وقف کرکے متولی کے سپرد کر دے اور اپنی وفات کے وقت

کہ فتوی امام محمد کے قول کے موافق ہے۔ مگر بحر مین اِس اختلاف کو یون جمع کیا ہے "وہ مسجد متروک مین جو چیزین ہون وہ تو واقف کو ملینگی مگر وہ مسجد اور وہ زمین دوامًا وقف رہیگی" ۔ امام ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ وہ مسجد اور زمین واقف کو یا اُسکے ورثہ کو نہین مل سکتی نہ اُنکی جائداد موروثی ہو سکتی ہے۔

۱؎ رد المحتار صفحہ ۵۰۷ ۔ ۱۲ منہ ۲؎ مقدمہ ہدایت النسا بنام فضل حسین لا رپورٹ سلسلہ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

اپنے وصی کو وصیت کرے کہ اس وقف کی آمدنی مین سے اسقدر فلان شخص کو دیا کرنا تو یہ جائز نہوگا اسواسطے کہ وقف کرنے کے وقت وہ اُس آمدنی مین اپنے حق سے دست بردار ہوگیا تھا لیکن اگر اُسنے وقت کرنے کے وقت اُس آمدنی کو خرچ کرنے کی ہدایت کرنے کا اختیار اپنے لیے باقی رکھا ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

جب واقف اپنے مال کو کسی کارخیر کے لیے وقف کرکے اپنے حق ملکیت کو متولی پر منتقل کردے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ جب چاہے اُس حق کو متولی سے لیکر دوسرے شخص کو دیدے اِلّا اینکہ وقف کرنے کے وقت اُسنے ایسا اختیار بالفاظ صریح و واضح اپنے لیے باقی رکھا ہو۔

"جب دو وقف ایک ہی واقف نے کیے ہون اور ایک ہی مقصد سے کیے ہون مگر کسی آفت ارضی وسماوی کی وجہ سے ایک وقف کی آمدنی کم ہوجائے اور دوسرے وقف کی آمدنی مین سے مصارف ضروری دینے کے بعد کچھ بچ رہے تو قاضی یہ حکم دے سکتا ہے کہ پہلے وقف کے ملازمین کی تنخواہین دوسرے وقف کی آمدنی کی بچت سے دیدی جائین" لیکن اگر اُن دونو وقفون کا مقصد مختلف ہو تو قاضی کو ایسا کرنے کا اختیار نہین ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک مسجد پر دو وقف کرے۔ ایک وقف اُسکی عمارت کے لیے اور دوسرا امام اور مؤذن کے واسطے اور دوسرے وقف کی آمدنی کے کم ہوجانے کی وجہ سے امام اور مؤذن نوکر نہ رہ سکین تو حاکم کو جائز ہے کہ اُس محلہ کے عمائد سے مشورہ کرکے حکم صادر کرے کہ امام اور مؤذن کی تنخواہ پہلے وقف کی آمدنی سے دیدی جائے جو عمارت کے لیے کیا گیا تھا بشرطیکہ ایک ہی شخص نے دونو وقف کیے ہون ؎ اگرچہ متولی اُن دونو وقفون کا مقرر کیا گیا ہو مگر وہ یہ اختیار نہین رکھتا ہے کہ ایک وقف کی آمدنی کی بچت مین سے دوسرے وقف کے ملازمین کی تنخواہ دیدے بلکہ اُسکو درخواست کرکے قاضی کی منظوری حاصل کرنی چاہیئے۔

جب کئی وقف ایک ہی مسجد پر کیے گئے ہوں تو متولی اُن سب کی آمدنی کو اکھٹا رکھکر ایک ہی حساب سب کا رکھ سکتا ہے اور اگر اُس سے متعلق ایک دوکان مرمت طلب ہو تو اسمین کچھ قباحت نہین ہے کہ اُسی مسجد کی دوسری دوکان کی آمدنی سے اُس دوکان کی مرمت کرادیجائے۔

اگر کوئی شخص مسجد بنانے کے لیے زمین وقف کرے تو پھر اُسکو بازیافت نہین کرسکتا نہ بیچ سکتا ہے نہ وہ زمین اُسکے ورثہ کو ورانتًا مل سکتی ہے اِسواسطے کہ واقف کا حق اُس زمین سے بالکل جاتا رہا ہے اور وہ مال خدا ہو گیا ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ سب چیزین دراصل پروردگار عالم کی ہین۔ پس جب وہ شخص اُس زمین مین اپنے حق سے دست بردار ہو گیا تو وہ اپنے مالک حقیقی کو ملیگی اور اُسکا اختیار اُس زمین کے اُسی طرح جاتا رہیگا جس طرح آقا کا اختیار غلام کو آزاد کردینے کے بعد اُسپر کچھ نہین باقی رہتا۔

## فصل چہارم

### اوقاف حوض یا نہر یا سراؤن وغیرہ کے لیے

امام ابو یوسف کے نزدیک ہر کار رفاہ عام کے لیے وقف واقف کے قول سے ہو سکتا ہے جیسا مسجد کے باب مین ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص مسلمانون کے سلیے حوض یا نہر بنوائے یا مسافرون کے واسطے سراے تعمیر کرے یا قبرستان کے لیے زمین دے یا کاروان سراے بنوائے تو ان سب صورتون مین واقف کے قول سے وقف کامل ہو جاتا ہے اور اُسکا حق ملکیت اُس چیز مین بالکل زائل ہو جاتا ہے[۱] امام محمد کے نزدیک واقف کا حق اُسوقت جاتا رہتا ہے جبکہ لوگ اُس حوض یا نہر کو استعمال مین لائین

---

[۱] امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک واقف کا حق ملکیت جب زائل ہوتا ہے جبکہ قاضی حکم صادر کرے یا اگر وقف بطور وصیت کے ہو تو اُسوقت جبکہ واقف مرجائے ۱۲ منہ

یا اُس سرائے یا کاروان سرائے مین قیام کیا ہو یا اُس قبرستان مین مُردے دفن کیے ہون اور اگر ایک شخص نے بھی ایسا کیا ہو تو کافی[1] ہے۔ کوئون اور تالابون کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ کسی متولی کے سپرد کر دیے گئے ہون تو بھی وقف اِسی طرح سے جائز ہوگا مبسوط[2] مین لکھا ہے کہ باتفاق علماء فتوے صاحبین کے قول کے موافق ہے۔ ہر شخص اُس کوئین یا اُس تالاب سے پانی پی سکتا ہے اور اپنے مواشی اور اونٹون کو پانی پلا سکتا ہے اور اور اُسکے پانی مین غسل اور وضو کر سکتا ہے۔ اِن سب رفاہ عام کی چیزون کے استعمال مین امیر و غریب کا کچھ امتیاز نہین ہے اور سب کو اُس سرائے یا کاروان سرائے مین اُترنا اور اُس حوض یا تالاب سے پانی پینا یا اُس قبرستان مین مُردے دفن کرنا جائز ہے۔ مگر آمدنی اُس مکان کی جو غازیون یعنے مجاہدین پر وقف کیا گیا ہو صرف وہ غازی یا مجاہد لے سکتے ہین جو محتاج ہون۔ جب کوئی مکان حجاج اور زائرین پر وقف کیا گیا ہو تو راہگیر اُسمین نہین رہ سکتے اور جب حج و زیارت کی فصل تمام ہو جائے تو وہ مکان کرایہ پر دیا جائے اور اُسکے کرایہ سے اُسکی مرمت کیجائے اور جو کچھ بچت رہے وہ غربا پر تقسیم کر دیجائے۔

سڑک یا راستہ اِس طرح وقف ہو سکتا ہے کہ اُسکا مالک گواہون کے سامنے کہدے کہ مین نے اِسکو وقف کیا۔ مگر جن فقہاء کے نزدیک تفویض یا سپردگی تکمیل وقف کو لازم ہے اُنکا قول یہ ہے کہ اقل مراتب ایک آدمی اُس راستہ سے گذرے تا کہ اُس گذرنے والے کی شہادت ہو جائے۔ ہلال کے نزدیک یہی حکم پُل مین بھی جاری رہیگا امام ابو یوسف کے نزدیک صرف واقف کا کہدینا یا ایک شخص کا وقفی چیز کو استعمال مین لانا ایسی چیزون مین ازالۂ حق ملکیت[1] کے لیے کافی ہے۔

[2] جب کوئی مُردہ زمین وقفی مین دفن کیا گیا ہو خواہ اُسکو دفن ہوئے بہت عرصہ

---

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۵۵۴ - ۱۲ منہ [2] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۵۵۶ - ۱۲ منہ

گذرا ہو خواہ کم مدت گذری ہو تو بغیر کسی عذر کے نبش قبر نہین ہو سکتا یعنی اُسکو قبر کھود کر نہین نکال سکتے۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ زمین غصبی ہے یا کسی شخص کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہے تو نبش قبر جائز ہے۔

ایک عالم سے کسی نے پوچھا کہ جب کسی مسجد مین کوئی نماز جماعت پڑھنے والا نہ باقی رہا ہو اور وہ منہدم ہوتی جاتی ہو تو آیا اسکو قبرستان بنا دینا جائز ہے۔ اُنھون نے فرمایا نہین۔ اور جب اُنسے ایک قبرستان کے باب مین پوچھا گیا کہ بالکل شکست ہو گیا ہے اور اب اُسمین مُردون کی ہڈیان بھی نہین باقی رہی ہین آیا اُس زمین مین غلہ بو کر اُسکی پیداوار لینا جائز ہے۔ اُنھون نے فرمایا نہین "کیونکہ شرعًا تو وہ زمین ابتک قبرستان ہی کا حکم رکھتی ہے"

"اگر کوئی شخص اپنی زمین مین قبرستان یا سراے بنوائے اور اگر وہ زمین خراجی ہو تو اُسکا خراج نہ دینا پڑیگا۔ اصح یہی ہے"

"جب کوئی عورت اپنی زمین کے ایک جزء مین قبرستان بنوائے اور اُسمین اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور اُسمین اپنے بیٹے کو دفن کیا ہو مگر وہ قطعہ زمین اِسوجہ سے قبرستان کے لائق نہ رہا ہو کہ اُسمین پانی بھر گیا ہو اور وہ عورت اُس زمین کو بیچڈالنا چاہے۔ پس اگر وہ زمین ابتک اِس قابل ہو کہ لوگ اُسمین مُردے دفن کرنا چاہین تو وہ عورت اُسکو نہین بیچ سکتی لیکن اگر لوگ اُسمین مُردے دفن کرنا نہ منظور کرین تو وہ عورت اُسکو بیچ سکتی ہے"

اگر کوئی شخص کسی تکیہ مین اپنے لیے قبر کھُدوائے تو آیا دوسرا شخص اُسمین مُردہ دفن کر سکتا ہے۔ اگر اُس قبرستان مین جگہ وافر ہو تو اُس شخص کو اُس قبر مین مداخلت نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر وہان اور جگہ نہو تو وہ اپنا مُردہ اُسی قبر مین دفن کر سکتا ہے یہ صورت بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا مصلےٰ مسجد مین بچھا چکا ہو یا کسی کاروان سراے مین

اُتر چکا ہو کہ دوسرا شخص آجائے۔ پس اگر وہان جگہ وافر ہو تو وہ دوسرے کو کیون تکلیف دے[۱]

# آٹھوان باب

## فصل اوّل[۱]

### متولی کا تقرر اور اُسکے اختیارات

واقف کو اپنی تولیت رکھنا جائز ہے۔ اور جب واقف نے مال وقفی کے انتظام کے لیے کوئی متولی نہ مقرر کیا ہو نہ اُسکی تولیت صاف صاف اپنے اختیار مین رکھی ہو تو تولیت واقف ہی کو ملیگی[۱]۔ اُسکو اپنی زندگی بھر اختیار رہے کہ جب چاہے متولی مقرر کردے اگر وہ مرجائے اور کسی کو متولی نہ مقرر کرجائے تو اُسکے وصی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار رہوگا۔ اور اگر اُسکا وصی نہ ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی کو ہوگا۔

متولی بدانتظامی یا بددیانتی کی علت مین موقوف ہوسکتا ہے بشرطیکہ یہ ثابت کردیا جائے[۲]۔ محض اتہام اُسکی موقوفی کے لیے کافی نہین ہے۔ اگر متولی پاس سرمایہ وقف ہو اور وہ مکان وقفی کی مرمت مین غفلت کرے اور اُسکو بے مرمت پڑا رہنے دے تو یہ بمنزلہ خیانت کے ہوگا کیونکہ اگر وہ عمدًا اور قصدًا مال وقف کو نقصان پہونچائے یا تلف ہوجانے دے یا اُس مال مین کوئی بدمعاملگی کرے تو اُسکو موقوف کردینا واجب[۳] ہے۔

اگر کوئی متولی مکان وقفی مین سکونت اختیار کرے اور ایسا مضمون وقف نامہ مین نہ لکھا ہو یا بغیر قاضی کے حکم کے اُسمین بود و باش اختیار کرے تو یہ فعل اُسکا ناجائز

---

[۱] مقدمہ ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ سلطانی بیگم۔ لارپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو ۲۔ امنہ

[۲] مقدمہ محمد صادق بنام محمد علی۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۔ اور مقدمہ ہدایت النسا بنام سید فضل حسین۔ لارپورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۳۰۴۔ ۱۲ امنہ

[۳] مقدمہ سید امداد حسین بنام محمد علی خان۔ ویکلی رپورٹر جلد ۲۳ صفحہ ۱۵۰۔ ۱۲ امنہ

اور مداخلت بیجا سمجھا جائیگا۔

اگر واقف خود ہی متولی کا عہدہ رکھتا ہو اور مداخلت بیجا یا خیانت کرے تو وہ بھی موقوف ہو سکتا ہے خواہ اس مضمون کی شرط وقف نامہ مین لکھی ہو خواہ نہ لکھی ہو۔ وقف کے فرائض کو ادا کرنے کے قابل نہ ہونا بھی عہدۂ متولی سے موقوفی کا باعث ہو سکتا ہے۔

جو شخص امین اور معتبر ہو اور عہدۂ متولی کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وہ متولی مقرر ہو سکتا ہے ۵ اس اعتبار سے مرد اور عورت یکسان ہین ۵ یعنی عورت بھی مرد کی طرح متولی مقرر ہو سکتی ہے۔ اختلاف مذہب مانع تولیت نہین ہے کسی شخص کا شیعہ مذہب ہونا اُس وقف کے متولی ہونے سے نہین مانع ہو سکتا جو کسی سُنی نے کیا ہو۔ جبتک کوئی شخص فرائض تولیت کو خود یا بذریعہ کسی نائب یا کارندہ کے ادا کرسکے وہ عہدہ تولیت رکھنے کی لیاقت رکھتا ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت۔

مگر جب متولی کو اُس وقف مین رسوم مذہبی ادا کرنے پڑین تو اس صورت مین عورت متولی نہین مقرر ہو سکتی۔ مثلاً اگر متولی امام جماعت یا داروغہ امام باڑہ ہو اور اس حیثیت سے اُسکو نماز یومیہ یا جمعہ وغیرہ پڑھانی پڑے یا رسوم عزاداری محرم وغیرہ مین اہتمام کرنا پڑے تو عورت ایسے ہنگام مین اپنی انثائیت کی وجہ سے متولی نہین ہو سکتی۔ یا متولی سجادہ نشین ہو تو بھی عورت متولی نہین ہو سکتی کہ وہ سجادہ نشین نہین ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر وقف اس قسم کا ہو کہ کسی خاص فرقہ یا کسی خاص مذہب کے رسوم اُسمین ادا کرنے پڑین تو دوسرے فرقہ یا مذہب کا آدمی عموماً اُسکا

۵ مقدمہ دیال چند ملک بنام سید کرامت علی۔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۶۔ جو شخص کسی گناہ صغیرہ یا خفیف جرم کا مرتکب ہو جیسے کسی کو بدنام کرنا یا گالی گلوج کرنا وہ متولی ہونے کے ناقابل نہین سمجھا گیا ہے ۱۲ منہ ۵ سلکٹ رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۲۲ - ۱۲ منہ۔

متولی نہ مقرر کیا جائے گا۔

جب متولی خیانت کی علت مین اپنے عہدہ کے قابل نہ باقی رہے تو اُسکو موقوف کردینا چاہیئے مگر محض مداخلت بیجا کی علت مین وہ اپنے عہدہ سے برخواست نہین ہوسکتا پس جبتک وہ برطرف نہ کیا جائے اُسوقت تک جو کام اُسنے کیے ہون بشرطیکہ مشروع ومباح ہون وہ جائز سمجھے جائینگے تاوقتیکہ شرعی کارروائی سے منسوخ نہ کیے جائین۔

متولی کو (۱) بالغ اور (۲) عاقل ہونا چاہیئے۔ پس اگر کوئی نابالغ متولی یا وصی مقرر کیا جائے تو اصول قیاس کے بموجب تو اُسکا تقرر ناجائز سمجھا جائیگا مگر شرعاً اُسکا تقرر اُسکے بلوغ کے زمانہ تک معطل رہیگا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے گا تب تولیت اُسکے سپرد کیجائیگی۔[۱]

اگر متولی یا وصی غلام ہو تو قیاساً اور شرعاً دونوطرح سے اُسکا تقرر جائز ہے کیونکہ متولی یا وصی کے فرائض بجالانے کی قابلیت تو اُسمین موجود ہے۔ اسی طرح سے ذمی یا غیر مسلم جو پادشاہ اسلام کی رعیت ہو متولی مقرر ہوسکتا ہے۔ مگر قاضی ایسے متولی کو اِس وجہ سے موقوف کرسکتا ہے کہ اُسکی حیثیت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ فرائض تولیت کو بخوبی نہین ادا کرسکتا۔[۲]

متولی نابالغ اگر اکیلا متولی ہو تو کسی کو اپنا نائب نہین مقرر کرسکتا۔ اگر کوئی نابالغ متولی مقرر کیا گیا ہو اور اُسکے ساتھ کوئی بالغ شریک تولیت نہ کیا گیا ہو تو قاضی کسی شخص کو مقرر کردے کہ وہ کام کیا کرے تاوقتیکہ وہ متولی سن بلوغ کو پہونچے۔ اگر نابالغ کے ساتھ کوئی بالغ شریک تولیت ہو تو قاضی کسی شخص کو اُس نابالغ کی طرف سے مقرر کرسکتا ہے کہ دوسرے متولی کی شارکت سے کام کرے یا اُسی بالغ متولی کو حکم دے کہ اُس نابالغ کی طرف سے بھی کام کیا کرے۔

اگر واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ متولی کو موقوف کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا تو بھی

---

[۱] ردالمختار صفحہ ۵۵۴-۱۲ منہ [۲] ردالمختار صفحہ ۵۵۵-۱۲ منہ

قاضی خیانت کی علت مین اُسکو موقوف کرسکتا ہے - جب کسی شخص نے وقف نامہ مین متولی مقرر کردیا ہو تو قاضی اُسکو برخاست نہین کرسکتا تاوقتیکہ بددیانتی یا خیانت کا جرم اُسپر ثابت نہ کردیا جائے۔[۱]

جامع الفصولین مین لکھا ہے کہ "جب متولی کو واقف نے یا حاکم شرع نے مقرر کیا ہو تو وہ بلا وجہ نہین موقوف ہوسکتا تاوقتیکہ صریحی مداخلت بیجا یا خیانت یا اور کوئی ایسا ہی سبب نہ ثابت کردیا جائے" ایسا ہی سبب" مین اُسکا فرائض تولیت ادا کرنے کے قابل نہ ہونا یا فاسق وفاجر ہونا بھی داخل ہے۔

اگر واقف[۲] کے اقربا، اور ہمسایون مین سے کوئی شخص کار تولیت بلا اجرت انجام دینے پر راضی نہ ہو اور غیر آدمی اُس کام کو بلا اجرت کرنے پر راضی ہوجائے تو اُسکو مقرر کرنا قاضی کی راے پر موقوف ہے اور قاضی یہ سمجھ لے کہ کس کو متولی مقرر کرنا اولیٰ ہے جو لوگ وقف سے وظائف پاتے ہون اُنکے وظیفہ نہ بند کیے جائین تاوقتیکہ اُنپر کوئی ایسا جرم نہ ثابت کردیا جائے جسکی سزا موقوفی وظیفہ ہے۔

جو طالب علم تین مہینہ سے غیر حاضر ہو صرف غیر حاضری کی وجہ سے اُسکا حجرہ نہ چھین لیا جائے نہ اُسکا وظیفہ موقوف کیا جائے۔

"کتاب اشباہ مین لکھا ہے کہ اگر خود بادشاہ ایسے شخص کو مدرس مقرر کرے جو لائق نہ ہو تو وہ موقوف ہوسکتا ہے اِس واسطے کہ سلطان کا فعل بھی نامعقول یا نامناسب نہ ہونا چاہیئے۔ اور بزازیہ مین لکھا ہے کہ جب بادشاہ کسی نالائق آدمی کو مقرر کرے تو وہ دوگناہون کا مرتکب ہو گا اول تو نالائق آدمی مقرر کرنے سے وہ لائق آدمی کی حق تلفی کریگا دوسرے یہ کہ جو شخص اُس عہدہ کے لائق نہ تھا اُسکو مقرر کرکے وہ خلق اللہ سے ناانصافی کرے گا۔

[۱] ردالمختار صفحہ ۵۹۶ - ۱۲ منہ [۲] ردالمختار صفحہ ۵۵۵ - ۱۲ منہ

متولی منصب تولیت کو خود نہین ترک کرسکتا بلکہ اُسکو قاضی کی منظوری سے اپنے عہدہ سے استعفا دینا چاہئیے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ متولی استعفا دیکر دوسرے کو اپنے عہدہ پر مقرر کرسکتا ہے۔ مگر انہین علماء کا یہ بھی قول ہے کہ یہ دوسرا شخص متولی نہ ہوجائیگا تاوقتیکہ قاضی اُسکے تقرر کو نہ منظور کرے اور قاضی کو یہ واجب نہین ہے کہ اُسی کو متولی مقرر کرے کتاب بحر الرائق مین یہ قول استناداً لکھا ہے کہ متولی دوسرے شخص کو اپنے عہدہ پر نہین مقرر کرسکتا تاوقتیکہ وہ مرض الموت مین مبتلا ہوکر صاحب فراش نہ ہوگیا ہو۔

جب کوئی شخص ایک مرتبہ جائز طور سے متولی مقرر ہوچکا ہو تو جبتک وہ اپنے عہدہ پر رہے دوسرا متولی نہین مقرر ہوسکتا۔

اگر کوئی متولی کسی شخص سے کچھ روپیہ بطور معاوضہ کے لیکر اپنا عہدہ اُسکو دیدے اور اُس دوسرے شخص کو قاضی نے نہ مقرر کیا ہو تو متولی اُس شخص پر اُس روپیہ کی نالش نہین کرسکتا ہے [1] اگرچہ وہ روپیہ دینا ناجائز تھا [2] چند علماء متاخرین نے ایسا روپیہ دینا جائز قرار دیا ہے مگر یہ فعل قول اصح کے خلاف اور نہایت مکروہ ہے۔

## فصل دوم

### متولی کا تقرر

معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین متولیان اوقاف نے اپنے فرائض منصبی کو اپنے عوضیون کے

---

[1] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۔ [1a] متولی اپنی وفات کے وقت اپنا عہدہ دوسرے شخص کو اُسی طرح دے سکتا ہے جسطرح وصی مرتے وقت اپنا عہدہ دوسرے کو تفویض کرسکتا ہے۔ مگر جب واقف نے کوئی خاص جائداد متولی کو تفویض کی ہو تو وہ جائداد اُس شخص کے سپرد نہ ہوسکیگی جسکو متولی نے اپنا عہدہ دیا ہے بلکہ یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائیگا تاکہ وہ اُسی قسم کے عہدہ کی تنخواہ اُسکے لیے مقرر کرے اِلّا اینکہ ہر متولی کی تنخواہ واقف نے خود مقرر کردی ہو جبتک متولی زندہ اور صحیح و سالم رہے دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام شرعاً نہین مقرر کرسکتا اِلّا اینکہ اُسکا تقرر اُس وقف مین عموماً داخل ہو [1b] بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۰۴ – ۱۲ منہ

[2] ردالمحتار صفحہ ۵۹۸ – ۱۲ منہ

ذریعہ سے بجا لاتے تھے۔ مشاہرہ معینہ متولی کا وہ خود وصول کرتے تھے اور اُسمین سے کچھ سا اپنے عوضیون کو بھی دیدیتے تھے۔ اِس فعل کے جواز مین متقدمین علماء اسلام نے بہت کلام کیا ہے مگر متاخرین نے عموماً اتفاق کیا ہے کہ عوضی مقرر کرنا نہین جائز ہے تاوقتیکہ اسکی کوئی وجہ وجیہ نہو۔ البتہ متولیہ یعنی عورت متولی اپنی نسائیت کی وجہ سے چونکہ سب فرائض تولیت کو نہین بجا لاسکتی ہے لہذا کسی کو اپنا نائب مقرر کرسکتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب "عذرات شرعیہ" کی وجہ سے یعنی بیماری یا غیر حاضری کے باعث متولی چند روز کام کرنے سے معذور ہوجائے تو اُسکا کام وہ شخص کرسکتا ہے جسکو خود اُسنے یا قاضی نے مقرر کیا ہو جب ایسا تقرر ہوجائے تو قائم مقام متولی کل تنخواہ یا اُسکا جزء پانے کا مستحق ہے موافق اُس اقرار کے جو اُسمین اور متولی مین ہوگیا ہو۔ ابن شبلی نے اپنے فتاوے مین لکھا ہے کہ جب متولی ضعف و نقاہت کی وجہ سے اپنے کام کی خود نگرانی کے قابل نہ رہا ہو تو وہ کسی کو اپنا عوضی یا مددگار مقرر کرسکتا ہے مگر ذمہ داری اُسی سے متعلق رہیگی اور عوضی صرف متولی[۱] کی اپنی تنخواہ سے لیگا۔ مگر متولی اپنا عہدہ کسی کو تفویض یا منتقل نہین کرسکتا نہ دوسرے شخص کو اپنی زندگی مین مقرر کرسکتا ہے تاوقتیکہ خود اُسکو عام اختیارات نہ دیے گئے ہون[۲]۔

متولی مقرر کرنے کا اختیار اولاً تو واقف کو حاصل ہے اور جب وہ نہو تو اُسکے وصی کو حاصل ہے "اِسواسطے کہ وصی واقف کا قائم مقام ہے" جو وصی فقط جائداد وقفی کی نسبت مقرر کیا گیا ہو وہ عموماً وصی ہوگا گو اس مسئلہ مین امام ابو یوسف سے ظاہرا اور علماء سے اختلاف کیا ہے۔ ایک عالم کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے متولی اور بعد اُسکے وصی مقرر کرے ایک ہی وقف کی نسبت تو وہ دو نو متولی ہونگے اِلّا اینکہ اُنکے فرائض منصبی کی تعیین و تصریح کردی گئی ہو۔

---

[۱] مقدمہ شاہ محی الدین احمد بنام آلہی خانم۔ دیکلی رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۲۷۷۔ ملاحظہ ہو ۱۲ مسئلہ [۵] رد المختار صفحہ ۳۴۷۔ مقدمہ واحد علی بنام اشرف حسین۔ لاء رپورٹ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۵۲۹ ملاحظہ ہو ۱۲ مسئلہ

بمقدمہ ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ بیگم یہ تجویز ہوا تھا کہ از روے شرع محمدی واقف کو اختیار ہے کہ خود متولی وقف کا ہو یا کسی شخص کو متولی مقرر کردے۔ مگر جب واقف نے تصریح کردی کہ فلان فرقہ سے متولی منتخب کرلیا جائے تو وہ اپنے وقف نامہ کو بالاے طاق رکھکر ایسے شخص کو متولی نہین مقرر کرسکتا جو اُس تصریح کے خلاف ہو جو وقف نامہ مین لکھی ہے اور واقف کا اُس شخص کو نامزد کرنے کا حق جو اُسکے مرنے کے بعد مال وقف کا انتظام کریگا اُسی فرقہ پر محدود و منحصر رہیگا جسکی تصریح وقف نامہ مین لکھی ہے۔ اگرچہ لفظ اقربا دسے اقربا اور اقربا نسبتی ہین لیکن جب وقف نامہ کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہو کہ اِس لفظ کا استعمال زیادہ تر وسیع معنی مین ہوا ہے تو اِسکے معنی مین ایسی توسیع کیجائیگی کہ اقربا نسبتی بھی داخل ہو جائین مگر واقف کی زوجہ اُسکے اقربا مین نہین داخل ہے۔

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اگر واقف اپنی حیات مین کسی کو متولی مقرر کرے اور یہ نہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد بھی یہ تقرر نافذ رہیگا تو واقف کے مرنے کے بعد متولی اپنے عہدہ سے برخواست ہو جائیگا۔ مگر قول مختار یہ نہین ہے۔ بلکہ حکم شرع یہ ہے کہ جب کوئی تقرر اِس طور سے عمل مین آیا ہو کہ اُسمین وقت کی کچھ قید نہ کی گئی ہو کہ کبتک رہیگا تو واقف کے مرنے کے بعد وہ تقرر باطل نہ ہو جائیگا۔

تاتارخانیہ مین لکھا ہے کہ اگر مسجد کے نمازی کسی کو اُسکا متولی مقرر کرین تو متقدمین کے نزدیک جائز ہے مگر قاضی کی منظوری حاصل کرنا اَولیٰ ہے۔ مگر متاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ آج کل "قاضی کو اِس واقعہ کی اطلاع دینا نہین مناسب ہے کیونکہ مشہور ہے کہ لوگ اوقاف کے بڑے طماع ہین۔ پس مستحقین وقف اگر صالح اور باخدا ہون تو عموماً متولی مقرر کرسکتے ہین۔

اگر واقف اپنی وفات کے وقت کوئی وصی مقرر کرے اور شرائط وقف کا کچھ ذکر

سلہ لا رپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹-۱۲ امنہ

نہ کرے تو وصی متولی ہوجائیگا تا وقتیکہ اُسنے کسی اور شخص کو کار تولیت انجام دینے کیلیے نہ مقرر کیا ہو۔[1]

جس متولی کو قاضی نے مقرر کیا ہو وہ وہی حیثیت رکھتا ہے جیسی وہ متولی رکھتا ہے جسکو خود واقف نے مقرر کیا ہو باستثنار بعض مقدمات[2] کے۔

وصی مجازی کا وہی مرتبہ ہے جو وصی حقیقی مقرر کردۂ موصی کا مرتبہ ہے۔

اگر کوئی شخص صرف کسی وقف کے لیے وصی مقرر کیا گیا ہو تو امام ابویوسف سے نزدیک اُسکی کارروائیاں اُسی وقف پر محدود و منحصر رہینگی اور ابن ہلال نے اُنسے اتفاق کیا ہے۔ یہ قول فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین امام اعظم نے امام ابویوسف سے اتفاق کیا ہے۔ مگر امام محمد نے اختلاف کیا ہے اور اُنھین کا قول عموماً معمول بہٖ ہے۔

"اگر کوئی شخص متولی مقرر کرے بعد اُسکے وصی مقرر کرے تو وہ دونوں اُس مال کے متولی ہوجائینگے اِلّا اینکہ اُن دونون کے کام مین امتیاز رکھا گیا ہو۔ بعض کتب معتبرہ مین انکے کام کو معیّن کرنے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ "واقف کہے کہ میری فلان زمین وقف ہے اور فلان شخص اُسکا متولی ہے اور باقی ماندہ میری جائداد کا وصی فلان شخص ہے۔ پس اس صورت مین دونوں آدمیون کے کام علٰحدہ علٰحدہ ہوگئے۔"

بمقدمہ شاہ غلام رحمت اللہ صاحب بنام شاہ اکبر صاحب ہائی کورٹ مندراس نے یہ تجویز کیا کہ جب کوئی جائداد امور دینی کے لیے وقف کیجائے تو دستور یہی ہے کہ واقف عہدۂ متولی کے باب مین کچھ قواعد مقرر کر دیتا ہے اور اُنھین قواعد پر تولیت کی بحث موقوف ہوتی ہے خواہ وہ قواعد تحریری ہون خواہ رواج سے قیاس کرلیے جائین۔ اگر کچھ قواعد

---

[1] بحرالرائق ۱۲ امنہ [2] ظہیر الروایۃ اور تاتارخانیہ سے لیا گیا ہے ۱۲ امنہ [3] لا رپورٹ ہائی کورٹ مندراس جلد ۸ صفحہ ۶۳ - ۱۲ امنہ۔

نہ مقرر کیے گئے ہون تو تقرر متولی کا اختیار واقف کی حیات تک اُسی کو حاصل رہیگا اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے وصی کو حاصل ہو گا۔ اور اگر اُسنے کوئی وصی بھی نہ مقرر کیا ہو تو حاکم وقت یعنی عدالت کو حاصل ہو گا۔[1]

جب واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ اُسکی اولاد اپنے زمرہ مین سے کسی کو متولی مقرر کریگی اور اُسکی اولاد مین بعض نابالغ ہون تو قاضی اُنمین سے بالغون کو حکم کرے کہ اُن نابالغون کی طرف سے اور اپنی طرف سے بھی کسی کو متولی مقرر کردین یا اُنکے ساتھ کسی شخص کو نابالغون کی طرف سے شریک کر دے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف تولیت مین تغیر و تبدل کرنے کا اُس صورت مین بھی مستحق ہے جبکہ اُسنے ایسا کرنے کا اختیار اپنے لیے بالتصریح نہ باقی رکھا ہو۔

انفع الوسائل مین خصاف سے منقول ہے کہ جب کسی شخص نے دو پارۂ زمین وقف کیے ہون اور دو متولی مقرر کیے ہون اور بعد ازآن اپنے مرنے کے وقت زید کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو زید اُنکے ساتھ متولی ہو گا اور اگر زید عمرو کو اپنا وصی مقرر کرے تو عمرو کا بھی وہی مرتبہ ہو گا جو زید کا تھا۔

اگر کوئی شخص دو متولی یکے بعد دیگرے مقرر کرے اور پہلے متولی کو موقوف نہ کرے تو وہ دونو اُسکے وصی ہو جائینگے اِس واسطے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک وصی کا منصب خود بخود نہین ساقط ہو جاتا۔ قاضی کا دوسرے متولی کو مقرر کرنا اَور بات ہے اور واقف کا

---

[1] محمد صادق بنام محمد علی۔ سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۱۷۔ محمد قیصر بنام محمد شاہ قیام الدین۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۱۳۳۔ ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ سلطانی بیگم۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹۔ صاحب بی بی بنام دمودر بھجی۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۳ صفحہ ۸۴۔ آغا محمد یوسف بنام عبد الحسین خان صدر عدالت دیوانی صفحہ ۶۴۰۔ ہیت کور بنام چترد ھاری سنگھ ویکلی رپورٹر جلد ۱۳ صفحہ ۳۹۶۔ ۱۲ منہ۔

دوسرے متولی کو مقرر کرنا اور بات ہے۔ پہلی صورت مین دونو تقرر جائز ہین اور جب دونو تقرر قاضی نے کیے ہون تو دوسرا تقرر پہلے کو باطل کر دیتا ہے بشرطیکہ پہلے متولی کو دوسرے متولی کا مقرر ہونا معلوم ہو جائے۔ جو شخص متولی کے عہدہ کا طالب ہو اُسکو متولی کرنا قرینِ مصلحت ہنین ہے گو ناجائز بھی نہین ہے۔

جب واقف مرجائے اور کوئی متولی یا وصی نہ مقرر کر جائے تو اِس صورت مین قاضی کو وقف کا متولی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اِسی طرح سے اگر خود متولی مرجائے اور کوئی متولی یا وصی نہ مقرر کر جائے تو بھی قاضی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اِسی اصول کے موافق فتویٰ ہے اور علامہ قاسم نے بھی اِسی کے بموجب فیصلہ کیا ہے۔

متولی اپنا قائم مقام صرف اُسوقت مقرر کر سکتا ہے جبکہ واقف نے اُسکی قائم مقامی کا کوئی بندوبست نہ کر دیا ہو۔ اگر واقف نے یہ کہدیا ہو کہ عہدہ تولیت کسی خاص خاندان کے فلان شعبہ کے ذکور کو ہمیشہ ملا کریگا تو کسی شخص کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس شعبہ مین کچھ تغیر و تبدل کرے۔ یا اگر واقف نے کہدیا ہو کہ زید کے بعد بکر کو عہدہ تولیت دیا جائے تو زید کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ خالد کو متولی مقرر کر دے[1]۔

عموماً دیکھا جائے تو مال وقف کو بیع کرنے یا رہن رکھنے کا حکم دینے کا اختیار قاضی القضات رکھتا ہے اور نائب قاضی اوقاف کو منسوخ کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے بلکہ تنسیخ اوقاف کا اختیار شرعاً وہ قاضی رکھتا ہے جسکو سلطان نے خاص اِس بات کی اجازت دی ہو یا جسکو اشخاص متوفی کی جائداد کے انتظام کا اور نابالغون کی جائداد کی حفاظت کا اور اوقاف کے تحفظ کا عموماً اختیار دیا گیا ہو۔ بحر الرائق مین لکھا ہے کہ قاضی[1] کے تقرر مین متولی مقرر کرنے اور اوقاف کا انتظام کرنے کا

---

[1] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۔ جامع الفصولین ۱۲ اسنہ [2] لا رپورٹ ہائی کورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹۔ ردالمختار صفحہ ۹۳۶۔ ۱۲ اسنہ۔ قوله و مادام احد یصلح للتولیة من

اختیار داخل ہے۔

جبتک واقف کا کوئی عزیز موجود رہے غیر شخص کو متولی نہ مقرر کرنا چاہیئے اسواسطے کہ عزیز واقف کی زیادہ تر خیر خواہی کریگا اور عموماً واقف کا منشا یہی ہوتا ہے کہ اُسکا کوئی عزیز متولی مقرر ہو بشرطیکہ وہ اِس عہدہ کی لیاقت رکھتا ہو۔

کتاب کافی الحاکم مین اِس اصول کو کہ واقف کے اقربا غیرون کے مقابل مین

اقارب الواقف لا یجعل المتولی من الاجانب المسئلة فی کافی الحاکم ونصها ولا یجعل القیم فیه من الاجانب ما وجد فی ولد الواقف واهلبیته من یصلح لذالك فان لم یجد فیهم من یصلح لذالك فجعله الی اجنبی ثم صار فیهم من یصلح له صرفه الیه الی اخره۔ ومفاده تقدیم اولاد الواقف وان یکن الوقف علیهم بان کان علی مسجد اوغیره وفی الهندیة عن التهذیب والافضل ان ینصب من اولاد الموقوف علیه واقاربه ما دام یوجد احد منهم یصلح لذالك والظاهر ان مراده بالموقوف علیه من کان من اولاد الواقف فلاینافی ما قبله ثم تعبیره بالافضل یفید انه لو نصب اجنبیًا مع وجود من یصلح من اولاد الواقف یصح فافهم۔ ولاینافی ذالك ما فی جامع الفصولین من انه لو شرط الواقف کون المتولی من اولاده واولادهم لیس للقاضی ان یولی غیرهم بلا خیانة ولو فعل لا یصیر متولیًا لانه فیما اذا شرطه الواقف وکلامنا عند عدم الشرط ووقع قریبًا من اواخر کتاب الوقف من الخیریة ما یفید انه فهم عدم الصحة مطلقا کما هو المتبادر من لفظ لا یجعل فتامل۔ وافتی ایضًا بان من کان من اهل الوقف لا یشترط کونه مستحقًا بالفعل بل یکفی مستحقًا بعد زوال المانع وهو الظاهر ثم لا یخفی ان تقدیم من ذکر مشروط بقیام الاهلیة فیه حتی لو کان خائنًا یولی اجنبی حیث لم یوجد فیهم اهل لانه اذا کان الواقف نفسه یعزل بالخیانة فغیره بالاولی (تنبیه) قدمنا عن البیری عن حاوی الحصیری عن وقف الانصاری انه اذا لم یکن من یتولی الوقف من جیران الواقف وقرابته الا برزق ویقبل واحد من غیرهم بلا رزق فللقاضی ان ینظر الاصلح لاهل الوقف۔

متولی کا عہدہ پانے کے زیادہ تر مستحق ہین اس طرح بیان کیا ہے "جبتک واقف کی اولاد یا اُسکے خاندان مین سے کوئی شخص متولی کے عہدہ کے لائق پایا جائے اُسوقت تک غیر آدمی کو یہ عہدہ نہ دیا جائے۔ مگر جب اُنمین لائق شخص نہ پایا جائے اور تولیت غیر کے سپرد کیجائے اور بعد ازآن واقف کے خاندان مین کوئی لائق آدمی نکل آئے تو تولیت اُسی کو دیجائیگی"۔ اِسکا مطلب یہ ہے کہ واقف کی اولاد کو عہدہ متولی مین ترجیح دیجائیگی گو وقف اُنپر نہ کیا گیا ہو یعنی مثلاً مسجد پر وقف کیا گیا ہو۔

ہندیہ مین تہذیب سے لکھا ہے کہ اولیٰ یہی ہے کہ موقوف علیہ کی اولاد مین سے کوئی وقف کا متولی مقرر کیا جائے بشرطیکہ وہ اس عہدہ کی لیاقت رکھتا ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ موقوف علیہ سے وہ شخص مراد ہے جو واقف کی اولاد مین سے ہو۔ اور لفظ "اَولیٰ" سے ظاہر ہے کہ واقف کی اولاد کے ہوتے غیر کو متولی کرنا جائز ہے۔ یہ قول اُس قول کے منافی نہین ہے جو جامع الفصولین مین لکھا ہے اور جسکا مفاد یہ ہے کہ اگر واقف نے یہ شرط کر دی ہو کہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد اس وقف کے متولی مقرر کیے جائین تو اس صورت مین قاضی کسی غیر کو متولی مقرر کرنے کا اختیار نہین رکھتا تا وقتیکہ واقف کی اولاد کی خیانت نہ ثابت ہو جائے۔ اگر واقف کی اولاد کے ہوتے قاضی غیر کو بلا عذر شرعی متولی مقرر کرے تو وہ شخص متولی نہ ہو جائیگا۔ پس جو ہندیہ مین لکھا ہے وہ اُس صورت سے متعلق ہے جسمین واقف نے یہ شرط نہ قرار دی ہو کہ اُسکی اولاد مین سے کوئی شخص متولی مقرر کیا جائے۔ مصنف خیریہ نے یہ گمان کیا ہے کہ واقف کی اولاد کے ہوتے غیر کو متولی مقرر کرنا حرام ہے۔ یہ قول غلط ہے جیسا سابق مین لکھا گیا۔ قاضی صرف اُس صورت مین غیر کو متولی نہین مقرر کر سکتا ہے جبکہ واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ میرے ہی خاندان مین سے کوئی شخص متولی مقرر کیا جائے۔[۱]

---

[۱] ردالمختار صفحہ ۶۳۶ - ۱۲ منہ -

لیکن اگر ایسی شرط موجود ہو تب بھی غیر متولی مقرر ہو سکتا ہے جب واقف کی
اولاد یا اقربا مین کوئی اِس عہدہ کی لیاقت نہ رکھتا ہو اور اگر واقف کی اولاد یا اقربا
مین سے کوئی شخص متولی مقرر کیا گیا ہو مگر وہ نالائق یا خائن نکلے تو وہ موقوف کیا جائے
اور جب اور کوئی شخص واقف کے خاندان کا جو اِس عہدہ کی لیاقت رکھتا ہو نہ موجود ہو
تو غیر آدمی متولی مقرر ہو سکتا ہے اِس واسطے کہ جب خیانت مین خود واقف موقوف
ہو سکتا ہے تو غیر آدمی تو اِس علت مین بدرجۂ اولیٰ موقوف ہو سکتا ہے۔ جب واقف کا
کوئی لڑکا یا عزیز یا ہمسایہ بے تنخواہ متولی ہونا قبول کرے اور غیر آدمی بے تنخواہ قبول
کرے تو قاضی یہ دیکھے کہ کس شخص کا تقرر وقف کے حق مین زیادہ مفید ہوگا اور کون لائق ترہے۔

اگر متولی حین حیات اور بحالت صحت نفس کسی شخص کو اپنے مقام پر مقرر کرے
تو یہ تقرر صحیح و جائز ہوگا بشرطیکہ متولی نے تولیت مین یہ شرط تمام طور سے کرتی ہو۔ اِس
صورت مین جب متولی دوسرے شخص کو اپنے مقام پر مقرر کردے تو وہ اُسکو معزول نہین
کر سکتا اِلّا اینکہ واقف نے جب اُسکو متولی مقرر کیا ہو اُسوقت یہ اختیار دیدیا ہو کہ وقف کو
دوسرے شخص کے سپرد کرے اور پھر اُسکو معزول بھی کردے۔

جب متولی کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کرے تو قید مذکورۂ بالا مستقل قائم مقام یا عوضی کے
تقرر سے بھی متعلق ہوگی جو خود متولی کی حیثیت رکھیگا اور اُسکے پورے اختیارات کو عمل مین
لائیگا یعنے اُسکا پورا قائم مقام ہوگا۔ ایسا تقرر صرف متولی مرض الموت کے عالم مین عمل مین
لا سکتا ہے۔ مگر یہ قید نائب یا کارندہ کے تقرر سے نہین متعلق ہے۔ فتح القدیر مین
لکھا ہے کہ متولی کو اختیار ہے کہ جو لوگ فرائض تولیت بجالانے کی قابلیت رکھتے ہون
اُنکو اپنا نائب مقرر کرے اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ ایک نائب کو معزول کرکے دوسرا
نائب مقرر کرے۔ اور اگر متولی مجنون ہو جائے تو اُسکا نائب خواہ مخواہ معزول ہو جائیگا اور
قاضی متولی کا قائم مقام مقرر کرنے کا مستحق ہو جائیگا۔ یہ سب صورتون مین ہوگا خواہ متولی

قاضی نے خواہ واقف نے مقرر کیا ہو۔

جب متولی کا تقرر عموماً ہوا ہو تو وہ مال وقف دوسرے شخص کو تفویض کر سکتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا۔[1]

عموماً کی لفظ کے معنی میں شارح کو شک معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ[2] غالباً اس سے یہ مراد ہے کہ اگر متولی مقرر کرنے کے وقت قاضی یا واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ

---

[1] رد المحتار صفحہ ۳۴۲۔ و انفع الوسائل ۲ا منہ۔ [2] قوله اراد المتولی اقامة غيره مقامه - ای بطریق الاستقلال امّا بطریق التوکیل فلا یتقیّد بمرض الموت وفی الفتح للناظران یوکّل من یقوم بما کان الیه من امر الوقف ویجعل له من جعله شیئًا وله ان یعزله ولیستبدل ولو جنّ یعزل وکیله ویرجع الی القاضی فی النصب صحته وشمل کلام المصنف المتولی من جهة القاضی او الواقف کما فی انفع الوسائل عن التتمة وقال وهو اعمّ من قوله فی القنیة للمتولی ان یفوض فیما فوّض الیه ان عمم لقاضی التفویض الیه والّا فلا فانّ ظاهره انّ هذا الحکم فی المتولی من جهة القاضی فقط (قوله والصحة) عطف تفسیر اراد به بیان انّ المراد بالحیات ماقابل المرض وهو لا مایشملهما فافهم۔ وقوله ان کان التفویض وبالشرط عامًّا صحّ۔

قوله لا یملك عزله الی اخره۔ هذا ذکره الطرسوسی بحثًا وقال بخلاف فانّ له عزل القیم وان لم یشرطه والقیم لا یملکه کالوکیل اذا اذن له فی ان یوکّل حیث لم یملك العزل وکالقاضی اذا اذن له السلطان فی الاستخلاف فاستخلف شخصًا لا یملك عزله الّا ان شرط له السلطان العزل والحال فی ذا الشرح ان شئت قوله والّا وان لم یکن التفویض له عامًّا لا یصحّ وقوله فان فوّض فی صحته الاولی حذفه لان الکلام فی الحذف وحینئذٍ فقوله وان فی مرض موته مقابل لقوله فی حیاته وانّما صحّ اذا فوّض فی مرض موته وان لم یکن التفویض له عامًّا لما فی الخیانة من انّه بمنزلة الوصیّ وللوصیّ ان یوصی الی غیره وسیذکر الشارح فی کتاب الاقرار عن الاشباه الفعل فی المرض احطّ رتبة من الفعل فی الصحة الّا فی

متولی کو اختیار ہوگا کہ وقف نامہ یا وصیت نامہ کے ذریعہ سے وقف دوسرے شخص کو تفویض کردے اور اُسکو اپنا عوضی یا قائم مقام مقرر کرے تو ایسی شرط سے متولی کو یہ اختیار ہوجائیگا کہ اپنی حیات مین دوسرے شخص کو متولی مقرر کرے۔ اور جب وہ ایک مرتبہ اِس اختیار کو عمل مین لائیگا تو پھر اُس تقرر کو منسوخ نہ کرسکیگا۔ اگر متولی علی سبیل التعمیم (عام الفاظ مین) نہ مقرر کیا گیا ہو یا مال وقف اُسکو علی سبیل التعمیم نہ تفویض کیا گیا ہو تو وہ اُس وقف کو دوسرے شخص کو بحالت صحت نفس نہین تفویض کرسکتا یعنی اُسوقت تک نہین سپرد کرسکتا جبتک وہ خود فرائض تولیت بجالانے کے قابل رہے۔ لیکن اگر وقف نامہ مین کچھ شرائط درباب تقرر جانشین یا قائم مقام متولی نہ مندرج ہون تو متولی مرض الموت کی حالت مین اپنا قائم مقام مقرر کرسکتا ہے۔ اِسکی وجہ قاضی خان نے یہ لکھی ہے کہ متولی کا مرتبہ وصی کا ہے اور وصی کی طرح اُسکو بھی اختیار ہے کہ مرض الموت کے عالم مین دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کرے کہ اُسکے فرائض کو بجالایا کرے۔ جیسے وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ جب ایک مرتبہ وصی کا عہدہ قبول کرچکا ہو تو پھر بلا منظوری قاضی استعفا دے ویسے ہی متولی بھی بغیر اجازت قاضی تولیت سے دست کش نہین ہوسکتا۔ جب متولی کو عام اختیارات نہ حاصل ہون تو اگر وہ بغیر اجازت قاضی دوسرے شخص کو متولی مقرر کرے تو یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ وہ اپنے عہدہ سے دست کش ہوا مگر تاہم وہی ذمہ دار رہیگا تاوقتیکہ اُس تقرر یا انتقال تولیت کی تصدیق قاضی نہ کردے۔

جب وقف نامہ مین یہ شرط لکھی ہو کہ ہر متولی کے مرنے کے بعد قاضی کو اُسکا قائم مقام

---

مسئلہ اسناد الناظر لغیرہ بلا شرط فانہ فی مرض الموت صحیح لا فی الصحۃ کما فی التتمۃ وغیرہا ووجہہ ما علمتہ من انہ بمنزلۃ الوصی ولما کان الوصی لہ عزل من اوصی الیہ ونصب غیرہ لتجہ قولہ وینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض کالایصاء بخلاف الاسناد فی حال الصحۃ لانہ فی حال الصحۃ کالوکیل ولا یملک الوکیل العزل ۔

مقرر کرنے کا اختیار ہوگا تو متولی صحت و مرض دونو حالتون مین اپنا قائم مقام نہین مقرر کرسکتا۔ بلکہ ہر متولی کے مرنے کے بعد قاضی اُسکا قائم مقام مقرر کریگا۔[1]

واقف متولی کو صرف اُس صورت مین معزول کرسکتا ہے جبکہ اُسنے ایسا اختیار اپنے لیے رکھا ہو اور اِسی قول کے موافق فتوے ہے۔

اگر واقف نے کوئی متولی نہ مقرر کیا ہو اور قاضی نے مقرر کیا ہو تو جسکو قاضی نے متولی مقرر کیا ہے اُسکو واقف نہین معزول کرسکتا۔

جب وقف نامہ مین کسی شخص کا کچھ وظیفہ مقرر کیا گیا ہو اور یہ لکھا ہو کہ اُسکے مرنے کے بعد یہ وظیفہ دوسرے شخص کو دیا جائے۔ پس اگر وہ شخص جسکا وظیفہ مقرر کیا گیا ہے اپنا وظیفہ کسی تیسرے شخص کو دیدے تو اصل وظیفہ خوار کے مرنے کے بعد وہ وظیفہ اُس شخص کو ملیگا جسکو واقف نے مقرر کیا ہے اور اصل وظیفہ خوار کے منتقل الیہ کو نہ ملیگا۔

اگر کوئی شخص وقف کرکے عبد اللہ کو اُسکا متولی کرے اور کہے کہ عبد اللہ کے مرنے کے بعد اِس وقف کا متولی زید ہوگا تو زید ہی متولی ہوگا اور عبد اللہ عہدہ متولی دوسرے شخص کو نہ دے سکیگا اور زید ہی متولی باقی رہیگا اگرچہ عبد اللہ نے کسی کو متولی مقرر کیا ہو اور علامہ حنوطی نے فرمایا ہے کہ جب کسی شخص نے کہا ہو کہ میرے وقف کی تولیت میری اولاد مین سے اُس شخص کو دیجائے جو سب سے زیادہ زیرک اور ہوشیار ہو اور اُسکی

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۴۳۳۔ اِس مسئلہ مین امام ابو یوسف اور امام محمد مین اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ جس متولی کو خود واقف نے مقرر کیا ہو اُسکو معزول کرنے کا اختیار واقف کو مطلقاً حاصل ہے خواہ اُس نے یہ اختیار اپنے لیے رکھا ہو خواہ نہ رکھا ہو۔ مگر امام محمد کا قول یہ ہے کہ جب واقف نے یہ اختیار اپنے لیے رکھا ہو تب ہی متولی کو بلا جرم موقوف کرسکتا ہے اور امام محمد کے قول کے موافق فتوے ہے۔ علامہ قاسم کی تشریح القدوری اور مقدمہ ہدایت النساء بنام افضل حسین (لاء رپورٹ ہائی کورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۴۲۰) ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

اولاد مین سے کوئی شخص جو اسوقت متولی ہو مرجائے اور اپنے داماد کو متولی مقرر کر جائے تاہم تولیت اُسی شخص کو اولاد واقف مین سے ملیگی جو وقف نامہ کی شرط کے موافق سب سے زیادہ زیرک و ہوشیار ہو۔ کوئی تقرر جو شرائط وقف نامہ یا شرائط مقرر کردہ واقف کے خلاف ہونا جائز ہے۔ یہ کسی کتاب مین نہین لکھا ہے کہ متعلقین مسجد متولی کو موقوف کر سکتے ہین اگرچہ متولی اُنکو نالائقی یا بد اعمالی یا اور کسی علت سے موقوف کر سکتا ہے۔[1]

جس شخص نے مسجد بنوائی ہو وہ نمازیون کے بہ نسبت موذن اور امام مقرر کرنے کا زیادہ تر مستحق ہے لیکن اگر نمازی کسی مرد صالح تر کو امام یا موذن مقرر کرین تو اُسی کو ترجیح دیجائیگی۔

جب مسجد کا کوئی متولی نہ ہو تو امام اور موذن مقرر کرنے کا اختیار واقف کی اولاد اور اہل بیت کو بترجیح دیگر اشخاص حاصل ہوگا۔ اشباہ مین یہی لکھا ہے۔

مسجد کی تعمیر و ترمیم مین بانی مسجد اور اُسکی اولاد نمازیون اور غیرون پر ترجیح رکھتے ہیں انفع الوسائل مین یہی لکھا ہے۔

جب واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ اِس وقف کا انتظام ارشد یعنی سب سے زیادہ عاقل آدمی سے متعلق کیا جائے تو ارشد سے یہ مراد لیجائیگی کہ جو اُسکی اولاد مین سب سے زیادہ فہمیدہ و سنجیدہ ہو۔ اور مولانا ابو سعود کا یہ فتوی ہے کہ اگر اُسکی اولاد مین دو شخص بدرجۂ مساوی فہم و فراست رکھتے ہون تو وہ دونو بالمشارکت متولی کیے جائین۔ مگر نہر الفائق مین لکھا ہے کہ اگر واقف نے کہا ہو کہ میری اولاد مین جو افضل ہو اُسکو تولیت دیجائے اور اُسکی اولاد مین دو شخص بدرجہ مساوی افضل ہون تو تولیت اُسکو ملیگی جو سن مین بڑا ہوگا اور اِسمین ذکور و اناث کا فرق نہ رکھا جائیگا۔ اور اگر ان دونو مین سے ایک شخص متقی و پرہیزگار ہو اور دوسرا وقف کے معاملات اور اُسکے

---

[1] رد المختار صفحہ ۶۳۹۔ ۱۲ منہ

انتظام سے واقفیت نامہ رکھتا ہو تو تولیت شخص آخر الذکر کو دیجائیگی بشرطیکہ وہ مستفید ہو
شارح لکھتے ہین کہ نہر الفائق مین جو فتویٰ لکھا ہے وہ علامہ ابو سعود کے قول کا موئید ہے
کیونکہ اسمین لکھا ہے کہ جب تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ فہم و فراست بھی شرط ہے
اور دو شخص بدرجہ مساوی متقی اور فہمیدہ موجود ہون تو سن کا لحاظ کیا جائیگا۔ اور
بحر الرائق مین ظہیریہ سے لکھا ہے کہ اگر واقف کی سب اولاد دیانتداری اور پرہیزگاری
اور علم اور راست بازی اور عمر مین برابر ہون تو جو اُنمین سے معاملات وقف سے
واقفیت تامہ رکھتا ہو اور وقف کے فرائض کو بوجہ احسن بجالانے کی قابلیت رکھتا ہو
خواہ مرد ہو خواہ عورت اُسی کو ترجیح دیجائے۔ بحر الفائق مین رشد سے یہ مراد
لی ہے کہ وہ شخص فرائض وقف کو ایمانداری سے ادا کرنے کی لیاقت رکھتا ہو۔ ایک
کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب واقف کی اولاد مین دو شخص بدرجہ مساوی لیاقت رکھتے ہون
تو جہانتک اُنکے اوصاف عقلی یا نفسانی متعلق ہین وہان تک تولیت اُسکو ملیگی جو سن مین
بڑا ہو۔ اور مرد اور عورت کے فرق کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ بلکہ جو شخص وقف کا کام خوب
جانتا ہو اُسکو ترجیح دیجائیگی۔ اسمعیلیہ مین یہ فتویٰ لکھا ہے کہ جب دو شخص سب طرح سے
مساوی لیاقت رکھتے ہون تو مرد کو عورت پر ترجیح دیجائیگی۔

جب واقف نے کہدیا ہو کہ جو شخص میری اولاد مین سب سے زیادہ لائق ہو اُسی کو
تولیت دیجائے اور اُنمین کوئی شخص لائق نہ پایا جائے تو قاضی کو اختیار ہے کہ کسی غیر کو
متولی مقرر کردے جبتک کہ واقف کی اولاد مین کوئی لائق آدمی مل سکے۔ اگر اُسکی
اولاد مین لائق آدمی تو ہو مگر وہ غیر حاضر ہو اور اُنمین اور کوئی ایسا نہ ہو جو اُسکے
واپس آنے تک اُسکا کام کرسکے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جبتک وہ مراجعت کرے
کسی غیر شخص کو اُسکے مقام پر مقرر کردے۔ اگر دو اولاد ہون اور ایک دوسرے سے

سلہ ردالمحتار صفحہ ۶۶۶ - ۱۲ منہ

زیادہ لائق ہو تو جو زیادہ لائق ہو اُسی کو تولیت دیجائے اور اُسکے بعد دوسرے کو دیجائے۔

حاشیہ کی عبارت عربی مین جو الفاظ ناظر اور قیم اور متولی لکھے ہین اِن سب کے معنی ایک ہین یعنی منتظم وقف[1]۔ مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ متولی مقرر کرنے کے وقت واقف ایک ناظر بھی مقرر کرتا ہے کہ وہ متولی کے کام کی نگرانی کرتا رہے۔ اِس صورت مین ناظر کو خرچ کرنے یا روپیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا بلکہ اُسکا کام صرف نگرانی کرنا ہوگا اور متولی بغیر ناظر کے علم یا اجازت کے روپیہ نہ خرچ کریگا۔ یہی اصول اُس ناظر سے بھی متعلق ہے جو وصی پر مقرر کیا گیا ہو۔ بلکہ فی الواقع جو اصول اوقاف کے ناظرون اور متولیون سے متعلق ہین وہ اُن احکام سے ماخوذ ہوے ہین جو اوصیا کے فرائض سے متعلق ہین۔

اگر یہ شرط کر لی گئی ہو کہ متولی کسی حال مین موقوف نہ کیا جائیگا گو وہ کیسا ہی بدکردار ہو تو بھی اگر اُسکی بداعمالی ثابت کر دیجائے تو وہ موقوف ہو سکتا ہے۔

بانی مسجد کو امام اور موذن وغیرہ مقرر کرنے کا حق حاصل ہے اور قول راجح یہی ہے۔

اگر وہ شخص جسکو واقف نے مقرر کیا ہے نالائق ہو تو نمازیون کو اختیار رہے کہ اُس سے لائق تر آدمی کو متولی مقرر کرین۔

قاضی باین حیثیت کہ وہ سلطان کی طرف سے سب اوقاف کا نگرانی کنندہ عموماً ہے یہ اختیار رکھتا ہے کہ متولی کو اجازت دے کہ جتنی میعاد واقف نے مقرر کی ہے اُس سے زیادہ میعاد کے ٹھیکے یا پٹے دے۔ اگر واقف نے کوئی میعاد معین کی ہو تو متولی کو اختیار ہے کہ جتنی میعاد کا پٹہ دینا مال وقف کو مفید ہو اُتنی میعاد کا پٹہ دے عموماً مکان کا قبالہ ایک سال سے زیادہ کا نہ ہو اور اراضی کا پٹہ تین برس سے زیادہ کا نہ ہو۔ مگر اِس اصول کا جاری ہونا متولی کی راے اور وقف کی ضرورتون اور رسم و رواج مختص المقام پر موقوف ہوگا۔ علماء بلخ اور ابولیث کا قول ہے کہ اگر وقفنامہ مین

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۶۶۷ - ۱۲ منہ

کوئی قید نہ لکھی ہو تو بھی متولی اراضی وقف کا پٹہ تین سال سے زیادہ کا بے قاضی کی اجازت کے نہین دے سکتا - اور اسی قول کے موافق فتوے ہے -

جو شخص مال وقف مین اَورون کے ساتھ بالشارکت مستحق ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو اور اُس مال مین خیانت ہوتی ہو تو قاضی کی اجازت سے وہ اُسکے دلا پانے کی نالش کرسکتا ہے اِسمین کچھ اختلاف نہین ہے - اگر وہ بغیر اجازت قاضی نالش کرے تو اِس مسئلہ مین دو قول ہین - مگر احوط یہی ہے کہ وہ مال وقف کے قبضہ کی نالش نہین کرسکتا اِسواسطے کہ وہ آمدنی مین صرف ایک حق رکھتا ہے - البتہ جو شخص بلا شرکت غیر مال وقف کا حقدار ہو وہ بلا اجازت قاضی نالش کرسکتا ہے -

جب چند اشخاص کسی وقف کے مستحق ہون تو بعض اُنہین سے بعض پر خیانت کی نالش کرسکتے ہین -

بعض حقدار سب حقدارون کی طرف سے بلا اجازت قاضی بھی نالش کرسکتے ہین بشرطیکہ وہ وقف سب کے نزدیک مسلّم ہو -

جو شخص کسی وقفی جائداد کی صرف منفعت کا مستحق ہو وہ اُسکو ٹھیکہ یا اجارہ پر نہین دے سکتا تاوقتیکہ وہ اُس وقف کا متولی نہو یا متولی کی عدم موجودگی مین قاضی نے اُسکو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی ہو -

اگر وقف نامہ گم ہو جائے اور اُسکے شرائط اور جو طریقہ اُسمین خرچ کا لکھا ہو وہ کسی کو نہ معلوم ہو تو وہ وقف ایسے امور مین صرف کیا جائیگا جو رسم و رواج موجودہ کے موافق ہون -

جو جائداد متولی نے سرمایہ وقف سے خریدی ہو وہ وقف ہو جائیگی اِسمین کچھ تصریح کرنے کی ضرورت نہین ہے اور اصل جائداد وقفی کے شرائط اُسمین بھی جاری ہونگے - اگر ضرورت ہو تو مال وقف کی بیع یا مبادلہ دوسری جائداد سے ہوسکتا ہے

اور وہ دوسری جائداد بھی اُسی طرح وقف ہو جائیگی۔

جو تنخواہ امام یا موذن یا خطیب کی واجب الوصول ہو چکی ہو وہ اُنکے مرنے کے بعد اُنکے ورثہ کو دیدی جائے۔

جب وقف لڑکون پر کیا گیا ہو اور وہ مر جائین تو اُنکے ورثہ اُس منافع مین حصہ پانے کے مستحق ہونگے جو وصول ہو چکا ہو اور لائق تقسیم ہو یا جو جمع ہوتا جاتا ہو۔

اگر کوئی طالب عالم مدرسہ سے غیر حاضر رہے تو چڑھا ہوا وظیفہ اُسکا نہ جاتا رہیگا اور نہ آیندہ کا وظیفہ موقوف ہوگا بشرطیکہ وہ تحصیل علم کے لیے کہین چلا گیا ہو اور مدرسہ سے بالکل قطع تعلق نہ کر لیا ہو اور اپنے اُستاد سے اجازت لے لی ہو۔ یا صرف پندرہ روز تک بہ عذرات شرعیہ غیر حاضر رہا ہو یعنی طلب معاش کے لیے یا حج کو گیا ہو مگر تین مہینہ سے زیادہ غیر حاضر نہ رہا ہو۔

خدام وقف کو عذرات شرعیہ سے رخصت مل سکتی ہے اور زمانہ رخصت کی تنخواہ اُنکی نہ ضبط کیجائے الا اینکہ اُنکے رخصت کے زمانہ مین کام کرنے کے لیے عوضی مقرر کیے گئے ہون۔

قاضی کو وہ وظیفے مقرر کرنے کا اختیار نہین ہے جو واقف نے نہ مقرر کیے ہون مگر جو وظیفے واقف نے مقرر کیے ہون اُنکی مقدار قاضی معین کر سکتا ہے۔ اگر یہ شرط ہو کہ وظائف کی مقدار متولی مقرر کریگا تو قاضی کو کچھ اختیار اس باب مین نہین ہے۔ علامہ خیر الدین نے اپنی کتاب خیریہ[1] مین فرمایا ہے کہ قاضی کے اختیارات اُس صورت مین مقید ہین جبکہ واقف نے صاف لکھدیا ہو کہ یہ وقف فی نفسہ عام نہین ہے اور قاضی کو اسمین کچھ اختیار نہوگا۔ البتہ یہ اُن اوقاف پر صادق آتا ہے جو خاص خاص اشخاص سے کیے ہون۔ اوقاف سلطانی ظاہرا قاضی کے اختیار مین ہین۔

---

[1] خیریہ بحر الرائق کی شرح ہے ۱۲۔ منہ

متولی کی تنخواہ مقرر کرنے مین قاضی کو اُس تنخواہ کا لحاظ کرنا چاہیئے جو روا جاً اِسکو مل سکتی ہو مگر اُسکی تنخواہ آمدنی وقف کی ایک عُشر یعنی دسوین حصہ سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔ البتہ واقف کو اختیار ہے کہ جتنی تنخواہ چاہے مقرر کرے لیکن اگر بہت کم تنخواہ مقرر کی ہو تو متولی کی درخواست سے قاضی ایک مشاہرہ مناسب مقرر کر سکتا ہے۔

متولی امام یا خطیب کے وظائف مین اضافہ کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے۔ البتہ قاضی اُنکو بڑھا دینے کا اختیار رکھتا ہے بشرطیکہ اُسکی راے مین ایسا کرنے سے مسجد کا فائدہ متصور ہو یا بشرطیکہ اُتنی کم تنخواہ پر جتنی واقف نے مقرر کی ہے لائق آدمی جو امام یا خطیب کے کام کی لیاقت رکھتا ہو نہ میسر آسکے۔ اور یہی اصول ہر ملازم وقف سے متعلق ہوگا جیسے موذن اور مدرس وغیرہ۔ اگر یہ لوگ اُس تنخواہ پر نہ مل سکین جو واقف نے مقرر کی ہے تو قاضی کو بقیہ سرمایۂ وقف سے اُنکی تنخواہ زیادہ کر دینے کا اختیار ہے۔ قاضی کو اختیار ہے کہ واقف کے اہل خاندان یا موقوف علیہم سے استصواب کرکے بقیۂ سرمایۂ وقف کے صرف کا انتظام کر دے۔

صرف موقوف علیہم کی شکایت سے قاضی متولی کو نہین معزول کر سکتا خواہ واقف نے خواہ خود اُسنے مقرر کیا ہو۔ مگر متولی کی بداعمالی یا خیانت ثابت ہو جانے پر اُسکو موقوف کر سکتا ہے[۱]

اگرچہ موقوف علیہم کی شکایت سے قاضی متولی کو معزول نہین کر سکتا تاہم اگر وہ شکایت اُسکے نزدیک معقول ہو اور نیک نیتی سے کی گئی ہو تو دوسرے شخص کو متولی کے ساتھ شریک کرکے اُسکی تنخواہ متولی کی تنخواہ مین سے یا سرمایہ وقف سے مقرر کر سکتا ہے[۲]۔ اسی طرح سے کسی شخص کی شکایت بلا ثبوت پر قاضی اُس وصی کو بھی نہین معزول کر سکتا ہے جسکو متوفی نے مقرر کیا ہو۔

---

[۱] جامع الفصولین ۱۲۔ منہ [۲] خصاف اور انفع الوسائل سے لیا گیا ہے ۱۲۔ منہ

جو نقصان وقف کا متولی کے دیدہ و دانستہ غفلت سے ہو جائیگا وہ اُسی سے لیا جائیگا۔ البتہ اسمین شک ہے کہ جو متولی مفت بلا تنخواہ کام کرتا ہو اگر اُسکی غفلت سے وقف کا نقصان ہو جائے تو آیا اُسکی تلافی اُسکو کرنی پڑیگی۔

متولی وقف کے لیے قرضہ نہین لے سکتا مگر واقف کے ارشاد کی وجہ سے یا اُس کے ارشاد کے موافق قرض لے سکتا ہے متولی جائداد وقفی پر کوئی بار نہین ڈال سکتا نہ کوئی قرضہ وغیرہ اُس جائداد پر عائد کر سکتا ہے اِلّا اینکہ ایسا بار ڈالنے یا ایسا قرضہ عائد کرنے کا اختیار اُسکو واقف نے صریحًا دیدیا ہو۔ یہ قید وصی کے اختیارات سے نہین متعلق ہے اسواسطے کہ وصی کو جائز ہے کہ جو نابالغ اُسکے سپرد کیے گئے ہون اُنکے حوائج ضروریہ کے لیے قرض لے اور وہ قرضہ جو نابالغ کی طرف سے وصی نے نیک نیتی سے لیا ہو اُس نابالغ پر اور اُسکی جائداد پر عائد[1] ہوگا۔ مگر جو قرضہ متولی نے اپنی ذمہ داری پر لیا ہو اور جسکا حکم وقفنامہ مین نہ لکھا ہو وہ کسی حال مین اُس وقف پر نہ عائد ہوگا۔ بلکہ وہ قرض متولی کا ذاتی قرضہ ہوگا۔ اگر وقف کے لیے قرض لینے یا جائداد وقفی پر کوئی بار ڈالنے کی ضرورت ہو تو پہلے قاضی کی منظوری حاصل کر لیجائے تب[2] متولی ایسا کر سکتا ہے[3]۔ یہ اصول اُس قرضہ سے نہین متعلق ہے جو بمقتضی حوائج بشری وقف کا کام چلانے کے لیے ہر روز لینا پڑے۔ مثلًا مسجد کے چراغ کے لیے تیلی سے تیل قرض لینا یا نان بائی سے مدرسہ کے طالب علمون کے واسطے روٹی قرض لینا۔ ایسے سب قرضے صرف ایک میعاد معین کے بعد ادا ہو سکتے ہین اور ایسے ضروری قرضے جائداد وقفی پر خواہ مخواہ عائد ہونگے۔

متولی بغیر قاضی کی منظوری کے مال وقف پر کوئی بار ڈالنے کا اختیار نہین رکھتا ہے اگر وقف کے تحفظ کے لیے متولی نے وقف کو روپیہ قرض دیا ہو تو وہ اُس روپیہ کو وقف کی آمدنی سے وصول کر سکتا[4] ہے۔ مگر جب متولی جائداد وقفی پر اُس روپیہ کا دعویٰ رکھتا ہے

---

[1] ردّ المحتار صفحہ ۶۴۹ - ۱۲ منہ [2] یہ قول ابو لیث کا ہے ۱۲ منہ [3] ردّ المحتار صفحہ ۶۵۰ - ۱۲ منہ

جو خود اُسنے اپنے پاس سے قرض دیا ہو تو اُسکو اپنا دعویٰ دلیل شرعی سے ثابت کرنا پڑیگا ورنہ اُسکا دعویٰ ناسموع ہوگا۔ بس متولی پر فرض ہے کہ صاف صاف حساب مصارف وقف کا مع رسیدات اور دیگر قسم کے ثبوت کے رکھے۔ اِس صورت مین اگر وہ اپنے قرضہ کا دعویٰ وقف پر کریگا تو وہ دعویٰ مسموع ہوگا اور وہ قرضہ وقف کی آمدنی یا منافع سے ادا کیا جائیگا۔ مگر کوئی قرضہ متولی یا غیر متولی کا مال وقف پر نہین عائد ہو سکتا ہے تاوقتیکہ قاضی کی منظوری سے نہ لیا گیا ہو۔

## فصل سوم

### مال وقف کو اجارہ پر دینا۔

فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ جب واقف نے وقف نامہ مین کوئی شرط اِس باب مین نہ لکھی ہو کہ مال وقف اجارہ پر دیا جائے تو متولی کو جائز ہے کہ اُسکو اجارہ پر دیدے مگر شرط یہ ہے کہ مکان کو سال بھر سے زیادہ کرایہ پر نہ دے اِلّا اینکہ ایسا دستور ہو یا ایسا کرنا وقف کے حق مین مفید ہو۔ اِسواسطے کہ زیادہ مدت کا قبالہ یا پٹہ شاید استحصال حقوق کے اشتباہ کا باعث ہو جائیگا۔ اور وہ وقفی زمین کا پٹہ تین برس سے زیادہ میعاد کا نہین دے سکتا اِلّا اینکہ اِس سے زیادہ میعاد مین وقف کا فائدہ متصور ہو اور قاضی کی منظوری حاصل کی گئی ہو۔ جب وقف نامہ مین لکھا ہو کہ اِس زمین کا پٹہ سال بھر کا دیا جائے اور متولی اُس سے زیادہ میعاد کا پٹہ دیدے تو قاضی اِسمین غور کرے کہ آیا اِس سے وقف کا فائدہ متصور ہے۔ اگر وقف کا فائدہ نہ متصور ہو تو قاضی اُس پٹہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اِس مسئلہ مین فقیہ ابو باقر محمد ابن فضل اور امام ابو الحسن علی السعدی نے اتفاق کیا ہے۔ مگر فقیہ ابو لیث نے مکانات اور اراضی مین کچھ فرق نہین کیا ہے اور فرمایا ہے کہ متولی جملہ اقسام کے وقف کا اجارہ یا پٹہ تین سال کا بلا منظوری قاضی کے دے سکتا ہے۔ مگر قاضی کو اختیار ہے کہ وقف کے فائدہ کا لحاظ کر کے جتنی میعاد کا

اجارہ یا پٹہ جاہے دے سکتا ہے۔

"اگر کوئی وصی یا ولی اُس نابالغ کی جائداد کو جو اُسکے زیر حراست ہو بغیر لگان یا کرایہ مناسب ورواجی اجارہ یا ٹھیکہ پر دیدے یا اگر متولی ایسا فعل نسبت جائداد وقفی کے کرے تو ایسی سب صورتون مین علامہ ابوباقر محمد ابن فضل کے نزدیک مستاجر یا ٹھیکہ دار یا کرایہ دار غاصب سمجھا جائیگا مگر خصاف کے نزدیک وہ غاصب نہ تصور کیا جائیگا بلکہ لگان یا کرایہ مناسب رواجی اُس سے لیا جائیگا اور اسی قول کے موافق فتوی ہے"

جو اجارہ یا پٹہ متولی نے دیا ہو وہ اُس کے مرنے سے نہین منسوخ ہوسکتا۔ مال وقف کا مستاجر زمین وقفی پر درخت لگا سکتا ہے یا عمارت بنوا سکتا ہے بشرطیکہ ایسے فعل سے اُس وقف کو کسی طرح کا ضرر نہ پہونچے مگر وہ کوان نہین کھود سکتا نہ تالاب بنوا سکتا ہے۔ اگر متولی اُسکو اجازت دیدے تو بھی صرف وہ ایسے افعال کرسکتا ہے جو مال وقف کے حق مین مفید ہون۔[۱]

مستاجر نے جو عمارت وغیرہ جائداد وقفی مین اپنے صرف سے بنوائی ہو اُسکو اُٹھا لیجا سکتا ہے بشرطیکہ اُسکے اُٹھا لیجانے سے اُس جائداد کو کوئی ضرر نہ پہونچے۔

درباب اُن مکانات کے جو زمین وقفی پر بنائے گئے ہون احکام ذیل جاری ہونگے۔

"اگر وقف کا متولی مال وقف سے یا اُسکی آمدنی سے کوئی مکان بنوائے تو وہ مکان اُس وقف کا مال ہوجائیگا خواہ وہ مکان اُس وقف کے لیے بنوایا ہو خواہ متولی نے اپنے واسطے بنوایا ہو خواہ وہ بے کسی غرض خاص کے یونہین بنوالیا گیا ہو۔ اگر متولی نے اپنے صرف یا اپنے مصالح سے وہ مکان بنوایا ہو مگر وقف کے لیے یا یونہین بنوایا ہو تو بھی وہ وقف کا مال ہے اِلّا اینکہ خود واقف متولی ہو اور وہ مکان بے کسی غرض خاص کے

---

[۱] مقدمہ ڈالریپل صاحب بنام عزیز الاسلام۔ رپورٹ صدر دیوانی عدالت صفحہ ۵۸۶ مطبوعہ ۱۸۵۵ء و مقدمہ شجاعت علی بنام ضمیرالدین ہوگلی رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۱۵۰ و ۱۲ سنہ ۱۸۵۲ء رد المختار صفحہ ۶۵۰ - ۱۲ منہ

بنوایا گیا ہو کہ اِس صورت مین وہ متولی کا مال باقی رہیگا جیسا ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر متولی نے اپنے صرف خاص سے اور اپنی غرض خاص سے مکان بنوایا ہو اور اِس امر کی شہادت رکھتا ہو کہ وہ مکان اُسی کے سرمایہ سے اور اُسی کی غرض کے لیے بنوایا گیا تھا تو وہ اُسی کا مال رہیگا۔ قنیہ اور مجتبیٰ مین یہی لکھا ہے۔

جب متولی کے سوائے اور کوئی شخص جائداد وقفی پر مکان بنوائے اور اُسی جائداد کے فائدہ کے لیے بنوالے (گو چندروز کے لیے اور اُسکو واپس کر لینے کی غرض سے بنوایا ہو) پس اگر وہ مکان متولی کی اجازت سے بنوایا ہے تو وہ وقف ہو جائیگا۔ اور یہی اُس صورت مین بھی ہوگا جبکہ وہ مکان بلا اجازت متولی بنوالیا ہو گو وقف کے فائدہ کے لیے بنوایا ہو۔ مگر جب وہ مکان بنوانے والے کے اغراض ذاتی سے بنایا گیا ہو یا جب بے کسی غرض خاص کے بنا لیا گیا ہو تو بنوانے والا اُسکو شرعاً منتقل کر سکتا ہے بشرطیکہ اُسکے منتقل کرنے سے مال وقف کو کچھ نقصان نہ پہونچے۔ فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد مین درخت لگائے تو وہ درخت مسجد کا مال ہو جائیگا۔ اگر کوئی متولی زمین وقفی اپنے باپ یا بیٹے کو اجارہ پر دے تو یہ جائز نہین ہے تاوقتیکہ اُسکا لگان لگان معمولی سے زائد نہ مقرر کیا جائے جیسے وصی نابالغ کے مال کو نہین فروخت کر سکتا مگر قیمت معمولی سے زائد قیمت پر۔

اگر واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ سال بھر سے زیادہ میعاد کا پٹہ نہ دیا جائے اور یہ معلوم ہو کہ اِس سے زائد میعاد کا پٹہ جائداد وقفی کے حق مین مفید ہوگا تو متولی کو چاہیئے کہ قاضی سے درخواست کر کے زیادہ میعاد کا پٹہ دینے کی اجازت حاصل کرے اور قاضی کی ہدایت پر عمل کرے۔

## فصل چہارم

### احکام تولیت قاضی خان کے قول کے موافق۔

ناظر وقف کا روپیہ نہین صرف کرسکتا کیونکہ یہ کام متولی کے سپرد کیا گیا ہے اور ناظر کا کام وقف کا تحفظ اور نگرانی کرنا ہے۔

اگر کوئی شخص مرض الموت کے عالم مین اپنے وصی کو یہ وصیت کرے کہ میرے مکان کے کرایہ مین سے دس درہم ماہواری کا کھانا خرید کر غربا پر تقسیم کر دیا کرنا تو وہ مکان وقف ہو جائیگا۔ یعنی یہ بمنزلہ ایسکے ہوگا کہ اسنے یہ وصیت کی ہے کہ "اپنے مرنے کے بعد مکان مین نے فقرا پر وقف کیا"

متولی کو جائز ہے کہ وقف کی آمدنی سے دوکانین اور مکانات وغیرہ بنوائے جس سے وقف کو منافع ملے۔ جتنی جائدادین متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدی ہون وہ سب اس وقف مین شامل ہو جائینگی اور انہین سب احکام شرعی اہل وقف کے جاری ہونگے۔ اور متولی بلا منظوری قاضی انہین کچھ تصرف نہ کرسکیگا۔

اگر واقف کی ہدایات یا قواعد انتظام وقف نہ دریافت ہوسکین تو متولی کو چاہیئے کہ اپنے پیشتر کے متولی کا دستور العمل تحقیق کرکے اسپر عمل کرے۔ متولی کوئی ایسا خرچ نہین کرسکتا جو اصل منشار وقف کے بالکل خلاف ہو۔ مثلاً متولی مسجد کے سرمایہ سے کپڑا خرید کر فقرا پر نہین تقسیم کرسکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو اسکو وہ روپیہ اپنی گرہ سے دینا پڑیگا۔

اگر متولی مسجد کے لیے کچھ اشیار ضروری مہیا کرنے کے لیے روپیہ قرض لے اور اس مسجد کا کچھ روپیہ نہ باقی رہا ہو یعنی اگر اسنے وقف کے لیے اسباب اس نیت سے خریدا ہو کہ جب اسکا کرایہ وصول ہوگا تو اس اسباب کی قیمت ادا کر دیگا یا اگر اسنے اس اسباب کی قیمت اپنے پاس سے دیدی ہو تو وہ اسکا مستحق ہے کہ جب کرایہ وصول ہو تو اس اسباب کی قیمت دیدے یا خود اسکی قیمت لے لے جیسی صورت ہو۔

مگر متولی کوئی بار بطور رہن وغیرہ کے جائداد وقفی پر کسی حال مین نہین ڈال سکتا۔

بنوایا گیا ہو کہ اِس صورت مین وہ متولی کا مال باقی رہیگا جیسا ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر متولی نے اپنے صرف خاص سے اور اپنی غرض خاص سے مکان بنوایا ہو اور اِس امر کی شہادت رکھتا ہو کہ وہ مکان اُسی کے سرمایہ سے اور اُسی کی غرض کے لیے بنوایا گیا تھا تو وہ اُسی کا مال رہیگا۔ قنیہ اور مجتبیٰ مین یہی لکھا ہے۔

جب متولی کے سوا اور کوئی شخص جائداد وقفی پر مکان بنوائے اور اُسی جائداد کے فائدہ کے لیے بنوائے (گو چند روز کے لیے اور اُسکو واپس کر لینے کی غرض سے بنوایا ہو) پس اگر وہ مکان متولی کی اجازت سے بنوایا ہے تو وہ وقف ہو جائیگا۔ اور یہی اُس صورت مین بھی ہوگا جبکہ وہ مکان بلا اجازت متولی بنوالیا ہو گو وقف کے فائدہ کے لیے بنوایا ہو۔ مگر جب وہ مکان بنوانے والے کے اغراض ذاتی سے بنایا گیا ہو یا جب بے کسی غرض خاص کے بنایا گیا ہو تو بنوانے والا اُسکو شرعاً منتقل کر سکتا ہے بشرطیکہ اُسکے منتقل کرنے سے مال وقف کو کچھ نقصان نہ پہونچے۔ فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد مین درخت لگائے تو وہ درخت مسجد کا مال ہو جائیگا۔ اگر کوئی متولی زمین وقفی اپنے باپ یا بیٹے کو اجارہ پر دے تو یہ جائز نہین ہے تاوقتیکہ اُسکا لگان لگان معمولی سے زائد نہ مقرر کیا جائے جیسے وصی نابالغ کے مال کو نہین فروخت کر سکتا مگر قیمت معمولی سے زائد قیمت پر۔

اگر واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ سال بھر سے زیادہ میعاد کا پٹہ نہ دیا جائے اور یہ معلوم ہو کہ اِس سے زائد میعاد کا پٹہ جائداد وقفی کے حق مین مفید ہوگا تو متولی کو چاہیے کہ قاضی سے درخواست کر کے زیادہ میعاد کا پٹہ دینے کی اجازت حاصل کرے اور قاضی کی ہدایت پر عمل کرے۔

## فصل چہارم

### احکام تولیت قاضی خان کے قول کے موافق۔

ناظر وقف کا روپیہ نہین صرف کرسکتا کیونکہ یہ کام متولی کے سپرد کیا گیا ہے اور ناظر کا کام وقف کا تحفظ اور نگرانی کرنا ہے۔

اگر کوئی شخص مرض الموت کے عالم مین اپنے وصی کو یہ وصیت کرے کہ میرے مکان کے کرایہ مین سے دس درہم ماہواری کا کھانا خرید کر غربا پر تقسیم کردیا کرنا تو وہ مکان وقف ہوجائیگا۔ یعنی یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ اسنے یہ وصیت کی ہے کہ "اپنے مرنے کے بعد یہ مکان مین نے فقرا پر وقف کیا"۔

متولی کو جائز ہے کہ وقف کی آمدنی سے دوکانین اور مکانات وغیرہ بنوائے جس سے وقف کو منافع ملے۔ جتنی جائدادین متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدی ہون وہ سب اُس وقف مین شامل ہوجائینگی اور اُنمین سب احکام شرعی اصل وقف کے جاری ہونگے۔ اور متولی بلا منظوری قاضی اُنمین کچھ تصرف نہ کرسکیگا۔

اگر واقف کی ہدایات یا قواعد انتظام وقف نہ دریافت ہوسکین تو متولی کو چاہیئے کہ اپنے پیشتر کے متولی کا دستور العمل تحقیق کرکے اُسپر عمل کرے۔ متولی کوئی ایسا خرچ نہین کرسکتا جو اصل منشاء وقف کے بالکل خلاف ہو۔ مثلاً متولی مسجد کے سرمایہ سے کپڑا خرید کر فقرا پر نہین تقسیم کرسکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو اُسکو وہ روپیہ اپنی گرہ سے دینا پڑیگا۔

اگر متولی مسجد کے لیے کچھ اشیاء ضروری مہیا کرنے کے لیے روپیہ قرض لے اور اُس مسجد کا کچھ روپیہ نہ باقی رہا ہو یعنی اگر اُسنے وقف کے لیے اسباب اس نیت سے خریدا ہو کہ جب اُسکا کرایہ وصول ہوگا تو اُس اسباب کی قیمت ادا کردیگا یا اگر اُسنے اُس اسباب کی قیمت اپنے پاس سے دیدی ہو تو وہ اسکا مستحق ہے کہ جب کرایہ وصول ہو تو اُس اسباب کی قیمت دیدے یا خود اُسکی قیمت لے لے جیسی صورت ہو۔

مگر متولی کوئی بار بطور رہن وغیرہ کے جائداد وقفی پر کسی حال مین نہین ڈال سکتا۔

اور موقوف علیہم بھی جائداد وقفی کو مکفول نہین کرا سکتے ۔ پس اگر متولی جائداد وقفی کو رہن رکھکر مرتہن کا قبضہ کرا دے تو مرتہن اُسکے معمولی کرایہ یا لگان کا ذمہ دار ہوگا۔ اسی طرح اگر متولی وقفی زمین کو فروخت کر ڈالے اور بعد ازآن اُس بیع کو قاضی منسوخ کر دے تو اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا ہو تو بھی وہ اُسکے منافع کا حسب شرح معمولی ذمہ دار رہے گا۔

اگر کوئی شخص مال وقف مین سے کوئی چیز پا جائے تو متولی اُسمین سے کچھ اُس شخص کو دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غریب ہو۔

جب متولی مرض الموت مین مبتلا ہو تو تولیت دوسرے شخص کو تفویض کر سکتا ہے یعنی اپنی جگہ پر کسی کو متولی مقرر کر سکتا ہے کیونکہ متولی مانند وصی کے ہے اور وصی اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو اصل موصی کا وصی مقرر کر سکتا ہے۔

اگر کوئی حصہ مکان وقفی کا ایسا شکست ہو کہ لوگون کی ہلاکت کا خوف ہو اور قریب وجوار کے لوگ متولی سے اُسکی مرمت پر اصرار کرین مگر متولی پاس اُسکی مرمت کے لیے روپیہ نہ ہو تو وہ قاضی کی اجازت سے اِس مقصد کے لیے روپیہ قرض لے سکتا ہے متولی قرض صرف اُسوقت لے سکتا ہے جبکہ کوئی ایسا سرمایہ وقفی اُسکے پاس نہ ہو جس سے وہ اُس وقف کے حوائج کو رفع کر سکے۔ متولی کو جائز ہے کہ جو روپیہ اُسنے اپنے پاس سے مقاصد وقف مین لگایا ہو اُسکو وقف کی آمدنی مین سے مجرا لے بشرطیکہ جائز طور سے اُس روپیہ کو صرف کیا ہو۔

اگر کوئی شخص اپنی زمین غربا پر وقف کرے مگر مرمت یا کاشت کے مصارف کے لیے کوئی رقم خاص نہ مقرر کی ہو تو پہلے اُس زمین کی آمدنی سے خراج دیا جائیگا اُسکے بعد مصارف تحصیل و مرمت و کاشت وغیرہ دیے جائینگے اور یہ مصارف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ غربا کو دیا جائیگا۔ یعنی اگر زمین وقفی پر درخت خرما ہون تو متولی کو چاہیئے

کرنے درخت خراب ہونے اور پرانے درختون کی حفاظت مین اور دیوارین اور باندہ بنوانے مین روپیہ صرف کرے تاکہ وہ میوہ دار درخت مُرجھا کر ضایع نہ ہوجائین۔ اگر کوئی حصہ زمین وقفی کا غیر قابل الزراعت ہو تو متولی کو چاہیے کہ اُسکی آمدنی سے روپیہ لیکر اُسکو قابل کاشت کرنے مین صرف کرے۔ اگر غلہ رکھنے کے لیے مٹھورون کی ضرورت ہو یا وقفی زمین مین آب پاشی کے لیے حوض بنانے کی احتیاج ہو تو متولی ایک جز و آمدنی وقف کا اِن مقاصد مین صرف کرسکتا ہے۔ اگر وقفی زمین شہر کے متصل ہو اور اُسکو اسامیون کو دینے مین زیادہ تر فائدہ متصور ہو بہ نسبت اِسکے کہ اُسکی خود کاشت کیجائے تو متولی اُن اسامیون کے لیے کوٹھریان بنوا سکتا ہے یا بغیر کوٹھریان بنوائے اُنکو وہ زمین جوتنے کے لیے دے سکتا ہے۔

امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر اراضی وقفی غیر قابل الزراعت ہوجائے اور اُسکی آمدنی موقوف ہوجائے اور اُسکی قیمت سے متولی اور زمین خرید سکتا ہو جس سے زیادہ منافع مل سکے تو مناسب ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔ یعنی قاضی سے اجازت لیکر وہ اُس زمین کو بیچڈالے اور اُسکی قیمت سے دوسری زمین خرید لے۔ لیکن اگر وہ زمین شہر سے اِتنے فاصلہ پر ہو کہ اگر وہان مکانات بنوائے جائین تو اُنسے کچہ منفعت نہ ملے گی تو متولی مکانات نہ بنوائے۔ ابو جعفر کا قول یہ ہے کہ جب واقف نے یہ نہ کہا ہو کہ کس طرح یہ زمین وقفی استعمال کیجائے تو متولی اُسکو اُس مصرف مین لاسکتا ہے جسمین مستحقین کا نفع کثیر متصور ہو مگر بے قاضی کی منظوری کے وہ اُسکا طولانی پٹہ نہین دے سکتا۔

اگر واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ متولی زیادہ میعاد کا پٹہ زمین وقفی کا نہ دے اور لوگ کم میعاد کا پٹہ نہ لین اور اُس زمین وقفی کا فائدہ اِسی مین ہو کہ زیادہ میعاد کا پٹہ دیا جائے تو متولی اِس مقدمہ کو قاضی کے محکمہ مین پیش کرے اور اگر قاضی مناسب سمجھے تو اِس مضمون کا حکم صادر کرے اسواسطے کہ قاضی غربا کا محافظ ہوتا ہے۔

اگر واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ متولی زیادہ میعاد کا پٹہ نہ دے تاوقتیکہ اسکو یہ یقین نہ ہو جائے کہ اِس سے مستحقین وقف کو نفع کثیر ہو گا تو بشرط ضرورت متولی اُس زمین کا زیادہ میعاد کا پٹہ بلا اجازت قاضی دے سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص کچھ جائداد وقف کر کے کہدے کہ متولی اِسکی آمدنی جسکو چاہے دے یا اِسکے منافع کو اپنی راے کے موافق صرف کرے تو یہ جائز ہے اور متولی وہ آمدنی امراء و غربا دونوں کو دے سکتا ہے[1]۔

# نواں باب

## فصل اوّل

### واقف کے اختیارات

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف کو جائز ہے کہ وقف کی آمدنی اور منافع اور اُسکے انتظام کو اپنے لیے مخصوص کر لے اور اِسی قول کے موافق فتویٰ ہے[2]۔

واقف کو یہ شرط کرنا بھی جائز ہے کہ زمین وقفی کا مبادلہ اور کسی جائداد سے کر لیا جائے یا وہ فروخت کیجائے۔ اور محاصل بیع مقاصد وقف کے لیے اور کسی زمین یا تجارت وغیرہ مین لگایا جائے اور اُسکی آمدنی اغراض وقف مین صرف کیجائے۔ واقف وقف کی آمدنی کو اپنے مصارف ذاتی کے لیے کلاً یا جزاً مخصوص کر سکتا ہے[3]۔

پس نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک واقف اپنے نفس پر وقف کر سکتا ہے مگر امام محمد کے نزدیک ایسا وقف ناجائز ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک آدمی اپنے

---

[1] اگرچہ ایسے اوقاف مین مال وقف کا انتظام متولی کی راے پر موقوف رکھا گیا ہے تاہم اِس اختیار کے ساتھ ایک فرض بھی رکھا گیا ہے۔ پس قاضی متولی کو مجبور کر سکتا ہے کہ جائداد وقفی کی آمدنی کار خیر مین صرف کرے ۱۲ منہ

[2] فلٹن صاحب کی رپورٹ صفحہ ۲۴۵ - ۱۲ منہ

[3] امام محمد کے نزدیک واقف کوئی جزو منافع وقف کا اپنے لیے نہین رکھ سکتا۔ ۱۲ منہ

غلامون پر بھی وقف کرسکتا ہے۔

فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے نفس پر اور دوسرے شخص پر وقف کرے تو اُس شخص کی نسبت تو وہ وقف جائز ہوگا مگر خود واقف کی نسبت ناجائز ہوگا۔ اور اگر وہ کہے کہ یہ وقف اُس شخص کو میرے بعد ملے گا تو سارا وقف باطل ہو جائیگا[1] یہ قول ضعیف ہے اور یہ حکم شرع نہین سمجھا گیا ہے جیسا بحرالرائق مین لکھا ہے کہ ایسے وقف کے جواز کی علماؤنے تصریح کردی ہے۔

[2] فتوے امام ابو یوسف کے قول کے موافق ہے اور اُنکے قول کو صدرالشہید اور علماء بلخ نے اختیار کیا ہے۔ اور بحر مین حاوی سے لکھا ہے کہ یہی قول فتوے کے لیے اختیار کیا گیا ہے تاکہ لوگون کو وقف اور امور خیر کرنے کی ترغیب پیدا ہو۔

جائداد وقف کو اور جائداد سے مبادلہ کرنے کے مسئلہ کی تین صورتین ہین۔ (۱) اگر واقف نے اپنے لیے یا متولیون کے واسطے مال وقف کے مبادلہ کا اختیار باقی رکھا ہو تو اِس صورت مین بے شک مبادلہ ہوسکتا ہے۔ (۲) اگر ایسا اختیار تو باقی رکھا ہو مگر جائداد وقفی سے کچھ منفعت نہ ملتی ہو تو اُسکا مبادلہ قاضی کی اجازت سے ہوسکتا ہے (۳) اگر مبادلہ سے صرف وقف کا فائدہ منظور ہو تو اِس صورت مین مبادلہ ناجائز ہے

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف اپنے لیے اختیار مبادلہ باقی رکھ سکتا ہے اور قاضی خان نے اِسی قول کو صحیح لکھا ہے اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ یہ قول بالاجماع صحیح ہے۔

صرف بیع کا اختیار رکھنا باعث عدم جواز وقف کا ہوگا تاوقتیکہ اُسکے ساتھ

---

[1] رد المختار صفحہ ۵۹۸۔ ۱۲ منہ [2] کما قالہ الصدر الشہید وھو مختار اصحاب المتون ورجحہ فی الفتح و اختارہ مشائخ بلخ وفی البحر عن الحاوی انہ المختار للفتویٰ ترغیباً للناس فی الوقف وتکثیر الخیر ۱۲ منہ

یہ اختیار بھی نہ رکھا گیا ہو کہ وقف کی آمدنی دوسری جائداد مین لگا دیجائیگی اور اصل وقف کے شرائط اُسمین بھی جاری ہونگے خواہ ایسا اختیار صریحًا خواہ ضمنًا رکھا گیا ہو۔

اگر کوئی شخص کہے کہ اگر ضرورت ہو تو زمین وقفی کو بیچکر محاصل بیع سے اور کوئی جائداد خرید لیجائے تو اُس نئی جائداد مین سب احکام وقف جاری ہونگے اور اصل وقف کے شرائط اُس سے بھی متعلق ہونگے[۱]۔

واقف کو یہ اختیار اپنے لیے باقی رکھنا جائز ہے کہ جس شخص کو چاہے منافع وقف سے خارج کرے اور وظیفہ خواران وقف کی تعداد جتنی چاہے بڑھا دے اور اُنکے وظائف مین جتنی تخفیف چاہے کرے۔

اگر واقف یہ شرط کرلے کہ سلطان یا قاضی اِس وقف مین دست اندازی نہ کرین تو بھی اُسکی نگرانی قاضی کریگا کیونکہ قاضی کی نگرانی افضل ہے۔ البحر الرائق سے لیا گیا ہے۔

ایک محلہ کے وقفی مکان کا مبادلہ دوسرے محلہ کے مکان وقفی کے ساتھ نہین ہوسکتا تاوقتیکہ یہ محلہ اُس محلہ سے بہتر نہو۔ علامہ سرخسی نے وقف کے مبادلہ پر ایک اور قید لگا دی ہے کہ جس چیز سے مال وقف کا مبادلہ کیا جائے اُسکو چاہیئے کہ اُسی قسم کی ہو جس قسم کا وہ مال وقف ہو۔ مگر ردالمختار مین شارح نے لکھا ہے کہ ایسی قید نہ لگانی چاہیئے اسواسطے کہ یہ دیکھنا لازم ہے کہ کس چیز کے ساتھ اُسکا مبادلہ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ مثلًا اگر کسی شخص نے دو دکانین وقف کی ہون اور اُن دو دکانون کو بیچکر محاصل بیع سے زمین خرید لینا زیادہ تر مفید سمجھا جائے کہ اُس سے مقاصد وقف کے لیے زیادہ آمدنی ہوگی۔ لہذا جب متولی یا واقف کو یہ اختیار دیدیا گیا ہو کہ جائداد وقفی کو فروخت کرکے محاصل بیع سے اور کوئی جائداد خرید کر وقف کردے تو اِس اختیار مین یہ قید نہ لگانی چاہیئے کہ نئی جائداد بھی اُسی قسم کی ہو جس قسم کی پہلی جائداد تھی۔

---

[۱] ردالمختار صفحہ ۵۹۹–۱۲ امنہ۔

مال وقف کے منافع سے درہم و دینار لے سکتے ہین۔ مگر یہ یاد رہے کہ جب مال وقف کا مبادلہ نقد روپیہ سے کیا جائے تو اُس روپیہ کے ضایع ہونے کا خوف ہے لہذا منافع وقف کو بصورت زر نقد رکھنا مستحسن نہین ہے لیکن اگر منافع وقف اس صورت سے رکھا جائے کہ اُسمین افزونی ہوتی جائے اور اُسکے عین یا اصل مین کمی نہ ہو جیسے پرامسری نوٹ ہین تو ایسا مبادلہ جائز ہے۔ قاضی کو اور بعض صورتون مین متولی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ جب واقف نے کوئی ایسی شرط کی ہو کہ اُسکے وقف کی نوعیت کے خلاف ہو یا جس غرض سے وقف کیا گیا ہے اُسکی منافی ہو تو اُس شرط کی پابندی نہ کرے۔ مثلاً اگر واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ قاضی اُس متولی کو نہ موقوف کرے جسکو واقف یا اُسکے ورثہ نے مقرر کیا ہو تاہم قاضی اُس متولی کو موقوف کر سکتا ہے جسکی نالائقی ثابت ہوئی ہو یا جسنے کوئی بدفعلی یا وقف مین خیانت کی ہو۔ یا اگر وقف نامہ مین لکھا ہو کہ متولی زمین وقفی کا پٹہ برس روز سے زیادہ کا نہ دے مگر اس میعاد کا پٹہ کوئی شخص نہ قبول کرے تو قاضی کو اختیار ہے کہ متولی کو اجازت دے کہ سال بھر سے زیادہ میعاد کا پٹہ دیدے یا اگر واقف نے کہدیا ہو کہ جن لوگون کو فلان مسجد سے رزق یا آذوقہ ملتا ہے اُنکو اس وقف مین کچھ نہ دیا جائے تو بھی متولی کو جائز ہے کہ اُنھین غربا کو اُس وقف مین سے بطور خیرات کے دے۔ یا اگر اُسنے یہ شرط کر لی ہو کہ جس شخص پر وقف کیا گیا ہے وہ ایک معین راتب ہر روز پایا کرے تو متولی برضامندی حقداران وقف اُس روزانہ راتب کو نقد روپیہ سے بدل سکتا ہے۔

قاضی کو یہ بھی جائز ہے کہ اگر امام کی تنخواہ کم ہو تو اُسکو بڑھا دے بشرطیکہ وہ عالم اور متقی ہو اور اضافہ تنخواہ کا مستحق ہو۔

کتاب زواہر الجواہر جو اشباہ النظائر کی شرح ہے لکھا ہے کہ قاضی یہ اختیار رکھتا ہے

کہ ایک متولی اُس شخص کے ساتھ شریک کرئے جسکو واقف نے مقرر کیا ہو گو واقف نے اسکے خلاف شرط کر لی ہو بشرطیکہ قاضی کے نزدیک ایسا کرنے سے وقف کا فائدہ متصور ہو۔[1]

جب متولی یا واقف وقف کے لیے ضروری یا مفید سمجھے کہ جائداد وقفی کو بیچکر محاصل بیع سے اور کوئی جائداد خرید لیجائے تو وہ صرف قاضی یا حاکم شرع کی اجازت سے ایسا کرسکتا ہے۔[2]

## دسوان باب

## فصل اوّل

### وقف اشیاء غیر موجودہ پر۔

وقف جائز ہے گو اُس بچہ پر کیا گیا ہو جو ہنوز رحم مادر مین ہو یا اُس چیز پر کیا گیا ہو جو موجود نہ ہو۔ مثلاً جب زید کے لڑکون پر وقف کیا جائے اور اُسوقت تک اُسکے لڑکے پیدا نہ ہوے ہون یا مسجد پر کیا جائے جو ہنوز تعمیر نہ ہوئی ہو تو ایسا وقف جائز ہے اور اُسکا منافع غرباء پر تقسیم کیا جائے گا جبتک کہ زید کے یہان وہ لڑکے پیدا ہون یا وہ مسجد تعمیر کیجائے۔ عمادیہ مین یہی لکھا ہے۔ اور نہر الفائق مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب موقوف علیہ ہنوز حیز وجود مین نہ آیا ہو مگر جس غرض سے وقف کیا گیا ہے وہ غرض بر آسکتی ہو تو اُس وقف کا منافع حتی الامکان اُسی مقصد مین صرف کیا جائیگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص مدرسہ کے طلبہ پر کچھ وقف کرے اور وہ مدرسہ ہنوز تعمیر نہ ہوا ہو اور دوسرے مکان مین طلبہ کو درس دیا جاتا ہو تو وہ طلبہ اُس وقف سے وظیفہ پانے کے مستحق ہونگے۔

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۰۲ – ۱۲ منہ [2] فتاوای ابو سعود مین ۹۵۱ھ ہجری کی صدر الشریعت یعنے قاضی القضات کا یہ حکم لکھا ہے کہ مال وقف بغیر حکم سلطان بیع یا مبادلہ نہ کیا جائے (یا بغیر حکم قائم مقام سلطان یعنی نائب قاضی) ردّ المختار صفحہ ۶۰۳ – ۱۲ منہ

موقوف علیہ دو طرح سے غیر موجود ہو سکتا ہے۔ اوّل جسوقت وقف کیا گیا ہو اُسوقت موقوف علیہ نہ موجود ہو۔ ایسے وقف کو وقف منقطع الاول کہتے ہین۔ دوّم موقوف علیہم وقف کرنے کے بعد فوت ہو جائین۔ ایسے وقف کو وقف منقطع الوسط کہتے ہین دونو قسم کی مثالین فتاواے قاضی خان مین لکھی ہین۔ یعنی مثلاً کوئی شخص اوس اولاد پر وقف کرے جو اُسکے صلب سے پیدا ہو پس اگر اُسوقت اُسکی کوئی اولاد نہ ہو تو یہ وقف منقطع الاول ہے اور اِسکا منافع فقرا کے فائدہ کے لیے صرف کیا جائیگا۔ اگر بعد ازآن اُسکے یہان اولاد پیدا ہو گی تو منافع وقف اُس اولاد کو دیا جائیگا۔[1]

اِسی طرح سے جب کوئی شخص اپنی اولاد پر وقف کرے اور اُسوقت کوئی اولاد اُسکی نہ موجود ہو مگر اُسکا ایک پوتا ہو تو اُس وقف کی آمدنی اُسکے پوتے کو دیجائیگی جبتک اُسکے یہان کوئی لڑکا پیدا ہو۔

قسم دوم یعنی وقف منقطع الوسط کی مثال یہ ہے کہ دو بیٹون پر وقف کیا گیا اور اُنکے بعد اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر اور بعد ازآن اُمنین سے ایک بیٹا مر جاسے اور دوسرا بیٹا باقی رہ جائے تو یہ وقف منقطع الوسط ہے۔ اِس صورت مین نصف منافع وقف اُس بیٹے کو دیا جائیگا جو زندہ رہگیا ہے اور نصف غربا و مساکین کو دیا جائیگا اور جب وہ بیٹا بھی مر جائیگا تو کل منافع اُسکی اولاد کو ملیگا اِسواسطے کہ واقف نے منافع وقف اپنے پوتون کو اپنے دونو بیٹون کے مرنے کے بعد دیا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ واقف کا ارادہ یہ تھا کہ جو بیٹا زندہ رہجائے اُسی کو کل منافع وقف دیا جائے یا یہ کہ پسر متوفی کا حق اُسکی اولاد کو ملے تو اُسکے اِس ارادہ کے موافق عمل کیا جائیگا

خیریہ مین یہ مسئلہ کسی قدر فرق سے بیان کیا ہے یعنی لکھا ہے کہ جب موقوف علیہ موجود نہ ہو یا فوت ہو جائے تو منافع وقف اُس امر مین صرف کیا جائیگا جو اُس مقصد سے

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۴۱-۱۲ منہ

قریب تر ہو جس مقصد سے واقف نے وقف کیا تھا۔ مگر یہ قول علماء حنفیہ کا نہین ہے بلکہ علماء شافعیہ کا ہے جنکا قول یہ ہے کہ جب وقف اولاد صلبی پر کیا گیا ہو اور وہ نہون تو وہ وقف واقف کے ان اقربا کو دیا جائیگا جو سب سے زیادہ قریب القرابت ہون[1]۔

حاوی مین تمثیلاً لکھا ہے کہ جب کوئی حوض شکست ہو جائے اور اسکی کوئی ضرورت نہ باقی رہے تو جو وقف اُس سے متعلق ہو وہ اور حوضون کے مصرف مین لایا جائے گا[1]۔

خلاصہ مین لکھا ہے کہ جب کوئی مسجد یا حوض منہدم ہو گیا ہو اور اُسکی کچھ ضرورت نہ باقی رہی ہو تو جو اوقاف اُس مسجد یا حوض سے متعلق ہون وہ اور مساجد یا حوضون سے متعلق کیے جائینگے[2]۔ اگر امام یا نائب امام ایک قطعہ زمین بیت المال سے علیحدہ کر کے کسی شخص کو فائدۂ عام کے لیے نہر بنانے کو دے اور بعد ازآن وہ ملک ایسا تباہ و ویران ہو جائے کہ اُس نہر کی کچھ ضرورت نہ باقی رہے تو وہ زمین موقوف علیہ یا عطیہ دار کی ملکیت ذاتی نہ ہو جائیگی بلکہ وہ اِس شرط سے اُسپر قابض رہیگا کہ مواشی اور بھیڑون کے لیے اُسمین پانی جمع کریگا۔ شافعیہ کے نزدیک وہ زمین اُسی شخص کی ملکیت مطلقاً و قطعاً ہو جائیگی۔

اِس اصول کا نتیجہ نہر الفائق مین یہ لکھا ہے کہ ہمارے (حنفیہ کے) نزدیک یہ ہے کہ جب کسی وقف کے موقوف علیہم فوت ہو جائین تو اُس وقف کی آمدنی اُسی قسم کے کسی اور وقف مین صرف کیجائیگی۔ لہٰذا ایک مسجد کا وقف دوسری مسجد کے

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۴۱ - ۱۲ منہ [2] ردّ المختار صفحہ ۶۴۲ - ۱۲ منہ [3] جب سلطان یا امام کسی قطعہ اراضی کو بیت المال سے علیحدہ کر کے اُسکا خراج معاف کر دے اور کہدے کہ اِسکی آمدنی فلان مصرف مین لائی جائے تو وہ قطعہ زمین وقف ہو جائیگا۔ زمین کو صرف بیت المال سے علیحدہ کر کے اُسکا خراج معاف کر دینے سے وہ زمین وقف نہ ہو جائیگی اگرچہ وہ بمنزلہ وقف ہوگی۔ ۱۲ منہ

مصرف مین لایا جائیگا اور ایک حوض کا وقف دوسرے حوض مین صرف کیا جائیگا - زمین کو بیت المال سے علیحدہ کر لینا بمنزلہ اُسکے وقف کرنے کے ہے - پس جب زمین کو بیت المال سے لیکر کسی شخص کو فائدہ عام کے لیے نہر بنانے کو دیدین تو درصورت فوت ہوجانے اُس نہر کے وہ زمین مواشی کو پانی پلانے کے کام مین اور اور ایسے ہی کامون مین لائی جائیگی -

جب کوئی شخص اپنا نصف مال اپنے غریب کنبہ والون پر اور نصف عموماً غربا پر وقف کرے تو سوال یہ ہے کہ اگر اُسکے اقربا نادار ہون تو آیا وہ نصف دوم مین شریک ہونے کے مستحق ہونگے ؟ ہلال نے اِسکے جواب مین "نہین" فرمایا ہے اور ابراہیم ابن خالد سامانی نے اُنسے اتفاق کیا ہے - مگر ابراہیم ابن یوسف اور علی ابن احمد الفارسی اور ابوجعفر ہندوانی نے اُنسے اختلاف کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر واقف کے اقربا محتاج ہوجائین تو وہ عموماً غربا کے ساتھ اُس وقف مین شریک ہوسکتے ہین - اور نہر الفائق مین لکھا ہے کہ یہی قاضی القضات مولانا علی الحلبی کا ہے جنھون نے رسالہ کبریٰ قریب اُس زمانہ کے تصنیف کیا تھا جبکہ مولانا محمد شاہ بدرنا کا عہد حکومت تمام ہوا - فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ قول مشہور یہی ہے کہ جب کوئی وقف کسی شخص خاص پر اور عموماً غربا پر کیا جائے پس اگر وہ شخص بھی بعد ازان محتاج ہوجائے تو وہ غربا کے وقف مین شریک کیا جائیگا [۵۱] -

قاضی خان کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نصف زمین اپنی زوجہ ہندہ پر اور نصف اپنے فرزند زید پر وقف کرے اور یہ شرط کرلے کہ ہندہ کے مرنے کے بعد اُسکا نصف حصہ واقف کی اولاد پر وقف ہوجائیگا تو زید اُس نصف مین بھی شریک ہوگا کہ وہ واقف کی اولاد ہے - پس ہندہ کا نصف حصہ زید کو ملیگا اور مابقی واقف کی اولاد کو ملیگا اور زید کا نصف حصہ اُسی کے لیے مخصوص رہیگا - اس مسئلہ مین کچھ اختلاف نہین ہے "

---

[۵۱] ردالمختار صفحہ ۶۴۲ - ۱۲ منہ

جب مکان وقفی شکست ہو جائے تو متولی کو یہ اختیار نہین ہے کہ جو درخت اُس مین لگے ہین اُنکو بیچکر اُسکی مرمت کرائے مگر وہ اُس مکان کو بہ کرایہ دیکر کرایہ سے اُسکی مرمت کرا سکتا ہے اگر وہ شرائط جو واقف نے مقرر کیے ہون جائز و مشروع ہون تو اُنکی تعمیل اُس طرح واجب ہے کہ گویا وہ خود شارع علیہ السلام کے احکام ہین[1]۔

شرائط وقف کی تعمیل مین واقف کی نیت کا لحاظ کما حقہ کرنا واجب ہے اور جب اُسکے کلام کے معنی مشکوک ہون تو اُسکی توضیح کے لیے شہادت لیجائے اور اُسکے کلام کے ظاہر اور باطن دونو کا لحاظ کامل کیا جائے۔

مگر جب واقف کا کلام مبہم و مشکوک ہو تو کوئی شہادت خارجی داخل کر کے اُسکا منشا نہ بدل دیا جائے۔ مثلاً اگر واقف نے کہا ہو کہ فلان جائداد مین اپنی اولاد ذکور پر وقف کرتا ہون تو کوئی ایسی شہادت نہ قبول کیجائے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اُسکا ارادہ اولاد اُناث کو بھی وقف مین شامل کرنے کا تھا مگر جب خود واقف کے کلام سے یہ مفہوم ہو کہ اُسکا ارادہ اولاد اُناث کو بھی وقف مین شامل کرنے کا تھا تو اُناث بھی ذکور کے ساتھ شریک کیجاوینگی۔ تاہم واقف کے کلام سے اُسکا اصل منشا سمجھنے مین اُس وقت خاص کے حالات مخصوصہ کا اور اُس کلام کے معنی متعارف کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے اگر واقف کے کلام کے دو معنی ہوسکتے ہون تو جو معنی اُسکے اصل مقصد کے موافق ہون وہی اختیار کیے جائینگے۔

## گیارھوان باب

## فصل اول

### اصول تعبیر کلام واقف

جب کوئی شخص وقف کر کے مادام الحیات اپنے تئین اُسکا متولی مقرر کرے اور یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا بیٹا زید متولی ہوگا اور اُسکے بعد اُسکی اولاد مین جو سب سے زیادہ لائق و فائق ہو وہ متولی ہوگا تو وہ اُسکے کی ضمیر زید کی طرف راجع ہوگی واقف

---

[1] ردّ المحتار صفحہ ۳۴۶ ۔ منہ

کی طرف نہ راجع ہوگی۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر اور اپنی اولاد کی اولاد ذکور پر وقف کرے تو ذکور کی صفت اُسکے پوتون سے متعلق ہوگی بیٹون سے نہ متعلق ہوگی۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص اپنے فرزند حسن نامی پر اور اُسکی اولاد پر جو آیندہ پیدا ہوگی اور اُسکے بعد اُسکی اولاد ذکور پر اور اُسکے بعد اُسکی اولاد اناث اور اُسکی اولاد پر وقف کرے اور وقف کرنے کے بعد واقف کے یہان ایک اور بیٹا پیدا ہو جسکا نام محمد ہے بعد ازان حسن مرجائے۔ تو آیا پہلی ضمیر کا مرجع حسن ہے یا واقف ہے جس سے محمد بھی اُس وقف مین داخل ہوجائے؟

جواب۔ مصر کے مفتی حنفی مولانا شیخ حسن نے اِس مسئلہ کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ ''پہلے ضمیر کا مرجع واقف ہے اور خیریہ مین لکھا ہے کہ یہی تعبیر واقف کے ارادہ سے موافقت تامہ رکھتی ہے اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی لفظ مشترک المعنی ہو یعنی اُسکے دو معنی ہوسکتے ہون تو وہی معنی اختیار کرنے چاہئین جو واقف کے ارادہ سے موافقت کلی رکھتے ہون اِسواسطے کہ اِس مسئلہ مین اگر ضمیر مذکور کا مرجع حسن قرار دیا جائے تو خود واقف کا بیٹا محروم ہوجائیگا''

''انشاء اللہ کا لفظ استثناء تو ہے مگر اِلّا کے معنی نہین رکھتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک استثناء کُل وقف سے متعلق ہوتا ہے نہ یہ کہ اُسکے صرف ایک شرط سے متعلق ہو۔ مگر حنفیہ کے نزدیک استثناء صرف شرط آخر سے متعلق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ شرط اور شروط سے علٰحدہ ہوسکے ورنہ کُل وقف سے متعلق ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ مین اپنا مکان اپنے لڑکون پر اور اپنا باغ اپنے بھائیون پر وقف کرتا ہون لیکن اگر وہ کہین سے چلے جائین تو یہ وقف نہ باقی رہیگا'' تو جملہ استثنائیہ کُل وقف سے متعلق ہوگا۔

---

سلہ جب واقف لفظ انشاء اللہ کسی اور وقف کی نسبت استعمال کرے تو اِس جملہ کو وعائیہ سمجھنا چاہئیے۔ ۱۲ منہ

حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صفت کا موقوف علیہم مین پایا جانا منافع وقف پانے کے شرط ضروری قرار دے تو وہ صفت اُنھین اشخاص سے متعلق ہوگی جنکے باب مین وہ شرط لگھی گئی ہے۔ لیکن اگر کلام واقف سے اُس صفت کا سب مین پایا جانا ثابت ہوتا ہو تو وہ سب سے متعلق سمجھی جائیگی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی اولاد مفلس پر اور اولاد کی اولاد پر وقف کرے تو مفلس کی صفت صرف اُسکی اولاد سے متعلق ہوگی۔ لیکن اگر اُسنے یہ کہا ہو تا کہ یہ وقف میری اولاد کی اولاد پر ہے جو مفلس ہو تو مفلس کی صفت دونو سے متعلق ہوتی مگر شافعیہ کے نزدیک مفلس کی صفت دونو صورتون مین سب سے متعلق ہوگی۔

اگر کوئی شخص کوئی جزو اپنے مال کا عبداللہ اور زید پر صدقہ موقوفہ کرے تو اُسکی آمدنی اِن دونو کو بالمشارکت ملیگی اور جب اُنھین سے کوئی مرجائے تو اُسکا حصہ غربا کو دیا جائیگا اور جب وہ دونو مرجائینگے تو کُل آمدنی وقف کی محتاجون کو دیجائیگی۔ اِسی طرح سے جب کسی قوم یا فرقہ پر وقف کیا گیا ہو تو اُسکی آمدنی اُن سب مین اُنکی تعداد کے موافق تقسیم کردیجائیگی۔ اور جب اُنھین سے کوئی مرجائیگا تو اُسکا حصہ فقرا کو دیا جائیگا۔ جب عبداللہ کی اولاد پر وقف کیا گیا ہو اور کچھ تعداد اُسکی اولاد کی نہ بیان کی ہو تو عبداللہ کی اولاد وقف کی آمدنی بالمشارکت پائیگی اور جبتک اُنھین سے ایک بھی زندہ رہیگا اُسکی آمدنی مین سے کچھ بھی فقرا کو نہ دیا جائیگا۔ جب واقف نے زید اور عمرو کا نام لیکر یہ کہا ہو کہ اِس وقف کا نصف زید اور دو ثلث عمرو کو دیا جائے تو کُل مال وقف کے سات حصے کیے جائینگے جسطرح فرائض میراث مین عوَل کا مسئلہ ہے اور اُنھین سے تین حصے زید کو اور چار عمرو کو دیے جائینگے۔ جب وقف بایں الفاظ کیا جائے کہ "زید نصف اور عمرو ایک ثلث پائیگا" تو اُنھین سے ہر ایک کو اُسکا حصہ معینہ دیا جائیگا اور مابقی اُنھین پر ردّاً بمقدار مساوی تقسیم کیا جائیگا۔ جب واقف بایں الفاظ وقف کرے کہ "میری زمین صدقہ موقوفہ ہے زید اور عمرو پر اور زید کو اُسکا ایک ثلث یا سَو درہم دیے جائین" اور دوسرے موقوف علیہ کے باب مین کچھ نہ کہے

تو زید وہ حصہ پائیگا جسکی تصریح واقف نے کی ہے اور باقی ماندہ عمرو کو ملیگا جسکے باب مین واقف نے کچھ نہین کہا ہے۔ اور یہی اُن سب صورتون مین کیا جائیگا جنمین واقف نے ایک موقوف علیہ کا نام لیا ہو اور دوسرے کے باب مین سکوت کیا ہو۔ جب واقف نے لکھا ہو کہ ہر ایک موقوف علیہ کو ایک خاص رقم دیجائے اور وقف کی آمدنی کم ہو جانے کی وجہ سے کسی موقوف علیہ کو وہ ٹھیک رقم نہ مل سکے تو جتنی آمدنی فی الواقع ہو وہ سب موقوف علیہم پر بقدر اُنکے وظائف کے تقسیم کردیجائے۔ اور جب اُس آمدنی کی مقدار اُنکے وظائف سے زیادہ ہو تو رقم فاضل اُن سب پر برابر تقسیم کردیجائے۔

جب کسی فرقہ یا قوم پر وقف کیا گیا ہو اور وہ اُسکو نامنظور کرے تو اُس وقف کی آمدنی فقرا کو دیجائے۔ لیکن اگر صرف اُنمین سے چند اشخاص اُس وقف کو نامنظور کرین تو اُسکی کُل آمدنی اُن لوگون کو دیجائے جنھون نے اُسکو نامنظور نہ کیا ہو بشرطیکہ جس لقب سے وقف کیا گیا ہے وہ عمیم المعنی ہو اور اُن سب پر صادق آتا ہو لیکن اگر وہ لقب اُنپر نہ صادق آتا ہو تو حصہ اُن اشخاص کا جو اُس وقف کو نامنظور کرین غربا کو دیدیا جائیگا۔ مثلاً اگر واقف کہے کہ یہ عبد اللہ کے لڑکون پر وقف کیا گیا اور اُنمین سے بعض لڑکے اُسکو نامنظور کرین تو کُل اُن لڑکون کو ملیگا جو اُسکو منظور کرلین۔ لیکن اگر اُسنے کہا ہو کہ یہ زید اور عمرو پر۔ اور زید نامنظور کرے تو اُسکا حصہ غربا کو ملیگا۔

جو وقف کسی شخص نے مرض الموت کے عالم مین کیا ہو وہ صرف ثلث مال مین نافذ ہوگا تاوقتیکہ سب ورثہ اُسکے نہ راضی ہو جائین۔ جب وہ وقف ثلث مال سے زائد پر حاوی ہو اور ورثہ راضی نہون تو بقدر مقدار زائد از ثلث باطل ہوگا۔

جب کوئی شخص اپنی زمین اللہ تعالیٰ کی راہ مین اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ وقف کرے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو محتاجون پر اور وہ زمین اُسکے ثلث مال کے اندر ہو تو اُسکی آمدنی یا پیداوار اُسکی سب اولاد مین

بقدر اُنکے سہام شرعیہ کے تقسیم کیجائیگی یعنی اگر وہ ایک زوجہ اور اولاد چھوڑ گیا ہو تو ایک ثمن زوجہ کو ملیگا اور اگر والدین اور اولاد چھوڑ گیا ہو تو ایک سُدس والدین کو دیا جائیگا اور باقی اولاد پر اس طور سے تقسیم کیا جائیگا کہ ذکور کو دو دو حصے اور اُناث کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا - یہ جب کیا جائیگا جبکہ واقف اپنی اولاد صلبی چھوڑ گیا ہو اور اولاد کی اولاد نہ چھوڑی ہو - لیکن جب وہ اپنی اولاد اور اُنکی اولاد دونو چھوڑ گیا ہو تو وقف کی آمدنی اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد کی تعداد کے موافق تقسیم کیجائیگی اسطرح سے کہ اولاد پر تو موافق احکام میراث کے تقسیم کیجائیگی اور اولاد کی اولاد پر اُنکے حصے علی التسویہ تقسیم کر دیے جائینگے - اور جب واقف کی اولاد صلبی مین سے کوئی نہ باقی رہیگا تو وقف کی آمدنی اُسکے پوتون اور پوتیون اور اُسکی نسل کے اور لوگون پر تقسیم کیجائیگی اور اُسکی زوجہ اور والدین کو کچھ نہ ملیگا - اگر زمین وقفی واقف کے ثلث مال سے خارج نہ ہو جائے اور اُسکے وقف سے ورثہ راضی ہو جائین تو وہ وقف اُس کل زمین وقفی کی نسبت جائز ہوگا اور اُسکی آمدنی واقف کی اولاد مین بحصص مساوی بلا امتیاز ذکور و اناث تقسیم کر دیجائیگی مگر اُسکی زوجہ اور والدین کچھ نہ پائینگے - لیکن اگر ورثہ اُس وقف پر نہ راضی ہون تو وہ وقف صرف ثلث مال واقف مین نافذ ہوگا اور اُسکی آمدنی واقف کے ورثہ مین موافق احکام میراث تقسیم کیجائیگی اور جب اُسکی نسل مین کوئی نہ باقی رہیگا تو اُس زمین کی آمدنی یا پیداوار غربا کو دیجائیگی -

جب کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین وقف بھی کرے اور وصیت بھی کرے تو اُن دونو کا نفاذ اُسکے ثلث مال مین کیا جائیگا -

اگر کوئی شخص کہے کہ "میری زمین کی پیداوار میرے مرنے کے بعد عبد اللہ کے لڑکے اور اُنکی نسل کو دیجائے" تو یہ وصیت مین داخل ہے - اِسی طرح سے اگر کوئی شخص کہے کہ "حبستُ" یعنی رکھ چھوڑو اسکو بعد میرے مرنے کے عبد اللہ کے

اُنکے لیے" یا یہ کہے کہ "میرے مرنے کے بعد میری زمین فلان شخص اور اُسکی نسل کے لیے مقرر کی گئی اور فروخت نہ کیجائے" تو اِن سب کلمات سے اُسکی آمدنی کے باب مین وصیت سمجھی جائیگی۔ لیکن اگر وہ کہے کہ "میری زمین میرے مرنے کے بعد غربا پر وقف کی گئی یا اُنکے واسطے حبس کی گئی" تو یہ وقف صالح ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میری میرے ولد یعنے لڑکے پر صدقہ ہے" تو اُسکی آمدنی اُسکی اولاد صلبی کو بلا امتیاز ذکور و اُناث برابر دیجائیگی اور جبتک اُسکی اولاد صلبی مین سے ایک بھی باقی رہیگا اُسکی آمدنی اُس اکیلے کو ملیگی خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت۔ جب اُسکے صُلب یا بطن سے کوئی نہ باقی رہے تو اُس وقف کی آمدنی فقرا مین تقسیم کردیجائیگی اور اُسکی اولاد کی اولاد کو اُسمین سے کچھ نہ دیا جائیگا۔ لیکن اگر وقف کرنے کے وقت واقف کی کوئی اولاد صلبی نہ موجود ہو مگر اُسکا ایک پوتا موجود ہو تو اُس وقف کی آمدنی اُس پوتے کو ملیگی اور اسافل کو یعنی پوتے کے بعد جو لوگ واقف کی تیسری یا چوتھی پشت مین ہون اُنکو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا اِسواسطے کہ درصورت نہ ہونے اولاد صلبی کے پوتا بیٹے کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ظاہر الروایۃ مین لکھا ہے کہ نواسے کا کوئی حق مال وقف مین نہین ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ اگر وقف کرنے کے بعد واقف کے صُلب سے کوئی اولاد پیدا ہو تو آیندہ جو آمدنی اُس وقف سے ہوگی وہ اُسی لڑکے پر صرف کیجائیگی۔ اگر پہلی یا دوسری پشت مین کوئی اولاد نہو مگر تیسری یا چوتھی یا اُسکے بعد کسی پشت مین اولاد موجود ہو تو تیسری پشت کی اولاد اور اُسکے نیچے کی پشت کی اولاد مع̇ا حصہ پائیگی گو اُنکی تعداد کثیر ہو۔ جو کچھ لفظ "میری اولاد" کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہی بعینہ اِن الفاظ پر بھی صادق آئیگا کہ "فلان شخص کی اولاد"۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین صدقہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہے" تو اُسکی اولاد صلبی اور اولاد کی اولاد جو بروز وقف موجود تھا اور جو بعد ازآن پیدا ہوئی

وہ سب اِس وقف مین داخل ہین اور دونو پشتون کی اولاد اُس وقف کی آمدنی مین شریک ہے۔ مگر اُنکے نیچے کی پشتون کے لوگ اُسمین نہ شریک ہونگے اور نہ بیٹی کی اولاد اُسمین سے کچھ پائیگی جیسا ظاہر الروایۃ مین لکھا ہے اور اسی کے موافق فتوےٰ ہے لیکن اگر واقف کہے کہ "میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور اُسکی اولاد پر" یعنی تین پشتون کا نام لے تو وقف کی آمدنی اُسکی اولاد کو دوامًا دیجائیگی جبتک اُنمین سے کوئی باقی رہے اور غربا کو نہ دیجائیگی یعنی جبتک ایک شخص بھی اُسکی نسل مین باقی رہیگا اُسی کو وقف کی آمدنی ملیگی اور اسمین قریب وبعید سب برابر سمجھے جائینگے الا اسینکہ واقف نے کہدیا ہو کہ اَلاَقرَبُ فَالاَقرَبُ یعنی جو قریب تر ہو وہ قریب تر سمجھا جائے۔ یا یہ کہا ہو کہ "میری اولاد اور اُسکے بعد میری اولاد کی اولاد پر بطنًا بعد بطن" کہ اِس صورت مین ابتدا اُن لوگون سے کیجائے جس سے واقف نے ابتدا کی ہے۔

اگر واقف کہے کہ "یہ میری زمین میری اولاد پر صدقہ ہے" تو اولاد کا لفظ ایسا عمیم المعنی ہے کہ اسمین اُسکی سب پشتین داخل ہین مگر کُل آمدنی اُس زمین کی پہلی پشت والون کو ملیگی وقس علیٰ ہذا تیسری اور چوتھی اور پانچوین پشت والون کو برابر بلا لحاظ اقربیت وابعدیت اُس وقف کی آمدنی مین حصہ ملیگا۔ اگر واقف کہے کہ "یہ زمین مینے اپنی اولاد پر وقف کی" اور اُسوقت اُسکی ایک ہی اولاد ہو تو اُسکی نصف آمدنی اُس اولاد کو اور نصف غربا کو ملیگی۔ لیکن اگر اُسنے "ایک اولاد" کا لفظ کہا ہو اور اور ایک ہی اولاد اُسکی ہو تو سارا مال وقف اُسی اولاد کو ملیگا۔ اور یہی اُس صورت مین بھی ہوگا کہ جب اُسکی کئی اولاد ہون اور سوا ایک کے اُنمین سے کوئی نہ باقی رہی ہو جب کوئی شخص اپنی جائداد بایں الفاظ وقف کرے کہ "یہ مال میرے دو لڑکون پر وقف ہے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو اُن دونو کی اولاد پر اور اُن دونو کی اولاد کی اولاد پر دوامًا جبتک اُنمین سے کوئی باقی رہے" اور اُنمین سے ایک لڑکا مر جائے

اور ایک اولاد چھوڑ جائے تو نصف آمدنی اُس جائداد وقفی کی اُس لڑکے کو ملیگی جو زندہ رہ گیا ہے اور نصف غربا کو دیجائیگی۔ مگر جب واقف کا دوسرا بیٹا بھی مرجائے تو کل آمدنی اُن دونوں کی اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو دیجائیگی۔ اگر واقف کہے کہ یہ جائداد میری مفلس اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے اور اُنمین سے صرف ایک اولاد محتاج ہو تو نصف آمدنی اُسکو اور نصف فقرا کو دیجائے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ میری زمین میرے بیٹون پر صدقہ موقوفہ ہے اور اُسکے دو یا دو سے زیادہ بیٹے ہون تو اُسکی آمدنی اُنھین کو ملیگی۔ اگر آمدنی ملنے کے وقت صرف ایک ہی بیٹا موجود ہو تو نصف اُسکو اور نصف غربا کو ملیگا۔ اگر اُسکے بیٹے اور بیٹیان دونو ہون تو ہلال کے نزدیک وقف کی آمدنی اُنمین برابر تقسیم کیجائیگی۔ اور صحیح یہی ہے اور بمنزلہ اسکے ہے کہ واقف نے کہا ہو کہ یہ زمین میرے بھائیون پر وقف کی گئی اور اُسوقت اُسکے بھائی اور بہنین دونو موجود ہون تو وہ سب برابر حصہ پائینگے۔ اور اگر واقف کہے کہ میرے بیٹون پر اور اُسکے بیٹے نہ ہون بلکہ صرف بیٹیان ہون تو وقف کی آمدنی غربا کو دیجائیگی۔ اور اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ میری بیٹیون پر اور فقط اُسکے بیٹے ہون تو بھی وقف کی آمدنی غربا کو دیجائیگی۔

اگر کوئی شخص اپنی جائداد اپنے بیٹے پر اور اُسکی اولاد اور اُنکی اولاد پر دوامًا وقف کرے جبتک اُسکی نسل مین کوئی باقی رہے تو وقف کی آمدنی اُنمین اُنکی تعداد کے موافق تقسیم کیجائیگی اور ذکور و اناث برابر حصے پائینگے اور بیٹی کی اولاد بھی اُسمین شریک کیجائیگی۔

اگر کوئی شخص اپنی نسل یا ذریت پر وقف کرے تو اُسمین اُسکی بیٹی اور بیٹے دونو کی اولاد داخل ہے خواہ قریب ہو خواہ بعید۔ لیکن اگر واقف اُس شخص پر وقف کرے جو اُس سے قرابت رکھتا ہو (من ینتسبہ) تو بیٹی کی اولاد اُسمین داخل نہوگی۔

جب کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین میری اولاد اور میری نسل پر صدقہ موقوفہ ہے" تو ایسا وقف جائز ہے اور اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد ذکور و اناث دونو اُسمین داخل ہین خواہ قریب ہون خواہ بعید بیٹے کی اولاد ہو خواہ بیٹی کی ہو عیید ہون یا احرار یعنے غلام ہون یا آزاد سب کے سب اس وقف مین داخل ہین اور سب برابر حصے پائینگے مگر غلامون کا حصہ اُنکے مالک کو ملیگا۔ اور اگر واقف کہے کہ "مین نے یہ جائداد اپنے لڑکے اور اپنی نسل پر وقف کی" اور اسوقت اسکا کوئی پوتا موجود ہو اور بعد ازآن اُسکے صلب سے کوئی لڑکا پیدا ہو تو وہ دونو اس وقف مین شریک ہونگے۔ اسی طرح اگر وہ کہے کہ "یہ میری یہ زمین میری اولاد موجودہ پر اور میری نسل پر صدقہ موقوفہ ہے" تو بعد ازآن جو لڑکا اُسکے یہان پیدا ہوگا وہ لفظ نسل مین داخل ہونے کی وجہ سے اس وقف مین شریک ہو جائیگا۔ اگر واقف نے یہ کہا ہو کہ "یہ میری اولاد موجودہ اور اُنکی نسل پر" تو اسکی اولاد موجود اور اُنکی نسل داخل وقف ہوگی خواہ وہ نسل موجود ہو خواہ نہ ہو مگر جو اولاد اسکی اسوقت موجود نہ ہو وہ اور اسکی نسل داخل وقف نہ ہوگی۔ اسی طرح سے اگر اسنے کہا ہو کہ "یہ میری اولاد موجودہ پر اور اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر" اور بعد ازآن اسکے صلب سے کوئی لڑکا پیدا ہو تو وہ لڑکا وقف مین نہ داخل ہوگا۔ اور اگر وہ کہے کہ "یہ میری اولاد موجودہ پر اور اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر اور اُنکی نسل پر" تو اسکی اولاد موجودہ اور اولاد کی اولاد اور جبتک اُنکی نسل باقی رہیگی وہ سب اس وقف مین داخل ہونگے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ "یہ میری اولاد موجودہ پر اور اُنکی اولاد کی اولاد پر" اور کچھ اور نہ کہے تو اولاد کی اولاد کو کچھ نہ ملیگا۔

جب کوئی شخص بحالت صحت نفس کہے کہ "مین نے اپنی یہ زمین اللہ تعالی کی راہ مین اپنی اولاد پر اور اسکی اولاد اور اُنکی نسل پر دیدا جبتک

آنمین سے کوئی باقی رہے وقف کی" تو جو اولاد اُسکے وقف کرنیکے وقت موجود ہو اور جو اولاد اُسکو قبل وجود آمدنی وقف کے پیدا ہوئی ہو اور اُس اولاد کی اولاد دواًما اُس وقف کی آمدنی سے منتفع ہوگی - اور اگر آنمین سے کوئی قبل وجود آمدنی وقف مرجائے تو اُس شخص کا حصہ ساقط ہو جائیگا لیکن اگر بعد وجود آمدنی وقف آنمین سے کوئی مرگیا ہو تو شخص متوفی کی اپنے حصہ مین ایک حق حاصل ہو جائیگا جو اُسکے ورثہ کو ملیگا اور قریب اور بعید نسل کے لوگون کو برابر ملیگا اِلّا اینکہ واقف نے کہدیا ہو کہ نسل عالی سے ابتدا کیجائے اُسکے بعد نسل سافل کو دیا جائے - اِس صورت مین اگر نسل عالی کے سب لوگ سوائے ایک شخص کے مرجائین تو کل اُسی اکیلے کو ملیگا اور نسل سافل والون کو کچھ نہ ملیگا - اگر کوئی شخص کہے کہ "میرے لڑکے پر اور اُسکے لڑکے پر دواًما جبتک کوئی نسل مین باقی رہے" اور بطنًا بعد بطنٍ کا لفظ نہ کہے بلکہ اتنا اور کہے کہ "جب کوئی اُنمین سے مرجائے تو اُسکا حصہ وقف کی آمدنی مین اُسکی اولاد کو ملے" تو آنمین سے کسی کے مرنے کے قبل وقف کی آمدنی سب اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور اُنکی نسل مین برابر تقسیم ہوگی اور اگر آنمین سے کوئی مرجائے اور ایک اولاد چھوڑ جائے تو متوفی کا حصہ اُسکی اولاد کو ملیگا - اور اُسکو اپنے باپ کا حصہ علاوہ اُس حصہ کے ملیگا جو اُسکے لیے واقف نے مقرر کیا ہے -

جب کوئی شخص اپنی اولاد پر اس نیت سے زمین وقف کرے کہ آخر کو اِس مین کی آمدنی غربا کو دیجائے اور اُسکی اولاد مین سے کچھ لوگ مرجائین تو ہلال کے نزدیک اُنکے حصص اُن اشخاص کو ملینگے جو زندہ رہ گئے ہین اور اگر وہ سب مرجائین تو وقف کی آمدنی غربا کو دیجائیگی اور واقف کی اولاد کی اولاد کو نہ دیجائیگی - لیکن اگر واقف نے اپنی اولاد پر نام بنام وقف کیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ "فلان اور فلان اور فلان" پر وقف کیا گیا اور آخر کو غربا پر اور آنمین سے ایک شخص مرجائے تو اُسکا حصہ غربا کو دیا جائیگا -

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین میرے مرنے کے بعد میری اولاد پر اور اولاد کی

اولاد پر اور اُنکی نسل پر صدقہ موقوفہ ہے اور یہ کہکر مرجائے تو یہ وقف اُسکی اولاد صلبی پر نہ جائز ہوگا مگر اُسکی اولاد کی اولاد پر درست ہوگا۔ لیکن جبتک اُسکی اولاد صُلبی مین سے کوئی زندہ رہیگا وقف کی آمدنی ہرسال موقوف علیہم کی تعداد کے موافق تقسیم کیجائیگی اور اولاد کی اولاد کے حصہ مین جوکچھ آئیگا وہ وقف ہوجائیگا اور جوکچھ اولاد صُلبی کے حصہ مین آئیگا وہ متروکہ مین داخل ہوکر سب ورثہ پر تقسیم ہوگا یعنی شوہر اور زوجہ وغیرہ سب کو اُسمین حصہ ملیگا۔ اگر اسی حال مین واقف کی اولاد صلبی مین سے کوئی مرجائے تو وقف کی آمدنی اولاد کی اولاد اور اولاد صلبی مین سے جو زندہ ہون اُنکی تعداد کے موافق تقسیم کیجائیگی اور جوکچھ اولاد صلبی کے حصہ مین آئیگا وہ اُن سب ورثہ پر تقسیم ہوجائیگا جو واقف کی وفات کے وقت زندہ تھے خواہ اب زندہ ہون خواہ مرگئے ہون۔ ہلال نے اپنی کتاب الوقف مین فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بعض اولاد پر وقف کرکے کہے کہ یہ وقف میری زندگی مین اور میرے مرنے کے بعد بھی باقی رہیگا تو قول اصح یہی ہے کہ "بعد میرے مرنے کے" لفظ سے کسی وارث کو وصیت نہ سمجھی جائیگی بلکہ دوام و استمرار وقف مفہوم ہوگا۔[1]

جب کوئی وقف زید اور اُسکی اولاد پر اور اُنکے مرنے کے بعد غربا پر کیا جائے اور زید کہے کہ یہ وقف عمرو اور فقرا پر کیا گیا تھا تو اُسکا یہ قول اُسکی اولاد یا غربا کے حقوق مین مخل نہ ہوگا۔ بلکہ اُس وقف کی آمدنی زید پر اور اُسکی اولاد موجودہ پر برابر تقسیم کیجائیگی اور زید کا نصف حصہ عمرو کو دیا جائیگا۔ اور اگر عمرو زید کے پیشتر مرجائے تو اُسکا حصہ غربا کو ملیگا لیکن اگر زید عمرو کے پیشتر مرجائے تو اُسکا حق وقف کی آمدنی مین زائل ہوجائے گا۔

اگر جو وقف زید پر اور فقرا پر کیا گیا ہو اور زید کہے کہ یہ وقف مجھ پر نہین بلکہ عمرو پر

---

[1] یہ سب اصول فتاوائے عالمگیری صفحہ ۴۹۷ و ۵۰۷ سے لیے گئے ہین ۱۲ منہ۔

کیا گیا تھا تو اس صورت مین اس وقف کی آمدنی زید اور عمرو مین برابر تقسیم کیجائیگی اور جب زید مرجائیگا تو کل آمدنی غرباء کو ملیگی۔ اگر عمرو زید کی حیات مین مرجائے تو زید کا نصف حصہ فقراء کو دیا جائیگا اور جب زید نے اپنے تئین صرف آمدنی کا مستحق کیا ہو اور نصف کا مستحق عمرو کو ٹھہرایا ہو تو اس صورت مین فقط عمرو کا نصف غرباء کو ملیگا۔

اگر کوئی شخص متولی مقرر کیا گیا ہو اور وہ اپنے بدلے دوسرے کو متولی قرار دے تو یہ دوسرا شخص اُس شخص کی حیات مین صرف ایک حصہ آمدنی وقف پانے کا مستحق ہوگا اور جب وہ شخص جسنے دوسرے کی تولیت کا اقرار کیا ہے مرجائے تو اسکے اقرار کا اثر جاتا رہیگا اور تولیت مع اپنے تمام لوازم کے اُس شخص کو ملیگی جسکو واقف نے مقرر کیا ہے۔

حقدار وقف کا دوسرے کو اپنا عوضی نہین مقرر کرسکتا البتہ دوسرے کو اپنا وظیفہ لینے کے لیے مقرر کرسکتا ہے۔

جب وقف نامہ مین دو متضاد شرطین لکھی ہون تو حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ مابعد کی شرط ماقبل کی شرط کی ناسخ قرار پاکر نافذ کیجائیگی۔

عصاف[1] مین اسکی مثالین لکھی ہین کہ جب وقف نامہ مین دو متضاد شرطین درج ہون تو شرط دوم بہ ترجیح شرط اول نافذ کیجائیگی۔ ایک مثال یہ ہے کہ اگر وقف نامہ کی ابتدا مین واقف نے لکھا ہو کہ ”یہ مال وقف بیع اور رہبہ نہ کیا جائیگا نہ کسی کی ملک ہوگا“

---

[1] عصاف علامہ برہان الدین ابراہیم طرابلسی کی کتاب کا نام ہے جنکے بارے مین مولانا محمد امین صاحب ردّ المختار فرماتے ہین کہ اگر بمقتضی حوائج دنیاوی کسی شخص کو احکام وقف دیکھنے کی ضرورت ہو تو اُسکو چاہیئے کہ عصاف کو ملاحظہ کرے کہ سب سے زیادہ معتبر کتاب وقف مین ہے۔ ۱۲ منہ۔

اور بعد اسکے لکھا ہو کہ متولی کو جائز ہوگا کہ اس جائداد کو فروخت کرکے محاصل بیع سے اور جائداد خرید کر محل وقف کے مقام پر قائم کرے" تو اس صورت مین شرط دوم شرط اول کی ناسخ ہوگی اور مال وقف کی بیع جائز ہوجائیگی۔ یا اگر واقف نے پہلے لکھا ہو کہ متولی مال وقف کو بیچکر کوئی اور چیز خریدے اور بعد ازآن لکھا ہو کہ مال وقف بیع یا ہبہ نہ کیا جائے تو وہ مال نہ فروخت کیا جائیگا۔ مگر جب دو شرطین متضاد نہ ہون اور دونون کو نافذ کرنا ممکن ہو تو دونون کی تعمیل واجب ہوگی اسواسطے کہ واقف کے شرائط بمنزلہ نص کے ہین۔ جب عام شرائط کے بعد جزئیات کی تفصیل وقف نامہ مین لکھی ہو تو حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل سب سے آخری شرط سے متعلق سمجھی جائیگی الا اینکہ وقف نامہ کی عبارت سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہو۔ مگر شافعیہ کے نزدیک وہ تفصیل کل شرائط وقف نامہ سے متعلق ہوگی اگر اسکا تعلق آن شرائط سے بذریعہ واو عاطفہ (اور) ہو لیکن صرف آخری شرط سے متعلق ہوگی اگر اسکا تعلق ماقبل سے بذریعہ لفظ ثُمَّ (ترتب یا بعد ازآن) ہو۔

جب واقف نے بحالت صحت نفس وقف کرکے کہا ہو کہ یہ وقف میری اولاد پر موافق فرائض اللہ کے تقسیم کیا جائے تو اسکی تقسیم سب حقدارون پر بلا امتیاز ذکور و اناث علی السویہ کیجائیگی۔

جب وقف برادران علاتی اور برادران اخیافی پر کیا گیا ہو تو وہ سب برابر پائینگے۔

جب وقف لڑکون پر کیا گیا ہو تو اسکی آمدنی آن سب پر برابر تقسیم کیجائیگی۔ یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور اسی کے موافق فتویٰ ہے۔ وقف نامہ مین ایسی شرط لکھنا مکروہ ہے جس سے ایک بیٹے کو دوسرے سے زیادہ ملے یا بیٹون کو بیٹیون سے زیادہ ملے جیسے ہبہ مین ایسا فرق رکھنا مکروہ ہے۔ سب مشاہیر علماء (حنفیہ) کا یہی قول ہے اور شیخ نورالدین مقدسی مفتی القاہرہ دارالخلافت مصر نے اور شیخ الاسلام

محمد الطحاوی مفتی شافعی مصر نے اسی قول کے موافق فصل خصومات کیا ہے کہ جب واقف ایک فرقہ پر وقف کرے تو اُس فرقہ کے سب اشخاص کو اسمین برابر حصہ ملیگا خواہ وہ مرد یا عورتین ہون خواہ نہ ہون اور خواہ اُنکے اصول مین اختلاف ہو خواہ نہ ہو یعنی جب وقف بھائیون پر کیا گیا ہو تو برادران علاتی اور برادران اخیافی برابر حصہ پائینگے اور احکام میراث کے موافق نہ پائینگے۔ اسی طرح سے جب کوئی شخص کہے کہ اگر مین لاولد مر جاؤن تو اس وقف سے میرے وہ اقربا منتفع ہون جو قرابت مین مجھسے اقرب ہون اور اپنے مرنے کے بعد وہ صرف ایک چچازاد بھائی اور دو چچازاد بہنین چھوڑ جائے تو اُس چچازاد بھائی اور اُن چچازاد بہنون کو وقف کی آمدنی مین برابر حصے ملینگے۔ پس فرائض اللہ کے معنی یہ نہین ہین کہ موقوف علیہم کو سہام شرعیہ موافق احکام میراث دیے جائین بلکہ اس سے اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس مین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ہبہ مین کسی کو ترجیح نہ دیجائے بلکہ سب موہوب لہم کو برابر دیا جائے۔

اِس مقام پر یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ بعض اہل اِسلام نے زبان انگریزی مین وقف نامے لکھے ہین اور ایسے الفاظ لکھکر وہ باوجود ہونے کسی حکم شرع محمدی کے'' اپنے وقف کو شرع محمدی کے اثر سے خارج کرنا چاہا ہے۔ ظاہرا یہ فقرہ میسور کے وقف نامہ سے لیا گیا ہے جسمین گورنمنٹ ہند نے بعض متولیون کو تعداد کثیر کے قطعات نوٹ دیے تھے کہ اہل خاندان شاہی میسور کے لیے بصیغۂ امانت رکھین۔ اور اُس وقف نامہ مین گورنمنٹ نے یہ لکھا تھا کہ وہ اُس شخص کے مرنے کے وقت یا مرنے کے بعد سے (جسپر وہ وقف ابتدا کیا گیا تھا) بشرطیکہ وہ مرد یا وہ عورت اولاد حلال رکھتی ہو اور یہ نوٹ اُس مرد یا اُس عورت کے پاس نام ہو تو یہ اُس بیوہ یا بیوگان کے نام اور اُنکی اولاد کے نام جو بروقت وفات شخص متوفی کے زندہ ہون باقی رہیگا اور ایک بیوہ بالانفراد یا بیوگان بالمجموع آٹھوان حصہ پائینگے اور اولاد ذکور اناث کا دوچند

حصہ پائینگے اور لڑکے اپنے والدین کے قائم مقام ہونگے اور اُنکے حصص واقعی یا قیاسی پائینگے باوجود ہونے کسی حکم شرع محمدی کے"

مقدمہ مذکورۂ بالا مین گورنمنٹ بحیثیت واقف یا معطی غالباً اسکی مستحق تھی کہ کوئی شرط درباب اُس طریقہ کے مقرر کرے جس طریقہ سے اصل موقوف علیہم یا عطیہ دارون کے مرنے کے بعد عطیہ سرکاری تقسیم کیا جائیگا۔ جب کوئی مسلمان اِسی قسم کا عطیہ عمل مین لاوے تو اُسکو وقف تصور کرنا چاہئیے۔ مگر اس سے صرف ایک حق مادام الحیات اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے جسکا نام پہلے لیا گیا ہے اور ما بقی اُسکی اولاد کو جو اُسکے مرنے کے وقت زندہ ہون ملتا ہے (اصل موقوف علیہ یا عطیہ دار مرد ہو خواہ عورت)۔ شرع حنفی کے بموجب ایسی حقیت کا نفاذ یون ہوگا کہ عطیہ دار اول کو حق وراثت حاصل ہو جائیگا اور صرف اس امر سے کہ اُس عطیہ کا اختیار متولیون کو تفویض کیا گیا ہے اُسکی حقیقت مین کچھ فرق نہ پڑیگا۔ مذہب شیعہ کے موافق اصل معطی ایک حق مادام الحیات پائیگا اور جو اولاد اُسکی وفات کے وقت موجود ہوگی اُسکو حق وراثت حاصل ہوگا۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا ان دونو صورتون مین معطی شرع محمدی کے قانون میراث مین تغیر و تبدل کرسکتا ہے۔؟ پروی کونسل نے جو فیصلہ بمقدمہ ٹگور[۱] بنام ٹگور صادر کیا ہے وہ اِسی مسئلہ سے متعلق ہے۔ حکام پروی کونسل اِس فیصلہ مین فرماتے ہین کہ "جو جائداد حاصل ہو چکی ہو اُسکو جدا کرنے کا ایسا اختیار جس سے اُسی جائداد کو دوسرے شخص کو عطا کرنے کی قدرت ہو جائے صرف بذریعہ توریث یا انتقال شرعی نافذ ہوسکتا ہے۔ توریث کسی مالک جائداد کی مرضی پر نہین موقوف ہے مگر انتقال اُسکی مرضی پر موقوف ہے

---

[۱] لارپورٹ بنگال صفحہ ۳۷۶ و ۳۹۴ جلد ۹۔ اور انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۱۔ بمقدمہ نواب امجد علی خان بنام محمدی بیگم ہبہ اُس شخص پر ہوا تھا جو زندہ تھا۔ اشیاء غیر موجودہ کا عطیہ صرف بطور وقف ہوسکتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

توریث وہ قاعدہ ہے جسکو حاکم وقت نے مقرر کردیا ہے یا درصورت رواج کے تسلیم کرلیا ہے نہ صرف اِس غرض سے کہ اشخاص کو فائدہ پہونچے بلکہ مصالح عامہ کی وجہ سے (دیکھو ووٹ صاحب کے اصول قانون صفحہ ۲۴۱۳) - پس اِس سے صریحاً یہ لازم آتا ہے کہ جو شخص بذریعہ ہبہ یا وصیت یہ کوشش کرے کہ سوائے اُس طریقہ کے جو قانون یا شرع مقرر کیا گیا ہے اور کسی طریقہ سے جائداد کو قابل وراثت کردے وہ قانون بنانے کی جرأت کرتا ہے اور وہ ہبہ ضرور باطل ہوگا اور قاعدۂ میراث حسب منشار قانون یا شرع ضرور جاری ہوگا - اِس اصول کو ٹرنر صاحب چیف جسٹس نے بمقدمہ سواجی منی داسی بنام وینو بندھو ملک خوب بیان کیا ہے کہ کوئی آدمی اپنی راے کے موافق یا اپنے نزدیک مصلحت سمجھکر کوئی نئی قسم کا حق نہین ایجاد کرسکتا ہے نہ اُس ترتیب وراثت وجانشینی کو بدل سکتا ہے جو قانون مین قرار دی گئی ہے[۱]"

جب کوئی شخص زید کی اولاد پر وقف کرے مگر اُن بیٹون کو مستثنی کردے جو کسین بیرونجات مین رہتے ہون اور بعد ازآن زید کے چند بیٹے اُس ملک یا اُس شہر سے کہین باہر چلے جائین تو اُنکا حق جاتا رہیگا اور اُنکی مراجعت کے بعد بھی نہ ملیگا - اِسی طرح سے جب وقف زید کے اُن بیٹون پر کیا گیا ہو جو تحصیل علم مین مشغول ہون اور اُنمین سے بعض پڑھنا چھوڑ دین تو اُنکا حق بالکل جاتا رہیگا اور اگر وہ پھر تحصیل علم شروع کرینگے تب بھی نہ ملیگا اِلّا اینکہ اِن دونون صورتون مین واقف نے کہدیا ہو کہ جب وہ اپنے وطن مین پھر آئینگے یا پھر تحصیل علم کرنے لگینگے تو اپنا حق اِس وقف مین پھر پائینگے -

جو شخص اُس وقف مین جو واقف نے اپنے اقربا[۲] محتاج پر کیا ہو حقیت کا مدعی اِس وجہ سے ہو کہ وہ بھی ایک مفلس عزیز واقف کا ہے تو اُسکو اپنا حق ثابت کرنا واجب ہے

---

[۱] مورس انڈین اپیلس جلد ۹ صفحہ ۱۵۵ ء ۱۲ منہ [۲] لفظ اقربا مین زوجہ داخل نہین ہے - مقدمہ ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ بیگم - لا رپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۷ - ۱۲ منہ

یعنے اول تو اُسکو اپنا قرابت دار ہونا اور دوسرے محتاج ہونا ثابت کرنا چاہیے۔ وہ متولی سے اپنے حق کی تصدیق نہین کرا سکتا۔

جس اصول کے بموجب وہ لوگ جو کسی مقام خاص سے چلے جائین منفعت وقف مین شرکت سے محروم ہو جاتے ہین ایسی صورت مین نہین جاری ہو سکتا جیسی درج ذیل ہے۔

ایک آدمی نے اپنے قرابت داران محتاج ساکنان بغداد پر وقف کیا اور اُنمین سے بعض کوفہ مین جاکر رہنے لگے اور چند روز کے بعد پھر بغداد مین چلے آئے تو بعد مراجعت وہ اپنا حق منفعت وقف مین پھر پائینگے"۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُنکی حالت کا لحاظ اسوقت کرنا چاہیئے جسوقت تقسیم شروع ہو کیونکہ اُنکی مفلسی تو اُنکے حق کی بنیاد ہے اور واقف کا مقصد محتاجون کی اعانت کرنا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر وقف کرے اور جب متولی اُمین وقف کی آمدنی تقسیم کر چکے تو ایک اور شخص اپنا حق واقف کی اولاد مین سے کسی کے حصہ مین ثابت کر دے تو وہ شخص اپنا حصہ لینے کا مستحق ہوگا بشرطیکہ متولی نے بلا منظوری قاضی تقسیم کی ہو اس صورت مین متولی کی کیفیت مثل اس وصی کے ہوگی جو موصی کے بعض قرضخواہون کا قرضہ ادا کرنے کے بعد مابقی جائداد غربا پر تقسیم کر دے اور بعد ازان ایک اور قرضخواہ پیدا ہو کر اپنا قرضہ ثابت کر دے تو وہ وصی پر اپنے قرضہ کی نالش کر سکتا ہے۔

جب کوئی شخص اپنے بیٹون پر یا اپنی اولاد پر وقف کرے اور اُسکی ایک ہی اولاد بیٹا ہو خواہ بیٹی تو وہ نصف وقف پائیگا یا پائیگی اور مابقی غربا کو ملیگا لیکن اگر اُسنے کہا ہو کہ یہ وقف میرے بیٹے یا میری ایک اولاد پر ہے تو کل آمدنی اُسی ایک اولاد کو ملیگی۔

اِس مسئلہ مین یہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ موقوف علیہ کا دار و مدار رسم و رواج یا عرف پر ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر اس نیت سے وقف کرے کہ اُنمین سے جو کوئی زندہ رہے وہ کل آمدنی وقف کی پائیگا تو کل آمدنی اُسکی اولاد کو ملیگی

گو ایک ہی اولاد زندہ ہو۔

جب کوئی شخص اپنے اہل بیت پر وقف کرے تو ہر شخص جو اُس سے بزرگون کے ذریعہ سے قرابت رکھتا ہے گو کیسی ہی قرابت بعیدہ رکھتا ہو بشرطیکہ وہ بزرگ مسلمان ہون اُس وقف کا مستحق ہوگا اور کچھ امتیاز مذہب یا ذکور و اُناث یا نوعیت قرابت کا نہ کیا جائیگا۔ اِس امرمین مسلم اور غیر مسلم مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید سب برابر ہین۔ مگر سب سے دور کا جدّ یا بزرگ اِسمین داخل نہین ہے۔ البتہ واقف کی اولاد اور والدین اِسمین داخل ہین لیکن اُسکے نواسے اور نواسیان اور بھانجے اور بھانجیان اور اِسکے سواے اور قرابت داران اُناث کی اولاد بھی اِسمین داخل نہین ہے اِلّا وہ عورتین جنکا عقد واقف کے بھتیجون کے ساتھ ہو گیا ہو ؎ علامہ سرخسی نے اپنی شرح سیر کبیر مین لکھا ہے کہ جب لفظ اہلبیت وقف نامہ یا وصیت نامہ مین لکھا ہو تو اِسکے معنی واقف یا موصی کے ارادہ کے موافق سمجھنے چاہئین۔ اگر بیت سے اُسکے مراد مکان مسکون ہے تو اہلبیت سے مراد وہ لوگ ہونگے جو اُسکے گھر مین رہتے ہون اور اُس سے نفقہ پاتے ہون گو وہ اُسکے اقربا نہ ہون۔ اور اگر بیت سے اُسکی مراد نسب ہے تو اُسکے اہلبیت اُسکے باپ کی سب اولاد ہے۔ مگر امام علی السغدی کا قول یہ ہے کہ اگر وہ شخص بیت یعنی خاندان یا قبیلہ نسبی مثل عربون کے رکھتا ہو تو لفظ اہلبیت سے اُسکے بزرگون کی اولاد مراد ہے گو وہ اُسکے عیال و اطفال کے ساتھ نہ رہتے ہون۔ لیکن اگر وہ بیت یا خاندان نسبی نہ رکھتا ہو تو اُسکے اہل بیت صرف وہی لوگ ہین جو اُسکی عیال کے ساتھ رہتے ہون اور اُسکی روٹی کھاتے ہون اور لوگ نہین ہین گو وہ اُسکے قرابت دار ہون اور اصح و احوط یہی ہے ؎ جب اہلبیت پر وقف کیا جائے تو جو اہلبیت زندہ ہون وہ اِسمین داخل ہین اور جو بعد ازآن پیدا ہون یعنی اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد وہ بھی اِسمین داخل ہین ؎

جب واقف لفظ آل یا جنس استعمال کرے تو یہ بھی اہلبیت کے معنی رکھتا ہے اور اسمین کچھ غربا کی تخصیص نہین ہے تا وقتیکہ وقف بالتخصیص انھین پر نہ کیا گیا ہو۔ یہ فقرہ وہ انمین سے غربا "بمنزلہ اسکے ہے کہ "جو لوگ انمین سے غریب ہو جائین" لہذا وقف کی آمدنی اس شخص کو دیجائیگی جو اسوقت غریب ہو گو اُس سے پیشتر وہ امیر رہا ہو اور اُن اشخاص پر منحصر نہوگی جو امیر تھے مگر اب غریب ہو گئے ہون۔ اگر کوئی عورت اپنے اہلبیت یا اپنے جنس پر وقف کرے تو اُسکی مان اور اولاد اسمین نہ داخل ہوگی۔

اگر کوئی شخص کہے "عبد اللہ کے اہل پر" تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک یہ وقف خاص عبد اللہ کی زوجہ پر ہوگا۔ مگر ہلال نے فرمایا ہے کہ "ہمارے نزدیک احسن ہے کہ اس وقف میں سب آزاد لوگ عبد اللہ کے خاندان کے جو اُسکے ساتھ اُسکے مکان مین رہتے ہون داخل سمجھے جائین" اور احوط یہی ہے۔ مگر اسمین غلام اور خود عبد اللہ اور اُسکے اہل خاندان جو دوسرے مکان مین رہتے ہون نہین داخل ہین۔

عیال مین ہر شخص داخل ہے جسکو واقف نفقہ دیتا ہو خواہ اُسکے گھر مین رہتا ہو خواہ نہ رہتا ہو اور حشم عیال کا مرادف یعنی ہم معنی ہے۔ اور عقب سے مراد وہ سب اشخاص ہین جو واقف کے اقربا پدری مین سے ہون اور اسمین بیٹیون کی اولاد نہین داخل ہے سوا اُن عورتون کے جنکے شوہر واقف کے اقربا پدری مین سے ہون۔ پس اگر کوئی شخص زید اور اُسکے عقب پر وقف کرے اور خود زید زندہ ہو اور صاحب اولاد ہو تو اُسکی اولاد کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ آدمی کی اولاد کو اُسکا عقب نہین کہہ سکتے مگر اُسکے مرنے کے بعد۔

فتاوائے عالمگیری مین احکام ذیل درباب تقسیم آمدنی وقف لکھے ہین۔

اول [1]۔ وقف کی آمدنی پہلے واقف کے غریب رشتہ دارون کے صرف مین لائی جائیگی

[1] یہ مسئلہ فتاوائے عالمگیری سے لیا گیا ہے اور اسکے وجوہ آگے چلکر لکھے جائینگے۔ ۱۲ منہ

اور جو کچھ اُنکو دیکر باقی رہے صرف وہی غیرون کو دیا جائے۔

دُوم۔ اُس روز کے افلاس کا نہ لحاظ کیا جائے جس روز وقف کی آمدنی ہوئی تھی بلکہ اُس روز کے افلاس کا لحاظ کیا جائے جس روز وہ آمدنی تقسیم کیجائے۔

سوم۔ جو لوگ واقف سے قرابت مین اقرب ہون اُنکو پہلے دیا جائے اور اُسکے بعد بعید القرابت اشخاص کو دیا جائے یعنے واقف کی اولاد صلبی مقدم رکھی جائے اُسکے بعد اولاد کی اولاد یعنے اُسکی تیسری پشت کے لوگ بعد اُسکے چوتھی پشت والے اور اُسکے بعد کی پشتون کے لوگ۔ اگر اِنمین سے کوئی نہ باقی رہا ہو یا ان سب کو دیکر کچھ باقی رہے تو وہ بعید القرابت رشتہ دارون کو دیا جائے اور اُنمین بھی اقرب سے ابتدا کیجائے۔

چہارم۔ جس شخص کو وقف مین حصہ دیا جائے اُسکو دُوسَے درہم سے کچھ کم دیا جائے یعنے جب وقف غربا اور عموماً کیا گیا ہو اور بعض ذوے الارحام واقف کے مفلس ہون تب ایسا کیا جائے۔ لیکن اگر وقف کسی شخص کے محتاج رشتہ دارون پر کیا گیا ہو تو کُل آمدنی اُسکی اُنمین تقسیم کیجائے گو اُنکا حصہ دُوسَے درہم سے زائد ہو۔[1]

جب واقف نے وقف کی آمدنی قرضدارون یا مسافرون کے لیے یا فی سبیل اللہ حاجیون زائرون کے لیے مقرر کی ہو اور اُسکی اولاد اور ذوے الارحام مین سے کچھ لوگ غریب و محتاج ہو جائین تو اُس وقف کا کوئی جزو اُنکو نہ دیا جائے تاوقتیکہ وہ اولاد یا وہ رشتہ دار قرضدار یا مسافر وغیرہ نہ ہو تب اُنھین سے ابتدا کیجائے۔[2]

علماے بلخ کے نزدیک وقف عدول کی شہادت سے ثابت ہو سکتا ہے اور اگر وقف سب مین مشہور و معروف ہو گیا ہو تو گواہون کی گواہی سے ثابت ہو سکتا ہے یا اُس شخص کی شہادت سے ثابت ہو سکتا ہے جسنے مقاصد وقف مین مال وقف صرف کیا ہو۔[3]

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۷۰۴۔ بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۵۹۴ طبع دوم۔ ۱۲ منہ [2] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ [3] جیسے عمر ابن العاص نے وقف کیا تھا ۱۲ منہ۔

وقف کا تحریری ہونا یا مال وقف کسی کو حوالہ کر دینا کچھ ضرور نہین ہے۔ وقف کے ارادہ کا گواہون کے سامنے صرف زبانی ظاہر کر دینا کافی[۵۱] ہے۔ اگرچہ گواہان وقف کے اظہارات مبہم و مشکوک ہون تاہم اگر اُنکے مصدق و مویّد واقعات موجود ہون تو اُنکی[۵۲] شہادت شرعًا کافی ہے۔

وقف اُس جائداد کا جسکی کیفیت وقف نامہ مین غلط لکھی ہو جائز ہے بشرطیکہ جس چیز کو وقف کرنا مقصود تھا وہ بخوبی ظاہر ہو۔ لیکن اگر وقف نامہ مین مال وقف کی تفصیل ایسی مشتبہ اور مشکوک ہو کہ یہ قیاس کرنا غیر ممکن ہو کہ کیا چیز وقف کرنی منظور تھی تو وہ وقف نافذ نہوگا۔ اگر کوئی شخص وقف کر کے وقف نامہ لکھدے اور بعد ازآن کہے کہ مین نہین جانتا اُسمین کیا لکھا ہے اور میرا ارادہ وقف قطعی کرنے کا نہ تھا مین چاہتا تھا کہ اِسمین ایسی شرط درج کیجائے جس سے مجھے عند الضرورت اِس جائداد کو بیچ ڈالنے کا اختیار باقی رہے پس اِس صورت مین اگر گواہون کی شہادت سے یہ ثابت ہو جائے کہ وقف نامہ واقف کے سامنے پڑھا گیا تھا اور اُسکو خوب سمجھا دیا گیا تھا اور وہ اُسکا مطلب خوب سمجھ گیا تھا تو اُسکا انکار مفید نہ ہوگا۔ یہ اصول صرف وقف سے متعلق نہین ہے بلکہ سب معاملات مین جاری ہو سکتا[۵۳] ہے۔

ایک شخص چاہتا ہے کہ اپنی سب اراضی جو کسی موضع خاص مین ہے وقف کرے اور اپنے مرنے کے وقت اُسکا وقف نامہ لکھنے کی ہدایت کرے۔ مگر کاتب وقف نامہ کچھ قطعات اراضی سہوًا فرو گذاشت کرے۔ پس جب وہ وقف نامہ واقف کو پڑھکر سنایا جائے

---

۵۱ مقدمہ جان بی بی بنام عبداللہ حجام فلٹن صاحب کی رپورٹ صفحہ ۳۴۵۔ جلد اسرونیؔ اُٹن سنگھ بنام علی بخش خان۔ نٹے صاحب کی رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۴۱۵۔ ۱۲ منہ ۵۲ مقدمہ ابو الحسن بنام حاجی محمد مسیح کربلائی۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۷۸۔ ۱۲ منہ ۵۳ وَهٰذَا لَا يَخْتَصُّ بِالْوَقْفِ بَلِ الْبَيْعِ وَسَائِرِ التَّصَرُّفَاتِ تَكُونُ ذَالِكَ۔ فتاوٰی قاضی خان صفحہ ۳۲۶۔ ۱۲ منہ۔

اگر اُسوقت واقف نے اُن قطعات آراضی پر توجہ نہ کی ہو جو سہواً فروگذاشت لیے گئے ہین مگر وہ کہدے کہ مین نے سب کچھ جو اس موضع مین ہے وقف کیا تو فقیہ ابو نصر کے نزدیک یہ وقف اُن سب قطعات آراضی مین نافذ ہوگا۔ یہی اصول اُس وقف سے بھی متعلق ہے جو بحالت صحت نفس کیا گیا ہو۔ اِس امر کا تصفیہ کرنے مین کہ کیا چیز وقف ہے اور کیا چیز وقف نہین ہے جس بات کا لحاظ کرنا پڑ ضرور ہے وہ واقف کا ارادہ ہے۔

ایک عورت اپنے ہمسایون سے کہے کہ میرا مکان مسجد پر اِس شرط سے وقف کردہ کہ جب مجھکو ضرورت ہوگی اسکو مین اپنے ذاتی مقاصد کے لیے بیچڈالونگی اور وقف نامہ لکھا جائے مگر اُسمین یہ شرط نہ درج کیجائے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ اگر وہ وقف نامہ اُس عورت کو پڑھکر سُنا دیا گیا تھا اور وہ اُسکا مطلب سمجھ گئی تھی اور پھر اُسنے اُس وقف کو منظور کرلیا تھا تو وہ وقف جائز ہوگا۔ لیکن اگر وقف نامہ سُنا کر اُسکا مطلب اُسکو نہین سمجھا دیا گیا تھا تو وقف ناجائز ہوگا[1]۔

## فصل دوم[2]

### وقف اولاد پر۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر موافق اُنکی تعداد اور اُنکے سہام شرعیہ کے وقف کرے اور وقف مین یہ شرط کرے کہ اولاد اناث کو اُسمین سے کچھ نہ دیا جائے مگر یہ کہ وہ بیوئین ہون اور اولاد کے بعد یہ وقف اولاد کی اولاد اور اُسکی اولاد پر اِس شرط سے ہوگا کہ اگر اُنمین کوئی اپنے مرنے کے بعد اولاد چھوڑ جائے تو متوفی یا متوفیہ کا حصہ اُسکی اولاد کو ملیگا تو یہ شرط سب سے متعلق ہوگی[3]۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر وقف کرے تو اُسمین ذکور و اُناث دونون داخل ہین

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ وقف مین نے اپنے فرزندون پر کیا اور اُسوقت اُسکی بیٹیان بھی

---

[1] فتاواے قاضی خان صفحہ ۳۲۶-۱۲ منہ [2] ردّ المحتار صفحہ ۶۷۱-۱۲ منہ

ع ۲ ۳

زندہ ہون تو وہ بھی وقف مین شامل ہوجائینگی - اسواسطے کہ جب کسی شخص کے بیٹے اور بیٹیان دونون ہوتے ہین تو اُنکا ذکر بصیغہ تذکیر کیا جاتا ہے - بلکہ اگر سب اولاد بیٹیان ہی ہون تو بھی بصیغہ تذکیر بولی یا لکھی جاتی ہین -

لیکن اگر واقف نے بیٹیون پر وقف کیا ہو حالانکہ فقط اُسکے بیٹے ہون تو وہ وقف غربا پر ہوجائیگا اور بیٹیون پر نہ ہوگا مگر یہ کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ واقف سے غلطی ہوگئی اور اگرچہ اُسنے دختران کا لفظ کہا مگر اُسکی مراد پسران تھی - (اعصاف سے لیا گیا ہے) -

لفظ ذریت مین بیٹی کی اولاد بھی داخل ہے - یعنی اگر کوئی شخص اپنی ذریت پر وقف کرے تو بیٹی اور بیٹے دونون کی اولاد داخل ہوگی -

اگر کوئی شخص ذریت پر وقف کرے مگر یہ نہ کہے کہ کس ترکیب سے اُنکو وقف کی آمدنی دیجائے تو قریب و بعید سب برابر پائینگے - مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے یہ وقف زید کی اولاد احفاد پر دوامًا کیا جبتک اُسکی نسل مین کوئی باقی رہے" تو زید کی اولاد اور اولاد کی اولاد اُسمین برابر حصہ پائیگی اور بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد مین کچھ فرق نہ ہوگا بلکہ سب کو برابر ملیگا -

یہ اصول اُس صورت مین جاری ہوگا جب واقف نے پشت یا بطن کی تصریح کرکے کوئی ترتیب وراثت وجانشینی نہ بیان کردی ہو - یعنے جب بطنًا بعد بطنٍ کا لفظ نہ لکھا ہو تو وقف کی آمدنی سب اولاد ذکور و اناث پر جو تقسیم کے وقت زندہ ہون تقسیم کیجائیگی اور قریب و بعید مین امتیاز نہ کیا جائیگا - اور جب اُنمین سے کوئی شخص مرجائیگا تو اُسکا حصہ مال وقف مین شامل ہوجائیگا اور کُل منافع وقف اُن حقدارون پر تقسیم کیا جائیگا جو اُسوقت زندہ ہون - اگر بطنًا بعد بطنٍ کا لفظ لکھا ہو اور ترتیب وراثت وجانشینی بیان کردی ہو تو اُسکے معنی یہ ہونگے کہ قریب تر پشت کے لوگون کو پہلے دیا جائے اور اُنکے بعد کی پشت والون کو بعد دیا جائے (حصاف سے لیا گیا ہے)

اگر کوئی شخص اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر یا ولد الولد پر وقف کرے تو بیٹی کی اولاد بھی داخل ہوگی۔

لیکن اگر کوئی شخص صرف اتنا کہے کہ یہ میرے ولد پر وقف ہے تو بیٹی کی اولاد نہ داخل ہوگی اسواسطے کہ ولد سے مراد وہ ہے، جو اُسکے نطفہ سے ہو اور اگر عرفاً یہ لفظ بیٹے کی اولاد پر صادق آتا ہے تو اِسکی وجہ یہ ہے کہ بیٹے کی اولاد واقف کی نسل سے ہوتی ہے[1]۔

علامہ شیخ علی المقدسی نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ولد اور ولد الولد پر وقف کرے تو خود اُسکی اولاد اور اُسکے بیٹون اور بیٹیون کی اولاد یہ سب اِسمین داخل ہین۔ خصاف[2] اور قاضی خان نے اِسی قول کو اختیار کیا ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ وقف میری اولاد کے بیٹون پر یا میرے اقربا پر یا میرے بھائیون پر ہے تو اُسمین اناث داخل ہونگے۔

جب صیغہ تذکیر مجموعاً استعمال کیا جائے تو اُسمین اناث بھی شامل ہین۔ اگر کوئی شخص اپنے ولد پر اور اُسکے بعد اُسکی اولاد پر بطناً بعد بطنٍ وقف کرے اور یہ بھی شرط کرے کہ جب اُنمین سے کوئی مرجائے تو اُس مرد یا عورت کا حصہ اُسکی اولاد کو ملیگا پس اگر وہ شخص قبل اِسکے مرجائے کہ وقف کی آمدنی مین حصہ پانے کا مستحق ہوا ہو اور

---

[1] قول راجح یہی ہے اور قاضی خان نے لکھا ہے کہ اِسکی صحت امام محمد کے قول پر مبنی ہے جو سیر کبیر مین لکھا ہے اور خصاف مین بھی یہی لکھا ہے اور اِسی کو قاضی القضات نور الدین طرابلسی نے اختیار کیا ہے اور اُسکے شاگردان رشید شبلی اور ابن شحنہ اور ابن نجیم اور حنوطی کا بھی یہی قول ہے۔ ردّ المختار صفحہ ۶۷۲۔ ۱۲ منہ [2] خصاف وہ امام ہین جنکی افضلیت کی گواہی شمس الائمہ حلوائی نے دی ہے اور فرمایا ہے کہ خصاف کے اقوال ہر جگہ اختیار کیے جاسکتے ہین۔ ۱۲ منہ۔

ایک اولاد چھوڑ جائے تو وہ اولاد اُسکی قائم مقام ہوکر اپنے باپ کا حصہ وقف کی آمدنی مین
پائیگی۔ اگر واقف اپنے مرنے کے بعد کئی اولاد زید عمر و بکر خالد و عمر چھوڑ جائے اور بعد
ازآن زید بھی کچھ اولاد چھوڑ کر مرجائے تو زید کا حصہ اُسکی اولاد کو ملیگا موافق اُس شرط کے
جو واقف نے مقرر کی ہے۔ بعد اُسکے عمرو مرجائے اور کچھ اپنی اولاد اور کچھ اُس بیٹے کی
اولاد چھوڑ جائے جو اُسکی زندگی مین مرگیا ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا عمرو کے پوتے اُسکے
بیٹون کے ساتھ حصہ پائینگے یا نہین۔ سبکی نے لکھا ہے کہ نہ پائینگے اور اُنکا قول یہ ہے کہ عمرو کا
حصہ بالکل اُسکی اولاد کو ملیگا اور اُسکے پوتون کو نہ ملیگا۔ اور اِس مسئلہ مین خصاف نے
اُنسے اتفاق کیا ہے۔ مگر خصاف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب خود واقف کی اولاد مین سب
مرجائینگے تو یہ قاعدہ نہ جاری ہوگا یعنے اگر واقف کی صغرا اولاد عمر مرجائے اور کوئی اولاد
چھوڑ جائے تو اُسکا حصہ اُسکی اولاد کو نہ ملیگا بلکہ کل آمدنی وقف کی واقف کے پوتون یا
یعنے دوسری پشت کے لوگون پر تقسیم کیجائے گی اور وہی قاعدہ جاری ہوگا جو پہلی صورت
مین ہوا تھا یعنے اِس پشت کے ہر شخص کا حصہ اُسکے مرنے پر اُسکی اولاد کو ملیگا یہانتک کہ
وہ پشت تمام ہوجائے تب تیسری پشت والون کی تعداد کے موافق تقسیم ہوگی۔ پس
خصاف کے نزدیک ہر پشت کے لوگ فرداً فرداً پائینگے اور سبکی کے نزدیک تقسیم ساری
پشت پر من حیث المجموع ہوگی۔ یعنی اُنکا قول یہ ہے کہ ہر پشت کے لوگ جو مرتے جائین
اُنکے حصے اُنکی اولاد کو ملتے جائینگے۔ جلال الدین سیوطی نے خصاف اور سبکی دونون سے
اختلاف کرکے فرمایا ہے کہ جب کسی پشت کا آدمی اپنی اولاد اور اُس اولاد کی اولاد کو
جو اُسکی زندگی مین مرچکی ہو چھوڑ کر مرجائے تو اولاد اور اولاد کی اولاد بھی اپنے دادا کے
حصہ مین شریک ہونگے یعنی اولاد کی اولاد اپنے والدین کا حصہ من حیث المجموع پائینگے
اشباہ مین سبکی سے اتفاق کیا ہے اور سب متاخرین نے اسپر عمل کیا ہے۔

پس اِس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب پشتون کے درمیان واو عاطفہ لا در استعمال کیا جائے

تو ہر پشت کے فنا ہونے کے بعد تقسیم از سرنو شروع ہوگی لیکن اگر لفظ ثمّ ترتب استعمال کیا جائے تو تقسیم سب پشتون مین من حیث المجموع ہوتی جائیگی - اس قول کو ظاہر اکثر علماے شافعیہ اور علماے حنفیہ نے بھی اختیار کیا ہے - اجماع اسپر ہے کہ جب کوئی شخص اپنے باپ کی زندگی مین مرجائے اور کوئی اولاد چھوڑ جائے تو وہ اولاد اپنے باپ کا حصہ اپنے دادا کی جائداد مین پائیگی مگر اپنے چچا کے حصہ مین اسکا کچھ حق نہ ہوگا -

اگر کوئی شخص اپنی اولاد یا ذریات صلبی پر وقف کرے تو بیٹی کی اولاد اسمین داخل ہوگی الا یہ کہ وہ اولاد اُن شوہرون کے نطفہ سے ہو جو واقف کی ذریات صلبی مین سے ہون - اگر کوئی عورت اپنے اہل بیت یا جنس پر وقف کرے تو اسکی اولاد نہ داخل ہوگی الا یہ کہ وہ اولاد اسکو اس شوہر سے ہو جو اسکا ہم قوم یا ہم قبیلہ ہو -

جب کوئی شخص اپنے نفس پر اور اپنی اولاد اور نسل پر وقف کرے تو ایسے وقف سے یہ سمجھا جائیگا کہ وقف کی آمدنی کو واقف مادام الحیات اپنے مصرف مین لائیگا اور اسکے مرنے کے بعد وہ آمدنی اسکی اولاد کو ملیگی اسکے بعد اولاد کی اولاد تک پہونچیگی - ایسا وقف امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور فصل خصومات الغین کے قول کے موافق کیا جاتا ہے -

جب کوئی شخص اپنے ولد پر وقف کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ وقف نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ باقی رہیگا تو وہ وقف غربا کو ملیگا - اگر لفظ اولاد یا نسل یا عقب یا خلف استعمال کیا جائے تو وقف واقف کی اولاد ذکور و اناث دونون پر ابداً و دواماً ہوگا - اگر واقف تین پشتون کو حقداران وقف کہے تو یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ اسنے وقف اپنی نسل پر دواماً کیا ہے اور جبتک اُنمین سے کوئی زندہ رہیگا اس وقف سے منتفع ہوگا -

اگر وقف اولاد کا نام لیکر کیا جائے تو جنکا نام نہین لیا گیا ہے وہ خارج کیے جائینگے -

جب وقف زید پر اور اسکے بعد اسکی اولاد پر عموماً کیا جائے تو اولاد ذکور و اناث دونون وقف مین داخل ہونگے -

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ وقف میرے ولد اور اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر ہے"

تو جو اولاد اُسکی وقف کرنے کے وقت زندہ ہو یا بعد از آن پیدا ہو اور اُسکی اولاد اُس وقف مین حصہ پائیگی مگر وہ اولاد اُسکی اولاد کی جو وقف کے پیشتر مر چکی ہو کچھ حصہ نہ پائیگی۔ لیکن اگر اُسنے کہا ہو کہ "یہ وقف میرے وُلد اور وُلد الولد پر اور اُسکی اولاد کی اولاد پر ہے" تو اولاد اُس اولاد کی جو وقف کے پیشتر مر چکی تھی حصہ پائیگی اسواسطے کہ "میری اولاد کی اولاد" سے اُسکے سب پوتے مراد ہین صرف وہی اولاد نہین مقصود ہے جو وقف مین حصہ پانے کی اُسوقت مستحق تھی جسوقت وقف کیا گیا تھا۔

جب[۱] وقف بالفاظ ذیل کیا جاوے۔

"یہ وقف میری اُس اولاد پر ہے جو پیدا ہو چکی ہے اور میری نسل پر ہے"

تو جو اولاد بعد از آن پیدا ہوئی ہو وہ بھی اِس وقف مین شامل ہو گی۔ لیکن اگر واقف نے "اُسکی نسل" کہا ہوتا تو واقف کی اولاد اسمین نہ شامل ہوتی۔

اگر واقف کہے کہ "یہ وقف میری اُس اولاد پر ہے جو پیدا ہو چکی ہے اور اُسکی نسل پر اور میری سب اولاد پر ہے جو آیندہ پیدا ہوے" تو اُسکی اولاد جو آیندہ پیدا ہو وہ تو پائیگی مگر اُسکی اولاد نہ پائیگی۔ اگر وہ کہے کہ "یہ وقف میری اُس اولاد پر ہے جو پیدا ہو چکی ہے اور اُسکی نسل پر اور میری اُس اولاد پر ہے جو بعد از آن پیدا ہو" تو جو اولاد بعد پیدا ہو اُسکی اولاد تو پائیگی مگر اُسکے والدین نہ پائینگے۔

جب وقف اولاد پر کیا ہو اور زندہ رہنے کی قید نہ لگائی ہو تو جو اولاد مرتی جائیگی اُسکا حق غربا کو ملتا جائیگا کیونکہ ہر ایک کا حق جداگانہ ہے۔ مگر جب وقف کے فحواسے زندہ رہنے کی شرط یا بالمشارکت پانے کی شرط مفہوم ہو تو اور صورت ہو جائیگی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر اور اُسکے بعد غربا پر وقف کرے تو ظاہر ہے کہ

---

[۱] ردالمختار صفحہ ۶۷۹ و ۶۸۰ – ۱۲ منہ

واقف کا منشاء یہ تھا کہ اس وقف کی منفعت اسکی اولاد کو ملے جبتک انمین سے کوئی زندہ رہے اور جب انمین سے کوئی نہ باقی رہے تو غرباء کو دیا جائے۔ لھذا جب کوئی لڑکا مرجائیگا تو اسکا حق واقف کے ان لڑکون کو ملیگا جو زندہ رہگئے ہین یا اس لڑکے یا لڑکی کی اولاد کو ملیگا۔

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ اور اپنی اولاد پر وقف کرے تو جب اسکی زوجہ مرجائیگی اسوقت اسکا حق واقف کی صرف اسی اولاد پر منحصر نہ رہیگا جو اسکے بطن سے ہو بلکہ واقف کی سب اولاد کو پہونچیگا الا یہ کہ کوئی شرط اسکے خلاف مقرر کی گئی ہو جس سے زوجہ کا حق اسکے مرنے کے بعد صرف اسی اولاد کو مل سکے جو اسکے بطن سے ہو۔

اگر واقف نے اپنے "فرزندون" یا اپنے "بھائیون" پر وقف کیا ہو تو اسمین عورتین بھی شامل ہونگی۔ اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ وقف میری بیٹیون پر ہے" مگر اسکے صرف بیٹے ہون تو وقف غرباء کو دیا جائیگا جبتک اسکے یہان کوئی بیٹی پیدا ہو یا یہ ثابت کردیا جائے کہ بیٹیون کا لفظ غلطی سے کہدیا تھا۔

اگر وقف عموماً کیا گیا ہو یعنے اس مقدار کی تصریح نہ کی ہو جو مقدار ہر شخص کے ذکور و اناث کو منافع وقف کی ملیگی تو تقسیم موافق سہام شرعیہ کے ہوگی یعنے مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائیگا۔

لفظ نسل مین بیٹے اور بیٹی دونون کی اولاد داخل ہے۔

لفظ عقب اور لفظ خلف مین ذکور کی اولاد داخل ہے اور آل اور جنس اور اہلبیت مین وہ لوگ داخل ہین جو واقف کے باپ یا دادا یا اور کسی جد اعلیٰ کے ذریعہ سے اس سے قرابت رکھتے ہون۔ اور قرابت داران وارحام وانساب واقف مین وہ لوگ داخل ہین جو متوفی کے کسی بزرگ مرد یا عورت کے واسطہ سے اس سے قرابت رکھتے ہون۔ اور واقف کے اجداد کا سلسلہ اس شخص پر منتہی ہوگا جسنے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ وقف میری اولاد اور میری نسل پر دوا ماہے اور اگر انمین سے کوئی مرد یا عورت مرجائے تو اُسکا حصہ اُسکی نسل کو دیا جائیگا" تو اِس صورت مین وقف کی آمدنی واقف کی سب اولاد اور نسل مین تقسیم کیجائیگی اور جو لوگ اُنمین سے مرجائینگے اُنکے حصے اُنکی اولاد کو ملینگے۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر وقف کرے مگر یہ شرط نہ کرے کہ جب اُنمین سے کوئی مرجائیگا تو اُس مرد یا عورت کا حصہ اُسکی اولاد کو ملیگا تو وہ حصہ وقف کی آمدنی مین شامل ہو کر اُن حقداروں مین جو اُسوقت موجود ہون تقسیم کر دیا جائیگا۔ اگر واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ جب میری اولاد مین سے کوئی مرجائیگا تو اُس مرد یا عورت کا حصہ اُسکی نسل کو ملیگا تو اِس صورت مین وہ حصہ اُسکی اولاد متوفی کی سب اولاد کو پہونچیگا۔ یا اگر اُسنے کہا ہو کہ اولاد متوفی کا حصہ طبقۂ اعلیٰ کے لوگون کو دیا جائے اور اُس درجہ کا کوئی شخص زندہ نہ ہو تو اُن دونون صورتون مین کل آمدنی وقف کی واقف کی نسل مین سے اُن لوگون کو ملیگی جو اُسوقت زندہ ہون اور جبتک اُنمین سے کوئی باقی رہیگا غربا کو نہ دیجائیگی۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "جب میری ذریت مین سے کوئی مرجائے تو اُسکا حصہ اُسی طبقہ کے اور لوگون کو دیا جائے" تو اِس صورت مین قریب تر کو بعید تر پر ترجیح دیجائیگی اور اگر اُس طبقہ کا کوئی آدمی نہ ہوگا تو وہ حصہ وقف مین شامل ہو جائیگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے مرنے کے بعد بہن کی اولاد اور چچا کی اولاد چھوڑ گیا ہو تو چچا کی اولاد کو بہ ترجیح بہن کی اولاد کے وقف مین حصہ دیا جائیگا کیونکہ چچا کی اولاد درجۂ قرابت مین یکسان ہے گو نسباً ابعد ہو۔

قاضی خان کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ "میری یہ زمین میرے وُلد کا وقف ہے" تو وہ اُسی کی اولاد کو ملیگی اور ذکور و اناث برابر حصہ پائینگے الّا یہ کہ

واقف نے وقف کو اولاد ذکور پر محدود کر دیا ہو۔ اگر واقف کی اولاد نہ ہو تو وہ جائداد غربا پر وقف ہو جائیگی اور واقف کی اولاد بعید پر وقف نہ ہوگی۔ اگر وقف کرنے کے وقت واقف کی اولاد صلبی کوئی نہ ہو مگر اُسکا ایک پوتا زندہ ہو تو وہی وقف کی آمدنی پائیگا۔ جب کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میرے وَلَد اور وَلَدُ الوَلَد پر صدقۂ موقوفہ ہے" تو اِسمین بیٹی کی اولاد بھی شامل ہوگی۔ اِسی طرح سے اگر وہ لفظ اولاد کہے تو بیٹے اور بیٹی دونون کی اولاد شامل ہوگی۔ امام محمد کے نزدیک وَلَدُ الوَلَد مین بیٹی کی اولاد داخل ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی زمین اپنے ولد پر اور اُسکے بعد غربا پر وقف کرے تو اُس ولد کے مرنے کے بعد علامہ ابو القاسم کے نزدیک وقف کی آمدنی غربا کو ملیگی۔ اگر اُسنے کہا ہو کہ "یہ زمین میرے ولد اور وَلَدُ الوَلَد پر اور اُنکے بعد غربا پر وقف ہے" تو علامہ ابو القاسم کے نزدیک وقف کی آمدنی اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد کو دیجائیگی اور جب واقف کی اولاد کی اولاد مین کوئی نہ باقی رہیگا تو وقف کی آمدنی غربا کو ملیگی اور تیسری پشت کی اولاد کو نہ دیجائیگی۔ لیکن اگر اُسنے "وَلَد اور وَلَدُ الوَلَد اور وَلَدِ وَلَدِ الوَلَد" کہا ہو جسمین اُسکی تیسری پشت بھی صریحًا یا ضمنًا شامل ہوگئی ہو تو وقف کی آمدنی اُسکی نسل پر دوامًا وقف رہیگی جبتک اُنمین سے کوئی زندہ رہیگا اور جبتک اُنمین سے کوئی بھی باقی رہیگا گو وہ کتنی ہی نیچے کی پشت کا ہو غربا کو نہ دیجائیگی۔ ابو جعفر اور ہلال کا یہ قول ہے کہ جب واقف نے تین پشتین کہی ہون تو وہ وقف اُسکی نسل کو دوامًا دیا جائیگا جبتک اُسکی نسل مین کوئی باقی رہیگا اور قریب و بعید سب برابر اُسمین حصہ پائینگے اِلّا یہ کہ واقف نے کہا ہو کہ قریب کو بعید پر ترجیح دیجائے یا بطنًا بعد بطنٍ کا لفظ یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ کہا ہو۔ اِن سب صورتون مین تقسیم وہین سے شروع ہوگی جہان سے واقف نے کہدیا ہو۔ اگر

کوئی شخص اپنے دو بیٹون پر زمین وقف کرے کہ یہ انپر صدقہ موقوفہ ہے تو اسکی آمدنی انکے مرنے کے بعد انکی اولاد اور ذریات کو دوامًا ملیگی۔

شیخ امام ابو بکر محمد ابن فضل نے فرمایا ہے کہ جب وقف دو فرزندون پر کیا گیا ہو تو انمین سے ایک کے مرنے کے بعد اسکا حصہ غربار کو ملیگا اسکی اولاد کو نہ ملیگا تاوقتیکہ واقف کا دوسرا بیٹا بھی نہ مرجائے تب کل آمدنی وقف کی واقف کے بیٹے اور پوتیون کو ملیگی الا یہ کہ واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ جب اصل موقوف علیہم مین سے کوئی مرجائے تو وقف کی آمدنی اسکو دیجائے جو زندہ رہگیا ہو یا متوفی کی اولاد کو دیجائے

جب کوئی شخص اپنی اولاد پر زمین وقف کرے مگر آخر کو اسکا مستحق فقرار کو قرار دے تو ہر موقوف علیہ کے مرنے کے بعد کل آمدنی اس زمین کی انکو ملیگی جو زندہ ہون اور جب انمین سے کوئی نہ باقی رہیگا تب ہی اسکی آمدنی غربار کو دیجائیگی۔

جب کوئی مریض جو مرض الموت مین مبتلا ہو اپنی زمین اپنے ولد اور ولد الولد پر دوامًا جبتک اسکی نسل باقی رہے وقف کرے تو سب علما کا اتفاق ہے کہ موصی کے مرنے کے بعد یہ وقف اسکے ورثہ پر نہین جائز ہوگا مگر امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد ابن حسن کے نزدیک غیر ورثہ پر جائز ہوگا یعنے اسکی اولاد کی اولاد پر ثلث مال مین یہ وقف نافذ ہوگا۔ اسواسطے کہ مریض کا وقف بمنزلہ وصیت کے ہے اور ثلث مال مین نافذ ہوگا بشرطیکہ غیر ورثہ پر کیا گیا ہو۔

وہ جب کوئی شخص بیماری کے عالم مین اپنی زمین اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کرے اور اسکے سوائے اور کوئی جائداد نہ چھوڑے تو ایک ثلث اس زمین کا اسکی اولاد کی اولاد پر وقف ہوجائیگا اور باقی دو ثلث ورثہ کا مال ہوگا اگر وہ اس وقف کو نامنظور کرین لیکن اگر وہ اسکو منظور کرلین تو وہ دو ثلث واقف کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برابر تقسیم کردیا جائیگا۔

جب کوئی شخص اپنے فرزند اور اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر دوامًا وقف کرے

جبتک اُسکی نسل مین کوئی زندہ رہے تو علامہ ابو القاسم کے نزدیک وقف کی آمدنی واقف کے بیٹے کی اولاد پر فرداً فرداً تقسیم کیجائیگی اور ذکور و اناث کو برابر حصہ ملیگا اور جب اُنسے بیٹی کی اولاد کی نسبت پوچھا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ وہ بھی مستحق ہے اِسواسطے کہ وہ اولاد کی اولاد ہے۔

اگر کوئی شخص غربا پر وقف کرے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکی اولاد محتاج ہوجائے تو متولی کو چاہیئے کہ واقف کی اولاد کا تکفل مناسب وقف کی آمدنی سے کرے۔

جب دو یا زیادہ اشخاص پر وقف کیا گیا ہو تو وہ اِسکے مستحق نہین ہین کہ مال وقف کو سوا اپنے اپنے حصہ منافع وقف کی مقدار کے موافق آپسمین تقسیم کرلین۔ مگر متولی کو اختیار ہے کہ جیسا انتظام مناسب سمجھے اراضی وقف کی کاشت یا مکانات وقفی کی سکونت کے باب مین حسب شرائط وقف نامہ کرے۔

ایک عورت نے مرض الموت کے عالم مین اپنے دو بیٹون پر اور اُنکے بعد اُنکے بیٹون اور بیٹیون کے بیٹون پر وقف کیا اور جب اُنکی نسل مین کوئی نہ باقی رہے تو مسجد پر۔ وہ عورت مرجائے اور وہی دو بیٹیان زندہ چھوڑجائے اور ایک بہن بھی[1] چھوڑجائے جو اُس وقف سے راضی نہ ہو۔ تو اِس صورت مین وقف متوفیہ کے ثلث مال مین نافذ ہوگا اور باقی دو ثلث ورثہ پر اُنکے سہام شرعیہ کے موافق تقسیم کیے جاینگے اور ثلث مال جو وقفی قرار دیا گیا ہے اُسکی آمدنی بھی ورثہ پر بمقدار اُنکے سہام شرعیہ سے تقسیم کیجائیگی جبتک کہ وہ دونو بیٹیان مرجائین اُسوقت وقف کی آمدنی اُنھین کی اولاد کو بالتخصیص ملیگی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر واقف کہے کہ مین وصیت کرتا ہون کہ اِس زمین کی آمدنی پچاس برس کے بعد میری اولاد کی اولاد کو بطور وقف دیجائے تو ایسا وقف جائز ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ وقف وصیتی وارث پر کرنا نہین جائز ہے

[1] سنیون کے مذہب مین بہن کو بیٹون کے ساتھ حصہ ملتا ہے مگر شیعون کے مذہب مین نہین ملتا۔ ۱۲ منہ

اگر وارث کی اولاد پر جائز ہے۔ پس جب اور ورثہ نہ راضی ہون تو وہ ایک ثلث جسکا وقف جائز ہوتا اگر وارث پر وقف نہ کیا جاتا علٰحدہ رکھا جائیگا اور اُسکی آمدنی سب ورثہ پر تقسیم کیجائیگی جنمین خود موقوف علیہ بھی داخل ہے اور اُسکے مرنے کے بعد اُس ایک ثلث کی آمدنی اُسکی اولاد پر تقسیم کیجائیگی خواہ وہ موقوف علیہ مرد ہو خواہ عورت۔

اگر واقف پہلے اپنی اولاد پر اور اُنکے فنا ہوجانے کے بعد غربا پر وقف کرے تو شرعًا جائز ہے۔ علما مین اختلاف ہے کہ ایسے وقف کی منفعت مین حصہ پانے کے کون لوگ مستحق ہونگے۔ ہلال[1] کا قول یہ ہے کہ اگر اولاد کی اولاد اُسوقت موجود ہو جسوقت وقف کی آمدنی یا پیداوار تقسیم کیجائے گو وقف ہونیکے وقت وہ موجود تھی یا نہ تھی تو وہ وقف کی آمدنی مین حصہ پائیگی۔ علماء بلخ نے اِسی قول کو اختیار کیا ہے۔ یوسف ابن خالد سامانی کا قول یہ ہے کہ اُس وقف کی آمدنی صرف اُس اولاد کو دیجائے جو وقف کرنے کے وقت موجود تھی۔ اور اُنکے نزدیک یہ بھی ہے کہ اولاد کی اولاد اُسوقت تک حصہ نہ پائیگی جبتک کہ واقف کی اولاد جو آمدنی وقف تقسیم ہونے کے قبل پیدا ہوئی تھی باقی رہی۔ اگر آمدنی کی تقسیم کے وقت واقف کی کوئی اولاد نہ ہو تو اولاد کی اولاد کو ملے گی۔

جب کوئی شخص اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کرے تو اُنمین سے جتنے لوگ آمدنی یا پیداوار پیدا ہونے کے وقت یا اُسکے تقسیم ہونے کے وقت موجود ہون وہ سب اُسمین حصہ پائینگے۔

---

[1] ہلال ابن یحیٰی ابن مسلم بصری نے ۲۴۵ھ ہجری مین وفات کی۔ وہ یوسف ابن خالد بصری کے شاگرد تھے اور وہ حضرت امام اعظم کے شاگرد تھے۔ بعضون نے لکھا ہے کہ اُنھون نے علم فقہ امام ابو یوسف اور زفر سے حاصل کیا تھا۔ اُنکو کوفی اسوجہ سے کہتے تھے کہ وہ اہل کوفہ کے رسوم کی بہت تقلید کرتے تھے۔ ردالمختار صفحہ ۶۲۷ و ۶۰۰۔ ۱۲ منہ۔

جب ولد اور نسل پر وقف کیا جائے اور اُسوقت واقف کا صرف ایک پوتا ہو مگر بعد ازآن اُسکے یہان ایک لڑکا پیدا ہو تو دونون کو وقف مین حصہ ملیگا۔ علیٰ ہذالقیاس اگر کوئی شخص اپنی اُس اولاد پر وقف کرے جو موجود ہو اور اُسکی نسل پر تو جو اولاد وقف کے بعد پیدا ہو وہ اُس وقف مین داخل ہو گی۔

جب کوئی شخص اپنے اطفال صغیر پر وقف کرے تو اِس صورت مین جو اولاد اُسکی وقف کرنیکے وقت صغیر ہو صرف وہی وقف مین شریک ہو گی اِسواسطے کہ اگرچہ صغیر ایسی صفت ہے جو زائل ہو جاتی ہے تاہم ایسی صفت ہے جو کبھی عود نہین کرتی پس وہ بمنزلہ اِسکے ہے کہ واقف نے اپنی اولاد کا نام لیکر وقف کیا۔

اگر وقف ایک اولاد پر کیا گیا ہو اور جس تاریخ وقف کی آمدنی پیدا ہوئی ہو اُس تاریخ سے چھ مہینے کے اندر واقف کے یہان دوسری اولاد پیدا ہو تو یہ اولاد پہلی اولاد کے ساتھ وقف مین حصہ پائیگی۔ اگر دوسری اولاد چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئی ہو تو وہ پہلی اولاد کے ساتھ وقف مین حصہ نہ پائیگی کیونکہ یہ قیاس کیا جائیگا کہ دوسری اولاد اُسوقت موجود نہ تھی جب وقف کی آمدنی پیدا ہوئی تھی۔ اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر وقف کرے اور اُسوقت اُسکی کوئی اولاد نہ ہو اور جب وقف کی آمدنی پیدا ہوئی تھی اُسکو چھ مہینے کے اندر اُسکے یہان کوئی اولاد نہ پیدا ہو تو وہ آمدنی غربا کو ملیگی مگر بعد ازآن جو افزونی اُس آمدنی مین ہو گی وہ اُس اولاد کو ملیگی[1]۔

## فصل سوم

### وقف اقربا پر

لفظ آل اور جنس اور اہل بیت مین وہ اقربا واقف کے داخل ہین جو اُسکے باپ یا دادا یا اور کسی بزرگ کے واسطے سے اُس سے قرابت رکھتے ہون۔ اور لفظ

---

[1] اسوقت غلہ مین دانہ پڑتا ہے وہی وقت آمدنی یا پیدا وار کے پیدا ہونے کا وقت سمجھا جائیگا۔ ۱۲ مسنہ

قرابت دار اور ذوقرابت اور ارحام وانساب مین وہ لوگ داخل ہین جو شوہر کے بزرگون مین سے کسی مرد یا عورت کے ذریعہ سے اُس سے قرابت رکھتے ہون - اور اُسکے اجداد مین اُسکا جدِّ اعلے وہ شخص ہوگا جسنے پہلے اسلام قبول کیا تھا -

امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ ذوقرابت سے وہ شخص سمجھنا چاہئیے جو باپ یا ماں کی طرف سے کسی بزرگ مشترک کے ذریعہ سے کسی شخص سے قرابت رکھتا ہو خواہ وہ شخص محارم یا محرمات شرعیہ مین داخل ہو خواہ نہ ہو اور خواہ قریب القرابت ہو خواہ بعید القرابت اور خواہ واقف نے صیغہ واحد استعمال کیا ہو خواہ صیغہ جمع - مگر امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جب وقف بصیغہ واحد کیا گیا ہو یعنے مثلاً واقف نے کہا ہو کہ وہ میرے ذوقرابت پر وقف ہے تو اُس وقف مین واقف کا سب سے قریب رشتہ دار جو اُسکے محارم یا محرمات شرعیہ مین سے ہو داخل ہوگا لیکن اگر وقف بصیغہ جمع کیا گیا یعنی مثلاً واقف نے کہا ہو کہ وہ میرے ذوی القرابت یا اقربا پر تو سب اقربا مذکورۂ بالا داخل ہین - امام ابو یوسف اور امام محمد کے اِس قول مین کہ وہ سب سے بعید جدِّ اعلیٰ اسلام مین ہو بعض علما نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ جدِّ اعلیٰ جو سابق الاسلام ہو یعنی جسنے پہلے اسلام قبول کیا ہو اور بعض نے اِسکے معنی یہ کیے ہین کہ وہ جدِّ اعلیٰ جو شیوع اِسلام کے زمانہ کے لحاظ سے اقدم ہو خواہ اُسنے اسلام قبول کیا ہو خواہ نہ کیا -

اگر کوئی شخص کہے کہ وہ وقف میرے اقارب اور اہلبیت وغیرہ پر ہے تو صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ اگر اُس زمرہ سے ایک شخص بھی موجود ہو تو وقف نافذ ہو جائیگا -

جب کوئی شخص اپنے غریب رشتہ دارون پر وقف کرے تو اُنکی غربت یا افلاس اُس وقت معتبر ہوگا جب وقف کی آمدنی تقسیم کرنے کے قابل ہو جائے مگر جس شخص کو مال وقف سے دیا جائے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جسکا کوئی ایسا عزیز نہ موجود ہو جسے اُسکو نفقہ دینا شرعاً واجب ہو مثلاً شوہر یا والد وغیرہ -

جب کوئی شخص اپنی اولاد اور اقارب پر وقف کرے تو سب لوگ جو اسوقت موجود ہون
جب وقف کی آمدنی یا پیداوار موجود ہوئی ہو گو وقف ہونے کے بعد پیدا ہوے ہون
اُسمین حصہ پانے کے مستحق ہین۔

جو کچھ اقربا اور ذوے القرابت کے باب مین بیان کیا گیا ہے وہی بعینہ ارحام اور
ذوے الارحام اور انساب اور ذوے الانساب پہ بھی صادق آتا ہے۔ اِن سب
الفاظ کے ایک ہی معنی ہین۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ صدقہ موقوفہ میرے محتاج اقارب یا مفلس اولاد پر ہے
اور اُنکے بعد غربا پر ہے" تو یہ وقف درست ہے اور مستحقین وقف موقوف علیہم مین سے
وہ لوگ ہین جو اسوقت محتاج ہون جب وقف کی پیداوار موجود ہوئی ہو۔ ہلال کا یہی قول ہے
اور یہی قول معتبر ہے اور اسی کے موافق فتوی ہے۔ اسی طرح سے اگر لفظ "غربا" کے بدلے
واقف نے "فقرا" و "مساکین" کا لفظ کہا ہو تو بھی یہی ہوگا۔ اگر واقف اپنے غریب رشتہ دارون
اور اُنکے بعد غربا پر وقف کرنے کے بعد مرجائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک واقف کا
بیٹا اقربا یا رشتہ دارون کی لفظ مین نہ داخل ہوگا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر واقف کے
غریب رشتہ دار اور کسی شہر مین ہون اُس شہر مین نہ ہون جہان واقف رہتا ہے تو وقف کی
آمدنی اُنکو نہین بھیجی جائیگی بلکہ کُل آمدنی واقف کے شہر مین جو اُسکے اقربا محتاج رہتے ہون
اُنکو دیجائیگی لیکن اگر متولی کچھ آمدنی اُنکو دوسرے شہر مین بھیجدے تو وہ خائن نہ سمجھا جائیگا۔[1]

جو وقف فقرا پر کیا گیا ہو اُسمین وہ بچہ نہین داخل ہے جو ہنوز رحم مادر مین ہو۔

جو وقف صالحین یعنی باخدا لوگون پر کیا گیا ہو اُسمین وہ لوگ داخل ہین جو عفیف
اور عادل ہون اور کسی کے نزدیک مشکوک و متہم نہ ہون اور راہ راست پر ہون اور
بُری باتین نہ بکتے ہون اور شارب الخمر نہ ہون اور زنان صالحہ کو بے حرمت نہ کرتے ہون

[1] بیلی صاحب کی شرع حنفی صفحہ ۵۰۷-۱۲ مینہ۔

اور صادق القول اور امین و متدین ہون صالحین ایسے لوگ ہین [۱]

اگر کوئی شخص اُن لوگون پر وقف کرے جو سب ہی آدم مین اُسکے قریب ہون اور اُنکے بعد غربا پر اور اُسکی ایک اولاد ہو اور والدین بھی ہون یا صرف باپ یا ماں ہو تو وقف کی آمدنی اُسکی اولاد کو ملیگی گو وہ دختر ہو کیونکہ اُس سے قریب تر واقف کا کوئی نہین ہے اور اولاد کے بعد غربا کو ملیگی والدین کو نہ دیجائیگی اسواسطے کہ واقف نے یہ نہین کہا ہے کہ قریب تر کو اور بعد قریب تر کو اگر واقف کی اولاد نہ بلکہ صرف والدین ہون تو وقف کی آمدنی اُنہین برابر تقسیم کیجائیگی - اگر واقف نے ماں اور بھائی چھوڑے ہون تو وقف کی آمدنی فقط ماں کو ملیگی - اگر اُسنے دادا و نانا اور بھائی چھوڑے ہون تو ساری آمدنی بھائیون کو ملیگی [۲]

اگر واقف کی ایک نواسی اور ایک پرپوتا ہو تو نواسی چونکہ قریب تر ہے لہذا کل وقف کی وہی مستحق ہوگی -

لیکن اگر کوئی شخص اپنے اقرب القرابت پر وقف کرے تو اس صورت مین اُسکے والدین اور اولاد وقف مین حصہ نہ پائینگے کیونکہ وہ لفظ قرابت مین نہین داخل ہین -

اگر کوئی شخص کہے کہ مین اپنے اقربا پر اس شرط سے وقف کرتا ہون کہ اُسکی تقسیم مین ابتدا اُس شخص سے کیجائے جو نسبًا یا قرابتًا مجھسے اقرب ہو اور اُسکے بعد اُس شخص پر جو اب اقرب ہوئے اور واقف کے دو بھائی اور دو بہنین ہون تو تقسیم اُسکی یا خواہر عینی سے شروع ہوگی اُسکے بعد برادر یا خواہر اخیافی سے - اور اگر اُنمین سے ایک علاتی اور ایک اخیافی ہو تو اخیافی مقدم رکھا جائیگا - یہ قول امام اعظم کا ہے - صاحبین کے نزدیک وہ سب برابر پائینگے - ماموں و خالہ علاتی یا اخیافی چچا پر ترجیح رکھتی ہے

---

[۱] الاقرب تم الاقرب ۱۲ منہ [۲] بعض علما کے نزدیک ساری آمدنی وقف کی دادا کو ملیگی کہ وہ باپ کا قائم مقام ہے ۱۲ منہ

اِسی طرح سے عینی چچا علاتی یا اخیافی ماموں یا خالہ پر ترجیح رکھتا ہے اور عینی چچا اور پھوپھی عینی ماموں اور خالہ پر ترجیح رکھتی ہے۔ امام اعظم کا قول یہی ہے مگر صاحبین کے نزدیک وہ سب برابر پائینگے۔ اِن دونوں صورتوں مین صاحبین کا قول مفتی بہ ہے۔

اولاد اور اجداد دونوں کا ایک حکم ہے مگر یہ یاد رہے کہ صاحبین کے نزدیک یہ کوئی فرق نہین ہے کہ وہ ذکور یا اناث کے ذریعہ سے قرابت رکھتے ہین اور باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے قرابت رکھتے ہین[1]۔

لفظ قریب قرابت پر نہین منحصر ہے پس اگر کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "یہ وقف میرے اقرب القرابت پر ہے" بلکہ یہ کہے کہ "یہ وقف اُس شخص پر ہے جو سب لوگون مین مجھسے قریب تر ہے" تو اِسمین قرابت اور غیر قرابت دونون داخل ہین لہذا والدین اور اولاد اس وقف مین داخل ہونگے گو وہ سلسلۂ قرابت مین نہین داخل ہین۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ وقف میری اولاد پر ہے اور جب اُنمین سے کوئی مرجائیگا تو اُسکا حصّہ اُسی درجہ قرابت کے دوسرے شخص کو ملیگا اور قریب کو بعید پر ترجیح دیجائیگی" اور واقف کی بہن کی اولاد اور چچا کی اولاد موجود ہو تو متوفی کا حصّہ واقف کے چچا کی اولاد کو ملیگا اُسکی بہن کی اولاد کو نہ ملیگا۔ یہ اُس فتوے کے خلاف ہے جو خیریہ مین لکھا ہے کہ واقف کی بہن کی اولاد کو ترجیح دیجائیگی۔

آدمی اپنے قرابت دار یا قرابت یا ذو قرابت پر وقف کرسکتا ہے اور اِسمین ذکور کو اناث پر کچھ ترجیح نہ دیجائیگی۔ اور زیادت مین لکھا ہے کہ واقف کا دادا اور پوتا اس وقف مین حصّہ[2] پائیگا۔ مگر لفظ قرابت یا اقربا مین زوجہ نہین داخل[3] ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے قریب ترین اقرباء پر وقف کرے اور اُسکی ایک علاتی بہن اور

---

[1] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ [2] فتاوائے قاضی خان و تنقیح الحکم ا صفحہ ۱۶-۲ ۱۲ منہ
[3] رپورٹ ہائی کورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹-۱۲ منہ

ایک کنواسی موجود ہو تو وقف کنواسی کو ملیگا کیونکہ وہ واقف سے نسباً اقرب ہے اور اُسکی اولاد مین داخل ہے گو دور کی اولاد سہی۔

جب وقف غریب اقربا پر کیا گیا ہو تو جو اقربا مفلس ہون صرف وہی اُسکے مستحق ہونگے۔ اِس باب مین کہ امیر کون ہے اور غریب کون ہے فتاوائے عالمگیری مین اصول ذیل بیان کیا گیا ہے۔

"وہ سب لوگ جو شرعاً مستحق زکات پانے کے ہون غربا سمجھے جائینگے۔ جو شخص صرف ایک مکان اور ایک خدمتگار رکھتا ہو وہ غریب سمجھا گیا ہے اور اُسکو زکات بھی مل سکتی ہے اور اُس وقف مین بھی حصہ پاسکتا ہے جو غربا پر کیا گیا ہو۔ اسی طرح سے اگر اُسکے ساتھ وہ پوشاک کافی رکھتا ہو مگر کوئی چیز زائد یا اثاث البیت نہ رکھتا ہو تب بھی وہ غریب سمجھا جائیگا لیکن اگر اُسکے پاس دوسَو درہم علاوہ پوشاک اور اثاث البیت کے ہون تو امیر تصور کیا جائیگا اور زکات یا وقف پانے کا مستحق نہ ہوگا۔ اِسی طرح سے اگر وہ دو مکان یا دو خدمتگار اور ایک مکان زائد یا ایک خدمتگار زائد رکھتا ہو اور دوسَو درہم بھی رکھتا ہے تو وہ ایسا امیر سمجھا جائیگا جسکو زکات یا وقف دینا حرام ہوجائیگا مگر واجب الزکات نہ ہوگا۔ اور اگرچہ اُسکا مکان زائد یا پوشاک زائد یا اثاث البیت فی نفسہ دوسَو درہم سے زیادہ قیمت کا نہ ہو تاہم وہ امیر ہے اور زکات یا وقف نہین لے سکتا۔ اور اگر اُسکے پاس دوسَو درہم کی زمین بھی ہو گو اُسکی آمدنی اُسکے گذارہ کو کافی نہ ہو تو بھی قول صحیح کے موافق وہ امیر سمجھا جائیگا۔ اگرچہ وہ بہت سی جائداد رکھتا ہو مگر وہ جائداد اُسکے پاس موجود نہ ہو بلکہ وہ مقروض ہو تو وہ زکات اور وقف لے سکتا ہے کیونکہ وہ مسافر کی حالت رکھتا ہے۔ لیکن اگر اُسکو قرض مل سکے تو قرض ہی لینا بہتر ہے بہ نسبت زکات یا وقف لینے کے"

"ہر شخص جو دوسرے کا واجب النفقہ ہو یا جو بغیر اُسکی اجازت یا قاضی کے

حکم کے نفقہ لے سکتا ہو یا جسکو قاضی کسی غیر حاضر آدمی کی جائداد سے نفقہ دلا دے۔ اور ہر شخص جسکی جائداد کی آمدنی دوسرے کی آمدنی کے ساتھ ایسی مخلوط ہو کہ ایک دوسرے کا گواہ نہ ہو سکے ایسا شخص امیر ہے اور وقف پانے کا مستحق نہین ہے کیونکہ اُسکا پرورش کنندہ یا وہ شخص جس سے وہ ایسا تعلق رکھتا ہے متموّل ہے۔ والدین اور اولاد اور اجداد اسکی مثالین ہین۔ مگر وہ اشخاص جو کسی کے واجب النفقہ تو ہون مگر بے اُسکی اجازت یا قاضی کے حکم کے اُس سے نفقہ نہ لے سکین اور جنکو قاضی دوسرے شخص سے اُسکی غیر حاضری کے زمانہ مین نفقہ نہین دلوا سکتا اور وہ لوگ جنکی جائداد کا منافع دوسرے شخص کی جائداد کے منافع سے ایسا ممیز ہو سکے کہ وہ دونون ایک دوسرے کے گواہ ہو سکین ایسے لوگ اپنے پرورش کنندون کے متموّل ہونے سے امیر نہ سمجھے جائینگے۔ بھائی اور بہنین اور اور محارم و محرمات شرعیہ اسکی مثالین ہین۔ جب کسی غریب عورت کا شوہر امیر ہو تو اُسکو وقف سے کچھ نہ لینا چاہیئے مگر جب غریب مرد امیر زوجہ رکھتا ہو تو وہ وقف سے لے[1] سکتا ہے۔"

قاضی خان نے اِس باب مین قاعدہ ذیل مقرر کیا ہے مگر یہ بھی لکھدیا ہے کہ باختلاف حالات زمانہ اِسمین اختلاف ہو گا۔ فقیر وہ آدمی کہلاتا ہے جو صرف ایک جائے سکونت رکھتا ہو اور کچھ نہ رکھتا ہو اور وہ زکات اور وقف دونون کا مستحق ہو گا۔ اسی طرح سے وہ شخص جو جائے سکونت صرف رکھتا ہو مگر کوئی ذریعۂ معاش نہ رکھتا ہو گو ایک خدمتگار بھی رکھتا ہو فقیر سمجھا جائیگا۔ جو شخص صرف چند جوڑے کپڑے کے سوا کچھ نہ رکھتا ہو وہ فقیر ہے۔ جو شخص دو سو درہم کا اثاث البیت رکھتا ہو وہ غنی سمجھا جائیگا۔ اور یوسف ابن خالد سامانی کے نزدیک جسکے پاس پچاس درہم ہون وہ بھی غنی ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک جس شخص پاس دو سو درہم کی زمین ہو گو اُسکی آمدنی

---

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۴۰۴ - بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۵۸۹ - ۱۲ مترجم -

اُسکی بسر کے لیے کافی نہ ہو وہ فقیر نہین ہے - مگر محمد ابن شحنہ اور محمد ابن سقاتل کے
نزدیک وہ فقیر ہے "امام ابو یوسف کا کلام عاقلانہ ہے اور ابن شحنہ کے قول مین بہت
تاویل کی گنجایش ہے" اِسکے بعد قاضی خان فرماتے ہین کہ جو شخص ظاہرا مالدار ہو مگر
کسی بلا مین مبتلا ہو گیا ہو اور اپنے مال کو اپنے مصرف مین نہ لا سکتا ہو وہ فقیر تصور ہو سکتا ہے
اور یہ بھی اُنھون نے لکھا ہے کہ جس شخص کا مال دوسرے آدمی پر قرض ہو اور وہ دوالیہ
یعنے اپنا قرضہ نہ ادا کر سکتا ہو اور اُس شخص کے پاس اور کوئی جائداد نہ ہو تو وہ بھی فقیر
سمجھا جائیگا" - پس اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص کا تمول یا افلاس حالات مخصوصہ پر
موقوف ہے اور اِس سوال کا جواب نہین ہو سکتا تاوقتیکہ اُس قوم کے حوائج ضروریہ کا
نہ لحاظ کیا جائے جس قوم سے وہ شخص ہے جسکا تمول یا افلاس معرض بحث مین ہو -

جب واقف نے اپنے غریب رشتہ دارون پر وقف کیا ہو اور جس تاریخ وقف کی
منفعت پیدا ہوئی تھی اُس تاریخ سے چھ مہینہ کے اندر واقف کی کسی رشتہ دار
عورت کے یہان لڑکا پیدا ہو تو وہ لڑکا اُس وقف مین حصہ پانے کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ
جو بچہ ہنوز رحم مادر مین ہو وہ اقربا رمحتاج مین نہین داخل ہو سکتا - ایسا لڑکا مثل
اُس قرابت دار کے سمجھا جائیگا جو وقف کی منفعت پیدا ہونے کے وقت غنی تھا مگر بعد اُسکے
فقیر ہو گیا - ایسا لڑکا اگرچہ اُس منفعت خاص مین حصہ پانے کا مستحق نہ ہوگا مگر آیندہ
ہر ایک آمدنی مین حصہ پائیگا -

جب واقف کا منشا یہ ہو کہ فلان فرقہ کے متعدد اشخاص کو اِس وقف مین سے
دیا جائے اور اُس فرقہ مین فقط ایک شخص موجود ہو تو وہ نصف وقف پائیگا اور باقی
فقرا کو دیا جائیگا - لیکن اگر بادی النظر مین یہ معلوم ہو کہ کل وقف اُسی فرقہ کے لوگون
کے لیے مقصود ہے چاہے اُنکی تعداد جو کچھ ہو تو اُسی ایک شخص کو کل منفعت وقف کی
ملیگی - مثلاً اگر زید کی نسل کے فقرا پر وقف کیا گیا ہو اور اُسکی نسل سے صرف ایک فقیر

موجود ہو تو ساری آمدنی وقف کی اُسی کو ملیگی۔ لیکن اگر وقف اُن لوگون پر کیا گیا ہو جو زید کی نسل مین محتاج ہون اور اُسکی نسل سے صرف ایک شخص موجود ہو تو وہ نصف منفعت پائیگا اور ما بقی عموماً فقرا کو دیا جائیگا۔

جو وقف کسی نے اپنے کنبہ کے یتیمون پر کیا ہو اُسمین بھی یہی اصول جاری ہونگے۔ یتیم سے وہ بچہ مراد ہے جسکا باپ نہ زندہ ہو اگرچہ اُسکی مان اور دادا زندہ ہون۔ یتیمی کی صفت بعد بلوغ زائل ہو جاتی ہے۔ جب کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک پندرھوین سال کے تمام ہونے پر لڑکا بالغ سمجھا جائیگا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مرد کے لیے پورے انیس[19] برس اور عورت کے لیے پورے سترہ برس سن بلوغ ہے اور امام زفر کے نزدیک مرد اور عورت دونون کا سن بلوغ ایک ہے یعنے پورے اٹھارہ سال۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے اپنے غریب رشتہ دارون پر وقف کیا ہو تو آیا متولی وقف کی آمدنی مین سے واقف کے محتاج پوتے کو دے سکتا ہے۔

جواب۔ اکثر علما نے اس مسئلہ کے جواب مین نعم (ہان) لکھا ہے اور فقیہ ابو لیث نے فرمایا ہے کہ کتاب زیادت مین امام محمد کا یہی قول لکھا ہے گو ظاہراً امام اعظم اور امام ابو یوسف کا قول[1] اسکے خلاف ہے

[1] فتاواے عالمگیری مین امام اعظم اور امام ابو یوسف کے قول کو ظاہراً ترجیح دی گئی ہے اور لکھا ہے کہ جب وقف قریب پر کیا جائے تو اسکی آمدنی صغیر و کبیر ذکور و اناث غنی و فقیر سب مین برابر تقسیم کیجائیگی اسواسطے کہ لفظ قریب سب پر برابر صادق آتا ہے۔ مگر اس لفظ مین واقف کا باپ اور اولاد صلبی اور دادا نہین داخل ہین جیسا ظاہر الروایت مین لکھا ہے۔ کوئی شخص اپنے محتاج قرابت دارون پر وقف کرکے مر جاسئے تو سوال یہ ہے کہ آیا اُس وقف کی آمدنی مین سے واقف کے محتاج پوتے کو بھی کچھ مل سکتا ہے۔ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہین مل سکتا اسواسطے کہ پوتا لفظ قرابت یا قرابت داری مین نہین داخل ہے "۔ اسمین شک نہین ہے کہ ابو لیث کا قول فرقہ حنفیہ نے اختیار کیا ہے ۱۲ منہ۔

جب واقف نے اپنے اُن عزیزوں پر وقف کیا ہو جو کسی مقام خاص مین رہتے ہون اور اُنکے بعد غربا پر تو سوال یہ ہے کہ اگر اُسکے اعزا اُس مقام سے چلے جائین تو کیا وہ اُس وقف کی منفعت سے محروم ہو جائینگے ؟ فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا ہے کہ اگر واقف کے اقربا جو موقوف علیہم ہین اُنکی تعداد محدود ہے اور اُنکی تعین ہو سکتی ہے تو اس صورت مین اُنکا حق نقل و حرکت کے قابل ہے یعنے جہان وہ جائینگے اُنکے ساتھ جائیگا۔ لیکن اگر اُنکی تعداد محدود نہ ہو اور اُنکی تعیین نہ ہو سکے تو اِس صورت مین جو شخص اُنمین سے اُس مقام خاص سے چلا جائیگا اُسکا حق جاتا رہیگا اور کل آمدنی وقف کی اُن لوگون مین تقسیم ہوگی جو اُس مقام خاص مین سکونت پذیر ہون اور جب اُنمین سے کوئی نہ موجود ہو تو غربا کو ملیگی اور فقیہ ابو لیث کا یہ قول ہے کہ اگر اُنمین سے کوئی شخص اُس مقام خاص مین مراجعت کرے تو اُسکا حق عود کریگا۔

اگر وقف اقربا پر کیا گیا ہو اور اُنکی اولاد یا نسل کا لفظ نہ کہا گیا ہو تو بھی اُنکی اولاد اُس مین داخل ہے کیونکہ اقربا کی اولاد بھی اقربا ہین۔

اگر کوئی شخص پہلے اقربا پر اور اُنکے بعد اُنکی اولاد پر وقف کرے تو اُنکی اولاد وقف کے منفعت مین کچھ نہ پائیگی تا وقتیکہ خود اقربا مین سے کوئی باقی رہیگا۔

ایک شخص نے چند امور کی وصیت کی اور اپنی زمین غربا پر وقف کر کے وصی کو اجازت دی کہ وہ جسکو چاہے جتنا اس وقف مین سے دے " تو اِس صورت مین وصی کو جائز ہے کہ اُس وقف مین سے اپنے والدین اور زوجہ اور اقربا کو دے بشرطیکہ وہ محتاج ہون کہ اُنکو دینا فقرا کو دینا سمجھا جائے گا۔

جب کسی شخص نے اپنے ہمسایون پر وقف کیا ہو تو قیاس تو اسی کا مقتضی ہے کہ اُسکی آمدنی سب لوگون کو دیجائے جو اُسکے ہمسایہ مین رہتے ہون مگر اولی یہی ہے کہ وہ وقف اُن لوگون پر ہے جو واقف کے ساتھ اُس محلہ کی مسجد مین نماز پڑھتے

جاتے ہون - امام اعظم کے نزدیک سکونت شرط ہے خواہ ساکن مالک مکان ہو خواہ نہ ہو اور یہی صحیح ہے - جب ساکن مالک نہ ہو تو وقف کی منفعت ساکن کو دیجائیگی مالک کو نہ ملیگی - ہمسائے مسلم ہون خواہ کافر مرد ہون یا عورتین آزاد ہون یا مکاتب صغیر ہون یا کبیر سب مستحق ہین اور وقف کی آمدنی اُنمین اُنکی تعداد کا لحاظ کرکے تقسیم کیجائے اور متولی اِسکا ذمہ دار ہے کہ ایک کو دوسرے سے زیادہ نہ دیا جائے - اُمّ الولد[1] اور مُدبّر یعنے غلام مطلق اور وہ قرضدار جو اُس محلہ کے قیدخانہ مین بعلت قرضہ قید ہو وقف مین نہین شریک ہوسکتے اور احوط یہ ہے کہ واقف کا بیٹا اور باپ اور دادا اور زوجہ اور اولاد کی اولاد گو وہ ہمسایہ ہو وقف مین حصہ پانے کی نہین مستحق ہے مگر واقف کے بھائی اور چچا اور ماموں اسمین سے پاسکتے ہین -

اگر واقف کے ہمسایون مین سے بعض اشخاص اپنے مکانات اور لوگون کے ہاتھ بیچکر دوسرے محلہ مین اُٹھ گئے ہون اور وہ لوگ اُس محلہ مین غلہ پکنے کے بعد مگر غلہ کٹنے کے قبل آکر بسے ہون تو وہی واقف کے ہمسائے سمجھے جاینگے جو آمدنی تقسیم ہونے کے وقت اُسکے ہمسائے ہون - اور اگر کوئی شخص اپنے ہمسایون پر اُسوقت وقف کرے جب وہ ایک مکان مین رہتا ہو مگر بعد ازآن اور مکان مین اُٹھ جائے گو وہ کرایہ کا مکان ہو اور اپنی وفات تک اُسی مکان مین سکونت رکھے تو وقف کی آمدنی اُسی مکان کے ہمسایون کو ملیگی - اگر کوئی شخص اپنے ہمسایون پر وقف کرکے مکہ معظمہ چلا جائے اور وہین مرجائے تو وقف کی منفعت اُسکے اُن ہمسایون کو ملیگی جو مکہ شریف مین ہون بشرطیکہ اُسنے وہان مکان لے لیا ہو - لیکن اگر وہ صرف حج کرنے کی نیت سے گیا ہو تو وقف کی آمدنی اُسکے اُن ہمسایون کو ملیگی جو اُسکے وطن یا شہر مین ہون - اگر کسی شخص کے دو مکان ہون ایک مکان مین خود رہتا ہو دوسرے مین اپنا مال تجارت رکھتا ہو تو وقف کی آمدنی

[1] وہ لونڈی جو صاحب اولاد ہو - ۱۲ منہ -

اُس مکان کے ہمسایون کو ملیگی جسمین وہ خود رہتا ہو۔ اور اگر ایک مکان اُسکا بصرہ مین ہو اور ایک کوفہ مین ہو اور ہر مکان مین اُسکی ایک زوجہ رہتی ہو تو بھی یہی ہوگا۔ اگر کسی شخص نے ہمسایون پر وقف کیا ہو مگر میرے ہمسایون کا لفظ نہ کہا ہو تو یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ اُسنے میرے ہمسایون کا لفظ کہا ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار پڑے اور اُسکا بیٹا اُسکو دوسرے محلہ مین اُٹھا لیجائے اور وہان وہ مرجائے تو اُسکے پہلے ہمسائے وقف کے مستحق ہونگے اور یہ نقل و حرکت اُسکی پایہ اعتبار مین نہ ہوگی۔ لیکن اگر کوئی عورت کسی مکان مین رہتی ہو اور اپنے ہمسایون پر وقف کرے اور بعد اُسکے نکاح کرکے اپنے شوہر کے گھر چلی جائے اور وہان مرجائے تو اُسکے ہمسائے وہ ہین جو اُسکے شوہر کے ہمسائے ہین۔ علیٰ ہذا القیاس جب کوئی مرد کسی عورت سے عقد کرکے اُسکے مکان مین اُٹھ جائے تو اُسکے ہمسائے بدل کر اُسکی زوجہ کے ہمسائے ہو جائینگے۔ الا یہ کہ اُسنے اپنا اسباب اپنے مکان قدیم مین چھوڑا ہو کہ اس صورت مین اُسکے ہمسائے وہی رہینگے جو اُسکے اُٹھ جانے کے قبل تھے۔

جب یہ نہ معلوم ہو کہ واقف کے ہمسائے کون لوگ ہین تو منفعت وقف نہ تقسیم کیجائے تا وقتیکہ گواہون کی شہادت سے یہ نہ ثابت ہو جائے کہ واقف اِسی مکان مین مرا تھا تب اُس مکان کے ہمسایون مین تقسیم کیجائے۔ اور اگر کوئی ہمسایہ کہے کہ مین محتاج ہون مگر وہ محتاج مشہور نہ ہو تو اُسکو یہ تکلیف دیجائے کہ اپنے افلاس کو گواہون کی شہادت سے ثابت کرے۔

اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس غربا پر وقف کرے تو اُسکی آمدنی کسکو دیجائے ناطقی کا قول یہ ہے کہ اُسکی منفعت واقف کی غریب اولاد کو دیجائے بعد اُسکے اُسکے اقربا کو اُسکے بعد اُسکے غلامون کو بعد ازان اُسکے ہمسایون کو تب اُسکے اہل شہر کو باعتبار اُسکے قرب کے۔ اور ہمسایون مین لڑکے اور عورتین بھی شامل کیجائین[1]۔

---

[1] یہ سب اصول فتاوائے عالمگیری و ردالمختار سے لیے گئے ہین۔ ۱۲ منہ۔

## فصل چہارم

### شرائط وقف (از فتاوائے قاضی خان)

جب وقف اِس شرط سے کیا جائے کہ واقف کو اُسکے منسوخ کرنے کا اختیار رہیگا تو امام ابو یوسف کے نزدیک وقف اور شرط دونون جائز ہین بشرطیکہ ایک میعاد معین کرلیجائے کہ اُسکے اندر اختیار تنسیخ عمل مین لایا جائیگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "مین یہ مکان وقف کرتا ہون مگر تین روز کے اندر اِس وقف کو منسوخ کرنے کا اختیار رہیگا"۔ اگر میعاد معین کے اندر وہ اختیار نہ عمل مین لایا جائے تو تین روز کے بعد وہ وقف قطعی ہوجائیگا۔ لیکن اگر میعاد مشتبہ اور غیر معین ہو تو وقف باطل ہے۔

فقیہ ابو جعفر کے نزدیک ایسا وقف تو درست ہے مگر وہ شرط باطل ہے۔ ہلال اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ اختیار تنسیخ باقی رکھنے سے خود وقف باطل ہوجاتا ہے اور یوسف ابن خالد نے فرمایا ہے کہ ان سب صورتون مین وقف جائز ہے صرف شرط باطل ہے یہی قول اجماعی معلوم ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص ایک میعاد معین مثلاً ایک دن یا مہینہ بھر کے لیے وقف کرے اور کچھ نہ کہے تو وہ وقف دائمی ہوجائیگا۔ لیکن اگر وہ کہے کہ یہ وقف فلان مہینہ تک کیا گیا اور اُس مہینہ کے گذرنے پر باطل ہوجائیگا۔ تو اِس صورت مین ابتدا ہی سے وہ وقف باطل ہوجائیگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "جب کل کا دن ہوگا تو میری زمین صدقہ موقوفہ ہوجائیگی یا جبکہ مین اُس زمین کا مالک ہونگا تب یہ زمین وقف ہوجائیگی"۔ تو ایسا وقف ناجائز ہے اِسواسطے کہ وقف کسی واقعہ اتفاقی پر مُعلّق نہین ہوسکتا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "میری زمین میرے مرنے کے بعد چند سال تک وقف رہیگی"، تو واقف کے مرنے کے بعد وہ وقف دائمی ہوجائیگا۔ مگر یہ قاعدہ صرف اُس صورت مین

جاری ہوگا جس صورت مین بطور وصیت وقف چند سال کے لیے کیا گیا ہو۔ اِسواسطے کہ اگر واقف اپنی حین حیات ایک میعاد محدود و معین تک وقف کرے تو وہ باطل ہوگا۔ لہذا ہلال کے نزدیک اِسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وقف ایسی شرط سے مشروط کیا جائے جو شرط دوام سے کے خلاف ہو تو وہ وقف باطل ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ وہ میری زمین صدقہ موقوفہ اِس شرط سے ہے کہ مجھے اختیار ہوگا کہ جب چاہون اِس وقف کو منسوخ کرون" تو ہلال کے نزدیک ایسا وقف ناجائز ہے۔ مگر یوسف ابن خالد کے نزدیک یہ وقف جائز ہے مگر وہ شرط باطل ہے۔ اور امام ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ جب اختیار تنسیخ وقف کی میعاد غیر معین ہو تو خود وقف باطل ہے۔ اور یہی حنفیہ مین مُفتیٰ بہٖ ہے۔

علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی شخص کہے کہ وہ مین اِس زمین کو اِس شرط سے وقف کرتا ہون کہ یہ میرا مال باقی رہیگا اور مجھکو اختیار ہوگا کہ جب چاہون اِسکو فروخت کرکے محاصل بیع کو وقف کرون" تو ایسا وقف ناجائز ہے۔

جب وقف شرطیہ کیا جائے تو جائز ہے یعنی جب کوئی شخص کہے کہ وہ یہ زمین وقف ہے اگر یہ میری ہے" اِس صورت مین اگر وقف کرنے کے وقت وہ زمین اُسکی تھی تو وقف جائز ہوگا۔

حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص دوسرے کی جائداد کو وقف کرے اور اُس جائداد کا مالک اُس وقف کی تصدیق کردے تو وہ جائز ہو جائیگا مگر شافعیہ کے نزدیک نہین جائز ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ وہ یہ میری زمین خدا کی راہ مین وقف دائمی اِس شرط سے ہے کہ مجھے یہ اختیار ہوگا کہ اِسکو بیچکر اِسکی قیمت سے اور زمین خریدون اور اُسکو بھی اِسی شرط سے وقف کرون" تو یہ وقف اور اِسکی شرط دونون ہلال اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہین اور یہی صحیح ہے۔

اگر واقف کہے کہ میں یہ زمین وقف کرتا ہون اور اسکو بیع کرنے کا اختیار اپنے لیے باقی رکھتا ہونٗ تو اکثر فقہار کے نزدیک ایسا وقف ناجائز ہے مگر قول اصح یہ ہے کہ ایسا وقف جائز ہے اور اگر واقف اختیار بیع کو عمل مین لائے تو اُس زمین کے بدلے اسکا محاصل بیع وقف ہو جائیگا۔

واقف یا متولی مال وقف کو صرف اسوقت فروخت کرسکتا ہے جبکہ اختیار بیع صریحًا باقی رکھا گیا ہو۔ مگر جب ایسا اختیار نہ ہو تو اگر قاضی مناسب سمجھے جائداد وقفی کو بیچکر اُسکی قیمت سے دوسری جائداد خریدے یا کسی ایسے کام مین لگائے جو اُس وقف کے بقا کا باعث ہو۔

جب مسجد پر وقف کیا گیا ہو اور اسلام پر کوئی ایسی آفت آنے والی ہو جسکو دفع کرنے کے لیے اُس وقف کی آمدنی قرض لینے کی ضرورت ہو تو اس صورت مین سلطان اُسکی آمدنی سے قرض لے سکتا ہے۔

اگر جائداد وقفی کے متعلق مواشی کام کرنے کے قابل نہ رہین تو متولی اُنکو بیچ سکتا ہے۔

جو چیزین مسجد سے متعلق ہون مگر ضروری نہ ہون اُنکو متولی قاضی کی اجازت سے بیچ سکتا ہے اور اگر قاضی نہ ہو تو اپنی رائے سے بیچ سکتا ہے۔

جب کوئی گاؤن جسمین کوئی چاہ یا حوض پختہ بنا ہو بالکل ویران ہو جائے تو واقف کی منظوری سے اور اگر وہ نہ ہو تو قاضی کی اجازت سے اُس چاہ یا حوض کے مصالح سے اُس گاؤن کے متصل دوسرا کوان یا حوض بنوا سکتے ہین۔

جب کوئی چیز جو مسجد پر وقف کی گئی ہو ویران و برباد ہو جائے تو وہ چیز واقف اور اُسکے ورثہ کو نہ واپس ملیگی بلکہ سب سے قریب مسجد مین استعمال کیجائیگی۔

جب شئے موقوف اُس کام کے قابل نہ ہو جس کام کے لیے وہ وقف کی گئی ہے

تو وہ وقف باطل ہے۔ مثلاً اگر کچھ زمین قبرستان کے لیے وقف کی ہو بلکہ اسمین ایک مردہ بھی دفن کیا گیا ہو مگر بعد ازآن معلوم ہو کہ یہ مقام قبرستان کے لیے مناسب نہین ہے اور لوگ اسمین مردے نہین دفن کرتے تو واقف اسکو بیچ سکتا ہے کیونکہ وہ مقام اس مقصد کے مناسب نہین رہا ہے جس مقصد سے وہ وقف کیا گیا تھا پس اسی امر سے وقف باطل ہو جائیگا

اگر کوئی زمین جو کسی مذہبی کام کے لیے وقف کی گئی ہو بے کاشت ہو جائے اور شہر سے اسقدر دور ہو کہ کوئی اسکا پٹہ لینا منظور کرے اور کچھ منفعت اس سے نہ مل سکے نہ اسپر مکانات تعمیر ہو سکین تو قاضی خان کے نزدیک ایسی زمین فروخت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی لنگرخانہ جل گیا ہو تو اسکا وقت باطل ہوجائیگا یا اگر دوکانین بازار کے لیے وقف کی گئی ہون اور وہ دوکانین اور وہ بازار دونون جلجائین تو وقف جاتا رہیگا اور وہ زمین واقف کے ورثہ پر عود کریگی۔

اگر کوئی راستہ مسجد کا شکست ہو گیا ہو تو اسکی مرمت اس مسجد کے سرمایہ سے کرانا جائز ہے بشرطیکہ صرف ایسی ہی تدبیر کرنے سے اہل مسجد یعنے نمازی مسجد تک پہونچ سکین۔ اسی طرح سے اگر کوئی لنگرگاہ دریا کے کنارہ پر بنائی گئی ہو اور صرف ایک پل کی راہ سے لوگ اسمین پہونچ سکتے ہون اور وہ پل شکست ہو گیا ہو تو اسکی مرمت اس لنگرگاہ کے سرمایہ سے ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی لنگرگاہ یا مسجد شکست ہو جائے اور جہان پر وہ واقع ہو وہ مقام بالکل ویران ہو گیا ہو تو قاضی کے حکم سے اسکے مصالح کو بیچکر لنگرگاہ یا مسجد کے مقاصد مین صرف کر سکتے ہین گو بعض علماء کا قول ہے کہ وہ واقف کے ورثہ پر عود کریگا۔

## فصل پنجم

### وقف المریض یعنے بیمار آدمی کا وقف۔

شیخ امام ابوبکر محمد ابن فضل نے فرمایا ہے کہ اوقاف کی تین ۳ قسمین ہین —

(۱) وہ وقف جو صحت کی حالت مین کیا گیا ہو یعنی جسکا نفاذ عالم صحت مین ہوا ہو۔

(۲) وہ وقف جو مرض الموت کے عالم مین کیا گیا ہو۔

(۳) وہ وقف جسکا نفاذ واقف کے مرنے کے بعد مقصود ہو۔

پہلی قسم کے وقف مین اقباض اُسطرح شرط ہے جسطرح ہبہ مین ہے۔ تیسری قسم کا وقف چونکہ واقف کی وفات کے بعد نافذ ہوگا لہذا اُسمین اقباض ضرور نہین ہے مگر وہ واقف کے صرف ثلث مال مین نافذ ہوگا بطور اُس وصیت کے جو غیر وارث کو کی گئی ہو۔

دوسری قسم کا وقف بھی ثلث مال مین جائز ہے مگر اقباض اور تصرف (صریحی ہو یا ضمنی) ضرور ہے جیسا اُس ہبہ مین ضرور ہے جو بحالت مرض الموت کیا گیا ہو۔ اور طحاوی مین لکھا ہے کہ لوازم شرعی اُس وقف کے جسکا نفاذ مرض الموت کے عالم مین ہو بعینہ ویسے ہین جیسے اُس وقف کے جسکا نفاذ بعد موت مقصود ہو۔ یعنے ایسا وقف واقف کے ثلث مال مین نافذ ہوگا۔

اگر کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین اپنا مکان وقف کرے تو درست اور جائز ہے بشرطیکہ وہ اُسکے ثلث مال سے زائد نہ ہو مگر جب وہ ثلث مال سے زیادہ ہو اور ورثہ راضی ہو جائین تو کُل وقف صحیح ہو جائیگا۔ لیکن اگر ورثہ نہ راضی ہون تو ثلث مال سے زیادہ جو وقف ہوگا وہ اُن ورثہ کے حصص مین جائز ہوگا جو راضی ہین۔ اگر کوئی وارث جو وقف سے ناراض ہو اپنا حصہ اُس جائداد مین جسکا وقف ناجائز ہے فروخت کر ڈالے اور بعد ازآن معلوم ہو کہ واقف نے اِس جائداد کے سوا اور جائدادین بھی چھوڑی ہین اور چونکہ وہ جائداد واقف کے ثلث مال سے کم ہے لہذا اُس کُل جائداد کا وقف جائز ہے تو اس وارث نے جو اپنا حصہ بیچ ڈالا ہے اسکی بیع منسوخ نہ کیجائیگی مگر اُسکو اُسکی قیمت دیدینی پڑیگی تاکہ اُس سے اور جائداد

خرید کر شامل کردیجائے۔

اگر کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین اپنا مکان وقف کرے اور سب جائداد اسکی مقروض ہو تو وہ وقف منسوخ کیا جائیگا اور وہ مکان بیچڈالا جائیگا۔ اِسی طرح سے اگر کوئی شخص مکان خرید کر وقف کرے اور بعد ازآن اُسکی نسبت کوئی حق شفعہ کا دعوے کرے اور وہ دعوے ثابت ہوجائے تو اِس صورت مین بھی وقف منسوخ کیا جائیگا۔

اگر کسی شخص نے کوئی جائداد بذریعہ بیع ناجائز خرید کر وقف کردی ہو تو وہ وقف جائز ہوگا مگر وہ شخص اُس جائداد کی قیمت کا دیندار بایع کو رہیگا۔ اور اگر وہ اُس مکان کی جو ناجائز طور سے خرید اگیا ہو مسجد بنائے تو ہلال کے نزدیک بلکہ سب علماء حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ میری جائداد مقبوضہ مین سے کچھ جائداد صدقہ موقوفہ ہے تو اُسکا قول معتبر سمجھا جائیگا اور وہ جائداد غرباء کے مصرف مین لائی جائیگی۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میرے باپ کی صدقہ موقوفہ ہے" اور اُسکا باپ مرچکا ہو تو اُسکا یہ اقرار جائز ہوگا۔ لیکن اگر اُسکا باپ قرضدار مرا ہو اور اُسکی اور کوئی جائداد نہ ہو جس سے وہ قرضہ ادا کیا جائے تو اُسقدر زمین یعنی جسقدر قرضہ ادا کرنیکے لیے ضرور ہو بیچکر متوفی کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور مابقی وقف ہوجائیگا۔ اگر واقف کا کوئی اور وارث ہو جو اُس وقف کا اقرار نہ کرے تو اُسکا حصہ وقف سے نکالڈالا جائیگا کہ اُس حصہ کو اُسکا جو جی چاہے کرے[1]۔

اگر کوئی شخص کہے کہ فلان زمین میرے نفس پر وقف تھی تا کہ اُسکے منافع مین سے

[1] یہ اُسوقت ہوگا جبکہ اُس شخص کے اقرار کے سوا اُس وقف کا کوئی ثبوت نہ ہو ۱۲ منہ۔

مین خود کھاؤن اور لوگون کو کھلاؤن تو ایسا وقف امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔
اور علماء بلخ نے اُنکے اِس قول کو اختیار کرکے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ وقف اور اُسکی شرط
دونون جائز ہین اور صدر الشہید نے فرمایا ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسف کے قول کے
موافق ہے۔

جب کوئی شخص غربا پر اِس شرط سے وقف کرے کہ اپنی حین حیات اپنی
بسر اوقات وہ اُسی وقف سے کریگا تو ابو بکر اسقاف کے نزدیک ایسا وقف جائز ہے
اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ جائداد مین نے اپنے نفس پر وقف کی" تو امام ابو یوسف کے
نزدیک ایسا وقف جائز ہے اور واقف کے مرنے کے بعد وہ جائداد فقراء کو دیجائیگی۔
انصاری نے اپنی کتاب الوقف مین لکھا ہے کہ جب کوئی شخص باین الفاظ وقف
کرے کہ "یہ زمین میری خدا کی راہ مین وقف دائمی ہے اور اِسکی آمدنی جبتک مین
زندہ ہون میرے مصرف مین آئیگی" اور کچھ اَور نہ کہے تو ایسا وقف جائز ہے اور جب
وہ مرجائیگا تو اُسکی منفعت غربا کو ملیگی۔ خصاف نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص کہے کہ"
یہ زمین میری وقف یا صدقہ موقوفہ اِس طور سے ہے کہ جبتک مین زندہ ہون اِسکی
پیداوار میرے استعمال مین آئیگی اور میرے بعد میری اولاد کے مصرف مین آئیگی اور
اُنکے بعد اُنکی اولاد کے مصرف مین دواماً آئیگی جبتک میری نسل مین کوئی باقی رہے
اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو غربا کو ملیگی" تو امام ابو یوسف کے قول کے موافق
ایسا وقف جائز ہے۔ اور بعض روایات مین وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ شرط
کرے کہ اپنا قرضہ اور اپنے مصارف مال وقف سے دیگا تو یہ شرط جائز ہے۔

جب کسی شخص نے زمین یا اور کوئی چیز اِس شرط سے وقف کی ہو کہ جبتک وہ
زندہ رہے وہ زمین یا وہ چیز کلاً یا جزءاً خود اُسکے واسطے رہیگی اور اُسکے بعد غربا کو
دیجائیگی تو ایسا وقف امام ابو یوسف اور اُنکے مقلدین علماء بلخ کے نزدیک جائز ہے اور

اِسی کے موافق فتوی ہے کیونکہ اِس سے وقف کرنے کی ترغیب[1] ہوتی ہے - یہ کئی طرح سے ہو سکتا ہے - مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اِس شرط سے کہ "وہ میرا قرضہ اسکی آمدنی سے ادا کردے" یا یہ کہے کہ "جب مین قرضدار مرجاؤن تو وہ (متولی) پہلے میرا قرضہ ادا کرے" یا یہ کہے کہ "جب فلان شخص مرجائے تو اِس وقف کی آمدنی سے ہر سال دسوان حصہ لیکر اُسکی طرف سے حج بیت اللہ کرانا یا اُسکی طرف سے کفارہ وغیرہ دینا"، اِن سب صورتون مین وقف جائز ہوگا - اور اگر واقف کہے کہ "یہ صدقہ موقوفہ فی سبیل اللہ ہے اور جبتک مین زندہ رہون متولی اِسکی آمدنی مجھکو دیا کرے" اور کچھ اور نہ کہے تو ایسا وقف جائز ہوگا اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکی منفعت غربا کو دیجائیگی - اِسی طرح سے اگر وہ کہے کہ "یہ زمین میری صدقہ موقوفہ ہے جبتک مین زندہ رہون اِسکی آمدنی متولی مجھکو دیا کرے اور میرے بعد میری اولاد اور اولاد کی اولاد کو اور اُنکی نسل کو دوامًا جبتک اُنمین سے کوئی باقی رہے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو غربا کو"، یہ بھی جائز ہے - اِسی طرح سے اگر واقف یہ شرط کرے کہ وقف کی آمدنی سے اپنی بسر اوقات کریگا اور اپنی اولاد کو نفقہ دیگا اور اپنا قرضہ ادا کریگا اور جب وہ مرجائے تو اُسکی آمدنی فلان شخص کو دیجائے جو فلان شخص کا بیٹا ہے اور اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اُسکی نسل کو"، یا وہ کہے کہ "یہ فلان شخص کو اور اُسکے بعد خود مجھکو"، تو یہ بطور وقف مشروط جائز ہوگا اور واقف کے تقدم وتأخر سے کچھ فرق نہ ہوگا - یا کوئی شخص غربا پر اِس شرط سے وقف کرے کہ "اِسکی آمدنی سے مین خود کھاؤنگا اور اورون کو کھلاؤنگا جبتک مین زندہ رہون اور میرے مرنے کے بعد یہ میری اولاد اور اُسکی اولاد کو ملیگا دوامًا جبتک میری نسل مین کوئی باقی رہے" تو ایسی شرط سے بھی وقف جائز ہے -

---

[1] ردالمختار صفحہ ۴۰۷ - فتاوائے عالمگیری صفحہ ۴۹۵ - بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۵۸۰ - فتاوائے قاضی خان صفحہ ۳۲۸ - ۱۲ - منہ

جب واقف یہ شرط کرے کہ "مین اِس زمین کا مبادلہ جس زمین سے چاہونگا کرونگا اور اِسکے مبادلہ مین جو زمین ملیگی اُسکو وقف کردونگا"، تو یہ وقف اور یہ شرط دونون امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہین اور اگر واقف یہ شرط کرے کہ اُس زمین کو بیچکر اُسکی قیمت کو وقف کریگا تو بھی جائز ہے۔ ہلال کا بھی یہی قول ہے اور اِسی کے موافق فتوی ہے۔ مگر جب ایک مرتبہ اُس زمین کا مبادلہ ہو چکا ہو تو پھر دوبارہ اُسکا مبادلہ نہو سکیگا مگر یہ کہ واقف کے کلام سے ثابت ہوتا ہو کہ اُسکا یہ منشا تھا کہ اِسکا مبادلہ ہمیشہ ہوتا رہے۔ جب واقف نے کہا ہو کہ "مین اِس زمین کا مبادلہ دوسری زمین سے کرونگا" تو اُسکا مبادلہ مکان سے نہین کرسکتا نہ اِسکے بالعکس کرسکتا ہے۔ مگر اُسکی قیمت سے خراجی زمین مول لے سکتا ہے۔ جب مبادلہ کا اختیار اُسنے اپنے لیے باقی رکھا ہو تو اِس مقصد کے لیے وہ مختار مقرر کرسکتا ہے لیکن اگر وہ یہ اختیار اپنے وصی کو دیجائے تو اُس وصی کا وصی اُسکو نہین عمل مین لاسکتا۔ اور اگر یہ اختیار اُسنے اپنے لیے اور دوسرے شخص کے واسطے رکھا ہو تو وہ دوسرا شخص اُسکو اکیلا نہین عمل مین لاسکتا مگر خود واقف اُسکو اکیلا عمل مین لاسکتا ہے۔ جب مبادلہ کا اختیار "ہر شخص کو دیا گیا ہو جو اِس وقف کی نگرانی کرے" تو جائز ہے اور ہر ایک نگرانی کنندہ اُسکو عمل مین لاسکتا ہے۔ مگر جب واقف نے کہا ہو کہ "اِس شرط سے کہ فلان شخص کو اِسکے مبادلہ کا اختیار ہوگا"، تو وہ شخص مجاز اِس اختیار کو واقف کی وفات تک نہین عمل مین لاسکتا بغیر اِسکے کہ اِس مضمون کی شرط واقف نے بالتخصیص کرلی ہو۔ قیّم یعنے منتظم وقف کو اُسکے مبادلہ کا اختیار نہین ہے تاوقتیکہ اُسکو مبادلہ کی اجازت صاف نہ دیدی گئی ہو۔ اور جب یہ شرط کرلیجائے کہ منتظم وقف مال وقف کا مبادلہ کرسکتا ہے تو واقف بھی ایسے اختیار کو عمل مین لاسکتا ہے گو ایسی شرط اُسنے اپنے لیے نہ کی ہو۔

زمین وقفی اگرچہ شور اور بیکار محض ہو مگر فروخت یا مبادلہ نہین ہوسکتی تاوقتیکہ

[illegible]

وقف مین ایسی شرط صاف صاف نہ کر لی گئی ہو۔ ایک مقام پر قاضی خان نے لکھا ہے
کہ قاضی اُسکی بیع کا حکم کر سکتا ہے گو ایسی شرط وقف مین نہ کی گئی ہو مگر دوسرے مقام پر
اُنھون نے انکار کیا ہے کہ قاضی ایسا اختیار نہین رکھتا۔ لیکن قول اصح یہی ہے کہ اگر
زمین وقفی بیکار محض ہو اور اُسکی کچھ آمدنی نہ ہو تو قاضی اُسکی بیع کا حکم دے سکتا ہے
بشرطیکہ قیمت کافی پر بیع کیجائے[1]۔

جب کوئی شخص کہے کہ۔ ''میری زمین اللہ تعالےٰ کی راہ مین دوامًا صدقہ
موقوفہ اِس شرط سے ہے کہ اِسکی پیداوار یا آمدنی کو میرا جسطرح جی چاہے صرف
کرونگا''، تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر وقف کی آمدنی غربا کو دے یا حج مین
صرف کرے یا کسی خاص شخص کو بخشدے تو پھر اسکا دعویٰ نہین کر سکتا۔ اور اسی طرح
اگر وہ کہے کہ۔ ''مین نے اِسکی آمدنی فلان شخص کو دی''، تو پھر اُسکو پھیر نہین سکتا۔
البتہ ایک کے بعد دوسرے کو دے سکتا ہے مگر جب اپنے ذاتی صرف مین لائیگا
تو وقف باطل ہو جائیگا۔ لیکن اگر وہ کہے کہ۔ ''اِس شرط سے کہ جسکو میرا جی چاہیگا
اِسکی آمدنی دونگا''، تو اور صورت ہو جائیگی۔

جب کوئی وقف اِس شرط سے کیا جائے کہ واقف کو اختیار ہوگا کہ اُسکا منافع
جسے چاہے دے تو ایسا وقف جائز ہے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنی عین حیات
اُسکی آمدنی کو جو چاہے کرے مگر ایسی کوئی کارروائی یا انتظام اُسکی نسبت نہین کر سکتا
جسکی پابندی اُسکے مرنے کے بعد فرض ہو نہ اُسکی آمدنی کو اپنے ذاتی مصارف مین
لا سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو وقف باطل نہ ہو جائیگا۔ مگر وہ جسکو چاہے
اُسکی آمدنی دے سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اِس شرط سے وقف کرے کہ منتظم وقف کو
اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے اِسکی آمدنی مین سے دے تو ایسا وقف جائز ہے اور

[1] بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۵۹۰۔ فتاواے عالمگیری ۲۹۴۔ ۱۲ اصفر۔

یہ اختیار واقف کی حین حیات اور اُسکی وفات کے بعد بھی عمل مین آسکتا ہے۔ اور جس شخص کو
یہ اختیار دیا گیا ہے وہ اُسکی آمدنی اپنی اولاد اور نسل کو دے سکتا ہے اور واقف کی
اولاد اور نسل کو بھی دے سکتا ہے مگر اپنے مصارف ذاتی مین نہین لاسکتا۔ یہ نہین
معلوم ہوتا کہ اگر شخص مجاز وقف کا منافع خود لے لے تو کیا ہوگا۔ فتاوائے عالمگیری
مین لکھا ہے کہ "وہ یہ اختیار اُسوقت اُس سے سلب نہین ہوجاتا جب وہ یہ کہے کہ مین نے
اِسکی آمدنی اپنے تئین دی۔ صرف اتنا کہدینے سے شاید یہ اختیار نہ زائل ہوجائے
مگر سوال یہ ہے کہ اگر وہ اُسکی آمدنی کو ناجائز طور سے اپنے مصارف ذاتی مین لائے
تو آیا بمنزلہ خیانت نہ ہوگا ج۔ اِسکے بعد جو عبارت فتاوائے عالمگیری مین لکھی ہے اسکو
علمار بلخ نے نہین تسلیم کیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ "و مین نے اپنے نفس پر وقف کیا"
ایسا وقف اُن علمار کے نزدیک ناجائز ہوگا جنکا یہ قول ہے کہ آدمی اپنے نفس پر
نہین وقف کرسکتا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "وہ میری زمین فلان شخص کی اولاد پر اِس شرط سے
صدقہ موقوفہ ہے کہ اُنہین سے مین جسکو چاہون منتخب کرسکتا ہون"، تو جو اُسنے کہا ہے
وہی ہوگا اور جسکو اُسکا جی چاہے منتخب کرے یا ایک ہی کو سب دیدے۔ اور اگر وہ
کہے کہ "وہ مین اِس سال کسی کو نہین منتخب کرتا"، تو یہ بھی جائز ہے اور وقف کی آمدنی
اُن سب مین برابر تقسیم کیجائیگی۔ اور اگر وہ کہے کہ "وہ اِس شرط سے کہ اُنہین سے جسکو
چاہون اِس وقف سے محروم رکھون"، اور وہ اُن سب کو اُسکی آمدنی سے
محروم رکھے سوائے ایک شخص کے تو یہ بھی جائز ہے اور اگرچہ قیاس اِسی کا مقتضی ہے
کہ وہ اُن سب کو اُس سے نہ محروم کرسکے تاہم یہ اختیار بھی وہ رکھتا ہے۔ مگر جنکو اُسنے
محروم کردیا ہے اُنکو پھر نہین دے سکتا بلکہ وہ وقف غربار کا ہوجائیگا۔ اگر اُسنے کہا ہے
کہ "وہ مین نے اُنکو اِس سال کی آمدنی سے محروم کیا"، تو اُس سال کی آمدنی مین اُنکا

کوئی حق نہ ہوگا بلکہ وہ غربا[1] کو ملیگی۔

اگر کوئی شخص اپنی اُم الولد یعنے اپنی اولاد کی ماں پر اِس شرط سے وقف کرے کہ اگر وہ میرے مرنے کے بعد دوسرا عقد کریگی تو کچھ نہ پائیگی اور وہ عقد کرلے بعد اُسکے طلاق لے تو اِس صورت مین اُسکو کچھ نہ ملیگا مگر یہ کہ یہ شرط کرلی گئی ہو کہ جب وہ طلاق لے لیگی تو اُسکو وقف کی آمدنی پھر دیجائیگی۔ علیٰ ہذا القیاس جب کسی شخص کی اولاد پر وقف کیا جائے سوائے اُس اولاد کے جو شہر سے چلی جائے اور اُنمین سے چند اشخاص شہر سے چلے جائین مگر پھر مراجعت کرین۔ یا جب وقف کسی شخص کی اُس اولاد پر کیا جائے جو تحصیل علم مین مشغول ہو اور اُنمین سے بعض لڑکے تحصیل علم کو ترک کرین مگر بعد اُسکے پھر تحصیل علم کرنے لگین تو وہ سب وقف کی منفعت سے محروم رہینگے الا یہ کہ کوئی شرط اُسکے خلاف کرلی گئی ہو۔ اور اگر کوئی شخص اپنی زمین اپنی اولاد اور اُسکی نسل پر صدقہ موقوفہ دوامًا کرے اور اُنکے بعد غربا پر اِس شرط سے کہ اُنمین سے جو شخص حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یا امام شافعی کی تقلید نہ کریگا اُس وقف کی منفعت سے محروم رہیگا تو جو لوگ امام اعظم یا امام شافعی کی تقلید ترک کردینگے اُنکو اُسکی منفعت نہ دیجائیگی۔ اِسی طرح اگر واقف نے کہا ہو کہ جب اُنمین سے کوئی شخص مذہب اہل سنت وجماعت کو ترک کرکے رافضی ہوجائے تو وہ خارج کیا جائیگا۔ اِسمین مرد اور عورت برابر ہین۔ اور جب یہ شرط کرلیجائے کہ جو شخص فرقہ حقہ سے یا اعتقادات حقہ سے انحراف کرے وہ خارج کیا جائے اور کوئی شخص دین حق کو ترک کرکے توبہ کرے اور پھر وہی دین اختیار کرے تو وہ وقف کی منفعت مین سے کچھ نہ پائیگا تاوقتیکہ کوئی شرط اس مضمون کی وقف مین نہ کرلی گئی ہو۔ علیٰ ہذا القیاس جب واقف نے کسی خاص مذہب کی تصریح کرکے کہدیا ہو کہ جو شخص اِس مذہب سے منحرف ہوجائے اُسکو اس وقف مین

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۵۰۴ سے ۵۰۴ تک۔ بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۵۹۵ – ۱۲ است –

کچھ نہ دیا جائے تو اِس شرط کا ضرور لحاظ رکھا جائے گا۔ اسی طرح سے جب واقف نے یہ شرط کی ہو کہ ”وہ اگر میرے اقربا مین سے کوئی شہر بغداد سے چلا جائے تو اُسکو کچھ نہ دیا جائے،، تو اِس شرط کا بھی ضرور لحاظ رکھا جائے مگر یہ کہ اگر وہ شخص بغداد مین پھر آئے تو پھر وقف کی منفعت مین سے اُسکو دیا جائیگا۔

جن شرائط کا لحاظ رکھنا واجب ہے اُنمین سے خصاف نے اِس شرط کو قرار دیا ہے کہ ناظر زمین وقف کا پٹہ نہ دیگا۔ پس اگر وہ اُسکا پٹہ دیدے تو وہ پٹہ باطل ہوگا اگر واقف یہ شرط کرے کہ متولی اِس زمین پر باغ لگا کر یا کاشت کر کے اِسکی پیداوار کو نہین بانٹ سکتا یا یہ شرط کرے کہ جب ناظر یا متولی اِس زمین کا پٹہ لکھدے تو اپنے عہدہ سے معزول کیا جائے۔ پس ایسی صورتون مین اگر وہ اِن شرائط کی خلاف ورزی کرے تو اپنے عہدہ سے معزول کیا جائے اور قاضی ایسے شخص کو مقرر کرے جسکو وہ جانتا ہو کہ اِن شرائط کی تعمیل کریگا۔

## فصل ششم[1]

### مال وقف کا انتقال

زمین وقفی کو بذریعہ رہن یا دوسرے طور سے دوامًا یا چندروز کے لیے منتقل کرنا گو وہ انتقال مال وقف کی مرمت یا کسی اور فائدہ کے لیے کیا جائے شرع محمدی مین قطعًا ناجائز ہے۔ لہذا جب کوئی جائداد ایک مرتبہ وقف کردی گئی ہو تو اُسمین کوئی حق ملکیت نہین باقی رہتا اور وہ بذریعہ بیع یا رہن یا ہبہ نہین منتقل ہوسکتی نہ حقوق وراثت اُسمین جاری ہوسکتے ہین[2]۔

---

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۵۰۴ بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۰۰ – ۶۱۲ [2] مقدمہ مولوی عبداللہ بنام راج سری داسی۔ سلکٹ رپورٹ صدر عدالت دیوانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ ۱۸۴۶ء۔ ومقدمہ سماۃ قادرہ بنام شاہ کبیرالدین احمد۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۷۰۴۔ وابوالحسن

جو وقف مباح واقف نے اپنی حین حیات کیا ہو یعنی جب کا انتقال اسکی وفات پر نہ موقوف رکھا گیا ہو وہ منسوخ نہین ہو سکتا نہ آسپر اِس بات کا اثر ہو سکتا ہے کہ وقف کے وقوع کے بعد خود واقف یا وہ لوگ جو اُسکے احکام کی تعمیل کے لیے مقرر ہوے ہون کوئی ایسی بداعمالی یا بدمعاملگی کرین جس سے وہ وقف لائق انتقال ہو جائے یا عدم قابلیت انتقال جو وقف کی لازم ماہیت ہے[۱] جاتی رہے۔

مگر یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ یہ زمین فی الواقع وقفی ہے۔ اگر صرف براے نام وقف کی گئی ہو تو وہ وقف مانع انتقال نہ ہوگا[۲]۔

جو عطیہ کسی شخص کی ذات خاص کو اُسکی معاش یا گذارہ کے لیے دیا گیا ہو وہ وقف نہین تصور کیا گیا ہے[۳]۔ مگر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اُس عطیہ کی نوعیت مین اُسکے واقعات مخصوصہ سے تغیر ہو جائیگا۔ جب عطیہ عطیہ دار کو قطعی طور سے نہ دیا گیا ہو بلکہ اِس غرض سے دیا گیا ہو کہ اُسکی اولاد کے لیے ایک ذریعۂ معاش مہیا ہو جائے تو شرع شریف کے رو سے وہ وقف جائز سمجھا جائیگا۔ پھر ملاحظہ کیجیے کہ جب عطیہ مثلاً زید کو وقف کے نام سے دیا گیا ہو اور کسی اور وقف زائد کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو بھی زید کے مرنے کے بعد اُس سے غربا پر وقف پیدا ہو جائیگا اور زید کو اُس چیز مین جو اُسکو عطا کی گئی ہے حق ملکیت نہ باقی رہیگا۔

---

بنام حاجی محمد مسیح کربلائی۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۷۰۔ وکلب حسین بنام سیت علی سلکٹ رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹۔ ومولوی عبداللہ بنام رمضو دامی۔ صدر دیوانی عدالت صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ ۱۸۵۲ء وجیون داس ساہو بنام شاہ کبیر الدین مورس انڈین اپلیس جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ ویکلی رپورٹر جلد ۶ صفحہ ۳۔ وسید عشیر الدین عرف کلا میان بنام سری مستی دربونائی۔ ویکلی رپورٹر جلد ۲۵ صفحہ ۵۵۷۔ ۱۲ منہ [۱] دیال چند ملک بنام سید کرامت علی۔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۶۔ ۱۲ منہ [۲] جادو نندن بال بنام کالی کمار گھوس صدر دیوانی عدالت صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ ۱۸۵۲ء وگنگا نراین سرکار بنام بندرابن چندر چودھری۔ ویکلی رپورٹر جلد ۳ صفحہ ۱۲۲۔ ۱۲ منہ [۳] بی بی کنیز فاطمہ بنام بی بی صاحب جان۔ ویکلی رپورٹر جلد ۸ صفحہ ۳۱۳۔ ۱۲ منہ۔

مگر جب کسی قابل وراثت جائداد پر وقف کا بار ڈالا جائے مثلاً کسی ولی یا پیر کی قبر پر وقف کیجائے تو وہ اِسطرح سے منتقل ہوسکتی ہے کہ وہ وقف اُسمین باقی رہے۔ ایسے مقدمات مین پہلا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ آیا وہ جائداد فی الواقع قابل وراثت ہے۔ اگر وہ جائداد فی الواقع وقف کی گئی ہے تو قابل وراثت نہوگی۔ اگر وہ صاف طور سے وقف نہین کی گئی ہے بلکہ صرف کسی ولی یا پیر کی قبر کے مصارف کے لیے دیدی گئی ہے تو بھی اُسکا اثر شرعاً وہی ہوگا۔ لیکن اگر وہ جائداد ہمیشہ قابل وراثت تصور کی گئی ہے تو صرف اِس صورت مین وہ اصول جسکا ذکر مقدمہ مذکورۂ حاشیہ مین کیا ہے جاری ہوگا اور وہ جائداد اِس طور سے منتقل ہوسکیگی کہ وہ وقف اُسمین باقی رہے۔

مگر یہ ظاہر ہے کہ ایسے مقدمات مین عدالتون نے شرع محمدی سے تجاوز کر کے یہ تجویز کیا ہے کہ کُل منافع اِس وقف کا امور مذہبی مین صرف کیا جائے تب یہ وقف صحیح ہوگا۔ چنانچہ مقدمہ فتو بی بی بنام بھرت لال بھگت کا فیصلہ بالکل شرع محمدی کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ شرع محمدی مین وقف دائمی ناجائز نہین ہے جیسے قانون انگلستان کے روسے ناجائز ہے۔ لہذا جب کسی جائداد پر وقف کا بار ڈالا جائے اور وہ وقف بظاہر دائمی ہو تو وہ جائداد اُسی مقصد کے لیے محبوس سمجھی جائیگی اور قابل انتقال نہوگی۔ پس جن فیصلون مین ایسے اوقاف قابل وراثت تجویز کیے گئے ہین وہ اصول شرع محمدی کے موافق نہین ہین۔

بمقدمہ[۲] ڈال رپیل صاحب بنام کھنڈ کار عزیز الاسلام یہ تجویز ہوا تھا کہ اگر کوئی عطیہ وقف مطلق ہو تو متولی اُسکا پٹہ اپنی مدت العمر سے زیادہ میعاد کا نہین دے سکتا

---

[۱] مقدمہ فتو بی بی بنام بھرت لال بھگت ویکلی رپورٹ جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۹ سنہ ۱۸۷۵ رپورٹ صدر دیوانی عدالت مطبوعہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۵۸۶ — و نیز مقدمہ شجاعت علی بنام ظہیر الدین — ویکلی رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۱۵۸ — ۱۸۶۶ء۔

لیکن اگر متولّی کا عہدہ موروثی ہے اور وہ ایک حق رعایتی اُس وقف مین رکھتا ہے تو وہ جائداد قابل وراثت سمجھی جائیگی جسپر ایسے وقف کا بار ڈالا گیا ہے جسکا حق ملکیت متولّی اور اُسکے ورثہ کو دیا گیا ہے اور متولّی اور اُسکے ورثہ اُس حق کو جو دیگر مالکان جائداد کو حاصل ہے بے تکلف عمل مین لا سکتے ہین یعنے اُس جائداد کا پٹہ استمراری بھی دے سکتے ہین - مگر یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مقدمہ مذکورۂ بالا کے فیصلہ مین "وقف مطلق" سے کیا مراد ہے - اگر یہ مراد ہے کہ وہ وقف بالکل امور مذہبی کے لیے سمجھا جائے تو یہ راے یقیناً غلط ہے اِسواسطے کہ یہ بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ اوقاف اطفال وغیرہ پر کرنا بلکہ واقف کا خود اپنے نفس پر وقف کرنا جائز ہے - ایسی صورتون مین بھی متولّی موقوف علیہم کی طرف سے امین ہوتا ہے - پس کیا وہ برضامندی یا بلا رضامندی موقوف علیہم (یا دیگر حقداران وقف اگر وہ خود بھی ایک حقدار ہو) موروثی پٹہ دے سکتا ہے؟ نہین - وہ نہین دے سکتا اِسواسطے کہ اگر وہ موروثی پٹہ دے سکے تو اِس سے اُن حقدارون کے حقوق کو ضرر پہونچیگا جو حقداران موجودین کے جانشین یا قائم مقام ہونگے -

اِس بحث مین یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مصارف چند روزہ جائداد وقفی سے دیدیے جائین تو اِس سے وہ وقف باطل نہو جائیگا[۱] - اور نہ مذہبی کامون کے صرف موقوف ہو جانے سے وقف باطل ہو سکتا ہے -

جو زمین مسلمان کا مال ہو اور جسمین قبرین بنی ہون وہ بعلت اجراے ڈگری فروخت[۲] نہین ہو سکتی - اور نہ مقبرہ منتقل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ وقف بالطبع[۳] ہے - جب زمین عموماً قبرستان کے لیے وقف کیجائے تو وہ وقف صحیح ہوگا اور واقف کے

---

[۱] مظہر الحق بنام بیراج دہتاری مہاپتر - ویکلی رپورٹر جلد ۳ صفحہ ۲۳۵ - ۲ اسنہ [۲] مقدمہ دیال چند ملک بنام سید کرامت علی - ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۶ - رپورٹ صدر دیوانی عدالت بنگالہ صفحہ ۳۸ مطبوعہ ۱۸۵۳ء - ۱۲ منہ

[۳] رپورٹ صدر دیوانی عدالت ممالک مغربی و شمالی صفحہ ۲۲۵ مطبوعہ ۵ دسمبر ۱۸۵۴ء - ۱۲ منہ

ورثہ مدعی کا استحقاق نہ ہوگا۔ مگر تاوقتیکہ زمین وقفی پر کوئی مقبرہ نہ بنا ہو صرف اُسپر چند
قبور کا ہونا مانع اسکی تقسیم کا نہین ہے بجز اُس مقام خاص کے جہان قبرین
بنی ہوئی ہین[1]۔

ایک مقدمہ مین کچھ اراضی انعامی جو مسجد کے لیے وقف کی گئی تھی بعلت
اجراے ڈگری قرق کی گئی اور وہ ڈگری اُس جائداد کے مرتہن نے اصل عطیہ دار کے
ورثہ پر جسنے اسکو رہن رکھا تھا حاصل کی تھی۔ اِس مقدمہ مین عدالت نے یہ
تجویز کیا کہ یہ رہن ازروے شرع محمدی ناجائز تھا کیونکہ جو اراضی امور مذہبی کے لیے
وقف کی گئی ہو اُسکو کوئی وارث اصل مالک اراضی کا بیع یا رہن نہین کرسکتا لہذا
عدالت نے اسمین اتفاق کیا کہ یہ قرقی اُٹھا لینی چاہیئے[2]۔

مگر بعض حالات مخصوصہ مین متولی قاضی کی منظوری سے مال وقف کو
کُلاً یا جزواً رہن رکھ سکتا ہے جیسا سابق مین بیان کیا گیا بلکہ اسکے ایک جزر کو منتقل بھی
کرسکتا ہے۔ مگر جب ایسا فعل بلا اجازت قاضی کیا جائے تو وہ قطعاً باطل
اور غیر موثر ہے۔

بمقدمہ مولوی عبد اللہ بنام راج سری داسیا و یک کس دیگر مدعی نے
(جو صدر کورٹ مین اپیلانٹ تھا) ایک مسجد کے متولی پر اُس اراضی کے لگان کی
نالش کی جو اُس مسجد سے متعلق تھی۔ اور مدعا علیہا نے یہ بیان کیا کہ اِس مسجد کے
متولی سابق محمد فضل نے میرے شوہر سے پچاس روپیہ اسکی مرمت کے لیے
قرض لیے تھے اور اُسکے پاس ۸ کوٹہ زمین اور تالاب تین سال کے لیے رہن رکھا تھا

[1] ریپورٹ صدر دیوانی عدالت بنگالہ جلد ۵ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ ۳۰ جولائی ۱۸۳۲ع ۱۲۶ منہ
[2] سلکٹ ریپورٹ صدر عدالت بمبئی صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ ۱۸۳۹ع ۱۲۶ منہ
[3] سلکٹ ریپورٹ جلد ۷ صفحہ ۲۶۲ – ۱۲ منہ

اور رہن نامہ مورخہ ۹ جیٹھ ۱۹ فصلی مین یہ شرط لکھی تھی کہ اس قرضہ کا سود ایک روپیہ ماہواری تین برس تک دیا جائیگا اور بعد انقضا مدت سہ سال کے اگر قرضہ نہ ادا کیا جائیگا تو مکوثہ زمین کا لگان پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے اس قرضہ کے معاوضہ مین اُسکے ہاتھ بیع کیا جائیگا اور اُس تالاب کا لگان ایک روپیہ ماہواری متولی کو مصارف مسجد کے لیے دیا جائیگا۔ مدعا علیہا نے یہ بحث کی کہ چونکہ یہ قرضہ محمد افضل نے مسجد کی مرمت کے واسطے لیا تھا اور زر رہن ادا نہ کیا تھا لہذا اُسکا جانشین یعنے مدعی اُس معاہدہ کا پابند ہے۔ عدالت ابتدائی نے مدعی کے دعوے کی ڈگری کی مگر عدالت اپیل ماتحت نے اُسکے فیصلہ کو اس وجہ سے منسوخ کیا کہ چونکہ متولی سابق نے یہ رہن مسجد کے فائدہ کے لیے رکھا تھا لہذا یہ رہن جائز ہے۔ جب مدعی نے اپیل ثانی کیا تو صدر کورٹ نے مفتیان شرع کے فتوے کے موافق یہ تجویز فرمایا کہ جو زمین امور مذہبی کے لیے وقف کی گئی ہو اُسکو اور اُسکی آمدنی یا پیداوار کو بذریعہ رہن منتقل کرنا نہین جائز ہے اور ایسے انتقال کے عدم جواز مین اس امر کو کچھ دخل نہین ہے کہ وہ زمین مسجد کی مرمت یا اور کسی فائدہ کے لیے رہن رکھی گئی تھی۔

جب جائداد وقفی کی بیع اس وجہ سے منسوخ کیجائے کہ یہ جائداد قابل انتقال نہین ہے اور اس عرصہ مین مشتری نے اتفاقاً اُسپر کچھ چیزین بنوالی ہون تو وہ اسکا مستحق ہے کہ اُنکو وہان سے اُٹھا لیجائے بشرطیکہ اُنکے اُٹھا لیجانے سے مال وقف کو کچھ ضرر نہ پہونچے۔ اگر اُنکو اُٹھا لیجانا بلا ضرر رسانی مال وقف غیر ممکن ہو جیسے متلاً مشتری نے اُس زمین پر درخت لگائے ہون تو قاضی کو اختیار ہے کہ اگر مناسب سمجھے تو کچھ معاوضہ اُسکو دلوا دے بشرطیکہ اُن اشیا سے جو اُس زمین پر تھی ہے یا گئی ہے اُسکی قیمت مین افزونی ہوئی ہو۔ اگر اہل مکان وقفی کو گرا کر کوئی مکان وغیرہ بنایا

یا درخت اُن قلموں کے لگائے ہوں جو مال وقف سے لیے گئے ہوں تو مشتری اُنکا معاوضہ
پانے کا مستحق نہ ہوگا۔ بلکہ بائع سے فقط وہ قیمت پھیر لینے کا مستحق ہوگا جو اُسنے دی ہے
کسی تغیر سے جو مشتری یا اور کسی شخص نے مکان وقفی میں کیا ہو اُس وقف کی
حقیقت نہ بدل جائیگی۔ مشتری اُس نقصان کا ذمہ دار ہوگا جو اِس وجہ سے کہ اُسنے
مکان وقفی میں کچھ تغیر کیا ہے یا اُسمیں کچھ اضافہ کیا ہے اُسمیں واقع ہوا ہو اور اُسکو
اُسکی حالت اصلی پر بحال کر دینے کا ذمہ دار ہوگا اور کسی اصلاح کا معاوضہ پانے کا مستحق
نہ ہوگا تا وقتیکہ وہ اصلاح مکان وقفی سے علٰحدہ ہونے کے قابل نہ ہو۔

اگر مشتری نے کوئی ایسی چیز بنوائی ہو جس سے مال وقف کو فائدہ ہوا ہو تو اسکو
وہ اُٹھا لیجانے کا مستحق نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص پُرانے تنور سے بہتر تنور روٹیاں
پکانے کے لیے بنوائے تو وہ اُسکو نہیں اُٹھوا لیجا سکتا نہ اُسکا کچھ معاوضہ پانے کا مستحق ہے
لیکن اگر اُسنے لالٹینیں لگوائی ہوں تو اُنکو اُٹھا لیجا سکتا ہے یا اگر اُنکو وہاں رہنے دے
تو معاوضہ پانے کا مستحق ہوگا۔

مشتری مکان وقفی کی وہ قیمت پانے کا مستحق ہے جو اُسکی بیع کی منسوخی کے
وقت ہو وہ قیمت پانے کا مستحق نہیں ہے جو اُسنے دی ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص دس ہزار
درہم کا مکان خرید کر اُسمیں رہے اور وہ مکان شکست ہو جائے تو جب اُسکی بیع منسوخ
کیجائے تو وہ قیمت پانے کا مستحق ہوگا جو اُسنے اُس مکان کی دی تھی۔ اگر اُسکی قیمت
زیادہ ہو گئی ہو تو مشتری اُس اضافہ کے پانے کا مستحق ہوگا۔

اگر اسکا کوئی ثبوت نہ ہو کہ اِس وقف کی منفعت کے کون لوگ مستحق ہیں یا متولیان
سابق نے اِسکی آمدنی کو کس طور سے صرف کیا تھا تو وہ وقف غربا کے مصرف میں
لایا جائیگا۔

جب کوئی وقف عذرات شرعی سے منسوخ کیا جائے یعنی اِسوجہ سے منسوخ

کیا جائے کہ یہ وقف شرعاً ناجائز ہے تو مال وقف واقف یا اُسکے ورثہ پر عود کریگا اور جب وہ نہ ہون تو بیت المال مین داخل ہوگا۔ جبتک وہ وقف قائم رہیگا مال وقف بیت المال مین نہ جائیگا بلکہ غربا و مساکین کی پرورش مین صرف کیا جائیگا یا اور کسی کار خیر مین صرف کیا جائیگا جس سے رفاہ عام متصور ہو۔

جو وقف عام سلطان یا حاکم وقت نے کیا ہو وہ بوجہ عدم جواز یا اور کسی وجہ سے ہرگز نہین منسوخ ہوسکتا۔ مثلاً اگر سلطان یا اُمرا مسجد یا قبرستان یا تالاب یا نہر یا اور ایسے ہی مقاصد کے لیے وقف کرین یا علماء و فضلا یا طلبہ علوم کے لیے وقف کرین تو وہ نہین منسوخ ہوسکتا اگرچہ اُس وقف کے انتظام مین قاضی بمقتضے مصالح وقت وقتاً فوقتاً تغیر و تبدل کرسکتا ہے۔

کوئی شخص ایک مکان اپنی زوجہ کے رہنے کے لیے وقف کرے اور پھر مرجائے اور اُسکی زن بیوہ عقد ثانی کرے تو اُسکا حق سکونت اُس مکان مین جاتا رہیگا اور اگر اُسکا دوسرا شوہر اُسکو طلاق بھی دیدے تو بھی وہ حق اُسکو نہ ملیگا۔

جب کوئی مکان چند اشخاص کی سکونت کے لیے وقف کیا گیا ہو تو وہ اُسکو آپس مین نہین تقسیم کرسکتے ہین۔ مگر جب کسی خاندان کے لوگون کی سکونت کے لیے وقف کیا گیا ہو تو اُسمین صرف وہ اشخاص رہ سکتے ہین جو ایک دوسرے کے محرم شرعی ہون الّا یہ کہ وہ مکان ایسے کمرون یا حجرون مین منقسم ہو جنمین کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکے بے اِسکے کہ کوئی نامحرم جو اُسی مکان مین رہتا ہو اُن دونون کی معاشرت باہمی مین مخل ہو۔ مثلاً اگر کوئی مکان اُس خاندان کی سکونت کے لیے وقف کیا جائے جسمین دو بیاہے ہوے بیٹے اور دو بیاہی ہوئی بیٹیان ہون اور بیاہی ہوئی بیٹیون کے شوہر اُسی مکان مین رہین تو بیٹون اور بیٹیون کے رہنے کے علحدہ علحدہ حجرے ہونے چاہیئین۔

# بارھوان باب

## فصل اول

### احکام وقف موافق مذہب شیعہ

مذہب شیعہ مین وقف وہ فعل ہی جسکا اثر یہ ہوتا ہی کہ کسی چیز کا عین محبوس ہوجاتا ہی اور اوسکی منفعت بے قید رہتی ہی ـ جواہر الکلام مین وقف کا مقصد یہ لکھا ہی کہ کسی کار خیر کا خدا کی راہ مین دوامًا جاری رکھنا ـ جس لفظ سے وقف ہوسکتا ہی وہ وَقَفتُ ہی یعنے وقف کیا مینے ـ مگر اور کسی لفظ سے بھی ہوسکتا ہی جس سے واقف کا منشا ظاہر ہوجاے جیسا شرع حنفی کی بحث مین بیان کیا گیا ـ جواہر الکلام مین لکھا ہی کہ شرع مین کوئی ایسا حکم نہین ہی جسکی رو سے وقف سوائے لفظ وقفت اور کسی لفظ سے نہ ہوسکے ـ مثلاً وقف لفظ حرّمتُ اور تصدّقتُ سے بھی ہوسکتا ہی ـ مگر چونکہ ان الفاظ سے دوام و استمرار نہین ثابت ہوتا لہذا واقف کی نیت کو ظاہر کرنا ضرور ہی ـ اسکے معنی یہ ہین کہ جب واقف کا قصد وقف کرنیکا صاف ظاہر ہو تو چاہی جو لفظ اوسنے استعمال کیا ہو وہ وقف لاکلام نافذ ہوگا ـ اگر کوئی شخص ایسا لفظ استعمال کرے جس سے وقف کے معنی نہ پیدا ہون اور بعد از اقرار کرے کہ اوسکا مقصود اوس سے وقف کرنا تھا تو وہ وقف نافذ ہوگا ـ اگر کوئی شخص کہے کہ مینے یہ مکان غربا پر دوامًا وقف کیا تو یہ وقف ہوگا ـ اگر وہ کہے کہ مینے یہ مال حبس کرکے راہ خدا مین دیا یا یہ کہے کہ مینے یہ مال حبس کرکے اسکا منافع خدا کی راہ مین دیا تو یہ بھی وقف ہوگا ـ

جب وقف صریحاً کیا گیا ہو تو ہبہ کے الفاظ کہنے سے اوسکی حقیقت نہیں بدل جاے گی - یہ بحث بمقدمہ بی بی وغیرہ بنام حاجی محمد کاظم اصفہانی وغیرہ پیش ہوئی تھی جسکا فیصلہ بگٹ صاحب جسٹس نے ۳۱ مارچ ۱۸۷۴ء کو نواب سید نظیر علی خان کے وصیت نامہ کے معنے پر غور کامل فرما کر کیا تھا - نواب موصوف نے اپنے وصیت نامہ مین اپنی ساری جائداد اپنے وصی کے نام لکھدی تھی جسکے وارث ہونیکے مدعی مدعیان تھے مگر بطور وقف کے لکھی تھی جو بالکل موقوف علیہ کی راے پر موقوف تھا - مدعیون نے یہ بحث کی کہ موصی نے یہ جائداد اپنے وصی میر محمد کاظم کو مطلقاً وقطعاً ہبہ کی تھی - مدعا علیہم نے یہ حجت کی کہ اگرچہ لفظ وقف وصیت نامہ مین نہین لکھا ہی جو انگریزی زبان مین اور انگریزی طریقہ سے تحریر ہوا ہے تاہم یہ وقف جائز ہے -

عالم جج نے اصل امر مبحوث عنہ کی نسبت بعبارت ذیل تجویز لکھی -

یہ بحث کی گئی ہی کہ اس وصیت نامہ کے ذریعہ سے میر محمد کاظم نے اپنی جائداد صرف براے نام وقف کی ہی اور اوسکی نیت یہ نہ تھی کہ اسکی تعمیل کی جاے - فریق ثانی کے کونسلی فلپس صاحب نے جس مقدمہ پر بہت بھروسا کیا وہ مقدمہ مارس بنام بشپ آف درہیم تھا - مگر میرے نزدیک اس مقدمہ مین اصل امر تنقیح طلب یہ نہین ہی کہ آیا وقف صحیح وصالح ہوا ہی یا نہین بلکہ یہ ہی کہ آیا مدعیہ کے دعوی مین کامیابی ہوگی تاوقتیکہ وہ یہ نہ ثابت کردے کہ موصی کا منشاء یہ نہ تھا کہ میر محمد کاظم بطور متولی کے اس جائداد کو لے - اگر موصی کا ارادہ یہ تھا کہ میر محمد کاظم بطور متولی کے لے تو وہ کوئی حق رعایتی نہین پا سکتا یا اس جائداد سے منتفع نہین ہو سکتا - وصیت نامہ مین لکھا ہی کہ میر محمد کاظم بطور متولی کے لے - پس اسکا بار ثبوت مدعیہ پر ہی کہ موصی کا منشاء یہ تھا کہ محمد کاظم اس جائداد کو بالکل بطور مالک کے لیے لے - اسمین شک نہین ہی

کہ کچھ حصہ اس جائداد کا متعلق مسجد وغیرہ کے وقفی ہی - بس یہانتک تو میر محمد کاظم متولی رہا -
مگر مستقل آمدنی کی نسبت یہ بحث کی گئی کہ میر محمد کاظم اسکا مالک مطلق ہی - وصیت نامہ مین تو
یہی لکھا ہی کہ وہ صرف بطور متولی اس جائداد کو لے گا - اگر یہ لکھا جاتا کہ متولی کا عہدہ موروثی
ہی تو مدعیہ کی بحث کو کچھ قوت ہو جاتی - مگر ایسا نہین ہوا ہی - یعنے یہ نہین کہہ سکتے کہ میر محمد کاظم
کے ورثہ کو اس جائداد مین حق انتفاع دیا گیا ہی جبکہ ہر متولی کو اختیار ہے کہ اپنی جگہہ پر دوسرے
شخص کو متولی مقرر کرے - بس اب مجھکو وصیت نامہ کے مختلف فقرات پر جو متولیون کے
تقرر اور ذمہ داریون سے متعلق ہین غور کرنا چاہیئے - اگر مین اس مقدمہ کا فیصلہ بحیثیت ایک
جج کے نہ کرتا تو شاید مین یہ کہہ سکتا تھا کہ نظیر علی خان کا منشا یہ تھا کہ یہ جائداد میرے دوست
کی اولاد کو وراثتاً ملے اور اون مین سے ہر شخص اپنے اختیار تقرر متولی کو اپنے وارث کے
حق مین عمل مین لاوے یعنے اپنے بعض ورثہ کو متولی مقرر کرے - مگر وصیت نامہ کی عبارت
ایسی صریح و واضح ہی کہ شاید اوسکے معنی مین مین اپنے قیاس کو کچھ دخل نہین دے سکتا - پھر
بھی بحث کی گئی ہی کہ صرف یہ امر کہ وصی اوس آمدنی سے جو صرف نہین ہوئی ہی خود منتفع ہو
اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ موصی کی نیت حتماً یہ تھی کہ ایک حق انتفاع پیدا ہو اور فی الواقع
اوسنے ایسا حق پیدا کیا - جو مقدمات بطور نظائر پیش کیے گئے ہین اونکو مین نظر تفصیلے
سے نہین دیکھونگا بلکہ صرف اسپر اکتفا کرتا ہون کہ جن مقدمات کا حوالہ مسٹر کینیڈی اور
مسٹر امیر علی نے دیا ہی علے الخصوص مقدمہ جان بی بی بنام عبد اللہ حجام اور مقدمہ
ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ بی بی اونسے یہی ثابت ہوتا ہی کہ کچھ قیاس اس امر سے نہین
ہو سکتا کہ موصی نے لکھا ہی کہ بقیہ آمدنی سے متولی خود منتفع ہو - جب یہ ہوا تو میرے نزدیک
مدعیہ کی بحث نہین چل سکتی اور یہ جو تنقیح قرار دی گئی ہی کہ آیا نظیر علی خان کی جائداد اب حکماً
میر محمد کاظم کی جائداد کا ہے یا نہین ہی اسکا تصفیہ بصیغہ نفی کرنا چاہیئے - یعنے یہ
کہنا چاہیئے کہ نہین ہے "

شرائع الاسلام مین وقف کی تعریف یہ لکھی ہی کہ "وقف ایک معاملہ یا معاہدہ ہی جسکا اثر یا نتیجہ یہ ہی کہ عین المال محبوس ہوجاتا ہی اور اوسکی منفعت بے قید ہتی ہی۔ صرف ایک لفظ خاص سے وقف ہوسکتا ہی یعنے لفظ **وقفت** یعنے مینے وقف کیا۔ اب رہا لفظ **حرمت** یا **صدقت** یعنے مینے حرام کیا یا صدقہ دیا سو یہ الفاظ وقف کے لیئے کافی نہین ہین تاوقتیکہ انکے ساتھ کچھ قرائن موجود ہون کیونکہ فی نفسہ ان الفاظ مین وقف کے سواے اور تاویل بہی ہوسکتی ہی۔ لکن اگر وہ وقف کی نیت سے استعمال کیئے گیئے ہون تو اونکی پابندی اوس شخص پر جسنے اونکو استعمال کیا ہی ایجاباً فرض ہی گو قرائن سے اونکے معنے کی تعیین ہوسکے۔ اور اگر واقف اقرار کرے کہ مینے یہ کلمات وقف کی نیت سے کہے تھے تو اوسی کے قول کو دلیل گردانکر فیصلہ اوسکے خلاف کیا جاوے۔ بلکہ بعض علمائ کا یہ قول ہی کہ اگر کوئی شخص کہے **حبست** یا **سبلت** تو بھی وقف ہوجاوے گا گو قرائن سے یہ معنی نہ نکل سکین اسواسطے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ **حبسوا الاصل و سبلوا الثمرة** یعنے اصل کو روک رکھو اور پھل کو دیڈالو۔ مگر بعض علماء نے فرمایا ہی کہ ایسی صورت مین وقف نہ ہوگا تاوقتیکہ قرائن دال نہ ہون اسواسطے کہ ان الفاظ سے عموماً وقف کے معنے نہ سمجھے جائینگے اور اقباض جواز وقف کی شرط ضروری ہی اور قول راجح یہی ہی مگر اس اصول کو بھی اون شرائط سے مشروط سمجھنا چاہیئے جنکا ذکر شرع حنفی کے ضمن مین کیا گیا یعنے اقباض واقعی یا تبدل قبضہ صریحاً شرط نہین ہی بلکہ انتقال ضمنی یا مجازی کافی ہے۔ مثلاً واقف کو خود اپنے تئین متولی مقرر کرنا جائز ہی۔ اس صورت مین تبدیل قبضہ نہین ہوسکتا ہی۔ پس اس اصول کا منشا متولی کا اقباض واقعی یا حقیقی نہین ہی بلکہ اوسکے قبضہ کی نوعیت کا بدلجانا ہی۔ اس صورت مین مفاتیح مین لکھا ہی کہ اگر واقف اپنا قول وقف پر عمل مین لاتا رہے اور اپنے قبضہ کی نوعیت مین کچھ تغیر نہ کرے تو وہ وقف نافذ نہوگا۔ جب وقف کسی رفاہ عام کے لیے کیا جاوے تو اقباض حقیقی ضرو

نہین ہی بلکہ کسی شخص کا اوسکو استعمال مین لانا جواز وقف کو کافی ہی۔

جواہر الکلام مین لکھا ہی کہ جب وقف بطور صدقہ کیا جاسے تب بھی اقباض شرط نہین ہی۔ یہی حال مسجد یا اور کسی مصلحت عامہ کا بھی ہی۔ ان صورتون مین صرف عدم اقباض سے وقف نہ باطل ہوگا۔ مگر جب موقوف علیہم مال وقف پر قبضہ کرنیکے قابل ہون یا اونکی طرف سے دوسرا شخص قبضہ کرسکتا ہو مگر ایسا نہ کیا جاسے تب وقف غیر موثر ہی۔

جب اون سب شرائط کی تعمیل ہوجاسے جنپر تکمیل وقف موقوف ہی تو وقف ناطق ہوجاسے گا (بشرطیکہ بحالت صحت نفس کیا گیا ہو) اور علماء شیعہ کے نزدیک قابل تنسیخ نہ رہے گا۔ جواہر الکلام مین لکھا ہی کہ "اس مسئلہ مین ابو حنیفہ نے ہمسے اختلاف کیا ہی اگرچہ خود اونکے شاگرد ابو یوسف نے بغداد مین آکر اونسے اختلاف کیا۔ اگر مال وقف کا قبضہ ایک مرتبہ تبدیل ہوجاسے یا واقف کے تحت تصرف نہ رہے یا موقوف علیہم کے قبضہ مین یا اونکی طرف سے متولیون کے اختیار مین آجاسے تو واقف اوس وقف کو نہین منسوخ کرسکتا نہ اوسکے شرائط کو بدل سکتا ہی نہ اوسکو راہ خدا سے یا اون مقاصد سے جن مقاصد سے وقف کیا گیا ہو پھیر سکتا ہی۔

یہ سب اوس وقف سے متعلق ہی جو عالم صحت مین کیا گیا ہو۔ لیکن اگر وقف اوس حالت مین کیا گیا ہو جبکہ واقف مرض الموت کی حالت مین ہو تو کل جائداد مین بشرط رضامندی ورثہ نافذ ہوگا ورنہ صرف ثلث مال واقف مین نافذ ہوگا۔ اسواسطے کہ وقف مثل اور افعال کے ہی جو فوراً نافذ ہوتے ہین جیسے ہبہ یا بیع یا دیگر تصرفات شرعیہ۔ اگر مال وقف ثلث مال پر حاوی ہی تو کل وقف جائز ہے۔ اگر ثلث پر نہین حاوی ہی تو ہر شرط وقف باعتبار اپنے تقدم کے نافذ کیجاسے گی یہانتک کہ ثلث مال تمام ہوجاسے۔

شرائع الاسلام (صفحہ ۲۳۴) مین لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص مرض الموت
کی حالت مین وقف کرے اور ہبہ اور بیع کرے اور غلام آزاد کرے اور ان افعال سے
اوسکے ورثہ نہ راضی ہون تو وہ اوسوقت جائز ہونگے جبکہ اونکا نفاذ ثلث مال مین ہو سکے
ورنہ اونکو بلحاظ تقدم زمانی ترجیح دیجاے گی اور ہر فعل کا نفاذ علی الترتیب کیا جائیگا
یہانتک کہ ثلث مال تمام ہوجاے بعد اوسکے جو فعل باقی رہجاے گا وہ باطل ہی۔

وہ معاملات شرعی جو صاحب معاملہ کے حین حیات جاری ہون اور جو اوسکے
بعد ممات نافذ ہون ان دونون مین یہ فرق ہی کہ پہلی قسم کے معاملات مین ثلث جائداد موجودہ
کا لیا جاے گا اور دوسری قسم کے معاملات مین یعنے وصایا مین جائداد کی حالت بعد وفات
موصی دیکھی جاے گی - اگر وقف مین متعدد وصیتین داخل ہون اور یہ تجویز کرنا مشکل ہو کہ کونسی
وصیت مقدم رکھی جاے یعنے جب سب وصیتین بدرجۂ مساوی اہم و ضروری ہون - تو
اس صورت مین شیخ مرتضی علم الہدی کے نزدیک سب وصیتین نافذ کیجائین اور وہ ثلث جسمین
وقف نافذ ہو سکتا ہی سب مقاصد کے اجرا مین صرف[1] کیا جاے - شرائع[2] الاسلام مین
لکھا ہی کہ جب کسی شخص نے کچھ جائداد مین وصیت واسطے ادا کرنے چند فرائض کے کی ہو
جنمین سے بعض موصی پر فرض ہون اور بعض مین اوسکو اختیار رہو تو اون سب کو بجا لانا چاہیے
بشرطیکہ ثلث مال موصی اس مقدمہ کے لیے کافی ہو جاے - اگر ثلث کافی نہ ہو اور ورثہ
راضی نہ ہون تو موصی کے مجموعِ مال سے پہلے وہ فرائض ادا کیے جائین جو موصی پر تھے
اور جو کچھ باقی رہجاے اوسکے ثلث سے دیگر فرائض کی تعمیل کیجاے اور ابتدا اوس
فرض سے کیجاے جسکو موصی نے پہلے کہا ہو اور اسی طرح علی الترتیب تعمیل کیجاے
- لیکن اگر اون مین سے کوئی واجب عینی نہ ہو بلکہ سب واجبات کفائی یا تخییری ہون تو
صرف ثلث مال مین نافذ ہونگی اور ابتدا اوس کام سے کیجاے گی جسکو موصی نے پہلے کہا ہو

[1] مفاتیح از مبسوط ۱۲ منہ [2] شرائع الاسلام صفحہ ۲۳۴ ۱۲ منہ

اور یہی علی الترتیب کیا جاے یہانتک کہ ثلث تمام ہو جاے

## فصل دوم

## شرائط متعلقہ مال وقف

یہ شرطین چار ہین۔ (۱) شے موقوف کو چاہیئے کہ شے مادّی ہو۔ (۲) اوسکو چاہیئے کہ واقف کا مالک ہو۔ (۳) اوسکو چاہیئے کہ جبتک باقی رہے قابل انتفاع ہو یعنے اوس سے کچھ منفعت مل سکے۔ (۴) اوسکو چاہیئے کہ قابل اقباض ہو یعنے اوسپر قبضہ ہو سکے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ جب کوی چیز خارج مین نہ موجود ہو تو اوسکا وقف نہین جائز ہی مثلاً قرضہ جو کسی کا واجب الادا ہو اوسکو وقف کرنا نہین جائز ہی۔ اسی طرح سے شئے خارجی کا وقف نہین جائز ہی اگر اوسکی تصریح و تعیین خاص طور سے نہ کر دی جاے مثلاً کوی شخص کہے کہ مینے ایک مکان وقف کیا تو ایسا وقف ناجائز ہی تاوقتیکہ وہ یہ تصریح نہ کر دے کہ کون مکان اوسنے مراد لیا ہی۔ شرایع الاسلام مین لکھا ہی کہ۔ عقار اور اراضی اور مکان اور لباس اور اسباب اور آلات مشروع کو وقف کرنا جائز ہی خلاصہ یہ ہی کہ ہر چیز کا وقف جائز ہی جسکے استعمال یا تصرف سے انتفاع جائز ہو سکے بشرطیکہ اوسکا عین باقی رہے مثلاً پالو کتے یا بلی کا وقف جائز ہی کیونکہ اوس سے فائدہ ہونا ممکن ہی[1]۔ اور مفاتیح مین لکھا ہی کہ۔ دَین یا کسی شئے غیر معیّن کو وقف کرنا اس وجہ سے ناجائز ہی کہ وہ غیر مشخص و غیر محدود ہی۔ آخر الذکر مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین بھی کہ آیا درہم و دینار یعنے روپیہ وقف کرنا جائز ہی بڑی بڑی وقتین ہین۔ جواہر الکلام[2] مین اس بحث کو طول دیا ہی جسکا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ بعض کتب

---

[1] کھانا وغیرہ وقف کرنا اسوجہ سے نہین جائز ہی کہ وہ استعمال مین تمام ہو جاتا ہے۔ مگر پھول عموماً اور عقد لین اور چٹائیان وقف کرنا اس شرط سے جائز ہی کہ اونکو وقف کرنیکا رواج ہو۔ اس سے ظاہر ہو کہ یہ حکم شرع کیسا وسیع ہی اور آدمی کو شرع کے بطن یا منشا پر نظر کرنا چاہیئے اوسکا ظاہر نہ دیکھنا چاہیئے ۱۲۔ مصنف

[2] اس مقدمہ مین کہ آیا درہم و دینار وقف کرنا جائز ہی یا نہین بعض علمار کا قول یہ ہی کہ نا جائز ہے

فقہ میں علمار شیعہ مثل صاحب شرایع الاسلام او معاتیح ایسے وقف کے عدم جواز پر مائل ہیں مگر شیخ مرتضیٰ علم الہدیٰ
اور اون علمار نے جنکے اقوال اس زمانہ کی ترقی کے موافق ہیں فرمایا ہی کہ منفعت او روپیہ وقف کرنا اوس
حالت میں جایز ہی جبکہ وہ ہمیشہ تجارت میں صرف کیا جاے اور اوس سے منفعت دائمی ہو جیسا اوس تقریر
بیان ہو چکا ہی جو شرع حنفی کے باب میں سابق میں لکھی گئی - یہی قول تغیر شدہ حالت تمدن کے موافق ہی - جس
اصول کے بموجب متقدمین علمار شیعہ نے یہ فرمایا ہی کہ روپیہ او منافع وقف کرنا نہیں جائز ہی وہ اصول یہ ہی کہ ایسی
چیزون کو کچھ ثبات و قیام نہین ہوتا یعنے جن مقاصد سے وہ وقف کی گئی ہین اون مقاصد میں صرف
ہو جاتی ہین - مگر جب روپیہ کسی تجارت مین لگایا جاے جس سے منفعت حاصل ہو تو یہ عذر جو متقدمین
کے نزدیک ایک عذر قوی تھا بالکل ضعیف ہو جاتا ہی اسی وجہ سے متاخرین علماے شیعہ نے ایسے
اوقاف کو جائز رکھا ہی[1] - اگر شئے موقوف کی تصریح نہ کردی گئی ہو مگر تحقیق سے دریافت ہو سکتی ہو تو
اوسکا وقف جائز ہوگا - مثلاً اگر کوئی شخص دو مکان رکھتا ہو اور کہے کہ مینے انمین سے ایک مکان وقف
کیا ہی یعنے یا یہ مکان یا وہ مکان تو ایسا وقف جایز ہوگا -

جواز وقف کی ایک شرط یہ بھی ہی کہ مال وقفی واقف کا مال ہو ورنہ وقف ناجائز ہی - لیکن
اگر دوسرے شخص کے مال کو وقف کیا ہو اور وہ شخص اوسکی تصدیق کردے تو وہ وقف جائز ہو جاے گا

مال مشاع یعنے کسی چیز کے جزو غیر منقسم کا وقف جائز ہی اور اوسپر اوسی طرح
قبضہ کیا جاے گا جسطرح بیع میں کیا جاتا ہی[2] -

ایک شرط وقف کی یہ بھی ہی کہ واقف بالغ ہو اور رشید بھی ہو یعنے عقل کامل رکھتا ہو
اور اپنے مال مین تصرف کی قابلیت رکھتا ہو یعنے عدم قابلیت تصرف کی وجہ سے

---

اور میرے نزدیک احوط بھی ہی کیونکہ یہ قول متقدمین کا ہی اور مبسوط میں لکھا ہی کہ بجز چند علمار کے اور سب کا اجماع اس مسئلہ پر ہی - اسکی
وجہ یہ ہے کہ درہم و دینار صرف ہو جاتے ہین اور اون سے کچھ منفعت نہین مل سکتی اور اس اصول کے خلاف ہی کہ مال وقف کو چاہیئے کہ ہمیشہ
موجود رہے اور اوسکی منفعت غربا کو دیجاے اور اوسی خیر مین صرف کیجاے - مگر جب کسی چیز کی منفعت ہمیشہ موجود رہے جیسے شرکت
میں تو اوسکا وقف جائز ہی[1] جواہر الکلام ۱۲ - منہ[2] جامع الشتات ۱۲ - منہ

شرعاً ممنوع التصرف نہ ہوگیا ہو۔ صاحب جواہر الکلام نے بجا فرمایا ہی کہ قابلیت تصرف عقل کامل پر موقوف ہی اور شرح لمعہ نے صرف سلیم العقل ہونیکو شرط قرار دیا ہی۔

وقف عبادات مین داخل ہی یعنے کار ثواب ہی اور چونکہ مجنون اور صغیر سے کوئی تکلیف شرعی نہین متعلق ہی یعنے جو شخص دیوانہ یا جو لڑکا نابالغ ہو اوسپر کوئی عبادت فرض نہین ہی لہذا اونکا وقف بھی ناجائز ہی کیونکہ وقف کی حقیقت اور اوسکا اثر سمجھنے کے لیے عقل درکار ہے اور مجنون اور نابالغ اوتنی عقل نہین رکھتے۔ لکن اس مسئلہ مین اختلاف ہی کہ جب کوئی لڑکا مثلاً دس برس کے سن مین بالغ ہوگیا ہو تو اوسکا وقف کیا اثر پیدا کرے گا۔ غالباً اُسکا فعل ناجائز ہوگا کیونکہ شرع مین پندرھوان سال تمام ہونے تک رشد کا قیاس نہین کیا جاتا۔

واقف کو جائز ہی کہ مال وقف کی نگرانی کا اختیار اپنے واسطے باقی رکھے یا کسی شخص کے سپرد کردے۔ مگر کوئی ایسی شرط نہین جائز ہی جس سے وقف کو وقف منسوخ کرنا جائز ہو جاسے۔ اور جب واقف کسی کو متولی مقرر کرچکا ہو تو پھر یہ اختیار اپنے لیے نہین باقی رکھ سکتا کہ جب چاہیگا تولیت خود لے لیگا۔ چونکہ یہ ضروری ہی کہ ناظر یا متولی متدین ہو اور اپنا کام کرسکنے قابل ہو لہذا اگر وہ نالائق یا بے ایمان ہو یعنے وقف کے انتظام مین غفلت یا خیانت کرے تو وہ معزول ہوسکتا ہی یا اور کوئی شخص کو اوسکے ساتھ شریک کیا جاسکتا ہی۔ جب واقف نے کوئی متولی وقف کے انتظام کے لئے نہ مقرر کیا ہو تو تقرر متولی موقوف علیہم سے متعلق ہوگا۔ جب وقف چند خاص اشخاص پر کیا گیا ہو جو اپنی طرف سے متولی مقرر کرسکتے ہین تو وہ بھی متولی مقرر کرسکتے ہین اور حاکم شرع سے تقرر متولی اسوقت متعلق ہوگا جبکہ وقف کسی کار رفاہ عام کے لیے

---

۱؎ یہی قول بمقدمہ ہدایت النسا اختیار کیا گیا ہی۔ رپورٹ ممالک مغربی وشمالی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ — منہ

۲؎ اسکی تفصیل شرع حنفی کی بحث مین بیان کی گئی اور اس مسئلہ مین حنفیہ اور شیعہ مین کچھ اختلاف نہین ہی ۱۲ منہ

یا فی سبیل اللہ یا کسی قوم پر کیا گیا ہو۔

موقوف علیہ کے باب مین چار شرطین ہین۔ (۱) وہ موجود ہو (۲) مالک جائداد ہونیکی قابلیت رکھتا ہو۔ (۳) معین ہو۔ (۴) ایسا شخص نہ ہو جسپر وقف کرنا نہین جائز ہے۔

ان اصول کا نتیجہ شرایع الاسلام مین یہ لکھا ہے کہ "لہذا اگر ایسے شخص پر وقف کیا جاے جو موجود نہ ہو مثلاً جنین پر جو رحم مادر سے جدا نہ ہوا ہو تو ایسا وقف صحیح نہ ہوگا۔ لکن شخص غیر موجود بہ حیثیت قائم مقام شخص موجود وقف کرنا صحیح ہے"

جواہر الکلام مین اس مسئلہ کی توضیح دلچسپ طور سے کی ہے جس سے شیخ کا[1] قول اس مسئلہ مین بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص غیر موجود پر ابتداءً وقف کرے تو وہ وقف صحیح نہ ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اوس لڑکے پر وقف کرے جو ہنوز پیدا نہ ہوا ہو یا جنین ہو یعنے رحم مادر مین ہو گو ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور اوسکے نام وصیت ہو سکتی ہے اور تقسیم ترکہ کے وقت وہ حصہ پانیکا مستحق ہے تاہم اوس پر وقف کرنا نہین جائز ہے۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ مال وقف پر قبضہ کرنیکے قابل نہین ہے مگر جب وقف شے غیر موجود بہ حیثیت قائم مقام شے موجود کے جو اوسکی منفعت لی سکتی ہو کیا جاے تو ایسا وقف صحیح ہے۔

جب کوئی شخص پہلے شے غیر موجود پر پھر شے موجود پر وقف کرے تو ایسا وقف نہین صحیح ہے مگر یہ امر کہ آیا اس سے کل عقد وقف باطل ہوجائیگا اسکے دو جواب ہو سکتے ہین۔ بعض علماء کا قول جنمین صاحب شرایع الاسلام بھی ہین یہ ہے کہ ایسا وقف باطل ہے مگر بعض علماء کا یہ قول ہے (جنمین شیخ بھی داخل ہین) کہ ایسا وقف اشیاء

[1] نہین معلوم یہان شیخ سے مراد شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام ہین یا شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی یا علم الہدے سید مرتضیٰ مقصود ہین ۱۲ ۔ مترجم۔

غیر موجودہ پر باطل اور اشیاء موجودہ پر صحیح ہوگا - مثلاً وقف اوس لڑکے پر جو ہنوز پیدا نہ ہوا ہو اور اوسکے بعد اون لڑکون پر جو پیدا ہو چکے ہون اونھین لڑکون پر صحیح ہوگا جو پیدا ہو چکے ہین اور ایسے وقف کا عدم جواز طفل غیر موجود پر اسکا باعث ہوتا ہی کہ اوسکا نفاذ اطفال موجودہ پر بہت جلد کیا جاے - جواہر الکلام مین لکھا ہی کہ فقیہ جلیل یحییٰ ابن سعید کا بھی یہی قول ہی اور اکثر علما کے اقوال کے موافق ہی -

مصالح عامہ یعنے امور رفاہ عام کے لیے یا امور مذہبی یا امور خیر کے واسطے جنکی منفعت مین سب بندگان خدا شریک ہو سکین وقف کرنا جائز ہے - مثلاً پل اور مساجد اور اموات کے کفن کے لیے وقف کرنا جائز ہی گو ایک وقت مین اوس سے چند ہی اشخاص منتفع ہو سکین اور اگرچہ خاص اشخاص کا نام نہ لیا ہو جنکے فائدہ کے لیے وقف کیا گیا ہے تاہم وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ اوس سے بندگان خدا منتفع ہو سکتے ہین - اور ایسا وقف جائز ہی جس سے مقصود عامہ خلائق کی نفع رسانی ہو مثلاً مدرسہ پر وقف کرنا یا کتب خانہ پر کتابین وقف کرنا -

مسلم کافر حربی پر نہین وقف کر سکتا گو وہ اوسکا قرابت دار نسبی ہو مگر ذمی پر جو اوسی بادشاہ کی رعیت ہو وقف کر سکتا ہی گو وہ واقف سے کچھ قرابت نہ رکھتا ہو اور بالکل غیر آدمی ہو کیونکہ وقف کرنا ایک بندہ خدا پر خیر و احسان کرنا ہے جو شاید اوسکی راہ راست اختیار کرنیکا باعث ہو جاے - ذمی پر جواز وقف کی یہ دلیل ہے کہ صدقہ دینا اوسکو جائز ہی - مگر اس سے یہ نہین لازم آتا کہ مسلم معابد یہود و نصاریٰ یا کفار کے عبادت خانون پر وقف کر سکتا ہی کیونکہ یہ مستلزم اشاعت کفر کا ہے اور کفر کی تائید کرنا مسلمانون کو حرام ہی - مگر ذمی غیر مسلم کی عبادت گاہ پر وقف کر سکتا ہی اور مسلم و ذمیتین پر اون مقاصد کے لیے بھی وقف کر سکتا ہی جو شرعاً مباح ہون

سلہ شرایع الاسلام صفحہ ۲۲۵ - مسالک - جواہر الکلام ۱۲ - منہ

- جیسے اونکے مکانات کی مرمت کرانا یا شفاخانے یا مسافرخانے وغیرہ بنوانا۔

زناکارون اور قزاقون اور شاربان خمر پر وقف کرنا نہین جائز ہے اور نہ اون کتابون کی نقل لینے کے لیے وقف کرنا جائز ہی جنکو اب توریت و انجیل کہتے ہین کیونکہ اونمین تغلب و تصرف اور تحریف ہوی ہی۔ لکن اگر ایسے اوقاف کفار کرین تو جائز ہی۔ کوی وقف جو باعث ارتکاب معصیت ہو جائز نہین ہی۔

اگر کوی مسلمان غربا پر وقف کرے تو ابتدائً اوسکی منفعت فقرائے مسلمین کو دیجاے گی اور جب فقرائے مسلمین نہ ہون تو اور مساکین کو دیجاے گی۔ مگر جب غیر مسلم عموماً غربا پر وقف کرے تو وہ اوسکے غریب ہمسایون کو بلا امتیاز مذہب و ملت دیا جاے گا۔

جب وقف عموماً مسلمانون پر کیا گیا ہو تو اوسمین سب لوگ جو شرع شریف کے پابند ہون اور اونکے عیال و اطفال داخل ہونگے۔ لفظ مسلم سے وہ سب لوگ خارج ہین جو مطیع الاسلام نہین ہین۔ اور جب وقف مومنین[1] پر کیا گیا ہو یعنے اون لوگون پر جو طریق حق پر ہون تو وہ صرف معتقدین ائمۂ اثنا عشر کے مصرف مین لایا جاے گا۔

جو وقف عموماً مومنین پر کیا گیا ہو وہ ایسے مقاصد مین صرف کیا جاے گا جنسے سب مومنین کو نفع پہونچے۔

اگر وقف شیعون پر کیا گیا ہو تو علمائے شیعہ کا شعار یہی ہی کہ وہ امامیہ[2] کے لوگون کے مصرف مین لایا جاے گا۔ جرودیہ شیعہ مین داخل ہین اور اسمعیلہ و

[1] شرایع الاسلام صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶ و مفاتیح ۱۲۔ منہ۔ [2] شیعون مین ایمان کے دو معنی ہین ایک معنی عام اور ایک معنی خاص۔ ایمان کے معنی عام دل سے اقرار کرنا اون احکام کا ہی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر منجانب اللہ نازل ہوے تھے۔ اور ایمان کے معنے خاص وہ ہین۔ ایک اعمال نیک کرنا

مین داخل ہین ـ

جب موقوف علیہ کسی خاص نسبت سے بیان کیا جائے تو جتنے اشخاص اوس نسبت مین داخل ہون وہ سب اوس وقف کی منفعت مین شریک کئے جائینگے ـ مثلاً اگر وقف امامیہ پر کیا گیا ہو تو سب پیروان ائمہ اطہار اوسمین داخل ہین ـ اگر وقف زیدیہ پر کیا گیا ہو تو وہ سب لوگ جو زید ابن علیؑ کی امامت کے قائل ہین اوسمین داخل ہونگے ـ اسی طرح سے جب موقوف علیہ کسی خاص بزرگ کی نسل مین سے ہو تو سب لوگ جو باپ کیجانب سے اوسکی اولاد مین ہون اوس مین داخل ہونگے ـ مثلاً بنی ہاشم مین وہ سب لوگ داخل ہین جو ابوطالب اور حارث اور عباس اور ابولہب کے واسطہ سے ہاشم ابن عبد مناف کی اولاد ہین اور بنی طالب مین وہ سب لوگ داخل ہین جو ابوطالب ابن عبدالمطلب کی اولاد مین ہین خواہ ذکور ہون خواہ اناث بشرطیکہ باپ کی طرف سے ابوطالب کی اولاد مین عرفاً کہلاتے ہون گو اس مسئلہ مین اختلاف ہے ـ

اگر کوئی شخص بنی تمیم پر وقف کرے تو جائز ہی اور اوسکی منفعت بنی تمیم مین سے جو لوگ ملین اونھین کو دیجائے ـ

اگر کوئی شخص اپنے جیران یعنے ہمسایون پر وقف کرے تو یہ دیکھا جائے گا کہ عرفاً اوسکے ہمسایہ کون لوگ ہین ـ مگر بعض علما رنے فرمایا ہی کہ ہر شخص جسکا مکان واقف کے مکان سے چالیس وجب کے فاصلہ پر اوسکا ہمسایہ سمجھا جائے گا اور یہی قول صحیح اور معتبر ہی ـ اور بعض علما کا یہ قول ہے کہ لفظ ہمسایہ مین وہ سب اشخاص داخل ہین جو واقف کے مکان کے ادہر اودہر چالیس مکانون مین رہتے ہون مگر اب یہ قول متروک ہے ـ

اگر کوئی شخص کسی کار رفاہ عام کے لیے وقف کرے مگر وہ کام موقوف

ہو جاے تو وہ وقف اور کسی کارخیر مین یا امر مذہبی مین لگایا جاے گا مگر اولے یہی ہی کہ واقف کی نیت کا لحاظ کامل کرکے وہ وقف استعمال مین لایا جاے - مثلاً جب وقف کسی مسجد پر کیا گیا ہو اور وہ مسجد نہ موجود ہو تو وہ دوسری مسجد کو دیا جاے اور مدرسہ کا وقف ویسے ہی اور مدرسہ کو دیا جاے و قس علے ہذا اوس امر کا لحاظ کیا جاے جو واقف کو مد نظر تھا -

جب وقف عموماً کسی کارخیر کے لیے کیا گیا ہو تو ہر کام مین صرف کیا جاے گا جو باعث تقرب الٰہی ہو[1] -

شرح لمعہ مین لکھا ہی کہ[2] اگر کوی شخص راہ خدا مین وقف کرے تو وہ ہر کام مین لایا جاے گا جو موجب تقرب خدا ہو اسواسطے کہ راہ خدا سے مراد ثواب آخرت اور خوشنودی خدا ہی - پس غربا و مساکین کی اعانت اور مساجد کی تعمیر اور سڑکون کی مرمت اور اموات کو کفن دینا جسمین ثواب اور خوشنودی خدا متصور ہے یہ سب اوسمین داخل ہوگا - بعض علما کے نزدیک اوسمین جہاد اور بعض کے نزدیک حج اور عمرہ بھی داخل ہی - مگر پہلا قول صحیح ہی - اسی طرح سے اگر کوی شخص بطریق احسان یا بہ نیت ثواب وقف کرے تو اسکے بھی وہی معنی ہین - بعض علمانے فرمایا ہی کہ نیت ثواب سے مراد غربا و مساکین کو دینا ہے جسمین ابتدا ذوی الارحام سے کرنی چاہیے - اور کارخیر سے فقرا و مساکین اور مسافرین اور مقروضین جو نیک کامون مین مقروض ہو گئے ہون اور عتق رقبات یعنے بردہ آزاد کرنا مراد ہے - مگر واقف کی نیت کا لحاظ بہر حال رکھنا چاہیئے -

اگر کوئی شخص عموماً کارخیر کے لیے وقف کرے اور اوسکے مقاصد کی تعیین و تصریح نہ کرے تو وہ فقرا کے صرف مین لاور لاون تمام مصارف مین لایا جاے گا

---

[1] مفاتیح ۱۲ - منہ -

جو باعث تقرب و خوشنودی خدا ہون جیسے طلبہ کو وظائف دینا اور مساجد اور پل اور مدارس اور مشاہد بنوانا اور حجاج کی اعانت کرنا اور مردون کے لیے کفن مہیا کرنا اور اوسکے سوا مسلمانون کے فایدہ کے لیے صرف کرنا جائز ہے

جواہر الکلام مین یہ اصول اسطرح بیان کیا ہی کہ "اگر کوئی شخص کسی مصلحت عامہ کے لیے وقف کرے یعنے مثلاً مسجد یا پل یا اور اسی قسم کی کوئی چیز بنواے اور اوسکے آثار و علامات بالکل محو ہو جائین تو اس صورت مین مال وقف کی آمدنی کار ہاے خیر مین عموماً صرف کیجاے گی۔ مگر ترجیح اوسی وقف کو دیجاے گی جو اوس وقف کے مقصود اصلی سے اقرب اور اشبہ ہو" اس سے ظاہر ہو کہ شیعہ مین تعمیم وقف کا مسئلہ حنفیہ سے بھی زیادہ وسیع ہی جیسا اس مسئلہ سے ثابت ہوتا ہی کہ "اگر کوئی شخص عموماً کار ہاے خیر کے لیے وقف کرے (مسالک البر والاحسان) تو اسمین کچھ اختلاف نہین ہی کہ مال وقف فقراء و مساکین کے مصرف مین لایا جاے گا اور تمام امور خیر اور مقاصد نیک مین صرف کیا جاے گا جو باعث تقرب خداے تعالے ہون لفظ بر مین سب امور نیک داخل ہین جیسے غربا کی اعانت کرنا اور ضعفاء کی دستگیری کرنا اور مسلمانون کی حالت کو ترقی دینا اور حج اور جہاد وغیرہ کرنا۔

ابن جنید کے سواے اکثر علماء شیعہ نے اتفاق کیا ہی کہ جب وقف کا مقصد صریحاً یا ضمناً نہ بیان کیا گیا ہو تو وہ باطل ہی۔ مگر ابن جنید کا قول یہ ہی کہ جب کوئی شخص کسی مال کو کہے کہ راہ خدا مین صدقہ ہے یعنے وقف ہی گو وہ اون لوگون کی تصریح نہ کرے جنپر وقف کیا گیا ہی تاہم وہ اون لوگون کے مصرف مین لایا جاے گا جنکو خدا نے صدقہ اور زکات کا مستحق فرمایا ہی یعنے فقراء و مساکین اور معذورین یہ قول ابن جنید کا اور علما کے اقوال کے خلاف نہین ہے کیونکہ اور سب علماء نے

---

۱؎ ریاض الاحکام ۱۲ منہ

بھی تو یہی فرمایا ہی کہ جب کوی خاص موقوف علیہ یا کوی خاص مقصد وقف کا نہ بیان کیا گیا ہو اور وقف امور مذہبی اور مقاصد خیر کے لیے صاف صاف کیا گیا ہو تو وہ ایسے مقاصد مین صرف کیا جائیگا جنسے عموماً مسلمانون کو نفع ہو۔[1]

اگر کوی شخص اپنی اولاد یا اپنی بھائیون یا عزیزون پر عموماً وقف کرے تو ذکور و اناث اور قریب و بعید سب اوسمین برابر حصہ پائینگے الا یہ کہ واقف نے تصریح کردی ہو کہ اونکو کس ترتیب سے دیا جاے یا صاف یہ کہدیا ہو کہ یہ ذکور کیواسطے ہی کہ اس صورت مین تقسیم حصص موافق قاعدہ معینہ ہوگی۔ جب وقف چچا اور ماموں پر معاً کیا گیا ہو تو اونکو برابر حصہ ملے گا۔ جب وقف اون لوگون کے لیے ہو جو واقف سے قرابت مین اقرب ہون تو پہلے وہ اوسکے والدین اور اولاد کو دیا جاے گا بعد اوسکے بھائیون اور بہنون اور اونکی اولاد کو دیا جاے گا اور اونکے ساتھ اوسکے اجداد کو بھی دیا جاے گا اور جب وہ نہ ہون تو چچا اور ماموں اور اونکی اولاد کو دیا جاے گا۔

## فصل سوم

### وہ شرائط جنپر وقف کا جواز موقوف ہے

وقف کا جواز چار شرائط ضروریہ پر موقوف ہے۔

(۱) وقف کو دائمی ہونا چاہیئے۔

(۲) اوسکا نفاذ فوراً کیا جاے یعنے جو وقت اوسکے نفاذ کا مقرر کیا گیا ہو اوسکو چاہیئے یقینی و قطعی ہو۔[2]

(۳) شے موقوف پر قبضہ دیدیا جاے یا یہ کہیئے کہ مال وقف واقف کا مال نہ باقی رہے۔

[1] جواہر الکلام ۱۲۔ منہ [2] جامع الشتات ۱۲۔ منہ [3] اسپر اجماع ہی کہ وقف کو فوری ہونا چاہیئے اور کسی واقعہ کے وقوع پر نہ موقوف ہونا چاہیئے الا یہ کہ اوسکا وقوع قطعی و یقینی ہو۔ شرایع الاسلام ۱۲۔ منہ

(۴) واقف کا حق مال وقف مین بالکل زائل ہوجاے۔

پہلی شرط کے باب مین قول مختار عموماً یہ ہے کہ وقف کا دائمی ہونا اسپر موقوف ہی کہ ایک شے یا چند اشیا پر کیا گیا ہو جنکی نسبت یہ گمان ہوسکے کہ فرداً فرداً یا بالمجموع ہمیشے باقی رہین گے۔ جو وقف مصالح عامہ یعنے امور رفاہ عام کے لیے یا امور نیک اور کار خیر کے لیے عموماً کیا گیا ہو یا خاص کسی کام کے واسطے کیا گیا ہو جس سے بندگان خدا کو فائدہ ہو وہ وقف دائمی ہی کیونکہ وہ سب خلق اللہ کے فائدہ کے لیے ہے۔ اور کار خیر بھی فی نفسہ دائمی ہوتا ہی کیونکہ ہر زمانہ مین غربا ضرور ہوتے ہین۔ فی الواقع کوئی دائمی کام برّ و احسان کا وقف دائمی کے لئے کافی ہی مثلاً اسلیئے وقف کرنا کہ اہل مسجد یا امام بارہ کے لوگون کو پانی یا شربت پلایا جاے یا کسی عبادت گاہ مین روشنی کیجاے یا مردون کو کفن دیا جاے یا کسی مدرسہ کا کتب خانہ قائم رکھا جائے یا کفار سے جہاد کیا جاے یا غریب سادات کربلاے معلے کا تکفل کیا جاے یا وہان کی نہر یا اور کسی مکان مقدس کی مرمت کیجاے۔ مگر جب مثلاً زید پر وقف کیا گیا ہو اور یہ نہ گمان کیا گیا ہو کہ زید کے مرنیکے بعد وقف کیونکر صرف کیا جاے اور کسی بات سے واقف کی نیت نہ معلوم ہو کہ آیندہ اس وقف کی آمدنی کیونکر صرف کیجاے تو اس صورت مین وہ وقف صرف واقف کی حین حیات جاری رہے گا اور اوسکے مرنیکے بعد قول مشہور یہی ہی کہ واقف یا اوسکے ورثہ پر عود کرے گا۔ مگر بعض علما کا قول یہ ہی کہ مابقی امور خیر مین عموماً صرف کیا جائیگا یہی اوس صورت مین بھی ہوگا جبکہ وقف زید اور اوسکی اولاد پر کیا گیا ہو۔

اگر کوئی جائداد دو شخصون پر وقف یا حبس کیجاے اور اونمین سے ایک مرجاے تو جو زندہ رہے گا وہ اوسکی منفعت مادام الحیات پاے گا۔ ایک قول یہ بھی ہی کہ نصف جو متوفی کا حصہ ہی واقف پر عود کریگا۔ مگر پہلا قول احوط معلوم ہوتا ہے۔"

جب کوئی شخص اپنے فرزند پر ایک سال کے لیے یا اوسکی مادام الحیات

وقف کرے اور مابقی عمر بار پر تو ایسا وقف بطور وقف دائمی جائز ہی اجماعاً یعنے باتفاق علمار۔

اگر کوئی شخص اپنے بیٹون پر اسطرح سے وقف کرے کہ ایک سال کے لیے عمرو پر اور دوسرے سال کے لیے زید پر وقس علے ہذا اور اونکے بعد غربا پر اس طور سے کہ غریب اہل علم پر سال بھر اور زاہد اور پرہیزگار لوگون پر جو محتاج ہون دوسرے سال اور غریب مشائخ پر تیسرے سال تو ایسا وقف جائز ہی اور نافذ کیا جاوے۔

وقف معلق ناجائز ہی۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ یہ وقف اوسوقت ہو گا جب زید آئیگا یا جب کل کا دن آئیگا تو ایسا وقف باطل ہی۔

## فصل چہارم

### واقف کے حق کا زائل ہو جانا۔

شرایع الاسلام مین لکھا ہی کہ[1] اقباض جواز وقف کی ایک شرط ہی۔ پس اگر قبل تکمیل وقف واقف مرجاوے یا دیوانہ ہوجاوے تو وقف باطل ہوجاوے گا۔ قبضہ کی نوعیت مال وقف اور مقاصد وقف کی نوعیت پر موقوف ہی۔ اگر ایسے چند اشخاص پر وقف کیا گیا ہو جو مال وقف پر قبضہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہون تو اقباض واجب ہے۔ مگر جب وقف امور خیر یا عموماً بندگان خدا کے فائدہ کے لیے کیا گیا ہو تو اقباض کی ضرورت نہین ہی۔

شرایع الاسلام مین اس اصول کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب وقف فقرا اور علماء دین پر کیا جاوے تو ایک ناظر جائداد وقفی پر قبضہ کرنے کے لیے مقرر کرنا ضرور ہی۔ لیکن جب وقف کسی کار رفاہ عام کے لیے کیا جاوے تو صرف وقف کر دینا کافی ہے

---

[1] جواہر الکلام ۱۲ ۔ منہ

اوس تبدیل قبضہ پر دلالت کرتا ہے جو شرعاً مقصود ہے اور قبول کی شرط مطلق ضرور نہین ہے اور صرف ناظر یا متولی کا قبضہ کافی ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد یا عبادتخانہ وقف کرے تو یہ وقف جائز ہے گو اوس مین ایک ہی شخص نماز پڑھے۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص قبرستان وقف کرے تو اوس مین ایک مردہ دفن ہونے سے بھی وہ وقف جائز ہوجاے گا۔ لکن اگر لوگ کسی مسجد مین نماز پڑھین یا قبرستان مین مردے دفن کرین درحالیکہ وقف کے خاص الفاظ نہ کہے گیے ہون یا اوسکا صیغہ نہ پڑھا گیا ہو تو وہ مسجد یا قبرستان مالک کے ملک سے نہ نکل جاے گا۔

" اور یہی نتیجہ اوسوقت بھی ہوگا جبکہ صیغہ وقف تو پڑھا گیا ہو مگر مال وقف پر قبضہ نہ دیا گیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ قبضہ کی نوعیت کا بدلجانا بھی ضرور ہے۔

قبضہ اوس متولی کا جو مال وقف کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا ہو کافی ہے اور خود واقف متولی ہوسکتا ہے[1]۔ اسی طرح سے اگر وقف واقف کی نابالغ اولاد پر ہو اور مال وقف واقف ہی کے قبضہ مین رہے تو بھی وہ وقف جائز ہے۔ واقف کا قبضہ اوسکی نابالغ اولاد کی طرف سے کافی ہوگا[2]۔ اسی طرح سے اگر دادا یا باپ یا دادا کا وصی نابالغون کی طرف سے مال وقف پر قبضہ کرلے تو کافی ہے۔

جواز وقف کی شرط چہارم کے باب مین سنی اور شیعہ مین بڑا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک واقف مال وقف مین سے کھا سکتا ہے یعنے اوسمین اپنا حق باقی رکھ سکتا ہے۔ مگر مذہب شیعہ مین جواز وقف کے لیے یہ ضرور ہے کہ واقف کا کوئی حق مال وقف مین[3] باقی نہ رہے۔ چنانچہ جواہر الکلام مین لکھا ہے کہ " اگر کوئی شخص

[1] جامع الشتات ۱۲ منہ [2] محمد ابن مسلم کے قول کے موافق ۱۲ منہ

اپنے نفس پر وقف کرے تو ایسا وقف اجماعًا باطل ہے۔ اسی طرح سے جو وقف واقف پہلے اپنے نفس پر کرے بعد اوسکے غیر پر وہ بھی باطل ہے گو بعض علماء نے مثل شیخ کے فرمایا ہے کہ وہ وقف واقف کے نفس پر باطل ہوگا۔ قول اول احوط معلوم ہوتا ہے۔ علے ہذا القیاس اگر وقف دوسرے شخص پر اس شرط سے کیا جاوے کہ واقف کا قرضہ اور مصارف معمولی ادا کرے گا تو بھی وقف ناجائز ہوگا۔ اس قول کا موئید وہ جواب ہے جو ابوالحسن علی ابن موسی الرضا علیہ السلام نے علی ابن سلیمان کے نامہ کا لکھا تھا۔ اوسنے امام علیہ السلام کو خط مین یہ لکھا تھا کہ۔

جُعلت فداک یا ابن رسول اللہ یعنے مین آپ پر نثار ہون ای فرزند رسول میری کوی اولاد نہین ہے اور مینے کچھ زمین اپنے باپ سے پائی ہے اور مین اوسکو اپنے غریب اور ضعیف برادران ایمانی پر وقف کرنا چاہتا ہون۔ پس اگر مین اپنی زندگی مین اوسکو وقف کرون تو کیا مادام الحیات اوسمین سے کھا سکتا ہون۔ امام علیہ السلام نے اسکے جواب مین تحریر فرمایا کہ۔

قد وصل الی کتابک یعنے تیرا خط مجھکو پہونچا اور مضمون معلوم ہوا۔ اگر تو اپنی زمین اس شرط سے وقف کرے کہ اوسمین سے خود کھایا کرے گا تو ایسا وقف جائز نہ ہوگا۔ اگر تو وارث رکھتا ہے تو اوس زمین کو بیچکر ایک جزو اوسکی قیمت کا فقرا کو دے یا اوسقدر اوسمین سے اپنے لیے باقی رکھ جو تیری زندگی بھر تیری بسر اوقات کو کافی ہو۔ اور مابقی فقرا کو دے۔

مذکورہ ذیل استفتا جس سے اس مسئلہ کی مفصل کیفیت معلوم ہوجائیگی جامع الشتات سے لیا گیا ہے۔

استفتاء۔ اگر کوی شخص کچھ جائداد اسطرح وقف کرے کہ مینے یہ وقف دوا ناگیا اور اسکی تولیت مینے اپنی زندگی بھر اپنے لیے رکھی اور اپنے مرنے کے بعد

اپنی اوس اولاد کے لیے جو اکبر اور الیق ہو بطناً بعد بطنٍ اور ہینے یہ قرار دیا ہی کہ مال وقف کا منافع خراج اور مصارف تحصیل ادا کرنیکے بعد مین اپنے ذاتی امور مین صرف کرونگا اور میرے مرنیکے بعد دسوان حصہ اوس منافع کا بعد وضع کرنے محصولون اور مصارف دیگر کے متولی کو بطور حق الخدمت کے دیا جاوے اور باقی میری اولاد مین برابر تقسیم کر دیا جاوے مگر میرے بیٹون کا حصہ اونکی اولاد کو نہ ملے - اور تھوڑے عرصہ کے بعد واقف مرجاوے اور تین بیٹے اور اون بیٹون کی اولاد چھوڑ جاوے جو اوسکی زندگی مین مرچکے ہون تو آیا اوسکے پوتے مال وقف مین سے کچھ پائین گے -

جواب - یہ وقف ابتدا ہی سے باطل ہی کیونکہ واقف نے مال وقف کا منافع اپنی مادام الحیات اپنے لیے باقی رکھا ہی - اور جواز وقف کی ایک شرط یہ بھی ہی کہ واقف مال وقف سے بالکل دست بردار ہو جاوے - پس جب اوسنے اپنے نفس پر وقف کیا تو باطل ہوا گو اپنے بعد اوسنے اورون کو مستحقین قرار دیا ہے - اوسکے نفس پر وقف کا باطل ہونا اجماعی یعنے متفق علیہ ہی اور اور لوگون پر بھی یہ وقف اکثر علماء کے نزدیک باطل ہی کیونکہ اورون پر اس وقف کے جواز کے جو دلائل ہین وہ ضعیف ہین - اسیطرح سے اگر وہ وقف اس شرط سے کرے کہ اپنا قرضہ اور اپنے مصارف روزمرہ اوسمین سے ادا کرے گا تو یہ بھی ناجائز ہی - لکن اگر وہ یہ شرط کرے کہ اوسکی اولاد اور عیال مال وقف مین سے کھائین گے تو جائز ہی جیسا خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اونکی دختر نیک اختر صلوات اللہ علیہما کے فعل سے ظاہر ہی اور اس اعتبار سے واجب النفقہ اور غیر واجب النفقہ مین کچھ فرق نہین ہی - اسی طرح سے متولی یا ناظر کو مال وقف سے تنخواہ دینا یا اوسمین سے کھانے کی اجازت دینا یا اورون کو اوسمین سے کھلانا جائز ہی - مسالک مین صاف لکھا ہی کہ جب واقف خود متولی ہو تو اوسکو بحیثیت متولی مال وقف مین سے کھانا جائز ہی اور یہ کھانا واقف کی منفعت ذاتی مین نہین داخل ہی -

اگرچہ صاحب کفایہ نے اس مین شک ظاہر کیا ہی کہ آیا واقف اس حیثیت سے مال وقف مین سے کھا سکتا ہی - فی الواقع اس مسئلہ مین بڑی بڑی دقتین ہین اسی وجہ سے اکثر لوگون نے اسمین کلام کیا ہی کہ آیا واقف کو بحیثیت متولی مال وقف مین سے کھانا جائز ہی - مثلاً آدمی اپنا مال اپنی اولاد پر اس شرط سے وقف کر سکتا ہی کہ تولیت اوسکی زندگی بھر اوسکے پاس رہے اور اوسکے مرنیکے بعد اوس اولاد کو ملے جو سب سے زیادہ لائق ہو اور واقف یہ بھی شرط کرے کہ دہ حصے مال وقف کے اوسکو بحیثیت متولی ملین اور ایک حصہ اوسکی اولاد کو دیا جاوے اور اوسکے مرنے کے بعد بیسوان حصہ اوس مال کا اوسکے لائق ترین اولاد کو بحق تولیت ملے اور باقی سب اولاد پر برابر تقسیم کردیا جاوے - ایسی صورت مین میرے نزدیک وقف نہین جائز ہوگا - البتہ واقف کو جائز ہی کہ اپنی مادام الحیات تولیت اپنی اختیار مین رکھے اور یہ شرط کرنا بھی جائز ہی کہ خود متولی مال وقف مین سے کھاے اور اورون کو کھلائے - ان دو مقدمات سے ہمارے علماء نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ جب واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ متولی خود مال وقف مین سے کھائے اور اورون کو بھی کھلائے اور خود واقف متولی ہو تو اوسکو اوس مال مین سے کھانا جائز ہی گو چند علماء نے اسکے جواز مین کلام کیا ہی - اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ متولی کے مال وقف مین سے کھانیکا جواز اوسکے حیثیت متولی پر موقوف ہی اور واقف کے متولی ہونے پر نہین موقوف ہی - اور اسپر علماء کا اتفاق ہی کہ جب متولیون کے لیے عموماً کچھ مال وقف مین سے مقرر کیا گیا ہو تو اگر خود واقف متولی ہو تو اوسکو اوسقدر لینا جائز ہی جسقدر اور متولیون کے لیے مقرر کیا گیا ہی - مگر مینے یہ قول کسی عالم کا نہین دیکھا ہی کہ جب خود واقف متولی ہو تو اوسکو جائز ہے کہ جسقدر چاہے مال وقف مین سے لے سکتا ہی صرف اسوجہ سے کہ وہ خود متولی ہی - اسکے یہ معنی ہین کہ واقف کا ایسا عام اختیار اپنے لیے باقی رکھنا جس سے وہ سب سے بڑا حصہ مال وقف کا لینے کا مجاز ہو جاوے اور موقوف علیہم کے لیے بہت کم باقی رہجاوے اوسکے

شرط کے منافی ہو جسکا مقتضی یہ ہے کہ واقف مال وقف مین اپنے حق ملکیت سے بالکل دستبردار ہو جاے ۔ البتہ یہ قاعدہ اوس صورت مین نہ جاری ہو گا جسمین کسی شخص نے غربا پر وقف کیا ہو اور وہ خود غریب ہو جاے یا اوسنے علما پر وقف کیا ہو اور وہ خود عالم ہو جاے ۔ ایسی صورتون مین واقف وقف کی منفعت مین شرکت کا مستحق ہو گا خواہ وقف کرنیکے وقت وہ غنی ہو خواہ فقیر ہو اور خواہ بعد ازآن غنی ہو جاے خواہ فقیر ہو جاے ۔ لکن اگر اوسنے یہ شرط کرلی ہو کہ اگر مین فقیر ہو جاونگا تو اسکی منفعت مین شریک ہونگا تو یہ جائز نہ ہو گا ۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جب وقف من جانب العام یعنے عام مقصد کے لیے کیا گیا ہو تو واقف کو اوسمین شریک ہونا جائز ہی ۔ اس عبارت سے ظاہر ہی کہ جب خود واقف متولی ہو تو اوسکو مال وقف مین سے اوسقدر لینا جائز ہی جسقدر متولیون کی تنخواہ مقرر کی گئی ہو

جامع الشتات مین ایک اور استفتا بھی لکھا ہی جسپر توجہ کرنا لازم ہی کیونکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقف کہانتک اپنا حق مال وقف مین باقی رکھ سکتا ہی ۔ استفتا ۔ زید نے ایک جائداد مین چھ دام اور ایک چکی مین سے چھ دام وقف کرکے وقف نامہ لکھدیا اور اوسپر ایک مجتہد کی گواہی لکھوادی جواب مرگئے ہین ۔ اوس وقف نامہ کا مضمون یہ ہے کہ مال وقف مین سے چار دام واقف کی اولاد ذکور کو بطناً بعد بطن ملین اور اگر اولاد ذکور نہ ہون تو اولاد اناث کو دو دام ملین ۔ اور دو دام شہور مقدسہ رجب و شعبان و رمضان کے مصارف مین لاے جائین تاکہ اوسکا ثواب واقف کی روح کو پہونچے اور ماہ رجب و شعبان مین پندرہ قرآن ختم کرکے رکھے جائین اور ہر قرآن خوان چار چار سیپارہ قرآن مجید کے پڑھے اور واقف کے مرنے کے بعد نمازین پڑھین اور روزے رکھین اور اوسکا ثواب اوسکی روح کو بخشین اور اپنی زندگی بھر واقف اوس وقف کا متولی رہے اور اوسکے مرنیکے بعد اوسکا بڑا بیٹا متولی ہو و قس علے ہذا اور اپنی حین حیات واقف منفعت وقف کا

۹) بحق تولیت خود لیا کرے اور ۱/۲ اوسکی اولاد کو دیا جاوے اور اوسکے مرنیکے بعد ۱/۲ متولی کو دیا جاوے اور باقی اوسکی اولاد مین تقسیم کیا جاوے آیا ایسا وقف جائز ہے
-جواب- اس استفتار کا جواب نہین ہوسکتا ہے اسلئے کہ اسمین تین اعتبارات سے بحث کیجاوے۔ اگر وہ صرف وہ وقف نامہ جسکا مضمون اس استفتار مین لکھا ہے اس وقف کے شرائط پر شاہد ہے تو اس وقف کے جواز مین بوجوہ چند کلام ہوسکتا ہے (۱) دوام کے وقف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقف واقف کی وفات تک نہین نافذ ہوگا اسواسطے کہ واقف نے جو ہدایت اوسکی منفعت کے صرف کے باب مین لکھی ہے اوسکا نفاذ تو اوسکے وفات کے بعد صرف بطور وصیت ہوسکتا ہے کیونکہ واقف نے لکھا ہے کہ اوسکی آمدنی سے قرآن خوان رکھے جاوین اور فقرار کو کھانا کھلایا جاوے اور نمازین وغیرہ پڑھوائی جاوین تاکہ اسکا ثواب اوسکی روح کو پہونچے۔ مگر وقف کے جواز کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اوسکا نفاذ فوراً کیا جاوے۔ اس مسئلہ مین دوام کا وقف واقف کی وفات پر موقوف رکھا گیا ہے اور اس جز وقف کی منفعت کا کوئی مستحق نہین ہے مگر یہ قیاس کیا جاوے کہ خود واقف اسکا مستحق ہے اور یہ ناجائز ہے۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس دوام کی منفعت واقف کی وفات کے وقت تک کسی کار خیر مین عموماً صرف کیجاوے اور اوسکے مرنیکے بعد قرآن خوان وغیرہ کو دیجاوے جیسا اوسنے لکھا ہے تو یہ خود وقف نامہ کے مضمون کے خلاف ہے۔ بس یہ ظاہر ہے کہ یہ وقف باطل ہے کیونکہ سنعا یہ وقف واقف کے نفس پر ہے۔

اسی طرح سے اگر کوئی شخص اس شرط سے وقف کرے کہ وقف کی آمدنی سے اوسکا قرضہ ادا کیا جاوے تو ایسا وقف ناجائز ہوگا۔ لکن اگر کوئی شخص اپنی جائداد اس غرض سے وقف کرے کہ فروخت کیجاوے اور محاصل بیع سے اوسکا قرضہ ادا کیا جاوے اور باقی کسی کار تجارت وغیرہ مین لگا کر اوسکی منفعت اسونیکی

یا کار ہاے خیر مین صرف کیجاے یا کسی مسجد یا امام باڑہ وغیرہ کے مصرف مین
لائی جاے۔ یا اور رسوم مذہبی یا عبادت مین صرف کیجاے تو ایسا وقف جائز ہوگا

اگر کوئی شخص اپنے نفس پر اور فقرا پر وقف کرے تو نصف
وقف جو فقرا پر ہی جائز ہوگا اور نصف وقف جو واقف کے نفس پر ہی باطل ہوگا
۔ ہائی کورٹ الہ اباد نے یہی اصول بمقدمہ حاجی کلب حسین بنام مہرن بی بی جاری کیا
۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ایسا اہم وضروری ہی کہ اوسکو بالاستیعاب نقل کرنا فائدہ
سے خالی نہین ہے[1]۔

۱۸۰۵ع مین ایک عورت صاحبزادی بیگم نے ایک وقف نامہ تحریر
کرکے کچھ روپیہ اور کچھ مال مقبوضہ اپنا بعض امور مذہبی اور دیگر امور کے لیے حسب تفصیل
ذیل وقف کیا۔ یعنے دو ثلث مال وقف اپنی زندگی بھر اپنے مصارف ضروری کے لیے
وقف کیا اور مابقی ایک ثلث وقف کی آمدنی کا واقفہ نے پانچ حصون پر تقسیم کرکے
لکھا کہ انمین سے کچھ حصے تو بعض اشخاص مندرجہ وقف نامہ کو دیے جاوین جنکے سپرد امور
مذہبی کا انصرام کیا گیا ہی اور مابقی رسوم مذہبی مصرحہ وقف نامہ مین صرف کیے جاوین۔
واقفہ نے اپنے تئین متولیہ مقرر کیا اور یہ لکھا کہ پچپن حصص مصرحہ وقف نامہ اوسکے
زمانہ تولیت مین وقف رہینگے اور اس مال وقف کو منتقل کرنیکا اختیار نہ خود اوسکو
ہوگا نہ اوسکے تفویض دار یا قائم مقام کو ہوگا اور یہ بھی لکھا ہے کہ واقفہ کی تولیت
کے بعد جو متولی مقرر ہو اوسکو چاہیئے کہ مالگذاری سرکاری اور مصارف انتظام
وغیرہ سے جو کچھ بچے اوسکے ۱۶۵ حصے کرکے ۵۵ حصے اپنی متولی گری کے واسطے
رکھے اور باقیماندہ حصص حسب ہدایت مندرجہ وقف نامہ چند اشخاص کو جنکی تصریح
اوسمین موجود ہے بطور پنشن کے دے کہ چند رسوم مذہبی ادا کرین اور اور چند مقاصد

[1] دیورٹ ہای کورٹ ممالک مغربی وشمالی جلد ۴ صفحہ ۱۵۵ ۱۲ سنہ۔

مذہبی مین صرف کرین اس وقف نامہ کی روسے ۵۵ حصص آمدنی وقف مین سے واقفہ کی حیات مین ایک حصہ مدعی کو ملنا چاہیئے تھا جو ہای کورٹ مین رسپانڈنٹ کی حیثیت رکھتا تھا اور منجملہ ۱۶۵ حصون کے جن مین وقف کی آمدنی تقسیم کی گئی تھی ۱۰ حصے واقفہ کی تولیت ختم ہونے کے بعد خود اوسکو اور اوسکے مرنیکے بعد اوسکے ورثہ کو بطناً بعد بطن اس شرط سے ملنے چاہیئے تھے کہ وہ اون رسوم مذہبی کو ادا کیا کرین جنکی تصریح وقفنامہ مین لکھی ہے -

واقفہ ۱۸۷۲ع مین مرگئی اور جب رسپانڈنٹ نے وہ حصص نپائے جو اوسکو دستاویز ۱۸۶۸ع مین بطور وقف دے گئے تھے تو اونکے دلاپانے کی نالش کی - عدالتہاے ماتحت نے مدعیہ کے دعوے کی ڈگری دی - اپیل خاص مین یہ بحث کی گئی کہ رسپانڈنٹ کو چاہیئے تھا کہ نالش دائر کرنے سے پیشتر عدالت کی منظوری حسب دفعہ ۱۸ ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ع حاصل کرتی - اس عذر کی نسبت ہای کورٹ نے یہ تجویز فرمایا کہ "اس دفعہ مین عدالت کی منظوری حاصل کرنی صرف اوس صورت مین ضروری لکھی ہے جبکہ نالش اس ایکٹ کے بموجب دائر کیجاے - مگر یہ نالش اوس ایکٹ کی روسے نہین دائر ہوی ہے بلکہ رسپانڈنٹ نے یہ نالش واسطے دلاپانے ایک مالی حق کے جو بموجب دستاویز مکتوبہ ۱۸۵۱ع اوسکو دیا گیا ہے دائر کی ہے - اس ایکٹ مین اون اشخاص کو نالش کرنیکا اختیار دیا گیا ہے جنکا نالش کرنیکا حق بلا لحاظ اس ایکٹ کے مشکوک ہو سکتا ہے مگر اسمین اون لوگون سے جو رسپانڈنٹ کی حیثیت رکھتے ہون نالش کرنیکا وہ حق نہین لے لیا گیا ہے جو وہ قطع نظر اس ایکٹ کے رکھتی ہون اور نہ اسمین اونپر لازم کردیا گیا ہے کہ نالش دائر کرنیکے لیے عدالت کی منظوری حاصل کرین - علاوہ بران یہ ایکٹ اون وقفون سے متعلق ہے جنسے قانون ۱۹ ۱۸۱۰ع اوسوقت متعلق نہ تھا جسوقت یہ ایکٹ پاس ہوا تھا - اور ہمارے نزدیک اوس قانون کے احکام اوس وقف سے متعلق نہین ہے

جو بذریعہ دستاویز ۱۸۵۰ء کیا گیا ہی۔ اس جائداد وقفی کا انتظام عہدہ داران گورنمنٹ نے کبھی نہین اختیار کیا تھا۔ جسوقت ایکٹ مذکور پاس ہوا تھا اوسوقت متولی کو نامزد کرنا گورنمنٹ سے یا کسی عہدہ دار گورنمنٹ سے متعلق تھا۔ شاید بعض حالات مین متولی کو نامزد کرنا آیندہ کسی عہدہ دار سرکاری سے متعلق ہوجاے مگر ہنوز یہ امور وقوع مین نہین آے ہین۔ لہذا ہم اس عذر کو نامنظور کرتے ہین،،۔

اسکے بعد ججان ہای کورٹ نے سب سے بڑے عذر کا تصفیہ بعبارت ذیل فرمایا ہے ''یہ بحث کی گئی ہی کہ ۱۸۵۰ء کی دستاویز وقفنامہ جائز از روے مذہب امامیہ نہین ہی۔ اوّلاً اسواسطے کہ صاحبزادی بیگم جائداد وقفی پر تاریخ وقوع ہبہ تک جو ۱۸۶۰ء مین ہوا قابض رہی۔ ثانیاً اسواسطے کہ اوسنے دو ثلث آمدنی جائداد وقفی کے اپنی حیات تک اپنے مصارف ضروری کے لیے باقی رکھی۔ مذہب شیعہ مین جواز وقف اسپر موقوف ہی کہ وقف مطلق اور غیر مشروط ہو اور ستے موقوف پر قبضہ کرا دیا جاے اور واقف کے قبضہ سے بالکل نکال لیجاے۔ پس ہمکو پہلے اسمین غور کرنا چاہئیے کہ آیا مال وقف پر قبضہ کرا دیا گیا تھا۔ از روے شرع محمدی واقف کو اپنے تئین خود متولی مقرر کرنا جائز ہی پس جب واقفہ نے خود اپنے تئین متولیہ مقرر کیا اور اپنے کردار سے بعد تحریر کرنے وقفنامہ ۱۸۵۰ء کے یہ ظاہر کردیا کہ وہ جائداد وقفی پر حسب شرائط وقفنامہ بطور متولیہ قابض ہی تو ہمارے نزدیک قبضہ کا ثبوت کافی اوسقدر موجود ہی جسقدر شرعاً ضرور ہی۔ مگر ہماری راے یہ بھی ہی کہ دو ثلث جائداد وقفی کا وقف بموجب وقفنامہ ۱۸۵۰ء وقف جائز نہین ہوا۔ واقفہ نے دو ثلث منفعت مال وقف مین سے اپنی حیات تک اپنے مصارف کے لیے باقی رکھا لہذا اس صورت مین اور اون صورتون مین جو شرایع الاسلام مین لکھے ہین کچھ فرق نہین ہی۔ اب اس امر کا تصفیہ کرنا باقی رہا کہ آیا دو ثلث مال وقف کی نسبت وقفنامہ ۱۸۵۰ء کے ناجائز ہوجانے کیوجہ سے کل وقف باطل ہوگیا یا صرف اوس دو ثلث کی نسبت باطل ہوا

شرائع الاسلام مین لکھا ہی کہ جب وقف کسی شخص پر اس شرط سے کیا جاوے کہ وہ واقف
کا قرضہ یا مصارف ضروری مال وقف سے ادا کرے تو ایسا وقف باطل ہی - مگر یہ شرط
نا محدود نفعت کی نسبت ہے اور اس مقدمہ مین آمدنی کا ایک ثلث جز محدود ہی اور واقفہ کی
دنیاوی فائدہ کے سوائے اور مقاصد کے لیے مطلقاً اور دواماً وقف کیا گیا ہی اور واقفہ
کے قبضہ سے بالکل نکل گیا ہی اور جب مشاع یعنے کسی چیز کے جز غیر منقسم کا وقف جائز ہے
تو ہمکو یہ تجویز کرنا بھی جائز ہی کہ وقف نامہ ۱۸۵۰ء ایک ثلث آمدنی وقف کی نسبت جائز ہی اور یہ حصہ
مال وقف کا اوس وقف کے لئے کافی ہے جسکو واقفہ نے لکھا ہے کہ اوسکی تولیت کے بعد
نافذ کیا جاوے - لهذا رسپانڈنٹ کے دعوے مین دو ثلث کی کمی کرنی چاہیئے -

اگرچہ واقف کو اپنے نفس پر وقف کرنا نہین جائز ہی تاہم اگر وقف
راہ خدا مین یا کسی امر مذہبی یا کار خیر کے لیے کیا ہی یعنے مثلاً مسجد کے واسطے کیا ہی تو واقف
کو اوس سے منتفع ہونا جائز ہی یعنے اوس مسجد مین نماز جماعت مین شریک ہونا اور خود اوسمین
نماز پڑھنا جائز ہی - اسی طرح سے وقف عام مین جائز ہی جیسے پل یا مسافر خانہ - جو وقف عام
نہو اور جسکی منفعت مین واقف ایک حد تک خود ضمناً شریک ہو سکتا ہی اوسکے باب مین
جو امر ضروری تصفیہ طلب ہی وہ یہ ہی کہ آیا واقف نے وہ حق اپنے لیے عمداً باقی رکھا ہی
- اگر واقف منفعت وقف مین ایسی خفیف شرکت کرے کہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس وقف سے
واقف نے حبس جائداد کی تدبیر صرف اپنے ذاتی فائدہ کے لیے کی ہی تو ظاہرا ایسی شرکت
اوسکی ناجائز نہ ہوگی - یہ نتیجہ اون دقیق دلائل سے نکالا گیا ہے جو جواہر الکلام مین
لکھی ہین

اگر کوئی شخص اس شرط سے وقف کرے کہ عند الضرورت جائداد وقفی
کو واپس کر لیگا تو یہ شرط جائز ہوگی مگر وقف باطل ہوگا اور صرف بطور حبس کے نافذ
ہوگا اور جب کوئی ضرورت لاحق ہوگی تو وہ جائداد واقف پر عود کریگی - مگر وہ ضرورت

ایسی ہو جو عرفاً وروا جاً جائز سمجھی جاوے نہ یہ کہ کوی فرضی یا قیاسی ضرورت ہو جب جائداد وقفی واقف پر عود کریگی تو اختیار انتقال اوس سے متعلق ہو جاوے گا۔

یہ شرط کرنا نہین جائز ہے کہ واقف جسکو چاہے گا منفعت وقف سے خارج کردے گا مگر یہ شرط کرنا جائز ہی کہ نئے لوگ اوس منفعت مین شریک کیے جائین گے الّا ان وقف جو اولاد پر کیا گیا ہو۔

جب وقف کسی کی اولاد پر عموماً کیا گیا ہو تو اوسمین وہ اولاد بھی داخل ہی جو وقف کے بعد پیدا ہوی ہو گو اس مضمون کی خاص شرط نہ کرلی گئی ہو۔ مگر جب اولاد پر وہ جائداد وقف کیجاے جو اونکے حوالہ کردی گئی ہو تو اوسمین وہ اولاد نہ داخل ہوگی جو وقف کے بعد پیدا ہوی ہو مگر یہ کہ ایسی خاص شرط کرلی گئی ہو۔

جب کسیکے اطفال صغیر پر وقف کیا جاوے تو واقف شرائط وقف کو اس طرح سے نہ بدل سکے گا کہ اوسکی منفعت مین غیر لوگ بھی شامل ہوجائین الّا یہ کہ اوسنے اس مضمون کا اختیار اپنے لیے باقی رکھا ہو۔[1]

اقباض موقوف علیہ اول کا شرط ہی اور بعد کی کارروائی مین قبضہ کا لحاظ مطلق نہین رہتا۔ انتقال مین قبضہ واقعی ضرور نہین ہے بلکہ صرف نوعیت قبضہ مین کچھ تغیر کردینا لازم ہی کیونکہ واقف وقف کرکے موقوف علیہم کی طرف سے بطور متولی قابض رہ سکتا ہی۔ اوسکے اسطرح قابض رہنے کا کچھ اثر اوس وقف کی حقیقت شرعیہ پر نہ ہوگا۔

چونکہ موقوف علیہ اول کے اقباض سے صرف یہ مراد ہے کہ قبضہ کی نوعیت مین کچھ تغیر کردیا جاوے لہذا تفویض یا اقباض فحوائی یا ضمنی کافی ہی۔ شرع حنفی کی بحث مین بیان ہو چکا ہی کہ جب موقوف علیہ یا متولی کا قبضہ پیشتر ہی سے موجود ہو تو باضابطہ طور سے اوسکا قبضہ کرانا کچھ ضرور نہین ہی مثلاً جب زید نے ایک جائداد جو اوسکے قبضہ مین تھی

---

[1] شرائع الاسلام ۱۲ ۔ منہ ۔

اپنے کارخیر کے ذریعہ سے وقف کی ہو اور بکر کو اوسکا متولی مقرر کیا ہو تو پھر اوسکا قبضہ کرانیکی کچھ ضرورت نہین ہے کیونکہ بکر کا تعلق بحیثیت کارندگی وقف کے ساتھ جاتا رہے گا اور وہ جائداد اوسکے قبضہ مین بحیثیت متولی بدستور باقی رہے گی۔

لہذا یہ عبارت جو شرایع الاسلام مین لکھی ہے کہ "اقباض موقوف علیہ اول کا ضروری ہے"۔ اسمین اور قرائن اور حالات کا بھی لحاظ کامل کرنا ضرور ہے اور خود موقوف علیہ یا موقوف علیہم کا اقباض بھی ضرور نہین ہے۔ بلکہ جو شخص اونکا کارندہ یا مختار صریحاً یا ضمناً ہو وہ قبضہ کر سکتا ہے۔ جب وقف کسی عام امر مذہبی یا کار خیر کے لیے کیا گیا ہو مثلاً فقرا، یا علما، یا طلبہ وغیرہ پر وقف کیا گیا ہو تو موقوف علیہم من حیث المجموع تو اوسپر کسیطرح نہین قبضہ کر سکتے۔ لہذا حاکم کا قبضہ یا اوس شخص کا قبضہ کافی ہے جسکو واقف یا حاکم منتظم مال وقف مقرر کر دے۔

واقف کسی اپنے تئین یا اور شخص کو وقف کا متولی مقرر کرنا جائز ہے۔

جب وقف کسی مصلحت عامہ یا کار رفاہ عام کے لیے کیا جاے مثلاً مسجد یا پل یا سرا وغیرہ تو ایسے وقف مین قبول شرط نہین ہے نہ کسی شخص خاص کا اقباض شرط ہے جو اوس مصلحت یا کار رفاہ عام سے منتفع ہو صرف ناظر یا متولی یا منتظم وقف کا قبضہ کرا دینا کافی ہے۔ جب واقف نے کوئی متولی یا منتظم مقرر کر دیا ہو تو حاکم شرع سے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہین ہے جب اوسکے تقرر کی نسبت کچھ تنازع واقع ہو تو حاکم شرع ایک ناظر مقرر کر دیگا کیونکہ وہ سب مسلمانون کے حقوق کا حافظ ہوتا ہے

جب وقف مسجد کے لیے کیا جاے یعنے جب کوئی جگہ یا کوئی مکان مسجد کیلیے وقف کیا جاے تو اگر وہان ایک آدمی نے بھی نماز پڑھی ہو تو بھی وہ وقف جائز ہوگا۔ اسی طرح سے قبرستان ایک مردہ کے دفن ہونے سے بھی وقف ہو جاے گا مگر یہ ذہن نشین رہے کہ مالک کی نیت کا ظاہر ہونا واجب ہے۔ مثلاً اگر مالک مکان کسی شخص کو

اپنے مکان مین نماز پڑھنے کی اجازت دے یا اگر اپنے مکان سکونی مین کسی کو ہمیشہ نماز پڑھنے کی اجازت دے تو ایسی اجازت سے وہ مکان مسجد یا عبادت خانہ نہ ہو جائیگا۔ لکن اگر کوئی شخص کہے کہ مینے اپنا مکان بطور مسجد کے وقف کیا اور بعد اوسکے کسی اور شخص کو وہان نماز پڑھنے دے تو اتنا کرنے سے وہ وقف ہو جائے گا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص مسجد کے قطع کا مکان بنولے اور کسی کو اوس مین نماز پڑھنے کی اجازت دے تو اتنا کافی ہی گو اوسنے بالتصریح وقف نہ کیا ہو۔

اگر کوئی مردہ کسی زمین مین دفن کیا جائے یا کسی مکان مین نماز پڑھی جائے مگر واقف نے اوسکے وقف کی نیت صریحاً یا ضمناً نہ بیان کی ہو تو یہ اوس زمین یا اوس مکان کے وقف کے لیے کافی ہے۔

اگر باپ یا دادا اپنی کوی جائداد اپنے بیٹے یا پوتے پر وقف کرے اور اوسکی طرف سے اوس جائداد پر قابض رہے گو اوسکا متولی مقرر ہو چکا ہو تو ایسا قبضہ جائز ہی اور شرعاً موقوف علیہ کا قبضہ سمجھا جائے گا

جو مال امور مذہبی یا کار ہائے خیر کے لیے وقف کیا گیا ہو اوسمین حق اللہ تعالے کا ہے اسواسطے کہ کوی مال نہین ہی جسکا کوی مالک نہ ہو اور چونکہ ایسے وقف عام کا کوی مالک خاص نہین ہوتا لہذا وہ مال ضمناً مال خدا سمجھا جائے گا۔

جب کسی شخص کی اولاد کی اولاد پر وقف کیا گیا ہو تو بیٹے کی اولاد بیٹی کی اولاد کے ساتھ اوسکی منفعت مین شریک ہوگی۔

جب وقف کسیکی اولاد اور اوسکی اولاد پر کیا گیا ہو تو اوسمین تیسری پشت کی اولاد نہ شامل ہوگی الا یہ کہ واقف کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اوسکی نیت یہ تھی کہ سب اولاد جو اوسکی نسل سے ہو اس وقف کی منفعت مین شریک کیجائے۔

جب کسی کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اوسکی اولاد پر وقف کیا جائے

تو اوسکی نسل مین جو لوگ زندہ رہگئے ہون وہ سب اوس وقف کی منفعت مین برابر حصہ پاینگے الا یہ کہ یہ کہدیا گیا ہو کہ اونکو بطناً بعد بطنٍ دیا جاوے کہ اس صورت مین ایک بطن سکے بعد دوسرے بطن کو ملے گا۔

جب وقف عموماً اولاد پر کیا جاوے تو اوسکی منفعت واقف کی سب اولاد پاوے گی اور جب اونمین سے کوئی زندہ نرہے گا تب ہی فقرار کو دیجاوے گی۔

جب وقف کسی مسجد پر کیا گیا ہو اور وہ مسجد خراب و برباد ہوگئی ہو یا جس محلہ یا گاؤن مین وہ مسجد ہے وہ ویران ہوگیا ہو تو بھی وہ وقف باقی رہے گا اور ملک وقف واقف پر عود نکریگا باوجودیکہ اوس مسجد کے آثار و علامات کے سواے اور کچھ بھی باقی رہا ہو اس مسئلہ پر علمار شیعہ کا اجماع ہے۔

جب کوئی مکان وقفی ایسا برباد ہوجاوے کہ کچھ آثار و علامات اوسکے نہ باقی رہین تو جس زمین پر وہ مکان بنا تھا وہ وقف سے خارج نہ ہوجاوے گی اور فروخت نہ ہوسکے گی یعنے اوس مکان کے خراب ہوجانے سے اوسکا وقف نہین باطل ہوجاوے گا کیونکہ وقف کی خاصیت دوام و استمرار ہے۔

جب یہ معلوم ہوجاوے کہ اگر مال وقف کو بیچکر محاصل بیع یعنے اوسکی قیمت کسی تجارت مین لگائی جاوے یا اور کوئی جائداد کثیر المنفعت خرید لیجاوے تو مستحقین وقف یا موقوف علیہم کو زیادہ فائدہ ہوگا تو متولی اوس جائداد کو فروخت کرسکتا ہے۔ جب موقوف علیہم یا مستحقین وقف مین تنازعات پیدا ہون اور یہ معلوم ہو کہ وقفی جائداد کو اوسکی ہیئت اصلی پر رکھنے سے نقصان عظیم ہوگا تو اوسکو فروخت کرنا جائز ہے۔ واقف کو اس مضمون کی شرط کرنا جائز ہے کہ متولی کو اختیار ہوگا کہ اس جائداد کو بیچکر اسکی قیمت کسی ایسے کام مین لگاوے جس سے زیادہ تر فائدہ ہو۔

جب وقف غربار پر کیا گیا ہو تو غربار شہر کو اور جو لوگ اوس سے

منتفع ہونا چاہین اونکو دیا جاے گا - متولی کو یہ ضرور نہین ہو کہ لوگون کو تلاش کرکے منفعت وقف اونمین تقسیم کرے - امام ابوجعفر ثانی یعنے امام محمد تقی علیہ السلام نے ابوعلی ابن سلیمان کے نامہ کے جواب مین ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کی اولاد محتاج ہو کچھ زمین وقف کی گئی ہو تو اوسکی منفعت اون مین سے اون لوگون کو دیجاے گی جو اوس شہر مین رہتے ہون جہان وہ زمین وقفی ہو - یا جو لوگ اوسکو لینے آئین اونکو دیجاے متولی کو اونکی تلاش کرنا واجب نہین ہے -

صدقہ بعد اقباض نہین منسوخ ہو سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ ہبہ بالعوض کے ہی صدقہ سے مقصود تقرب اور خوشنودی خدا حاصل کرنا ہے اور جب صدقہ کر دیا گیا تو خوشنودی خدا حاصل ہو گئی پھر منسوخ نہین ہو سکتا ہے -

## تیرہوان باب

## فصل اول

### احکام وقف موافق مذہب مالکی -

سانشیر صاحب عالم فرانسیسی نے اپنی کتاب کے باب الاوقاف کے مقدمہ مین شرع مالکی کے باب مین تقریر ذیل لکھی ہے -

وقف کا مسئلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے جاری ہے - صحیح بخاری مین یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب کو کچھ جائداد خیبر مین مل گئی تھی پس ایک روز اونھون نے آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین اس جائداد کو بہت عزیز رکھتا ہون یا رسول اللہ مین اس جائداد کو کیا کرون کہ خداوند عالم مجھسے راضی اور خوشنود ہو - آنحضرت نے فرمایا اوسکو وقف کرکے اوسکی آمدنی فقرا پر تقسیم کرو حضرت عمر نے آنحضرت کی تعمیل ارشاد کی اور اوس جائداد کو وقف کیا وقف فروخت نہین ہو سکتا نہ ہبہ نہ رہن ہو سکتا ہے نہ وراثتاً منتقل ہو سکتا ہے -

دراصل وقف ایک قسم کا عطیہ کسی امر دینی یا کار خیر کے لیے تھا جس سے
واقف کو مال موقف سے فوراً دست بردار ہو کر اوس کار خیر کے لیے دیدینا پڑتا تھا جس کام
کے لیے وہ وقف کیا گیا تھا - مگر خلفاء راشدینؓ اور علماء دین کو یہ منظور ہوا کہ اوقاف بہ کثرت
وقوع مین آئین اسلیے اونھون نے واقفین کو اجازت دی کہ درمیانی حق دار یا موقوف علیہم
جتنی چاہین مقرر کرین تو پھر یہ سمجھنا کیا مشکل ہے کہ وقف کا اصول درآنحالیکہ اپنی ہئیت اصلی
پر باقی ہے مسلمانون کی جائداد مین مانع توریث ہوا ہے اور زوجہ اور مادر اور دختر وخواہر
سب کے حقوق مین خارج ہوا ہے اور مسلمان کی ساری جائداد کو اوسکی اولاد ذکور مین
باقی رکھا ہے[1] - مگر سب [illegible] دختران و ازواج واقف کو محجوب الارث نہین کر دیتے
- بلکہ بعض اوقاف ایسے ہین جنمین مال وقف سب اولاد پر بلا امتیاز ذکور و اناث برابر
تقسیم کیا جاتا ہے اور اکثر اوقاف ایسے بھی ہین جنمین تقسیم موافق نص قرآنی کے ہوتی ہے
آخر الذکر اوقاف سے صرف ایک ہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ مال وقف مین ایک مذہبی حفاظت
پیدا ہو جاوے تاکہ اوسکو سلطان غصب یا ضبط نہ کر سکے - اوقاف کے باب مین صوبۂ الجیریا
کے حنفیہ اور مالکیہ دونون فرقون کے احکام متحد بھی ہین اور مختلف بھی ہین - مسلمانون کا
ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے مسائل کو اختیار کر سکتا ہے - مگر دونون فرقون کا مذہب
نہین اختیار کر سکتے[2] -

جو لوگ ہبہ کر سکتے ہین وہ سب شرعاً وقف بھی کر سکتے ہین - پس واقف
کو چاہیے کہ (۱) آزاد ہو غلام نہ ہو (۲) صحیح العقل ہو مجنون نہ ہو (۳) صحیح و سالم ہو یعنے
مرض الموت مین نہ مبتلا ہو - بیمار آدمی کا وقف مثل وصیت کے ہے - اگر وارث پر کیا گیا ہو تو
باطل ہے اگر غیر وارث پر کیا گیا ہو تو فقط ثلث مال مین نافذ ہو سکتا ہے چنانچہ خلیل ابن اسحق نے

---

[1] یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ کا ہے - امام مالک کے نزدیک واقف وقف سے اپنی بیٹیون کو نہین خارج کر سکتا ۱۲ منہ
[2] ساتیر صاحب کی شرح مالکی صفحہ ۴۷ - اس باب کے احکام وقف اکثر اسی کتاب سے لیے گئے ہین ۱۲ منہ

فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین ورثہ پر وقف کرے اور اوسی مرض مین مرجاے تو وہ وقف باطل ہے مگر جب ورثہ کے سواے اپنی نسل کے اور لوگون پر وقف کرے تو جائز ہے بشرطیکہ وقف مین ثلث متروکہ سے زیادہ شامل ہو۔

(۴) جس مال کو وقف کیا ہے اوسپر قابض ہو یعنے اوسپر اختیار رکھتا ہو۔

لہذا عدالتون نے وقف کو باطل کردیا ہے (الف) جب واقف بہت مقروض مرگیا ہے اور مال وقف کو بیچکر اوسکا قرضہ ادا کرنا پڑا ہے۔ (ب) جب واقف کا قرضہ اوسکی جائداد سے زیادہ ہوگیا ہے۔ (ج) جب واقف قبضہ مالکانہ جائداد وقفی پر اوس وقت نہ رکھتا تھا جب اوسنے اوسکو وقف کیا تھا۔

۵- بالغ وعاقل ورشید ہو اور بکار خود مختار ہو۔ لہذا عورت بلا رضامندی اپنے شوہر کے اپنے مال کے ایک ثلث سے زائد کو نہین وقف کرسکتی۔

غیر مسلم جسمین سب شرائط جمع ہون اپنی جائداد کلاً یا جزاً وقف کرسکتا ہے جو لوگ دین اسلام کے پیرو نہین ہین اونکو صرف ایک وقف کرنا شرعاً نہین جائز ہے یعنے وہ مسجد پر کوئی چیز نہین وقف کرسکتے۔ جیسا ایک کتاب مین لکھا ہے کہ کافر مسجد پر کچھ نہین وقف کرسکتا۔ وقف ہر شخص پر ہوسکتا ہے جو جائداد پر قبضہ کرسکتا ہے۔ اور جو لڑکے ہنوز نہ پیدا ہوے ہون اون پر اور اشیاء غیر موجودہ پر بھی ہوسکتا ہے۔ لہذا واقف اشخاص ذیل کو موقوف علیہم قرار دے سکتا ہے۔

(الف) مسلم یا غیر مسلم کو بشرطیکہ وہ دار الاسلام کا باشندہ ہو۔ لفظ مطیع الاسلام جو فقہا رنے لکھا ہے اوس سے یہی مراد ہے اور مسئلہ ذیل کا بھی یہی مفاد ہے "وقف غیر مسلم پر جو دار الحرب کا باشندہ ہو ناجائز ہے"

(ب) مردون اور عورتون کو۔

(ج) بالغون اور نابالغون کو۔

(د) ورثہ اور غیر ورثہ کو۔

(ھ) غیروں کو۔

(و) کارہاے خیر کے لیے مثلاً قبرستان یا کاروان سرائے یا کسی ولی کا مقبرہ یا حرمین شریفین یعنے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ[1]۔

(ز) محتاجوں اور بیماروں اور لنگڑوں لولوں کو۔

واقف کو اختیار ہے کہ موقوف علیہم اپنے خاندان یا غیر خاندان سے مقرر کرے۔ مگر کلام اسمین ہی کہ آیا یہ اختیار اوسکا مطلق ہے۔ اور آیا اوسکو اتنا اختیار ہی کہ اپنی بیٹیوں کو وقف سے خارج کرے۔ خلیل ابن اسحق کا کلام اس باب مین قطعی ہی۔ وہ فرماتے ہین کہ "وہ بیٹیون کو خارج کرکے بیٹون پر وقف کرنا شرعاً نہین جائز ہی۔ اور یہی قاعدہ صوبہ الجیرس کی عدالتون نے ہمیشہ جاری کیا ہی۔ چنانچہ ایک ڈگری مین جو ۲۱ دسمبر ۱۸۶۳ء کو صادر ہوی تھی یہ عبارت لکھی ہی کہ "چونکہ مسلمانون کے عقائد مذہبی اور قوانین دینوی کا دارومدار قرآن مجید پر ہی اور ترتیب و طریقۂ میراث نصوص قرآنی سے اخذ کیا گیا ہی اور چونکہ تقسیم ترکہ مین اولاد اناث کو ایک حصہ دیا گیا ہی اور اولاد ذکور کی خاطر سے اناث اپنے حق سے محروم نہین رکھی گئی ہین مگر یہ کہ شارع علیہ السلام کے حکم مین کوی غلط فہمی کرے لہذا جو وقف اناث کو محروم کرکے کیا گیا ہو وہ بالکل خلاف شرع اور مخالف احکام شارع ہی بس ایسے وقف کو باطل کردینا جائز ہی۔

پھر دوسری ڈگری معدورہ ۳ نومبر ۱۸۶۵ء مین لکھا ہے کہ "یہ وقف موافق مذہب مالکی ہوا تھا اور اس مذہب مین اولاد اناث وقف کی منفعت سے خارج نہین ہوسکتی لہذا وقف نامہ باطل ہی۔ سیدی خلیل کے نزدیک واقف اپنے بیٹون کو

---

[1] شرع حنفی کے احکام وقف اور اگنیو صاحب کا قانون اوقاف صفحہ ۳۴۹ - ۳۵۲ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

[2] مذہب حنفی مین ایسا وقف مکروہ ہے باطل نہین ہے ۱۲ - منہ -

وقف سے شرعاً خارج کرسکتا ہے اور پرنن صاحب لکھتے ہین کہ "بیٹیون کے بالعکس بیٹے وقف سے خارج ہوسکتے ہین مگر عدالتین اون علما مالکی کے قول پر عمل کرتا نہین چاہتیں جنکا یہ مقولہ ہے اور عدالتون نے اوس اصول کو جسے سیدی خلیل نے مقرر کیا ہے ایسا وسیع کر دیا کہ بیٹے اور بیٹی دونون پر حاوی ہوگیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے نہ کوئی بیٹا اور بیٹی منفعت وقف سے نہ خارج کیجاے عدالت الجیرس کی ایک ڈگری مصدرہ ۲۰ مارچ ۱۸۶۵ء مین لکھا ہے کہ "نص قرانی کے بموجب بیٹا ترکہ پدری مین ایک سہم معین پانیکا مستحق ہے اور اوس سے صریحاً وضمناً محروم نہین ہوسکتا - پس جو وقف باپ نے اپنے بیٹے پر کیا ہو اور بیٹی کو اوس سے خارج رکھا ہو اوسکو یہ سمجھنا چاہئیے کہ وہ سفے الواقع ایک وقف تلبیسی ہے اور بالکل خلاف شرع ہے اور اس وجہ سے اوس وقف کو منسوخ کرنا واجب ہے بہرکیف صرف پہلے طبقہ کی اولاد کا اخراج وقف سے ممنوع ہے - اور سیدی خلیل نے فقط اون اوقاف کو ناجائز فرمایا ہے جو بیٹیون کو خارج کرکے بیٹون پر کیئے گیئے ہون - لہذا عدالتون نے اشخاص ذیل کا اخراج وقف سے منظور فرمایا ہے -

(الف) پوتا -

(ب) نواسی -

(ج) بیٹی کی سب اولاد نواسا ہو خواہ نواسی -

(د) پوتیان -

واقف نہ صرف موقوف علیہم اول کو مقرر کرسکتا ہے بلکہ سب حقداران وقف کو یکے بعد دیگرے جس ترتیب سے چاہے نامزد کرسکتا ہے - اور اوسکو اختیار ہے کہ جو حق جانشینی شرع مین دیا گیا ہے اوسکے علاوہ کوئی خاص حق جانشینی عطا کرے

واقف کہہ سکتا ہے کہ (۱) حق قائم مقامی تسلیم کرلیا جاسے (۲) منفعت

وقف موقوف علیہم پر فرداً فرداً تقسیم کیجاے - (۳) تقسیم موقوف علیہم بلحاظ اونکی تذکیر و تانیث کے کیجاے - اگر وقف نامہ مین یہ امور نہ لکھے ہون تو قواعد ذیل کی پابندی کیجاے گی '' -

قائم مقامی کے باب مین کچھ دقت نہین ہے - قائم مقامی کا اصول شرع محمدی مین نہین ہے - پس جسطرح امور وراثت مین اس اصول کو جاری کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے اوسی طرح اوقاف مین بھی نہین ہے -

اب رہی دوسری بات یعنے موقوف علیہم پر فرداً فرداً تقسیم کرنا - اسکی تفصیل یہ ہے کہ پہلی پشت مین یعنے واقف کی اولاد صلبی مین تو تقسیم فرداً فرداً ضرور ہوگی - لکن دوسری پشت اور تیسری پشت وغیرہ مین تقسیم بالمجموع ہوگی موافق اوس قاعدہ کے جو فقیہ ابن رشد نے مقرر کیا ہے اور جسکو اکثر علمار (مالکی) نے جاری کیا ہے - بیٹا باپ کا حصہ پائیگا اور اوسکے چچا اوسکے حاجب نہ ہونگے - اسواسطے کہ ہر اولاد کی وجہ سے اوسکے باپ کی نسل باقی رہتی ہے -

اس مسئلہ کو الجیرس کی عدالتون نے متواتر جاری کیا ہے چنانچہ ایک ڈگری مصدرہ ۲ اپریل ۱۸۶۹ء حالات ذیل مین صادر ہوئی تھی -

'' ایک وقف چند پشتون مین دورہ کرتا ہوا دو بھائیون تک پہونچا جنکا نام محمد اور حاج علی تھا - محمد ۱۸۶۹ء مین مرگیا اور سات اولاد چھوڑ گیا - الجیرس کے قاضی نے مال وقف کے قبضہ کے دعوے کا فیصلہ بتاریخ ۲۰ اکتوبر ۱۸۷۳ء (جو اپیل مین بتاریخ ۲۰ اپریل ۱۸۷۴ء بحال رہا) یہ کیا کہ محمد کی اولاد چونکہ ایک شعبۂ خاندان کی قائم مقام ہے لہذا اسپنے باپ کا نصف حصہ لیکر باہم تقسیم کرلے اور حاج علی چونکہ دوسرے شعبہ کا رئیس ہے لہذا باقی نصف وقف اوسکو دیا جاے -

تقسیم وقف سے متعلق تیسرے امر کی توضیح خلیل ابن اسحق نے

یہ فرمای ہے کہ "اگر واقف نے حصون کی مقدار نہین مقرر کردی ہے تو ذکور وانات
برابر حصہ پائینگے"

واقف یہ بھی شرط کرسکتا ہے کہ برادران عینی اور برادران علاقی
دونون کو وقف سے حصہ دیا جاے مگر جب کوی ایسا خاص فقرہ وقف نامہ مین لکھا ہے
تو برادران عینی اور برادران علاقی دونون کو برابر حصہ ملیگا چنانچہ شیخ المحیط نے
فرمایا ہے کہ "برادران عینی اور برادر علاتی کے حقوق اسوجہ سے مساوی ہین کہ انکی
قرابت باپ سے ایک درجہ کی ہے اور ایک حکم شرعی رکھتی ہے" اور سیدی خلیل نے
فرمایا ہے کہ۔ اگر واقف یہ شرط کرے کہ فلان شخص کا حصہ اوسکے سب سے قریب
کے رشتہ دار کو دیا جاے اور اگر اوس شخص کے برادران عینی اور برادران علاتی
اور برادران اخیافی سب موجود ہون تو کیا برادران عینی کو برادران علاتی پر ترجیح
دیجاے گی؟ نہین۔ نہین ترجیح دیجاے گی اسواسطے کہ وہ سب درجہ قرابت مین
برابر ہین۔ سیدی خلیل کی کتاب کے شارح عبدالباقی نے بھی یہی لکھا ہے کہ سب سے
قریب رشتہ دار سے مراد مصنف کی یہ ہے کہ برادر عینی اور برادر علاقی کے حقوق مساوی ہین
کیونکہ باپ سے وہ درجہ قرابت مین برابر ہین۔

قریب القرابت اور بعید القرابت دونون وقف مین برابر پائینگے بشرطیکہ
وقف نامہ مین یہ شرط لکھی ہو ورنہ قریب القرابت بعید القرابت کو محجوب کردیگا۔

اس قاعدہ کو سمجھنے کے لیے شجرۂ ذیل لکھا گیا ہے۔

ابوالقاسم
- عبدالقادر
  - احمد
  - ابن علی
- یحیی
  - [illegible]
- العربی
  - سلیمان
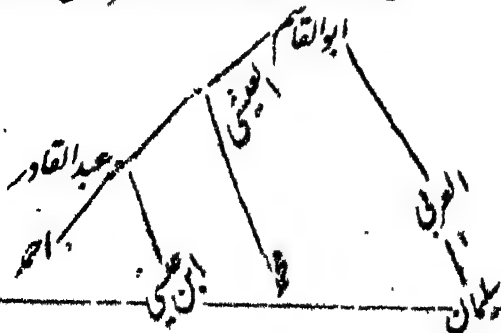
ابو القاسم واقف کی دو اولاد یعنی العزبی اور العیشی تھے وہ دونوں
مال وقف مین نصف نصف حصہ پانیکے مستحق ہوے - العزبی کے مرنیکے بعد منافع وقف دو حصون
پر تقسیم کیا گیا یعنے العیشی اپنے نصف حصہ پر قابض رہا اور سلیمان نے اپنے پدر متوفی العزبی
کا نصف حصہ پایا - العیشی کے دو بیٹے تھے عبد القادر اور محمد - عبد القادر اپنی باپ کی
حیات مین مرگیا اور دو بیٹے احمد اور عیسی چھوڑ گیا -

سوال - جو نصف حصہ العیشی کو ملا تھا وہ اب کسکو ملیگا -

جواب - اگر وقف نامہ مین کوئی خاص شرط نہین لکھی ہے تو محمد کو ملیگا اور کسی کو نہ ملیگا -
اسواسطے کہ اوسکے بھتیجے احمد اور عیسے واقف سے قرابت مین ایکدرجہ اوس سے بعید تر ہین
اور اپنے باپ کے قائم مقام نہین ہین کہ وہ پہلے ہی مرچکا تھا - اگر واقف نے یہ شرط
کی ہوتی کہ سب درجہ کی اولاد برابر پاسے گی یعنے قریب القرابت اور بعید القرابت سب
برابر پائینگے تو احمد اور عیسے اور محمد العیشی کا حصہ پانیکے بالشارکت مستحق ہوتے
اور ہر ایک اونمین سے ایک سدس منفعت وقف سے پاتا - یہ موافق اوس فیصلہ عدالت
البحیرس کے ہے جو ۲۵ مئی ۱۸۷۳ء کو صادر ہوا تھا -

ایک اور مثال لیجئے -
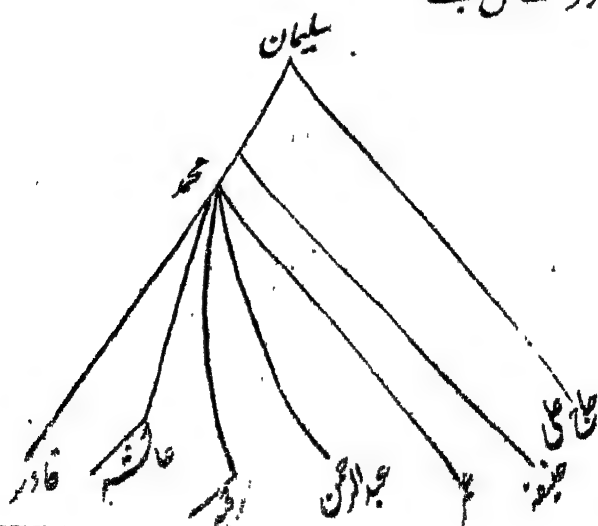
سلیمان نے اپنی سب اولاد پر بلا امتیاز ذکور و اناث وقف کیا اور جب اوسکی نسل مین کوئی نہ ہو تو اپنے دو بھائیون حاج علی اور محمد پر اور اونکی اولاد پر بلا امتیاز ذکور و اناث سلیمان لاولد مر گیا لہذا وہ وقف اوسکے دو بھائیون کو پہونچا۔ محمد مر گیا اور پانچ اولاد چھوڑ گیا اور اونھون نے وہ نصف جو اونکے باپ کا تھا باہم تقسیم کر لیا۔ بعد ازآن عبد الرحمن مر گیا اور صرف ایک بیٹی رقیہ چھوڑ گیا جسنے برخلاف عام قاعدہ میراث کے اپنے باپ کا پورا حصہ پایا۔ اوسکے بعد حاج علی لاولد مر گیا۔

سوال۔ حاج علی کا نصف حصہ کسکو ملیگا۔

جواب۔ قادر اور عائشہ اور عمر اور حنیفہ ایک ایک ربع پائینگے۔ اب ہی رقیہ وہ حاج علی کے حصے مین سے کچھ نہ پاوے گی کیونکہ وہ اوس سے قرابت مین ایک درجہ بہ نسبت اپنے چچاؤن اور پھپیون کے بعید تر ہے اور چونکہ قائم مقامی کی شرط نہین ہوی لہذا وہ اپنے باپ کے حق کا دعوے نہین کر سکتی جو پہلے ہی مر چکا تھا۔ یہ فیصلہ عدالت الجیرس نے ۲ اپریل ۱۸۶۷ء کو کیا تھا۔

جب موقوف علیہم مین سے کوئی شخص لاولد مر جاوے تو اوسکا حصہ سب سے قریب کے رشتہ دار کو ملیگا جیسا اس مثال سے ظاہر ہے۔ بعض اوقات واقف یہ تصریح کر دیتا ہے کہ ان دونون مین سے جو پہلے مر جاوے گا اوسکا حصہ دوسرے کو ملیگا مگر اکثر وقف نامون مین کچھ نہین لکھا ہوتا اور اس سکوت کے معنی عدالتین یہ سمجھتی ہین کہ گویا فقرہ مذکور بالا وقف نامہ مین لکھا ہے۔ مثلاً ایک شخص احمد ابن عبد القادر نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور جب اون مین سے ایک لاولد مر گیا تو اوسکا حصہ اوسکے چار بھائیون اور بہنون کو اسطرح ملا کہ ایک ایک ربع سب نے پایا اور یہ موافق فیصلہ مجلس سیدتہ مصدورہ ۳ ستمبر ۱۸۵۸ء کے ہوا۔ اسی طرح سے ایک وقف چند موقوف علیہم کو ملا اور جب اونمین سے ایک مر گیا تو جو زندہ رہے تھے اونمین جھگڑا ہوا جسکا فیصلہ عدالت الجیرس نے بذریعہ ڈگری مصدورہ ۲ دسمبر ۱۸۶۱ء یہ کیا کہ اوسکا حصہ اون لوگون پر برابر تقسیم کر دیا جاوے جو اوس سے درجہ

قرابت مین برابر ہون - اس فیصلہ کو قاضی حلقہ ۵ اے بتاریخ ۱۰ ستمبر اور ڈگری عدالت صدر ورہ ۲۵ جولائی ۱۸۶۸ء نے بجال رکھا ہے - اس مسئلہ کو حل کرنا اوسوقت کچھ مشکل نہین ہے جبکہ سب موقوف علیہم واقف کی نسل کے ایک شعبہ سے ہون اسواسطے کہ اون سب مین رشتہ قرابت موجود ہے اور وہ سب ایک دوسرے کے وارث ہین - مگر جن صورتون مین وہ موقوف علیہم جنکو واقف نے مقرر کیا ہی ایک ہی خاندان سے نہ ہون اور اونمین سے کوئی لاولد مرجاے تو اون صورتون مین کیا ہوگا کیا اوسکا حصہ اوسکے ساتھ کے موقوف علیہم کو ملیگا ؟ - اگر وقفنامہ مین کوئی ایسا فقرہ لکھا ہو جیسا ۱۸۶۸ء کے وقف نامہ مین لکھا تھا یا اور کوئی ایسی شرط لکھی ہو جس سے یہ قیاس ہو سکے کہ واقف کی مرضی یہ تھی کہ وقف اوس شخص کو ملے جو زندہ بچگیا ہے تو اس سوال کا جواب بصیغہ اثبات دیا جاے گا یعنے "ہان ملیگا" کہا جاے گا - یہ اوس اصول سے مستنبط ہوسکتا ہی جو خلیل ابن اسحق نے مقرر فرمایا ہی کہ "جو وقف دس آدمیون کے اس شرط سے کیا گیا ہو کہ اپنی مادام الحیات اوس سے منتفع ہون وہ اون سب کے مرنیکے بعد واقف پر عود کریگا اور اگر واقف نہ ہو تو اوسکے ورثہ کو ملیگا"

مگر جب ایسی کوئی شرط وقف نامہ مین نہ لکھی ہو تو موقوف علیہ مشترک کا دعوے نہ چلیگا اور متوفی کا حصہ اوسکے وارث کو ملیگا یا واقف پر عود کریگا اگر وراثت وجانشینی کی تصریح واقف نے نہ کی ہو جیسا اس عبارت سے ظاہر ہی کہ "جب وقف دو خاص آدمیون پر کیا گیا ہو اور اونکے بعد فقرا پر تو جب اون دونون مین سے کوئی جاییگا اوسکا حصہ فقرا کو دیا جاے گا"

## فصل دوم

### کون چیزین وقف ہو سکتی ہین -

خلیل ابن اسحق نے فرمایا ہے کہ سب قسم کا مال جسپر واقف اپنے تصرف با اختیار کو عمل مین لا سکتا ہے شرعاً وقف ہوسکتا ہی - بلکہ بعض علما نے اس سے بھی ترقی کر کے فرمایا ہے کہ جو

منفعت باربرداری کے جانورون یا گھوڑدون سے یا ان غلامون کی خدمات سے جو بیمارون کی تیمارداری کرین حاصل ہو وہ بھی وقف ہو سکتی ہے - آیا طعام خالص وقف ہو سکتا ہے یا نہین - اسکا جواب اس مسلہ پر موقوف ہے کہ آیا جائداد منقولہ کو وقف کرنا جائز ہے یا نہین - اس مسئلہ مین بڑا اختلاف کیا ہے - مگر عموماً اسمین اتفاق معلوم ہوتا ہے کہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوان وقف ہو سکتی ہین - اور پیرن صاحب نے لکھا ہے کہ مذہب مالکی مین یہی ہے - اور یہی اصول عدالت الجیرس کی ایک ڈگری مین قائم رکھا گیا ہے - خلیل ابن اسحق نے فرمایا ہے کہ کتاب کتب خانہ کے لیے اور گھوڑا جہاد کے لیے اور زرہ وقف کرنا جائز ہے - مگر وقف کے مقصود اصلی کے خیال سے اور اس خیال سے بھی کہ جب وقف کیا جاتا ہے تو واقف کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اصل جائداد امور مذہبی کے لیے قائم رکھی جاوے اور صرف اوسکی منفعت موقوف علیہم کو دیجاوے علمار نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو چیزین استعمال سے فنا ہو جائین یا چند مدت مین معدوم ہو جائین اونکو وقف کرنا نہین جائز ہے -

مگر ہر قسم کی جائداد منقولہ اوس وقت وقف ہو سکتی ہے جبکہ اوسکو بیچکر اوسکی قیمت سے کوئی جائداد غیر منقولہ خرید لیجاوے - آلات زراعت اور ہل جوتنے کے بیل اور جانور جو مقاصد زراعت کے لیے رکھے جائین وقف ہو سکتے ہین - اس مین کچھ اختلاف نہین ہے -

کسی خاص جائداد کا ایک جز بھی وقف کرنا جائز ہے - اور جب کوئی مکان وقف کیا گیا ہو اور اوسکا ایک حصہ واقف کا قرضہ ادا کرنیکے لیے فروخت کیا گیا ہو تو باقی وقف باقی رہے گا - وقف کرنیکے وقت واقف کا مال وقف پر فی الواقع قابض ہونا بھی کچھ ضرور نہین ہے - بلکہ آئندہ کے مال کو وقف کرنا بھی نہ صرف جائز ہے - یہ اصول الجیرس کے قاضی کے دو فیصلون مین جو ۱۸۶۳ء اور ۱۸۶۸ء مین صادر ہوے تھے قائم رکھا گیا ہے - ۱۸۶۸ء کے فیصلے مین یہ عبارت لکھی ہے

آدمی کو جائز ہے کہ اپنا کل مال جو اوسکے پاس ہو یا جو اوسکو آئندہ ملنے والا ہو خدا کی راہ مین وقف کردے مگر وہ وقف صرف اوس جائداد مین نافذ ہوگا جسپر موقوف علیہ کا قبضہ قبل وفات واقف ہوگیا ہو"

سیدی خلیل فرماتے ہین کہ "وقف ان الفاظ سے ہوسکتا ہے - وقفت یا تصدقت - یعنے مین وقف کرتا ہون یا صدقہ کرتا ہون - مگر ان صیغون مین شے موقوف کو بھی بیان کردینا لازم ہے -

باوجودیکہ وقف ایک امر اہم ہے مگر وقف مین کوی رسم شرعی ادا کرنا یا اوسکو مشہور کرنا کچھ ضرور نہین ہے - بلکہ گواہون کے سامنے وقف کرنا کافی ہے - مگر جواز وقف دو شرطون پر موقوف ہے - ایک یہ کہ وقف حیثیت کسی امر مذہبی یا کار خیر کی رکھتا ہو - دوسرے یہ کہ شئے موقوف منتقل کردی جاے اور واقف کے حقوق ملکیت اوس سے سلب ہوجائین - پہلی شرط تو عموماً حقیقت وقف کا نتیجہ ہے - لہذا جب وقف خاص اشخاص پر کیا جاے تو اوسکا مقصود آخری ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ حرمین شریفین یا مسجد یا کاروان سرا یا قبرستان یا کسی مشہد یا فقرا وغیرہ کے مصرف مین لایا جاے -

وقف نامہ مین عموماً یہ فقرہ لکھا جاتا ہے "جب وہ اشخاص جو موقوف علیہم مقرر کیے گئے ہین بالکل فنا ہوجائین تو یہ وقف فلان فلان شخص کو دیا جاے" واضح ہو کہ بعض امر مذہبی ایسا بھی ہوتا ہے جسمین خیرات کا خیال نہین شامل ہوتا - سیدی خلیل نے خاص یہ بات بیان کی ہے اور سیرن صاحب نے اسکی تشریح یہ کی ہے کہ اگر موقوف علیہم نہایت آسودہ حال ہون تو بھی وقف جائز اور موجب ثواب ہوگا -

دوسری شرط کی بہت تاکید لکھی ہے - یعنے لکھا ہے کہ "اگر موقوف علیہ کا قبضہ نکرادیا جاے تو اگرچہ وہ بالغ ہوچکا ہو تو بھی وہ وقف باطل ہے" محمد حاکم فرماتے ہین کہ "قبضہ کرادینا وقف کی شرط ضروری ہے اور اگر واقف اسمین غفلت یا چشم پوشی

کرے اور مالِ وقف کا انتظام اور اوسمین تصرف خود کرتا رہے تو اسی بات سے وقف باطل ہو جائیگا اور شرعاً ناجائز سمجھا جاے گا۔

ہبہ نامہ کی طرح وقف نامہ مین بھی ایک فقرہ اس مضمون کا لکھدیا جاتا ہی کہ موقوف علیہ نے قبضہ کرلیا۔ مگر یہ لکھدینا ثبوت قطعی قبضہ کا ہمیشہ نہین ہوتا بلکہ اوسکی تائید مین شہادت بھی ہونی چاہیئے۔ موقوف علیہ اگر بالغ ہو تو خود قبضہ کرے اگر نابالغ ہو تو اوسکا باپ یا ولی قبضہ کرے۔ جب وقف کسی امر مذہبی یا کار خیر کے لیے کیا جاے تو اوسکے منتظم یا ناظر کا قبضہ کرانا چاہیے۔ اقباض صرف اوس صورت مین ضرور نہین ہی جبکہ باپ نے اپنے نابالغ بیٹے پر وقف کیا ہو بشرطیکہ اور امور سے ثابت ہو جاے کہ وقف کرنے کا ارادہ تھا۔ یعنے (الف) یہ امر کہ وقف کی آمدنی موقوف علیہ کے فائدہ کے لیے صرف کی گئی ہی۔ (ب) یہ بات کہ باپ خود اوس سے نہین منتفع ہوتا رہا۔

الغرض قبضہ کرلینا ضرور ہی مگر کس زمانہ مین قبضہ کرنا چاہیئے حکم شرع یہ نہین ہے کہ وقف نامہ لکھنے کے ساتھہی قبضہ کرا دیا جاے۔ بلکہ صرف اتنا حکم ہے کہ قبضہ اوس ہنگام مین کرا دیا جاے جبکہ واقف مین وہ شرائط موجود ہون جنپر جواز وقف موقوف ہے یعنے جبکہ وہ مال وقف کو دینے کی قابلیت رکھتا ہو اور اوسپر اپنے حق ملکیت کو عمل مین لا سکتا ہو۔ خلیل ابن اسحق فرماتے ہین کہ "وقف اوس صورت مین باطل ہے جس صورت مین قبضہ قبل وفات واقف یا قبل لاحق ہونے اوس مرض کے جو باعث اوسکی موت کا ہوا ہو نہ کرلیا گیا ہو۔ واقف کو وقف مین شرائط کرنے کا اختیار ہے اور اون شرائط کی تعمیل واجب ہے۔ وہ اوس طریقہ کو مقرر کرسکتا ہی جس طریقہ سے وقف کا انتظام کرنا چاہیئے اور ایک شخص یا چند اشخاص کو اوسکے انتظام کے لیے مقرر کرسکتا ہی اور یہ قرار دے سکتا ہے کہ کس ترتیب سے یہ وقف کس کس کو ملے یا کس کس کام مین لایا جاے اور یہ لکھ سکتا ہے کہ اگر موقوف علیہ مفلس ہو جاے تو مال وقف کو منتقل کرسکتا ہے اور یہ شرط کرسکتا ہی کہ وہ بعض

صورتون مین وقف اوسکے ورثہ پر عود کریگا - پس یہانتک تو اوسکا اختیار ہے آگے نہین ہے
یعنے اگر وہ ایسی کوئی شرط کرے جو وقف کے خلاف ہو اور جس سے اوسکو یہ اختیار باقی رہے
کہ وقف کے شرائط کو بدل دے یا اوسکو منسوخ کردے یا جائداد غیر منقولہ کو پھیر لے - الغرض
اگر وہ کوئی ایسی شرط کرے جس سے وقف زائل ہوجاوے تو وہ شرط باطل و کالعدم ہے -

خلیل ابن اسحق کے نزدیک دوام وقف کی شرط ضروری نہین ہے
اور اونکی کتاب کے دو شارح یعنے الکرخی اور عبد الباقی نے یہ بھی لکھا ہے کہ چند روزہ اوقاف
بلکہ وہ اوقاف بھی جو سال بھر کے لیے یا کسی شخص کی حیات تک کیے گئے ہون شرعاً درست
اور جائز ہین - اور جب کوئی موقوف علیہ مقرر کیا گیا ہو تو ایسے اوقاف کی آمدنی بعد انقضائے
میعاد فقرا کو دیجاوے گی -

سوال - کیا وقف کو واقف صرف اپنی رائے سے منسوخ کرسکتا ہی اور کیا وہ وقف نامہ کے
فقرات مین موقوف علیہ کا قبضہ کرانے سے پیشتر کچھ تغیر و تبدل کرسکتا ہی -

اس سوال کا جواب فقہائے مالکی نے جن مین ابن الحاجب اور عبد السلام داخل ہین
بصیغہ نفی دیا ہے - وقف چاہیے جس طور سے کیا گیا ہو اوسکو اپنی ہیئت اصلی پر باقی رہنا چاہیے
اور اوسی ہیئت سے بلا ترمیم نافذ ہونا چاہیئے - اور اگر وقف نامہ کی عبارت مشکوک و مبہم یا
ناقص ہو یا اوسکے بہت سے معانی ہوسکتے ہون تو اوسکو قاضی پاس لیجانا چاہیئے اور
وہ رسم و رواج یا عرف کے موافق یا جس طریقہ سے اوسکا عملدرآمد اوسوقت تک رہا ہو اوسکے
موافق حکم دے گا -

## فصل سوم

### وقف کا اثر یا نتیجہ شرعی

جائداد کو وقف کرنے سے تین اثر پیدا ہوتے ہین - یعنے غیر قابل الانتقال اور نا قابل توریث
ہوجاتی ہے اور اوسپر کوئی دعوے نہین کرسکتا - اول وقف غیر قابل الانتقال اسوجہ سے ہی

کہ وہ صرف خدا کا مال ہو جاتا ہے گو ظاہرا اوس سے بندگان خدا کی نفع رسانی مقصود ہوتی ہے اور وقف علیہم
صرف اوسکی منفعت کے مستحق ہوتے ہین اور اوسکو منتقل نہین کر سکتے۔

مگر اس اصول سے چند امور مستثنیٰ ہین اگر مال وقف زمین یا کوئی جائداد
منقولہ ہو جو بیکار رہ گئی ہو تو اوسکو بیچکر اوسکی قیمت سے اور کوئی جائداد خرید لیجائے۔ اگر کسی مسجد
کو بڑھانا منظور رہے اور اوسکے بڑھانے کی تدبیر صرف یہ ممکن ہو کہ اوس سے ملحق زمین کو فروخت
کرکے اوسکی توسیع کے لیے سرمایہ بہم پہونچایا جائے تو اوسکو بیع کرنا جائز ہو جائے گا۔ اگر
موقوف علیہم مستحق ہون اور وقف کی آمدنی سے اونکی بسر اوقات نہ ہو سکے تو اس صورت مین اوسکا
انتقال قاضی کی اجازت سے ہو سکتا ہے بشرطیکہ واقف نے وقفنامہ مین اس مضمون کا کوئی فقرہ لکھدیا ہو
کہ اگر ایسا اتفاق پیش آئیگا تو بھی وہ جائداد باجازت قاضی منتقل ہو سکتی ہے۔

اگر مال وقف کی مرمت ضروری ہو تو اوسکے قرضخواہ مال وقف سے قرضہ لے سکتے
ہین۔ جب [illegible] تو [illegible] متعین وقف کے فائدہ کے لیے کسی کام مین
لگا دیا جائے [illegible] مال وقف کا [illegible] صرف اوسوقت جائز ہوگا جبکہ قاضی
دونون جائداد کی قیمت کو برابر سمجھکر اوسکو منظور کر لے۔ تب وہ جائداد جو مال وقف کے
[illegible] سے خریدی جائیگی اوسمین بھی وہی قاعدہ جاری ہوگا جو اصل وقف مین
جاری تھا اور اگر وہ وقف کسی خاص مقصد کے لیے کیا گیا ہو اور وہ مقصد فوت ہو جائے
تو وہ اور کسی ایسے مقصد [illegible] مین صرف کیا جائے گا جسکو حتے الامکان اوس وقف کے
مقصد اصلی کے مشابہ ہونا چاہیے۔ جب واقف ایک جائداد وقف کرکے اوسکی آمدنی سے
پل یا مدرسہ بنوانیکا حکم دے اور وہ پل یا مدرسہ سرکار بنوا چکی ہو تو اوس وقف کی آمدنی سے
اوسی قسم کی کوئی چیز بنوائی جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو اوس سے واقف کے مفلس اقربا
کی پرورش کیجائے گی اور عصبات کو ترجیح دیجائے گی۔

مال وقف غیر قابل الانتقال اوسوقت نہین باقی رہتا جبکہ وہ مقصد جسکے

مقصد سے وقف کیا ہے فوت ہو گیا ہو۔

اگرچہ موقوف علیہم مال وقف کو منتقل نہیں کرسکتے مگر اوس سے منتفع ہوسکتے ہیں اور اوسکی کل منفعت لے سکتے ہیں۔ اور اوسپر اصالتاً یا وکالتاً یعنے بذریعہ منتظم قابض رہ سکتے ہیں نہ موقوف علیہم اور نہ منتظم وقف مال وقف کا پٹہ یا ٹھیکہ طولانی میعاد کا دے سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ میعاد کا پٹہ یا ٹھیکہ سیدی خلیل کے نزدیک دو سال کا اور علماء کے نزدیک تین سال کا دیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ کہ اوس شخص کو دیا جاوے جو موقوف علیہ حال کے بعد موقوف علیہ ہوگا کہ اوسکو دس سال تک کا ٹھیکہ یا پٹہ دینا جائز ہے۔ لیکن اگر وقف کی مرمت کی ضرورت ہو تو اوسکے ٹھیکہ کی میعاد زیادہ ہوسکتی ہے۔ اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ جائداد وقفی کی مرمت ہمیشہ اچھی طرح کرنا چاہیئے اور موقوف علیہم اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ناظر یا متولی کو مجبور کرکے اوس مکان کو جو گرا جاتا ہو کرایہ پر دلوا سکتے ہیں اور اوسکے کرایہ کو بالکل اوسکی تعمیر جدید یا مرمت میں صرف کرا سکتے ہیں۔

(ب) دوسرا اثر وقف کا یہ ہے کہ مال وقف میں بادشاہ یا اور کسی شخص کا کوئی حق نہیں باقی رہتا۔

(ج) تیسرا اثر وقف کا یہ ہے کہ مال وقف ناقابل توریث ہوجاتا ہے اور اوسکے مستحق وہی لوگ ہوجاتے ہیں جنکو واقف نے لکھا ہے۔ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ ”جو قاعدہ مال وقف کی وراثت کا واقف نے مقرر کر دیا ہو اوسکی پابندی کرنی واجب ہے“۔ یہ قول سیدی خلیل کا ہے اور ابراہیم حلبی نے یہ فرمایا ہے کہ ”واقف اختیار کلی رکھتا ہے کہ منفعت وقف جسکو چاہے دے“۔

## باب چہاردہم

### احکام وقف موافق مذہب شافعی[1]

[1] یہ احکام کتاب منہاج الطالبین سے لیے گئے ہیں ۱۲۔ منہ

یہ ضروری ہے کہ واقف اپنی مرضی ظاہر کرنیکے قابل ہو اور اپنی جائداد مین تصرف کی قدرت رکھتا ہو اور ایسی چیز وقف کرے جسکا استعمال یا فائدہ دائمی ہو - لہذا اغذیہ یا عطریات وقف نہین ہوسکتے - باستثنار ان چیزون کے جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونون کا وقف جائز ہے - مشاع یعنے مال مشترک کا وقف جائز ہے - مگر پالو کتّا وقف کرنا نہین جائز ہے -

جو مکانات یا درخت دوسرے شخص کی زمین پر ہون اور اوس زمین پر اون مکانات یا درختون کے مالک کا قبضہ بوجہ یا ٹھیکہ کی بنا پر ہو اونکو وقف کرنا جائز ہے -

کسی شخص یا کسی قوم پر وقف کرنا اوسوقت ناجائز ہے جبکہ وہ شخص یا وہ قوم مال وقف پر قبضہ حقیقی یا مجازی نہ کرسکے - لہذا طفل نازائیدہ یا غلام پر وقف کرنا نہین جائز ہے -

اس اصول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ذمّی پر وقف کرنا جائز ہے مگر مرتد اور کافر حربی پر اور اپنے نفس پر وقف کرنا نہین جائز ہے - کسی امر غیر مباح کے لیے بھی وقف کرنا نہین جائز ہے مثلاً یہود و نصاریٰ کے معابد بنانیکے لئے وقف کرنا جائز نہین ہے مگر یہود و نصاریٰ کے شفاخانہ پر ایک کار خیر سمجھکر وقف کرنا جائز ہے - اغنیار اور فقرا اور علمار اور مساجد اور مدارس ان سب پر وقف کرنا جائز ہے -

وقف کا ارادہ ایسے صاف الفاظ سے ظاہر کرنا چاہیئے "مینے اس چیز کو وقف کیا" یا "میری ملکیت فلان شخص پر وقف ہے" لفظ وقفت کے علاوہ حرمت اور تصدقت بھی صاف وقف پر دلالت کرتے ہین اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ میری چیز فروخت یا ہبہ نہ کیجاسکے - کہ مینے اسکو راہ خدا مین بخشدیا یا وقف کیا" مگر فقط دینے کا لفظ وقف پر صاف دلالت نہین کرتا ہے گو واقف کی نیت وقف کرنیکی ہو -

لفظ صرف اوس وقف مین کافی ہوگا جو کسی شخص یا چند اشخاص پر نہ کیا جاے بلکہ کسی قوم پر یا سب بندگان خدا پر علے العموم کیا جاے مگر اوسکے ساتھ وقف کا ارادہ بھی شرط ہے "مینے اس شے کو محرم کیا" یا "مین چاہتا ہون کہ یہ ابدآلاباد تک اسی حالت مین رہے" یہ الفاظ صاف وقف پر نہین دلالت کرتے ہین۔ مگر "مین اس جائداد کو مسجد کے لیے رکھتا ہون" ان الفاظ سے البتہ وہ جگہ مسجد کے لیے وقف ہوجائیگی۔

جو وقف کسی شخص خاص کو کیا جاے وہ کامل نہین ہوتا تا وقتیکہ قبول نہ ہوجاے اور اس قبول کو چاہیے کہ ایجاب سابق کے بعد وقوع مین آئے "مین اپنی اس زمین کو سال بھر تک وقف کرتا ہون" ان الفاظ سے وقف کرنا باطل ہے۔ لکن اگر ان الفاظ سے وقف کیا جاے کہ "مین اپنی اولاد پر وقف کرتا ہون یا فلان شخص پر اور اوسکے بعد اوسکی اولاد پر وقف کرتا ہون" اور کچھ نہ کہا جاے تو ایسا وقف اوس خاندان کے فنا ہوجانے کے بعد بھی بعینہ باقی رہےگا۔ سبب اوس وقف کا مقصد فوت ہوجاے اور موقوف علیہم مین سے کوئی نہ باقی رہے تو اوسکی منفعت واقف اور اسکے سب سے قریب رشتہ دار پر عود کریگی علاوہ براین مذہب شافعی مین وہ اوقاف باطل ہین جنکی منفعت کا کوئی ایسا قابض نہ مقرر کیا گیا ہو جو فوراً اوس پر قبضہ کرسکے۔ مثلاً اگر وقف ان الفاظ سے کیا جاے کہ "مین اوس اولاد پر وقف کرتا ہون جو میرے یہان پیدا ہوگی" تو ایسا وقف ناجائز ہے کیونکہ اس وقف پر کوئی قبضہ کرنیوالا نہین ہے۔ لکن اگر درمیانی موقوف علیہم مین سے کوئی فوت ہوجاے تو وقف باطل نہ ہوجاےگا۔

جس وقف کا کوئی مقصد نہ ہو وہ معتبر نہین ہے اور نہ وقف ایسے امر اتفاقی پر موقوف ہوسکتا ہے جو شاید کبھی وقوع مین نہ آئے۔ مثلاً "مین اس شرط سے وقف کرتا ہون کہ زید آجاے" اور وقف مین اختیار مشروط بھی باطل ہے۔ اور جو شرائط مقرر کیے جائین اونکی تعمیل ایمانداری سے کرنی چاہیے جیسے مثلاً واقف نے یہ شرط

کر لی ہو کہ یہ زمین وقفی کرایہ یا پٹہ پر نہ دیجاسے یا جو مسجد اوسنے بنوای ہے وہ کسی مذہب خاص شلاً مذہب شافعی کے عبادات کے لیے مخصوص رہے۔ آخر الذکر صورت مین صرف وہ لوگ جو مذہب شافعی رکھتے ہین اوس مسجد کی منفعت مین شریک ہو سکتے ہین۔ یہی قاعدہ مدرسہ یا سرا سے کے باب مین بھی جاری ہوگا۔ جب دو شخصون پر وقف کیا جاسے اور اونکے بعد غربا پر تو جب اون دونون مین سے کوی مرجاسے اوسکا حصہ منفعت وقف مین دوسرے شخص کو ملیگا جو زندہ رہگیا ہے غربا کو نہ ملیگا بلکہ غربا اوس سے اوسوقت منتفع ہونگے جبکہ وہ دونون آدمی مرجائین۔ اس مسئلہ کی تائید خود امام شافعی نے فرمائی ہے۔

جب وقف ان الفاظ سے کیا جاسے کہ "یہ وقف میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر ہے" تو اوسکی منفعت واقف کی اوس اولاد اور اولاد کی اولاد مین جو وقف کرنے کے وقت موجود ہو برابر تقسیم کردی جاسے اور جب یہ الفاظ "جو اونکی نسل سے ہوں" یا بطناً بعد بطن" بڑھا دیے جائین تب بھی یہی ہوگا۔ لکن برخلاف اسکے جب واقف نے یہ الفاظ کہے ہون کہ "میری اولاد پر اُسکے بعد اوسکی اولاد پر اوسکے بعد اوسکی اولاد پر یکے بعد دیگرے" یا "پہلی اولاد پر پہلے" تو پشتین ایک دوسرے کے بعد وقف کی منفعت پائین گے اور پہلی پشت کے لوگ سب سے پیشتر پائین گے۔ جب وقف صرف اولاد پر کیا گیا ہو تو اولاد کی اولاد کا اوس مین کچھ حق نہین ہے۔ اور الفاظ نسل "پشت" "ورثہ بطن" اولاد احفاد" مین وہ اولاد بھی داخل سمجھی جاسے گی جو واقف کی بیٹی کی نسل سے ہو مگر یہ کہ واقف نے لکھدیا ہو کہ "وہ اولاد کی اولاد جو میرے نام سے پکاری جاسے" جب واقف نے چند الفاظ کے پیشتر کوی ایسا لفظ کہا ہو جو سب سے مناسبت رکھتا ہو تو وہ سب سے متعلق سمجھا جاسے گا۔ مثلاً واقف نے کہا ہو کہ "مین اونپر وقف کرتا ہون جو میرے پیارے ہین میرے لڑکے اور پوتے اور بھائی" تو واقف نے اپنی اولاد اور اوسکی اولاد اور لپنے بھائیون کو اپنے پیارے کہا ہے۔ یہی جب بھی ہوگا جبکہ

چند الفاظ کے بعد اور کوئی ایسا فقرہ واقف نے کہا ہو جو نسب سے مناسبت رکھتا ہو بشرطیکہ ان الفاظ مین اتصال واو عاطفہ (اور) کے ذریعہ سے ہوا ہو۔ مثلاً واقف کہے کہ ”مین اپنے اولاد پر اور اپنے بھائیون پر جو میرے پیارے ہین وقف کرتا ہون،، یا یہ کہے کہ ”بشرطیکہ ان مین سے کوئی شخص فاسق و فاجر یا بدمعاش نہ ہو“

مال وقف کا مالک اللہ تعالی پر منتقل ہوجاتا ہے یعنے اوس مال مین اوسوقت سے کسی آدمی کا کوئی حق نہین باقی رہتا۔ اور اوسوقت سے وہ نہ وہ واقف کا مال رہتا ہے نہ موقوف علیہ کا صرف وقف کی منفعت موقوف علیہ کا مال ہوتا ہے اور اوسکو اختیار ہے کہ خواہ اوس سے خود منتفع ہو خواہ کسی اور شخص کے ذریعہ سے اوسکا فائدہ حاصل کرے یعنے اوس مال کو عاریتاً یا استاجرانہ دے دے

جو شخص وقف کی منفعت پر قابض ہو وہ جائداد وقفی کا لگان یا کرایہ یا جو کچھ اوسمین پیدا ہو جیسے میوہ یا اون یا دودھ یا جانورون کے بچے ان سب چیزون کا مستحق کامل ہے اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وقفی جانورون کے بچے بھی وقف ہوجاتے ہین۔ جب کوئی وقفی جانور مرجاے تو اوسکی کھال قابض منفعت وقف کا مال ہے۔ مگر شافعیہ کے نزدیک غلام وقفی کے قاتل سے جو دیت یا خون بہا ملنا چاہیئے وہ قابض منفعت وقف کا مال نہین ہے بلکہ اوسکو چاہیئے کہ اوس روپیہ سے ایک اور غلام خریدے جو بعوض غلام مقتول کے وقف ہوجائے گا اور اگر یہ غیر ممکن ہو تو اوسکو چاہیئے کہ غلام مقتول کے عوض مین اوسکے خون بہا کے روپیہ سے کوئی جزو غیر منقسم کسی غلام کا خریدے

شافعیہ کے نزدیک درخت کا وقف اوسکے خشک ہوجانے کے بعد بھی نہین زائل ہوتا کیونکہ درخت کے خشک ہوجانے سے اوسکی لکڑی نہین بیکار ہوجاتی گو بعض علماء شافعیہ کا یہ قول ہے کہ اوس درخت کو نیلام کرکے اوسکا روپیہ اوسی طرح صرف کیا جاے جسطرح غلام مقتول کا خون بہا کا روپیہ۔ پرانی مسجد کی چٹائیان اور ٹوٹی ہوئی

دھنیان بک سکتی ہین مگر یہ صرف اس شرط سے جائز ہے کہ یہ چیزین ہمیشہ سوختنی کے کام مین نہ لائی جائین۔ جس زمین پر کوئی مسجد بنی ہو وہ کسی حال مین بنیں فروخت ہوسکتی گو وہ مسجد منہدم ہوگئی ہو اور اوسکو از سر نو بنوانا غیر ممکن ہو۔

جب وقف کا انتظام واقف نے اپنے لیے مخصوص رکھا ہو یا کسی تیسرے شخص کے سپرد کیا ہو تو واقف کے منشا رکی تعمیل کرنی چاہیئے لکن اگر واقف نے ایسی کوئی شرط نہ کی ہو تو مذہب شافعی مین یہ حکم ہے کہ اوسکا انتظام قاضی کے سپرد کرنا چاہیئے منتظم وقف کو چاہیئے کہ عادل اور ثقہ ہو اور اوسکو انتظام کی قابلیت جسمانی و نفسانی دونون رکھتا ہو یعنے قوت بدنی اور عقل سلیم رکھتا ہو۔ منتظم کا کام یہ ہے کہ مال وقف کی حفاظت اور استحکام کرے اور اوسکے محاصل کو وصول اور تقسیم کرے لکن اگر صرف انتظام جزئی اوسکے سپرد کیا گیا ہو تو اوسکو اپنے حدود اختیار سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔ واقف کو ہر حال اختیار ہے کہ منتظم وقف کو معزول کرکے دوسرے شخص کو اوسکی جگہہ پر مقرر کرے مگر یہ کہ خود اوسنے وقفنامہ مین اوسکو منتظم مقرر کردیا ہو۔ جو ٹھیکہ یا پٹہ منتظم وقف نے دیا ہو وہ بعینہ ویسا ہی رہیگا گو نرخ گران ہو گیا ہو یا کوئی اوس سے زیادہ دینے کو کہے۔

## پندرہوان باب

### وقف کا دستور العمل

شرع محمدی مین بہت صاف احکام اس باب مین موجود ہین کہ موقوف علیہ یہ حق رکھتا ہی کہ کسی جائداد کے وقفی ہونیکا اعلان عدالت سے کرالے یا کسی وقف کی آمدنی مین حصہ پانیکا استحقاق اپنے تئین ثابت کرے۔ حکم شرع یہ ہے کہ ہر موقوف علیہ ہر وقت قاضی کی خدمت مین جاکر اپنے حق شرعی کا دعوے کرسکتا ہے اور اسکی کچھ قید نہین ہے کہ کس طریقہ سے وہ دعوے کرسکتا ہے۔ مگر ہندوستان کے واضعان قوانین نے بعض قسم کے اوقاف کے باب مین چند قواعد مقرر کردیئے ہین جو غور طلب ہین علے الخصوص جبکہ ہائی کورٹ کلکتہ اور ہائی کورٹ

الہ آباد مین وقف کے ضابطہ کے نسبت اختلاف ہوا ہے -

بلاد اسلام مین یہ دستور رہے کہ اوقاف عامہ جنکی منفعت مین سب لوگ عموماً شریک ہین اونکا اختیار اور انتظام اور نگرانی ایک خاص عہدہ دار سرکاری سے متعلق کیجاتی ہے جسکو ناظر اوقاف کہتے ہین - مگر قاضی بحیثیت قائم مقام سلطان سب اوقاف عامہ و خاصہ کا کیوسیٹ یعنے منتظم عام ہوتا ہے - جب سرکار انگریزی کی عملداری پہلے پہل ممالک بنگالہ مین بہ ماتحتی پادشاہ دہلی ہوئی تو اوسوقت بہت سے اوقاف اس ملک مین جابجا پائے گئے جو بادشاہان وقت یا والیان ملک نے کئے تھے - چند عرصہ تک تو وہ اوقاف اوسی بد انتظامی کی حالت مین رہے جو زوال سلطنت اسلامیہ کے باعث سے پیدا ہوئی تھی - مگر ۱۸۱۰ء مین معلوم ہوا کہ ان اوقاف کے تحفظ اور ابقا کے لیے ایک قانون جاری کرنا ضرور ہے - اور اس غرض سے قانون ۱۹ ۱۸۱۰ء پاس ہوا - اوسکے مقاصد اوسکی تمہید سے بخوبی ظاہر ہین -

۱۸۶۳ء مین گورنمنٹ نے تمام اوقاف مذہبی ہنود و اہل اسلام سے قطع تعلق کرلینا مناسب تصور فرمایا اور صرف اون اوقاف کو اپنے اختیار مین رکھا جو مقاصد دنیوی کے لیے عمل مین آئے تھے کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ ایک عیسائی گورنمنٹ کو ہنود اور اہل اسلام کے اوقاف دینی سے تعلق رکھنا خلاف قاعدہ اور خلاف مصلحت ہے - اس غلط حکمت عملی کو نافذ کرنے کے لیے ایکٹ ۲۰ ۱۸۶۳ء پاس کیا گیا - اس ایکٹ کی تمہید اور ابتدائی دفعات مین اسکا منشا قطعی طور سے بیان کیا ہے اور اسمین کچھ شک نہین ہے کہ اسکا اثر اون اوقاف پر محدود رکھا گیا تھا جو اون متولیون پر منتقل کردیے گئے تھے جو اس ایکٹ کے دفعات ۴ سے ۷ تک کے موافق مقرر ہوے تھے - چنانچہ اسی ایکٹ کی روسے مقدمہ[۱] دلروس بانو بیگم بنام سید اصغر علیخان کا فیصلہ کیا گیا تھا اور اوس فیصلہ مین یہ بھی لکھا تھا کہ

---

[۱] لا رپورٹ بنگالہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۷ منہ -

جب ایسا انتقال وقوع مین آیا ہو تو جن اشخاص کا ایسے اوقاف مین کچھ حق ہو وہ عدالت سے
اجازت لیکر اونکے متولی یا منتظم پر نالش کرسکتے ہین[1] اور کوئی نالش مسموع نہ ہوگی تاوقتیکہ
بموجب دفعہ ۱۸ اوسکی عدالت سے اجازت نہ لی گئی ہو۔ مگر جب اوقاف کی حراست اون
متولیون سے منتعلق کردی گئی ہو جو حسب منشاء ایکٹ ہذا مقرر کیے گئے ہون تو نالش کی اجازت
لینے کی کچھ ضرورت نہین ہے سفی الواقع دفعہ ۱۴ سے ۱۷ تک کے بموجب جو انتقال عمل مین
آیا ہو وہ معیار اس امر کا سمجھا جاتا تھا کہ آیا یہ وقف از قسم اوقاف عامہ ہے یا نہین ہے۔ اگر
اوسکا انتظام یا حراست بورڈ آف ریونیو نے حسب منشاء قانون ۱۹ سنہ ۱۸۱۰ء اختیار کی ہوتی
اور بعد ازان متولیون پر بموجب ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء منتقل کردی ہوتی تو بادی النظر مین وہ وقف
ایسا قرار پاتا جسکی منفعت مین حصہ پانیکے مستحق خاص و عام ہوتے جو اصول بمقدمہ لر وسن بانو بیگم
بنام سید اصغر علیخان[2] درباب نوعیت اور منشاء ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء کے مقرر کیا گیا ہے وہ
بمقدمہ جان علی[3] بنام رام ناتھ منڈل ضمناً منسوخ کردیا گیا ہے۔ اس مقدمہ مین جو فیصلہ
ہوا ہے اوسکا مفاد یہ ہے کہ ہر ایک مسجد یا شوالہ یا کالج یا اور کوئی مذہبی کارخانہ جسکے
مصارف کے لیے شاہان سابق نے یا اور اشخاص نے زمین وقف کی ہو وہ اس ایکٹ کے
منشاء مین داخل ہے لہذا ان مین سے کسی چیز کی نسبت نالش نہین دائر ہوسکتی تاوقتیکہ دفعہ
۱۸ اسکے بموجب پہلے عدالت سے اجازت نہ حاصل کرلیجاوے۔ ظاہرا یہی نظیر ایک اور
مقدمہ[4] مین بھی قبول کی گئی جسکا فیصلہ ہائی کورٹ کلکتہ نے کیا تھا۔ اس مقدمہ مین جسنے
نے بحیثیت متولیہ چند قطعات اراضی پر قبضہ دلا پانیکی نالش کی تھی اور یہ بیان کیا تھا
کہ یہ اراضی وقفی ہے اور اسکی منفعت راہ گیرون اور مسافرون کو کھانا کھلانے اور مسجد اور
درگاہ مین روشنی کرنے اور نماز عیدین مین صرف کیجاتی ہے اور وہ منفعت امور دائمی

[1] مقدمہ کاظمی بیگم بنام بی بی صاحب جان — سو یکلی رپورٹر جلد ۹ صفحہ ۱۲۳ ۔ [2] مقدمہ [3] انڈین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ
جلد ۹ صفحہ ۳۲ ۔ مقدمہ [4] لطیف النساء بی بی بنام نظیرن بی بی — انڈین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۱۱ صفحہ

مین کبھی نہین صرف کیجاتی اور مدعیہ نے یہ بھی بیان کیا کہ پہلے اوسکا شوہر متوفی متولی تھا اور
اوسکی وفات کے بعد اوسکے سوتیلے بیٹے نے اراضی وقفی پر قبضہ کرکے اوسکا مقرری پٹہ بنام
مدعا علیہ نمبر ۲ کے لکھدیا - لہذا مدعیہ نے یہ استدعا کی کہ اراضی متنازع فیہ وقفی قرار دیجاے اور
اوسکی بیع اور پٹہ منسوخ کیا جاے

مدعیہ یہ ثابت کرنے مین کامیاب ہوی کہ ہر چہار قطعات اراضی متنازع فیہ
وقفی ہین اور اونکی ڈگری عدالت ابتدای سے حاصل کی اور اوس ڈگری کو صاحب جج نے
اپیل مین بحال رکھا - جب اس مقدمہ کا اپیل خاص ہای کورٹ کلکتہ مین ہوا تو مدعا علیہم کی
طرف سے یہ بیان کیا گیا کہ مدعیہ کا کوی حق کافی نہین ہے جسکے دلاپانیکی نالش اوسنے کی
ہے - اس بحث کو عالم ججون نے قبول فرماکر مدعیہ کا دعوے بوجوہ ذیل خارج کیا -

وہ اس مقدمہ مین عرضی دعوے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقف کسیقدر
کارہاے خیر کے لیے اور کسیقدر امور مذہبی کے واسطے کیا گیا تھا - جہانتک یہ وقف
راہ گیرون اور مسافرون کو کھانا کھلانے کے لیے تھا وہانتک تو یہ وقف جمہور خلائق
کے فائدہ کے لیے تھا لہذا اس سے رفاہ عام متصور تھا - مدعیہ کی نالش کا مقصد یہ ہے
کہ متولی کو نکال کر اپنے تئین اوسکے مقام پر مقرر کرا ے اور یہ جائداد اوسکو سپرد کردیجاے
- دفعہ ۵۳۹ مجموعہ ضابطہ دیوانی اس قسم کی نالش سے متعلق ہے جو فی الحقیقت انتظام
کی نالش ہے اور ایسی نالش فقط اسی دفعہ کے احکام کے موافق دائر ہوسکتی ہے - لیکن
اگر یہ فرض کرلیا جاے کہ اس مقدمہ مین جس وقف پر تنازع ہے نہ تو وہ وقف کسی کار خیر کے
لیے ہے کہ دفعہ ۵۳۹ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے منشا مین داخل ہوسکے اور نہ کسی امر
مذہبی کے لیے ہے کہ ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ع کے منشا مین داخل ہوسکے تو بھی مدعیہ تنہا یہ نالش
نہین کرسکتی کہ متولیہ مقرر کیجاے اور اس جائداد پر اسکا قبضہ کرادیا جاے - عدالت
ابتدائی نے یہ تجویز کیا ہے کہ مدعیہ اس وجہ سے یہ نالش دائر کرنے کی مستحق تھی کہ وہ مکرم علی

سابق کی زوجہ ہے مگر ہمارے نزدیک یہ وجہ کافی نہین ہے۔ اگر ہم مدعیہ کو یہ سمجھین کہ اوسنے بطور اوس شخص کے نالش کی ہے جو اس وقف مین کچھ حق رکھتا ہے تو خود اوسکے عرضی دعوے سے ظاہر ہے کہ اور اشخاص بھی اس مین حق رکھتے ہین پس وہ صرف اون سب اشخاص کی طرف سے نالش کر سکتی ہے جو اس وقف مین حق رکھتے ہین اور ایسی نالش کرنیکے لیے اوسکو چاہیئے تھا کہ عدالت سے اجازت لیتی اور دوسرے طور سے بھی احکام دفعہ ۳۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی تعمیل کرتی۔ مگر جب اوسنے ایسا نہین کیا تو ہمارے نزدیک نالش کرنیکا حق نہ رکھتی تھی۔ پس چاہیے جس حیثیت سے اس نالش کو دیکھیے ہمارے نزدیک یہ مناسب طور سے نہین دائر کی گئی اور چل نہین سکتی۔

یہ راے ہای کورٹ کی شرع محمدی کے موافق نہین معلوم ہوتی

کیونکہ اسمین وہ قیود رکھے ہین جو شرع محمدی مین معتبر نہین ہین۔ ہای کورٹ کلکتہ کی اس راے سے ہای کورٹ الہ آباد نے اختلاف کیا ہے اور یہ تجویز فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ اثبات وقف یا اوسکی منفعت مین اپنے حصہ کی نالش کرے۔ بمقدمہ[1] ظفریاب علی بنام بختاور سنگھ بعض مسلمانون نے ایک تکیہ دلاپانیکی نالش کی جو بخت علی شاہ کا تکیہ مشہور تھا اور یہ استدعا کی کہ کفالت نامہ مورخہ ۲۰ مئی ۱۸۶۸ء اور ڈگری مصدرہ ۱۸۶۸ء اور نیز بیع محکومۂ عدالت واقع ۳۰ مئی ۱۸۶۸ء یہ سب چیزین منسوخ فرمائی جائین اور دونون دیوارین گرادی جائین اور مدعا علیہم بیدخل کیے جائین۔ ادنھون نے اپنے عرضی دعوے مین لکھا تھا کہ جائداد متنازع فیہ وقفی ہے جسمین ایک مسجد یا امام باڑہ اور ایک قبرستان یا تکیہ داخل ہے جسمین بہت سی قبرین ہین۔ اور مدعا علیہ نمبر (۱) نے جو منتظم اوس جائداد وقفی کا تھا اور مدعا علیہم نمبر ۲ و ۳ و ۴ کے مورثان نے اس تکیہ مین کو مدعا علیہ نمبر ۵ پاس مکفول کیا جسنے نفاذ کفالت کی ڈگری حاصل کرکے

---

[1] انڈین لا رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۴۹۷ سلسلہ الہ آباد ۱۲ منہ۔

اوس زمین کو فروخت کردیا اور اوسکو خود مدعا علیہ نمبر ۵ اور مدعا علیہم ۶ و ۷ نے خرید لیا
اور مدعا علیہ نمبر ۵ نے اوس زمین پر قبضہ حاصل کرکے دو دیواریں بنوائیں جس سے انکے
مقاصد مین حرج واقع ہوا جن مقاصد کے لیے یہ زمین دراصل وقف کی گئی تھی اور مدعیان
ان سب کارروائیون سے ۴ جنوری ۱۸۸۲ء کو واقف ہوے تب یہ نالش دائر کی
مدعا علیہم نے یہ جواب دیا کہ مدعیان ایسی نالش کرنے کے مجاز نہ تھے۔ عدالت ابتدائی
نے یہ تجویز کیا کہ مدعیان ایسی نالش کرنیکے مجاز ہین اور تقریر ذیل لکھی
"یہ دستور عام ہے کہ ہر فریق جسکی حق تلفی ہوی ہو اپنی دادرسی کی استدعا
کرسکتا ہے۔ اسی اصول کے موافق ایک گروہ مسلمانون کا جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے
اس بات پر آمادہ ہوا ہے کہ مدعا علیہم پر عدالت مین نالش کرکے اپنی دادرسی کا مستدعی ہو
جو کارروائی مدعیان نے اس مقدمہ مین کی ہے وہ ازروے شرع محمدی جائز ہے
ہر مسلمان اپنے عقائد مذہبی کے بموجب اسکا مستحق ہے کہ وقف عام کو غیر لوگون کے
ہاتھ سے بچاوے۔
مگر اپیل مین صاحب جج نے عدالت ابتدائی کا فیصلہ منسوخ کرکے تجویز کیا
کہ مدعیان کوئی حق نالش کا نہین رکھتے ہین جج نے تقریر ذیل بھی لکھی۔
"وہ بلحاظ اوس مقدمہ کے جسکا فیصلہ چند روز ہوے کہ ہیر سیڈنسی
کورٹ نے کیا ہے یعنے مقدمہ جان علی بنام رام ناتھ منڈل میری راے یہ ہے کہ مدعیان
کوئی حق اس نالش کا نہین رکھتے ہین جو اونھون نے اس غرض سے دائر کی ہے کہ جائداد
متنازع فیہ وقفی قرار پاکر اونکے حوالہ کردی جاوے۔ وہ متولی ہونیکے مدعی نہین ہین
نہ اس وقف مین کوئی خاص حق رکھتے ہین نہ اونھون نے کوئی وقف نامہ پیش کیا ہے
میرے نزدیک یہ مقدمہ ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء کے منشا مین نہین داخل ہے کیونکہ مدعیان
کو منتظم وقف پر خیانت کی نالش کرنی نہین مقصود ہے گو اونھون نے منتظم مذکور کو اپنا

عرضی دعوے مین اس غرض سے شامل کیا ہے کہ اوسکی دستاویز منسوخ کردی جاے - اور اگر یہ نالش ایکٹ مذکور کے منشا مین داخل ہے تو بھی یہ بے قاعدہ ہے کیونکہ اس عدالت مین درخواست دیگر نالش دائر کرنے کی اجازت نہین طلب کی گئی ہے - اگر یہ کہا جاے کہ ایک وقف عام مین خیانت ہوی ہے تو بھی صاحب کلکٹر کی اجازت حسب دفعہ ۵۳۹ ایکٹ مذکور حاصل کرنی چاہیے تھی مگر یہ نہین کیا گیا ہے قطع نظر اسکے مدعیان نے اپنی عرضی مین کسی مقام پر کسی خاص حق نالش کا دعوے نہین کیا ہے نہ یہ لکھا ہے کہ ہم اس مسجد مین جاتے ہین یا اسمین جانیکا حق رکھتے ہین بلکہ بنار مخاصمت صرف یہ لکھی ہے کہ ہمنے سنا ہے کہ مدعا علیہم کے نام یہ جائداد منتقل کی گئی ہے - اگر یہ دعوے مدعا علیہم نے کیا ہوتا تو عدالتین اسکا فیصلہ کرسکتین - مگر جس بات پر اس مقدمہ مین بحث ہے یعنے یہ امر کہ آیا ایک مقام عبادت گاہ عام ہے یا نہین ہے اس امر کا تصفیہ کرنا صاحبان ہینو سپل کمشنر کو زیادہ تر مناسب ہے و نیز ایسا کرنا زیادہ تر موافق منشار قانون کے ہوگا - اسوجہ سے مین اس مقدمہ کو خارج کرتا ہون "

اپیل ثانی مین مدعیان نے یہ بحث پیش کی کہ (۱) چونکہ ہم سب مسلمان ہین لہذا ہم یہ نالش کرنیکے قانوناً مجاز ہین - (۲) ہمکو اوس ضابطہ کی پابندی کرنی فرض نہین ہے جو دفعہ ۵۳۹ مجموعہ ضابطہ دیوانی مین لکھا ہے کیونکہ اوس دفعہ کو اس نالش سے کچھ تعلق نہین ہے - (۳) عدالت ماتحت اپیل اس نالش کے منشار کو غلط سمجھی ہے کیونکہ اسمین اوس قسم کی دادرسی کی استدعا نہین کی ہے جو دفعہ مذکورہ مین لکھی ہے

ہائی کورٹ الہ آباد نے عدالت ماتحت اپیل کے فیصلہ کو منسوخ کر کے یہ تجویز لکھی ہے -

" چونکہ مدعیان مسلمان ہین اور اس مسجد مین جانیکے اور تعمیرات مذہبی جو اس وقف سے متعلق ہین اونکو استعمال مین لانیکے مستحق ہین لہذا وہ یہ نالش صریحاً

دائر کرسکتے ہین اور دفعہ ۵۳۹ ایسے مقدمہ سے نہین متعلق ہے - بلکہ یہ وقف ہماری رائے مین ایک مذہبی وقف ہے اور دفعہ ۲۴ ایکٹ ۱۸۷۱ء کے منشا مین داخل ہے پس اسمین شرع محمدی جاری ہوگی - لہذا ہم اس مقدمہ کو حسب دفعہ ۵۶۲ واپس کرتے ہین کہ اسکی تحقیقات رو داد پر کیجاوے -

اوسکے بعد ہای کورٹ الہ اباد کے اجلاس کامل مین ایک اسی قسم کا فیصلہ[1] مقدمہ جواہر بنام اکبر حسین ہوا - اس مقدمہ مین اس امر پر خوب بحث ہوئی کہ آیا مسلمان یہ حق رکھتا ہی کہ مسجد مین نماز پڑھنے کا حق ثابت کرنیکے لیے نالش دائر کرے -

مدعی نے عرضی دعوے مین لکھا تھا کہ اوسکے ایک گاؤن مین ایک مسجد کہنہ و شکستہ ہے جو مسلمانون کے نماز پڑھنے کے لئے بنائی گئی تھی اور جسکی حفاظت اور مرمت خود مدعی اور اور مسلمان باشندے اوس موضع کے کیا کرتے ہین اور چونکہ یہ مسجد اور اسکے ملحقات مال وقف ہے لہذا یہ اوس گاؤن کے بٹوارہ سے خارج رکھی گئی ہے اور مدعی کا قصد اوس مسجد کی مرمت کرنیکا ہے اور مدعا علیہم نے اوسکی زمین کے ایک حصہ کا احاطہ بنوالیا ہے اور اوسکے ایک حصہ مین ایک چکی بھی گاڑی ہے - اور اونھون نے ایک چھپر ڈالکر اوس مسجد کو ایک پیال جمع کرنیکی کوٹھری بنالیا ہی اور یہ سب کارروائی اونھون نے ناجائز طور سے کی ہی اور مدعی نے مدعا علیہم سے شکایت کی اور کہا کہ اس پیال وغیرہ کو اوٹھا لیجاؤ مگر اونھون نے مدعی کی بات پر کچھ اعتنا نہین کی اور مدعی کو مرمت نہ کرنے دی اور مدعا علیہم کی اس ناجائز کارروائی سے اس جائداد وقفی مین ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہی اور دین اسلام کی توہین کا باعث ہی -" یہ امور بیان کرکے مدعی نے استدعا کی کہ عدالت میرے حق کا اعلان فرمائے کہ مین اس مسجد کہنہ و شکستہ کی مرمت کرسکتا ہون اور اوس چکی اور چھپر اور پیال کو جو اوس مسجد مین بھری ہوی ہی وہانسے اوٹھوا سکتا ہون - عرضی دعوے کے آخر مین یہ کلمات

[1] انڈین لا رپورٹ جلد ۷ صفحہ ۱۷۰ سلسلہ الہ آباد ۱۲ - منہ -

لکھے تھے "یہ نالش موافق احکام دین اسلام اور بربنار شہادت تحریری وشہادت زبانی دائر کی گئی ہی" مدعا علیہم نے مدعی کے ان بیانات کا انکار نہین کیا ہی بلکہ جواب دعوے مین منجملہ اور دلائل کے ایک دلیل یہ بھی بیان کی ہی کہ مکان متنازع فیہ مسجد نہین ہے بلکہ ایک گڑھی ہے جو چورون سے حفاظت کے لیے اگلے زمانہ مین بنائی گئی تھی - پس مدعی کو اسکی مرمت کا کوی حق نہین حاصل ہے - عدالت ابتدای نے یہ تجویز کیا کہ یہ مکان مسجد ہی گڑھی نہین ہی اور چونکہ مدعی مسلمان ہے اور عمارات مذہبی کا حافظ ہی لہذا اوس مسجد کی مرمت کرانیکا مستحق ہی - لہذا اوس عدالت نے مدعی کا دعویٰ ڈگری کیا - اپیل مین مدعا علیہم نے یہ بحث کی کہ حسب منشاء ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء مال وقف کی نالش بلا اجازت ایڈووکیٹ جنرل دائر اور مسموع نہین ہوسکتی - اس باب مین عدالت نے تقریر ذیل لکھی -

"وجہ اول اپیل کو منسوخ کرنا واجب ہی - ایسے ہی ایک مقدمہ ظفریاب علی بنام بختاور سنگھ مین ہمارے ہای کورٹ نے تجویز فرمایا ہی کہ دفعہ ۵۳۹ مجموعہ ضابطہ دیوانی اس مقدمہ سے نہین متعلق ہی اور چونکہ مدعیان اس مسجد مین جانیکے مستحق ہین لہذا ایسی نالش دائر کرسکتے ہین - مگر یہ تجویز ہماری ہای کورٹ کی اوس فیصلہ کے خلاف ہے جو ہای کورٹ کلکتہ نے بمقدمہ جان علی بنام رام منڈل کیا ہے - لہذا عدالت ابتدائی کا فیصلہ بحال رکھا گیا"

اپیل ثانی مین مدعا علیہم نے یہ بحث کی کہ - (۱) یہ نالش اوس وجہ سے جو اسکی اب ہے قابل سماعت نہ تھی کیونکہ مدعی کا کوی خاص حق نالش کا نہین ظاہر کیا گیا - (۲) چونکہ اس گانو مین اور مسلمان بھی رہتے ہین لہذا بلا تعمیل احکام دفعہ ۳۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی یہ نالش لائق سماعت نہ تھی -

ان واقعات اور ان دلائل کی بنا پر مسٹر جسٹس تھرام صاحب چیف جسٹس نے فیصلہ ذیل صادر فرمایا -

"مجھے کچھ شک نہین ہے کہ مدعی یہ نالش دائر کرنیکا مجاز تھا - یہ تنازع
اوس خاص طریقہ سے پیدا ہوا ہے جس طریقہ سے اس قسم کی جائداد رکھی جاتی ہے - شرع
محمدی کے بموجب مسجد اور اوس سے ملحق زمین کسی شخص کے ملک مین نہین داخل ہے وہ کسی انسان
کا ملک نہین ہے بلکہ جب مسجد کھلی ہو اوسوقت سب مسلمان اوسمین نماز پڑھ سکتے ہین - مگر مسلمان
اس ملک کی آبادی کا صرف ایک جز ہے اور یہ حق اس ملک کے سب باشندون کو عموماً نہین
حاصل ہے لہذا یہ ایک مخصوص راستہ کے حق سے مشابہ ہے - جو شخص ایسا حق رکھتا ہوے
اوسکو بے دغدغہ عمل مین لانیکا مستحق ہے - اور جو شخص اوسمین دست اندازی کرے اوسپر
نالش دائر کرنیکا حق رکھتا ہے - یہ حق مشترک نہین ہے بلکہ بہت سے لوگون کا حق ہے
دفعہ ۳۰ اوس مقدمہ سے متعلق ہو سکتی ہے جسمین بہت سے اشخاص بالشارکت دادرسی
کے مستحق ہون - اور در حالیکہ پرانے قانون کے بموجب ایسے سب اشخاص کو بالشارکت
نالش دائر کرنی پڑتی لہذا دفعہ ۳۰ سے یہ فائدہ ہے کہ بہت سے نام لکھنے سے مثل بیکار ضخیم نہ
ہو جاوے اور ایک شخص یا چند اشخاص کو اجازت دی گئی ہے کہ عدالت سے اجازت لیکر
سب پر نالش کرین یا سب کی طرف سے جوابدہی کرین - یہ قاعدہ اس غرض سے جاری
کیا گیا تھا کہ متمول اشخاص باہم ایکا کرکے کسی غریب آدمی کو پیش نہ کر دین کہ وہ مقدمہ کو لڑا
اور وہ خود بار خرچہ سے محفوظ رہین - اس مقدمہ مین یہ بات ظاہر ہے کہ ایک حق خاص
مین خلل اندازی کی گئی ہے - لہذا نالش ہو سکتی ہے - مسٹر جسٹس محمود کی تقریر بھی قابل غور ہے
- وہ فرماتے ہین کہ -

"مین چند کلمات درباب احکام شرع محمدی جو اوقاف سے عموماً اور مساجد سے
خصوصاً تعلق رکھتے ہین بیان کرنا چاہتا ہون - اولاً تو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اہل اسلام ایسی نالش
دائر کرنیکا حق رکھتے ہین جیسے یہ نالش ہے - مگر اس امر کے اسناد لکھنا کچھ ضرور نہین ہے
کیونکہ یہ اصول علماء اسلام مین بہت مشہور و معروف ہے - اس مسئلہ مین شرع محمدی کا حکم یہ ہے

کہ جب کوئی شخص قصد مصمم کرے کہ اپنی جائداد کو امور دینی مین صرف کرے گا تو بمجرد اسکے کہ اوسکا یہ ارادہ حتمی ہوجاوے اور کسی خاص فعل سے وہ اس ارادہ کا اظہار کردے جیسے اقباض وغیرہ اوسیوقت فوراً وقف قائم ہوجاے گا اور خود اوسکے فعل سے اوسکا مِلک اوس جائداد مین بالکل زائل ہوجاے گا اور بقول علماء اسلام وہ مال خدا ہوجائیگا اور مال خدا کے احکام اوسمین جاری ہونگے اور واقف کا حق اوسمین بالکل فنا ہوجاے گا اور وہ مال خدا اس معنی سے ہوجاے گا کہ اوسکا فائدہ اوسکے بندون کو پہونچے گا۔

مسجد اسی قسم کا وقف ہے اور اہل اسلام بالمجموع اور فرداً فرداً اوسمین جا کر نماز پڑھ سکتے ہین۔ عالم جیف جسٹس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہندوستان کے حالات کا مقتضی یہی ہے کہ مسجد سب لوگون کا مال عموماً نہین تصور ہوسکتی بلکہ صرف اہل اسلام کا مال سمجھی جاتی ہے مسلمان کو نماز پڑھنے کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے کسی خاص راستہ کا حق ہوتا ہے جیسا عالم جیف جسٹس نے فرمایا ہے اور جو شخص کوئی حق رکھتا ہو وہ اوس حق کی نالش بھی کرسکتا ہے اسی سے دفعہ ۵۳۹ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی بحث طے ہوگئی۔ وہ دفعہ صرف اون مقدمات سے تعلق ہے جنمین کسی خاص حق مین دست اندازی نہ کی گئی ہو۔ مگر یہ مسجد ایک چھوٹے سے گاؤن مین ہے اور اوسمین ایک نماز پڑھنے والے کو نماز کی ممانعت کیجاتی ہے۔ وہ ایک ذاتی حق رکھتا تھا اور اوسمین خلل اندازی کی گئی۔ درباب دفعہ ۵۳۹ مجموعہ ضابطہ دیوانی مین بھی اوس اجلاس ہائی کورٹ مین شریک تھا جسنے اس مقدمہ مین اجلاس کامل سے استصواب کیا تھا لیس مین چاہتا ہون کہ اسکے وجوہ بیان کرون کہ میرے نزدیک یہ دفعہ اس مقدمہ سے کیون نہین متعلق ہوسکتی ہے۔ اس مقام پر وقف یا متولی یا خیانت سرمایہ وقف یا اور کسی قسم کی خیانت سے بحث نہین ہے سوا اس مقدمہ کا مقصود وہ نہین ہے جو دفعہ ۵۳۹ کے مختلف فقرات کا منشا ہے۔ بالآخر مین چند کلمات اوس مقدمہ کی نسبت بھی کہنا چاہتا ہون جو لطبو نظیر کے پیش کیا گیا ہے۔ یعنے مقدمہ جان علی بنام رام ناتھ

منڈل جسکا فیصلہ ہائی کورٹ کلکتہ مین پرنسپ صاحب جسٹس اور فیلڈ صاحب جسٹس نے کیا ہی - اس فیصلہ کے آخر مین لکھا ہی کہ "جہانتک یہ عذر متعلق ہے ہمارے نزدیک مدعیان یہ نالش کرنیکے مجاز صرف اوس حق کی وجہ سے نہین تھے جسکا ذکر عرضی دعوے کے فقرہ ۱۰ مین کیا ہی یعنے وہ حق جو اس بات سے پیدا ہوا ہے کہ وہ دین اسلام کے پیرو ہین اور اس مسجد کے قریب رہتے ہین اور اوسمین نماز پڑھنے جایا کرتے ہین - یہ حق تو اون کے ساتھ اور بہت سے اشخاص کو بھی حاصل ہی یہ تو ہم نہین کہتے ہین کہ یہ حق اس ملک کے سب مسلمانون کو حاصل ہے مگر یہ یقیناً کہہ سکتے ہین کہ اس حق مین مدعیان کے ساتھ اوس نواح کے سب مسلمان شریک ہین اور ہمارے نزدیک یہ مقدمہ دفعہ ۳۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے منشا مین داخل ہے - اوس دفعہ مین لکھا ہی کہ جب بہت سے اشخاص ایک ہی حق لیکر نالش مین رکھتے ہون تو اونمین سے ایک شخص یا چند اشخاص عدالت کی اجازت سے نالش کر سکتے ہین اور اون پر نالش ہو سکتی ہے یا ایسی نالش مین وہ سب اشخاص کی طرف سے جوابدہی کر سکتے ہین اگر مدعیان بموجب دفعہ ۳۰ عدالت مین درخواست دیتے تو اونکو اس نالش کی اجازت ملجاتی مگر جب اونھون نے عدالت سے اجازت نہین حاصل کی تو وہ یہ نالش کرنیکے یقیناً مستحق نہ تھے - پس باین وجوہ ہمارے نزدیک وہ عذر جو مدعاعلیہم نے اپنے بیان تحریری کے دوسرے فقرہ مین لکھا ہی اور جسپر تیسرے تنقیح قائم ہوی ہی ایک معقول عذر ہے اور اس نالش کو دسٹرکٹ جج نے خارج کیا تو اچھا کیا" مین اون عالم ججون کا بہت احترام کرتا ہون جنھون نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے مگر اونکی تقریر مذکورہ بالا سے اختلاف کلی رکھتا ہون - میرے نزدیک یہ ایک اصول مسلم شرع محمدی کا ہی کہ جو لوگ مسجد مین سب سے زیادہ حق رکھتے ہین وہ اشخاص ہین جو اوسمین اکثر نماز پڑھا کرتے ہین - اگر اونکا حق اوس مسجد مین سب پر مقدم نہین ہے تو میری سمجھ مین نہین آتا کہ پھر کسکا حق ہے اور مین کہتا ہون کہ اگر یہ مقدمہ دفعہ ۵۳۹ کے منشا مین داخل ہی تو بھی وہ نالش کر سکتے تھے -

مگر اسکے وجوہ مین بیان کر چکا ہون کہ میرے نزدیک دفعہ ۳۰ اور دفعہ ۵۳۹ دونون اس مقدمہ سے متعلق نہین ہین اور مدعی یہ نالش کرنیکا مجاز تھا "

یہ فیصلہ ہای کورٹ الہ اباد کا احکام شرع کے موافق معلوم ہوتا ہے

سابق مین ردّ المختار اور فتاوے قاضی خان سے بیان ہو چکا ہے کہ ہر مسلمان جو ایک وقف سلامت سے منتفع ہو سکے متولی پر نالش کر سکتا ہے اور اپنا حق اوسپر ثابت کر سکتا ہے یا کسی غاصب پر نالش کر کے مال وقف کے کسی جز کو جسمین خیانت کی گئی ہو لے سکتا ہے بے اسکے کہ کسی اور شخص کو اوس نالش مین شریک کرے جو منفعت وقف مین شریک ہو ۔ پس تا وقتیکہ کسی وقف کا تصفیہ بموجب قانون ۱۹ سنہ ۱۸۱۰ء و ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء نہ کیا گیا ہو اور تا وقتیکہ ایکٹ آخر الذکر کے موافق وہ متولیون کے قبضہ مین نہ آیا ہو عدالت سے اجازت حاصل کرنیکی کچھ ضرورت نہین معلوم ہوتی ۔ پھر ملاحظہ کیجیے کہ دفعہ ۵۳۹ ایکٹ ۱۴ سنہ ۱۸۸۲ء (مجموعہ ضابطہ دیوانی) اون اوقاف سے متعلق ہے جو مقاصد عام یا امور مذہبی کے لیے خاصتہً کیے گئے ہون ۔

دفعہ مذکورہ کے احکام وقف سے اسوقت متعلق ہونگے جبکہ یہ معلوم ہو جاے کہ یہ وقف کسی کار خیر یا امر مذہبی کے لیے کیا گیا ہے یعنے اسمین سب کا حق ہے اور موقوف علیہم کافہ خلائق سے منتخب کیے گئے ہین ۔

مسجد (بشرطیکہ مسجد جامع نہ ہو) اور امام بارہ اور وہ اوقاف جنکو کوئی شخص بہ نیت ثواب عمل مین لایا ہو (جیسا بمقدمہ لطیف النسا بی بی بنام نظیرن بی بی ثابت ہوا) یا کم و بیش محدود گروہ کے فائدہ کے لیے وقف کیا ہو ایسے اوقاف مین علماء اسلام کے نزدیک عوام کا کوئی حق نہین ہے ۔ بلکہ شرع محمدی مین اوقاف عامہ اور اوقاف خاصہ مین بڑا فرق کیا گیا ہے ۔ جن اوقاف مین عوام الناس کچھ حق رکھتے ہین اور جو شاید دفعہ ۵۳۹ کے منشا مین داخل ہو سکتے ہین وہ مصالح عامۂ

جیسے مسجد جامع یا پل جسمین سب خلق اللہ راہ چلنے کا حق رکھتی ہے یا کاروان سرائے جسمین ہر شخص اوتر سکتا ہے چاہے وہ کسی قوم او رملت کا ہو یا شفاخانے یا لنگرخانے یا قبرستان یا کتب خانے یا مدارس اور امام باڑے جیسے محمد محسن کا امام باڑہ ہگلی مین ہے۔

اوقاف خاصہ مین دفعہ ۵۳۹ کے احکام کسی طرح نہین جاری ہو سکتے ۔ اور اگر اونکی حراست کسی سبب سے بموجب قانون ۱۹ سنہ ۱۸۱۰ء نہ متعلق کر دی گئی ہو اور بموجب ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ء متولیون پر منتقل کر دئے گئے ہون تو اس ایکٹ کے احکام اونپر نہین جاری ہونگے ۔ اور ایسے اوقاف مین نالش کرنیکا حق شرع محمدی کے عام احکام کا تابع ہوگا ۔

سابق مین بیان ہوچکا ہے کہ جب وقف کی نوعیت پر کچھ تنازع نہو یا جب جائداد وقفی کا وقف ہونا مسلم ہو اور اوسکے متعدد متولی ہون تو اونمین سے ایک یا کئی متولی اوس جائداد کی نسبت بلا شرکت دیگر نالش دائر کر سکتے ہین ۔ اگر کوئی متولی نہ ہو یا کوئی نالش کرنے پر راضی نہ ہو تو موقوف علیہم مین سے ایک شخص یا چند اشخاص اورون کی طرف سے بلا اجازت قاضی نالش کر سکتے ہین ۔ اگر اوس وقف پر کوئی جھگڑا ہو تو بعض متولی یا اگر وہ نہ ہون تو بعض موقوف علیہم اورون کی طرف سے باجازت قاضی نالش کر سکتے ہین ۔ جائداد وقفی دلا پانیکی نالش واقف کے ورثہ اور اولاد نہین کر سکتی مگر متولیان وقف بالمشارکت نالش کر سکتے ہین[1]۔

مگر جس شخص پر جرم خیانت مال وقف ثابت ہوگیا ہو وہ اوسکے دلا پانیکی چارہ جوئی عدالت سے نہین کر سکتا اور اختیارات متولی اوسکے نسبت نہین عمل مین لا سکتا ہے[2]۔

---

[1] مقدمہ صاحب بی بی بنام دمودر پرچجی ۔ انڈین لا رپورٹ بمبئی جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ ۔ سنہ ۱۸۷۶ء آغا محمد

[2] کمال طہرانی بنام آغا عباس طہرانی رپورٹ صدر دیوانی عدالت مطبوعہ ۱۸۵۹ء صفحہ ۳۰ ۔ ۱۲ سنہ

موقوف علیہم یا اونمین سے بعض اشخاص اس غرض سے نالش کرسکتے ہین کہ متولی کو مال وقف ضایع و برباد کرنے یا اوسمین خیانت کرنے سے مانع ہونے۔

جب متولی متعدد ہون اور اونمین سے کچھ لوگ بشارکت دیگران مال وقف دلاپانیکی نالش دائر کرنے پر نہ راضی ہون تو اس صورت مین کس ضابطہ کی پابندی کیجاے یا کیا کارروائی کیجاے۔اس سے نظیر مقدمہ بچولال بنام علی اللہ متعلق ہے

اس مقدمہ[۱] مین یہ تجویز ہوا تھا کہ جب متعدد متولی ہون تو حتے الامکان اون سب کو مدعی قرار دینا چاہیئے لیکن اگر اونمین سے کوئی انکار کرے تو اوسکو مدعا علیہ گردانا چاہیئے مگر اصول مصرحۂ ذیل سے معلوم ہوجاے گا کہ اس مقدمہ مین جو فیصلہ ہائیکورٹ کلکتہ نے کیا ہے وہ شرع محمدی کے خلاف ہے۔

اگر واقف متولی نہ مقرر کرے یہانتک کہ اوسکو موت آجائے اور اوسنے وقت وہ کسی شخص کو وصیت کرے تو وہ شخص اوسکے مال و اسباب کا وصی ہوجاے گا اور اوسکے وقف کا متولی ہوگا۔ہلال نے فرمایا ہے کہ وصی انتظام مال وقف مین متولی کے ساتھ شریک کردیا جاے اس طرح سے کہ گویا وہ بھی متولی مقرر کیا گیا ہے جیسا محیط سرخسی مین لکھا ہے۔اور اگر واقف ایک شخص کو متولی مقرر کرنیکے بعد کسیکو وصی مقرر کرے تو وہ وصی انتظام وقف مین اوس متولی کا شریک[۲] ہوجاے گا۔

اگر واقف وقف کا انتظام دو آدمیون کے سپرد کرے یعنے ایک وصی اور ایک متولی تو اونمین سے کوئی اکیلا منفعت وقف کو فروخت نہ کرسکے گا اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اونمین سے ہر ایک دوسرے کی منظوری سے کام کرسکتا ہے کہ

---

[۱] عبدالرحمن بنام یار محمد انڈین لارپورٹ جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ سلسلۂ الہ آباد ۱۲ – منہ [۲] انڈین لارپورٹ جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۹ سلسلۂ کلکتہ ۱۲ – منہ [۳] فتاوای عالمگیری صفحہ ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۹ ۱۲ – منہ

اس صورت مین وہ شخص جو کام کرتا ہے دوسرے شخص کا وکیل سمجھا جاے گا - حاوی مین یہی لکھا ہے -

اگر دو واقف بالشارکت ایک وقف کرین اور دو متولی بالشارکت مقرر کرین تو وہ دونون مثل ایک متولی کے ہونگے - اگر اونکو دو شہرون کے قاضیون نے علیحدہ علیحدہ مقرر کیا ہو تو اونمین سے ایک متولی اوس جائداد کا انتظام کر سکتا ہی جو اوسکے حد اختیار کے اندر ہو - یہ قول امام اسمعیل زاہدی کا ہے[۱]

بعض موقوف علیہم بعض کیطرف سے نالش کر سکتے ہین - اسیطرح سے بعض متولی کل گروہ متولیون کی طرف سے استغاثہ کر سکتے ہین - یہ مثل وصی بالنکاح کے ہے - اگر وہ سب ایک ہی قوم سے ہون تو سب کا ایک حال ہے - پس اگر اونمین سے ایک متولی کو دیگر متولیان اجازت دیدین کہ سب کی طرف سے رضامندی ظاہر کرے تو کوئی بیرونی آدمی کچھ اعتراض نہین کر سکتا ہے[۲]

موقوف علیہ بلا اجازت قاضی اوس وقف کے دلا پانیکا دعوے نہین کر سکتا جو برباد کر ڈالا گیا ہو یا غصب کر لیا گیا ہو مگر یہ کہ اوسکی تولیت مین ہو البتہ متولی پر نالش کر سکتا ہے اگر وہ غاصب ہو اور اپنا حق منفعت وقف[۳] مین حصہ پانیکا ثابت کر سکتا ہے -

متولی اور وصی کا ایک حال ہی - دو متولیون مین سے ایک متولی کے افعال بھی اوسی طرح باطل ہین جسطرح دو وصیون مین سے ایک وصی کے افعال باطل ہین - اس واسطے کہ دو متولی اور دو وصی بعض امور مین مثل شخص واحد کے ہین - اشباہ اور کنایہ مین یہی لکھا ہے - اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر دو وصیون مین سے ایک یا دو متولیون مین سے ایک زمین وقفی کو اجارہ پر دیدے تو بغیر رضامندی دوسرے

---

[۱] فتاوی قاضی خان صفحہ ۳۰۶-۳۰۴ - ۱۲ - منہ [۲] ردالمحتار صفحہ ۱۰۶ - ۱۲ - منہ [۳] انڈین لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ سلسلہ الہ آباد - ۱۲ - منہ -

وصی یا متولی کے وہ اجارہ جائز نہ ہوگا گو وہ دونون علحدہ علحدہ مقرر کیے گئے ہون ہر شیک
بعض علمار نے یہ فرمایا ہے کہ وہ علحدہ علحدہ کام کر سکتے ہین اور ابولیث نے فرمایا ہے کہ
قول راجح یہی ہے اور اسکو اختیار کرنا چاہیئے - مگر پہلے قول کو مبسوط مین قول اصح لکھا ہے
اور صاحب ردّ المختار نے اسکو قبول کر لیا ہے اور قہستانی نے بھی اسکو اصح لکھا ہے"
اسکے بعد شارح یعنے صاحب ردّ المختار فرماتے ہین کہ "میرے نزدیک یہ اوسوقت درست
ہے جبکہ دو وصیون یا دو متولیون کو واقف یا موصی یا قاضی نے مقرر کیا ہو - ایک
متولی کا فعل جب اوسکی تصدیق دوسرا متولی کر دے تو جائز ہو جاوے گا اور اوس فعل کی
تجدید کی ضرورت نہ ہوگی جیسا مناح مین لکھا ہے -

یہی حال اوس وصی کا ہے جو متولی کا شریک کیا گیا ہو - اور حامدیہ مین
اسمعیلیہ سے لکھا ہے کہ اگر وصی بغیر علم متولی کے مال وقف مین کوئی معاملہ یا تصرف کرے
اور کچھ نقصان اوسمین ہو جاوے تو وہ وصی حرجہ کا مستوجب[1] ہے -

مگر موصی یا واقف کی تجہیز و تکفین مین دو وصیون مین سے ایک وصی
کا یا دو متولیون مین سے ایک متولی کا فعل جائز ہے اور اوسکی جائداد کا قرضہ جو کسی
شخص پر ہو اوسکو وصول کرنا یا اوسکے دلا پانیکی نالش کرنا اور اوسکے حقوق کی نالش
کرنا بھی اونمین سے ایک وصی یا متولی کو جائز ہے - یہ مسئلہ کہ ایک وصی یا ایک متولی
بغیر اذن دوسرے متولی کے موصی یا واقف کی جائداد کا قرضہ طلب کر سکتا ہے یا اوکی
نالش کر سکتا ہے ضرورت پر موقوف ہے - مثلاً دوسرا وصی نالش کرنے سے انکار
کرے اور اوسکے انکار سے مال وقف ضایع و برباد ہونیکو ہو یا دوسرا متولی غیر حاضر
ہو - یہی نقایہ مین لکھا ہے اور اوسکے شارح قہستانی کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے
- نالش کرنیکے حق کی تائید ذخیرہ مین بھی کی ہے - مگر امام ابو یوسف کا قول یہ ہے

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۹۶۹ ۱۲ - منہ -

کہ دو مین سے ایک متولی اکیلا کام کرسکتا ہے تا وقتیکہ واقف نے صاف یہ شرط نہ کر دی ہو
کہ اون دونون کو بالمشارکت کام کرنا چاہیئے[1] اگر ایک متولی کام کرنے سے انکار
کرے تو اوسکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ تولیت سے دست بردار ہوگیا۔ اور دوسرا متولی
مال وقف کی حفاظت کی کارروائی کرسکتا ہے جبتک قاضی ایک اور متولی مقرر کرے یا اوسکو
اکیلا کام کرنیکی اجازت دے[2]۔

ایک متولی کو بلا شرکت دیگر متولیان نالش کرنیکی اجازت اسوجہ سے
دی گئی ہے کہ وہ بمشارکت دعوے دائر نہین کرسکتے اور اگر وہ بالمشارکت نالش دائر کرین تو بھی
ایک ہی متولی کو گفتگو کرنیکی اجازت مل سکتی ہے۔ درّالمختار مین یہی لکھا ہے۔

جب کسی شخص نے دو وصی مقرر کئے ہون اور اونمین سے ایک حالت
اور دوسرے کو اپنا وصی مقرر کر دے تو جو وصی زندہ رہگیا ہے وہ اصل موصی کیطرف سے بحیثیت
وصی اکیلا کارروائی کرسکتا ہے۔

اگر ایک شخص دو وصی مقرر کرے تو امام اعظم اور امام محمد کے
نزدیک اونمین سے ہر ایک وصی موصی کی جائداد مین اکیلا معاملہ نہین کرسکتا ہے اور ایک
کے افعال اور معاملات دوسرے کی اجازت کے بغیر جائز نہین ہین الا بعض مقدمات
مین جیسے متوفی کی تجہیز و تکفین اور اوسکا قرضہ ادا کرنا اور ترکہ تقسیم کرنا اور اوسکے
غلامون کو آزاد کرنا اور مال امانت اور مال مغصوب کو واپس کرنا۔ مگر اونمین سے
ایک متولی اکیلا اوس جائداد پر جو واپس کر دی گئی ہو یا اوس قرضہ پر جو اوسکی جائداد
کا ادا کر دیا گیا ہو قبضہ نہین کرسکتا گو اون مین سے ہر ایک موصی کی حقوق کی نالش اور
لوگون پر اکیلا کرسکتا ہے۔

[1] فتاوائے قاضی خان - کتاب الوصیت صفحہ ۴۳۴ و ۴۳۴ ۱۲ - منہ [2] فتاوی سراجیہ اور
جامع صاحب کی کتاب الوصایا صفحہ ۲۳۴ ۱۲ - منہ -

جملہ متولیان ایک متولی مقدمات ذیل مین اکیلا کارروائی کرسکتا ہے
یعنے موصی کی تجہیز وتکفین کرسکتا ہے اور اوسکے اطفال خرد سال کے لیے نان ونفقہ
مہیا کرسکتا ہے اور موصی پاس جو امانت رکھی ہو اوسکو واپس کرسکتا ہے اور اوسکے غلامون
کو آزاد کرسکتا ہے اور اوسکے حقوق کی نالش کرسکتا ہے اگر اراضی وقفی کے متعدد متولی ہون
تو اونمین سے ایک اوسکا لگان وصول کرسکتا ہے مگر اوسکو منتقل کرنے مین سب کی
شراکت لازم ہے۔

## سولھوان باب
## احکام وصیت
### تمہید

کتب تواریخ مین جو رسم ورواج زمانہ جاہلیت کے قبایل عرب کا لکھا ہے اوس سے بخوبی
ثابت ہوتا ہے کہ انتقالات بالوصیت مشرکین عرب مین بھی کم وبیش رائج تھے۔ مگر جو ذریعہ
عرب کے حالات قدیم دریافت کرنیکے ہمکو میسر پہونچے ہین اونسے یہ قیاس کرنا مشکل ہے کہ کفار عرب
کے وصایا کے جواز یا عدم جواز کی کیا شرط تھی۔

شریعت موسوی جو عرب کے قبایل یہود مین جاری تھی موصی کو ہر
بات سے منع تھی کہ اپنے ورثہ شرعی کو وراثت وجانشینی سے محروم کردے۔ اور اس
امر سے بھی مانع تھے کہ موصی غیر آدمی کو اپنا وارث بنا دے۔ مگر جب انتقال بالوصیت کے
ساتھی قبضہ بھی کرا دیا جاتا تھا تو ظاہرا ربانیین (علماء یہود) کی رائے مین ایسا انتقال
جائز سمجھا جاتا تھا۔ وصیت زبانی اور تحریری دونون طرح سے ہوسکتی تھی مگر عموماً وصیت
زبانی کو ترجیح دیجاتی تھی۔

قرآن مجید مین انتقال بالوصیت جائز رکھا گیا اور منصوص کیا گیا
پھر اوسکے احکام اور شرائط مقرر کردیے گئے۔

ہدایہ مین لکھا ہے کہ ۔ وصایا جائز ہین بنا بر قول مشہور ۔ مگر قیاس
اسی کا مقتضی ہے کہ وہ ناجائز ہین اسواسطے کہ وصیت کا مفاد یہ ہے کہ وقف کرنا کسی
چیز کا اس طور سے کہ اوس وقف کا نفاذ اوس وقت پر موقوف رہے جبکہ واقف یا موصی کا
ملک زائل ہوچکا ہو اور جس وقف کا نفاذ زمانہ آیندہ پر موقوف رکھا جاے (جیسے مثلاً
کوئی شخص کہے کہ مین تمکو اس چیز کا مالک کل کے لیے کرتا ہون) وہ وقف ناجائز ہے ۔ اگر
یہ فرض کرلیا جاے کہ مالک کا ملک اوس چیز مین اوسوقت تک باقی ہے تو بھی یہ لازم
آتا ہے کہ وصیت کا نفاذ اوسوقت تک معطل رکھنا جبکہ ملک زائل اور معدوم ہوجاے گا
(یعنے موصی کی وفات تک) بدرجہ اولے ناجائز ہے ۔ مگر جواز وصیت کو جو عدم جواز
وصیت پر ترجیح دی گئی ہے تو دو وجوہ سے ۔ اول یہ کہ یہ ضرور ہے کہ لوگون کو وصیت
کا اختیار دیا جاے اسواسطے کہ آدمی طول امل کی وجہ سے کوتاہ بین اور نا عاقبت اندیش
ہوجاتا ہے مگر جب مرض مین مبتلا ہوجاتا ہے تو موت سے خائف و ترسان رہتا ہے
۔ لہذا اوسوقت اوسکو اپنے اعمال کی مکافات اپنے مال سے کرنی پڑتی ہے اور
اسطرحسے کرنی پڑتی ہے کہ اگر وہ بیماری سے مرجاے تو اوسکے مقاصد (یعنے مکافات
اعمال اور ثواب اخروی) برآسکین اور اگر وہ شفا پاے تو وہ اوس مال سے اپنے حوائج
کو رفع کرے ۔ اور چونکہ وصایا کو شرعاً جائز کردینے سے یہ مقاصد برآسکتے ہین لہذا وصیت کے
جواز کا حکم کیا گیا ۔ دوم یہ کہ وصایا کی حلت قرآن مجید مین منصوص اور احادیث مین ماثور
ہے اور سب علماء کا اسپر اجماع ہے ۔

ساٹیر اصاحب عالم فرانسیسی نے جو تقریر اس باب مین لکھی ہے
وہ لائق توجہ خاص ہے ۔

وہ لکھتے ہین کہ "مسلمانون کے نزدیک وصیت احکام الٓہی
و نصوص قرآنی مین سے ہے ۔ وصیت سے موصی کو یہ اختیار ہوجاتا ہے کہ قانونی

وراثت کو ایک حد تک صحیح کرسکتا ہے اور بعض اقربا محجوب الارث کو اپنے متروکہ مین حصہ دلاسکتا ہے اور غیر آدمی کی خدمات کا اور اوس وفاداری اور جانفشانی کا جو اوسنے اوسکے (موصی کے) ساتھہ اخیر وقت مین یعنے عالم جانکنی مین کی ہو صلہ دے سکتا ہے۔ گر ساتھی اسکے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اختیار وصیت ورثہ شرعی کی نقصان رسانی کے لیے نہ عمل مین لایا جاے۔۔

اس قول کی موید وہ حدیث ہے جو سعد ابن ابی وقاص رضی سے مروی ہے اور جسپر وہ قید مبنی ہے جو شرع محمدی مین ہر مسلمان کے اختیار انتقال بالوصیت پر لگادی گئی ہے۔ سعد ابن ابی وقاص کہتے ہین کہ جس سال فتح مکہ ہوی اوس سال مین ایسا سخت بیمار پڑا کہ مجھکو زندگی سے یاس ہوگئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ میری عیادت کو تشریف لائے تو مینے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ خدا کے فضل سے مال کثیر رکھتا ہون مگر سواے ایک دختر کے کوئی وارث نہین رکھتا پس یا رسول اللہ کیا مین اوس سب مال کو بذریعہ وصیت منتقل کرسکتا ہون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا نہین پھر مینے پوچھا کہ نصف مال یا دو ثلث مین وصیت کرسکتا ہون۔ آپ صلعم نے پھر یہی فرمایا کہ نہین۔ پھر مینے پوچھا کہ ثلث مال مین وصیت کرسکتا ہون۔ آپ صلعم نے فرمایا ہان۔ اے سعد تو اپنے مال کے ایک ثلث مین وصیت کرسکتا ہے مگر ثلث مال مین بھی اگر تونے وصیت کی تو ایک چیز کثیر مین کی اور بہتر یہی ہے کہ تو اپنے ورثہ کو غنی چھوڑ جاے بہ نسبت اسکے کہ اونکو فقیر چھوڑ جاے کہ تیرے بعد اونکو دروازون بھیک مانگنی پڑے۔"

ان احکام رسول کا نتیجہ یہ ہے کہ شرع شریعت مین موصی اپنے وارثان شرعی کو محجوب الارث نہین کرسکتا اور اپنے مال کا ایک ثلث سے زیادہ بذریعہ وصیت نہین منتقل کرسکتا

---

[1] صحیح ترمذی۔ صحیح ابن ماجہ۔ ردّ المختار صفحہ ۹۴۳ ۱۲۔ منہ۔

- انتقال بالوصیت وارث پر کرنا تو کسی حال مین نہین جائز ہے البتہ غیر وارث پر بقدر ثلث مال جائز ہے اگرچہ موصی کے ورثہ اذن نہ دین - ان اصول کی تشریح مقام مناسب پر کیجائے گی -

یہانتک تو وہ بنار بیان کی گئی جس بنار پر شرع محمدی مین احکام وصیت مبنی ہین - اب مین اس امر پر بحث کرتا ہون کہ شرع شریف مین وصیت کی کیا تعریف ہے اور انتقال بالوصیت یا وصیت کے جواز کے کیا شرائط ہین یا یہ کہیے کہ آدمی وصیت کرنیکی کتنی قابلیت شرعاً رکھتا ہے -

## فصل اوّل

### - وصیت کے اقسام اور اوصاف -

جارمین صاحب[1] نے وصیت کی یہ تعریف لکھی ہے کہ "ایک دستاویز ہے جسکے ذریعہ سے آدمی اپنی جائداد کو اسطرح منتقل کرتا ہے کہ اوسکا نفاذ اوسکے مرنیکے بعد ہو اور جو اوسکی حیات مین تغیر پذیر اور قابل منسوخی رہتی ہے[2]" مگر شرع محمدی مین وصیت زبانی اور تحریری دونون طرحسے ہو سکتی ہے - لہذا وصیت کی تعریف فتاواے عالمگیری مین یہ لکھی ہے کہ "عطا کرنا حق ملکیت کا کسی خاص چیز مین یا منفعت مین بطور عطیہ کے جسکا نفاذ موصی کی وفات کے بعد ہو"

شرایع الاسلام مین بھی وصیت کی تعریف ایسی ہی لکھی ہے کہ وصیت حق ملکیت کسی چیز مین یا کسی منفعت مین مرنیکے بعد عطا کرنا

وصیت ایسے لفظ سے ہو سکتی ہے جس سے موصی کا ارادہ کما حقہ ظاہر ہو جاوے پس جبتک یہ معلوم ہو کہ موصی کا ارادہ یہ تھا کہ وصیت کا نفاذ اوسکے

---

[1] جارمین صاحب کی کتاب الوصیت صفحہ ۱۲ سہ منہ - [2] شرع محمدی مین وصیت کا تحریری ہونا نہین ضرور ہے - مقدمہ تمیز بیگم بنام فرحت حسین - رپورٹ ممالک مغربی وشمالی جلد ۲ صفحہ ۱۵ اردو منہ

مرنیکے بعد ہو اوسوقت تک وہ وصیت سمجھی جاوے گی ۔ وصیت بوصی لہ کے حق مین بطور حقیت کے یا بطور وقف کے کسی غرض یا مقصد سے ہو سکتی ہے اور ان الفاظ سے ہو سکتی ہے کہ ۔ اوصیت ھذا الشیٔ الی فلان یا لفلان ۔ یعنے مینے اس چیز کی وصیت فلان شخص کو یا فلان شخص کے طرف کی ۔ یا اور کلمات سے بھی ہو سکتی ہے جنسے ایسا انتقال مفہوم ہو جسکا نفاذ موصی کے مرنے پر موقوف ہو ۔

وصیت اشارات سے بھی ہو سکتی ہے جیسے گونگا آدمی جو طاقت گویائی نہین رکھتا ہے اپنا منشا اشارون سے بیان کرسکتا ہے ۔ اسی طرح جب آدمی مرض الموت مین مبتلا ہو اور ضعف و نقاحت کی وجہ سے بات نہ کرسکتا ہو ۔ جب کوئی مریض وصیت کرے اور ضعف و نقاحت کیوجہ سے بات نہ کرسکتا ہو اور صرف اپنا سرہلا دے اور یہ معلوم ہو کہ جس بات پر اوسنے سرہلایا ہے اوسکو خوب سمجھتا ہے تو اس صورت مین اگر اوسکا مطلب سمجھ مین آجاوے تو یہ وصیت جائز ہے ورنہ نہین جائز ہے ۔ اس سے یہ قیاس کیا جاوے گا کہ مرتے دم تک طاقت گویائی اوسکو دوبارا نہین حاصل ہوئی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وصیت کرنیکے وقت اوسکے بات کرسکنے کی امید تھی لہذا وہ مثل ایک گونگے آدمی کے تھا ۔

بعض صورتون مین ممکن ہے کہ وصیت سے بادی النظر مین انتقال فوری حقیت کا مفہوم ہو مگر موصی کا ارادہ یہ ہو کہ اوسکا نفاذ اوسکی زندگی مین کیا جاوے ۔ جب ایسا ہو تو وہ انتقال بطور وصیت کے نافذ ہوگا ۔ جو مال کسی شخص پر منتقل کیا گیا ہو اوسکے استحصال یا انتفاع واقعی مین تاخیر ہو جانے سے یہ نہین لازم آتا کہ وہ انتقال

---

سلہ الی فلان اور لفلان ۔ مین یہ فرق ہے کہ الی سے انتقال حقیت موصی لہ کی ذات پر مفہوم ہوتی ہے اور ل سے انتقال بطور وقف سمجھا جاتا ہے ۱۲ ۔ منہ ۔ سلہ ردالمحتار صفحہ ۶۳۶ ۱۲ ۔ منہ سلہ بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۵۲ ۔ فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۶۸ ۔ منہ ۔

یا وصیت سے جیسا بمقدمہ[1] نواب امجد علی خان بنام محمدی بیگم ثابت ہوا۔ اوس انتقال کی کل حقیقت موصی کے منشا ریا ارادہ پر بہرحال موقوف ہے خواہ وصیت ہو خواہ ایسا انتقال ہو جسکا نفاذ اوسکی حیات مین کیا جاسے اور خواہ اوسکا نفاذ زمانہ حال خواہ استقبال مین بطور وصیت کے ہو۔

وصیت مشروط یا معلّق بھی ہو سکتی ہی۔ یعنے اگر اسکا نفاذ کسی امر کے وقوع پر موقوف رکھا گیا ہو اور وہ امر وقوع مین نہ آئے تو وہ وصیت نافذ نہ ہوگی۔ ایسی صورتون مین وصیت کا نفاذ اکثر کسی خوف یا خدشہ مظنون پر موقوف رکھا جاتا ہی۔ مثلاً کوئی شخص کہے کہ۔ اگر مین فلان بیماری سے مرجاؤن یا حج بیت اللہ یا زیارت کربلاے معلے سے نہ پھر آؤن یا سفر حج مین مجھکو کچھ ہو جاسے تو مین فلان شخص کو وصیت کرتا ہون۔ ایسے وصایا کو نافذ نہ کرنا چاہیئے اگر وہ امور جنکا خوف موصی کو تھا وقوع مین نہ آئین خواہ وہ وصایا زبانی ہون خواہ تحریری۔ مگر فقہا رنے وصیت زبانی مشروط اور وصیت تحریری مشروط مین فرق کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب وصیت زبانی کا نفاذ کسی امر کے وقوع پر موقوف رکھا گیا ہو اور وہ امر نہ واقع ہو تو صرف اسی بات سے وہ وصیت منسوخ ہو جاسے گی۔ لکن اگر وصیت تحریری ہو یعنے قلمبند کر لی گئی ہو اور وہ تحریر یعنی وصیت نامہ کسی تیسرے شخص کے سپرد کر دیا گیا ہو اور اوس امر کے وقوع کا احتمال نہ باقی رہا ہو۔ پس اگر موصی اوس وصیت نامہ کو اوس شخص سے واپس نہ کر لے تو یہ قیاس کیا جائیگا کہ اوسکا ارادہ اوسکو منسوخ کرنیکا نہ تھا اور اوسکا نفاذ کیا جاسے گا۔ لکن اگر وہ وصیت نامہ ہمیشہ موصی کے پاس رہا ہو تو یہ قیاس نہ ہو سکے گا۔ جب وصیت ان کلمات سے کی گئی ہو کہ "اگر مین مرجاؤن تو فلان چیز یا اسقدر حصہ متروکہ کا فلان شخص کا مال ہو جاسے گا" تو یہ وصیت مشروط نہ ہوگی بلکہ وصیت محض نہ خالص ہوگی اسواسطے

[1] مور صاحب کی انڈین اپیلس جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۷، ۱۲ ۔ منہ

کہ وصیت کا جوہر یہ ہے کہ اوسکا نفاذ موصی کے مرنیکے بعد ہو۔

# فصل دوم

## موصی کی قابلیت

موصی کی قابلیت وصیت کے باب مین اہل اسلام کے فرقون مین اختلاف عظیم ہے۔ مگر سب فرقون کے نزدیک حُرّیت۔ یعنے آزاد ہونا وصیت کی شرط ضروری ہے۔ غلام یا مکاتب یعنے وہ غلام جسنے اپنے مالک سے اپنی قیمت دینے کا معاہدہ کرکے ایک قسم کی محدود آزادی حاصل کرلی ہو اپنی جائداد کو بذریعہ وصیت نہین منتقل کرسکتا۔ مگر جو وصیت اوس شخص نے کی ہو جسکو یہ عذر شرعی مانع وصیت ہو اوسوقت جائز ہوجاے گی جبکہ اوس وصیت کا نفاذ اوسکے آزاد ہونے کے بعد کسی وقت پر موقوف رکھا گیا ہو۔ جو شخص کسی جرم کی علت مین قید ہو اوسکو یہ عذر شرعی مانع وصیت نہین ہے کیونکہ اوسکی آزادی کا جاتا رہنا شرعاً اوسکو اپنی جائداد کے انتقال سے مانع نہین ہے اور اوسکے مجرم قرار پانی سے اوسکی جائداد کا ملک دوسرے شخص کو نہین حاصل ہوجاتا برخلاف غلام کے کہ غلام مطلق ہو خواہ مکاتب ہو صرف باختیار اپنے مالک کی جائداد پر قابض ہو سکتا ہے

صحیح العقل ہونا بھی ایک شرط جواز وصیت کی ہے جیسا فتاوائے عالمگیری مین لکھا ہے کہ " وصیت اوس شخص کی جو کوئی فعل عمداً یا سہواً یا قصداً نہ کرسکتا ہو باطل ہے۔ لہذا وصیت مجنون یا مکاتب یا ماذون کی ناجائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص وصیت کرنیکے وقت مجنون ہو اور بعد ازآن اوسکا جنون دفع ہوجاے اور وہ مرجاے تو بھی اوسکی وصیت اسوجہ سے ناجائز ہوگی کہ وصیت کرنے کے وقت وہ مجنون تھا۔

---

[۱] ساتیر اصاحب کی کتاب صفحہ ۱۴۳۔ سنہ [۲] مکاتب وہ غلام ہے جسنے اپنے آقا سے اپنی آزادی کے باب مین کوئی قول و قرار کرلیا ہو اور ماذون وہ غلام ہے جسنے اپنے محنت کرنیکی اجازت اپنے مالک سے لی ہو ۱۴۰

قانون انگلستان کے بموجب یہ ہے کہ جو وصیت کسی مجنون نے اوس حالت مین کی ہو جبکہ اوسکو جنون سے افاقہ ہو گیا ہو وہ وصیت جائز ہے۔ یعنے اگرچہ کسی شخص کا حالت جنون مین پایا جانا بادی النظر مین اوسکے جنون دائی کی دلیل ہے لہذا اوسکے وصیت نامہ کے باطل ہونیکی بھی دلیل ہے تاہم اس امر کے ثبوت سے مانع نہین ہے کہ وہ وصیت نامہ جنون سے افاقہ کی حالت مین تحریر کیا گیا تھا۔ مگر شرع محمدی کا اصول ظاہرا اور ہے اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان کے موافق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرنیکے بعد مجنون دائی ہو جاوے تو وہ وصیت باطل ہو جاویگی۔ لکن اگرچہ مہینہ سے زیادہ مجنون رہا ہو تو وہ وصیت باطل نہ ہو جاوے گی۔

شرع مین یہ حکم ہے کہ موصی کو بالکل صحیح العقل ہونا چاہئے اور اگر کوئی شخص وصیت کرنیکے تھوڑی مدت کے بعد دیوانہ ہو جاوے یا وصیت کرنیکے وقت دیوانہ ہو تو اوسکی نسبت یہ قیاس کیا جاوے گا کہ اپنے اس فعل کی حقیقت سمجھنے کی لیاقت تامہ نہ رکھتا تھا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص وصیت کرنیکے بعد مجنونانہ حرکتین کرنے لگے اور بعد ازآن مجنون ہو جاوے اور مرتے دم تک اوسی حالت مین رہے تو وصیت باطل ہو جائیگی[1]۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جب کوئی آدمی مجنون ہو جاوے اور اوسنے جنون سے افاقہ کی حالت مین وصیت کی ہو تو وہ وصیت باطل ہوگی اونھین وجوہ سے جن وجوہ سے وصیت اوس شخص کی جو وصیت کرنیکے بعد مجنون ہو گیا ہو باطل ہوگی۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا بالکل صحیح العقل ہونا شرط ضروری جواز وصیت کی ہے۔ شرایع الاسلام مین عقل کامل کا ہونا جواز وصیت کو لازم لکھا ہے مگر جو مسائل جامع الشتات مین لکھے مین اونسے عموماً اور حنفیہ کے مسائل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف اتنی بات ضرور ہے کہ موصی اتنی عقل رکھتا ہو کہ فعل وصیت کی حقیقت سمجھ سکے۔ جبتک اوس

[1] رد المحتار صفحہ ۱۲۹۵۱۔ منہ۔

اوس فعل کی حقیقت سمجھنے کی لیاقت عقلی اوسمین موجود رہے اور جبتک وہ اتنی عقل رکھتا ہو کہ اوس وصیت کے اثر یا نتیجہ کو سمجھ سکے اوسوقت تک محض مجنونانہ خیالات یا حرکات سے اوسکی قابلیت وصیت نہ زائل ہوجاے گی۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شرع محمدی کے اصول قانون انگلستان کے اصول سے اس امرمین مشابہ ہین کہ جو شخص کسی ایسے خبط یا سفاہت مین گرفتار ہو جو اوسکے فہم وادراک مین مخل نہ ہو وہ وصیت کرنے کی قابلیت شرعی یا قانونی رکھتا ہے۔

صرف جنون محض و مطلق ہی ازالۂ قابلیت وصیت کا سبب نہین ہے

بلکہ سفیہ کی وصیت بھی یقیناً باطل ہے اور جو سفاہت کبرسن یا مرض یا اور کسی سبب سے پیدا ہو وہ بھی اختیار وصیت کو زائل کرسکتی ہے۔ زوال قابلیت وصیت چندروزہ اور دائمی دونون طرح کا ہو زوال چندروزہ بخاری یا بیماری یا کسی شئے مخدر کے استعمال سے ہوسکتا ہے اور سفیہ یا ضعیف العقل پر واب ناجائز عمل مین لانے سے بھی یہی نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے۔

شرع محمدی مین افعال متعلقۂ انتقالِ جائداد اوس شخص کے

جو ایسے مرض مین مبتلا ہو جسمین سے خوف ہلاکت ہو اور جو آخرالامر اوسکی موت کا باعث ہوجاے صرف ایک اثر محدود رکھتے ہین۔ مثلاً اگر وہ شخص جو ایسے مرض مین مبتلا ہو ہبہ یا وقف کرے تو گو یہ فعل ایسا ہی جو فوراً نفاذ پذیر ہے مگر وصیت کے حکم مین ہے اور صرف وہانتک جائز ہے جہانتک وصیت جائز ہوسکتی ہے۔ یعنے صرف ثلث مال مین نافذ ہوسکتا ہے۔ اسمین موصی کی قابلیت وصیت یا اوسکے فعل کے اختیاری ہونیکو کچھ دخل نہین ہے۔ بلکہ جو شخص ایسی حالت مین مبتلا ہو اوسکی نسبت شرعاً قیاس کیا جاے گا کہ قابلیت تامہ انتقال یا وصیت کی نہین رکھتا تھا۔ لہذا جو انتقالات اختیاری فوراً نفاذپذیر ہون جب اونکے اثر پر غور کیا جاے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اون انتقالات کے وقوع کے وقت منتقل کنندہ کی کیا حالت تھی۔ اگر وہ اوسوقت تندرست تھا تو وہ انتقالات اوسکی کل جائداد

کی نسبت جائز ہین اور اگر اوس وقت وہ بیمار تھا تو وہ انتقالات اوسکے صرف ثلث مال کی نسبت جائز ہین - انتقالات سے وہ افعال مراد ہین جو کسی علم پر شامل ہین یا جنسے کوئی حق پیدا ہو اور جو کسیقدر تبرعاً وقوع مین آئے ہون - سواسطے کہ بیماری کی حالت مین قرضہ کا اقرار کر لینے سے وہ قرضہ آدمی کی کل جائداد پر عائد ہو جاتا ہے اور اسی طرح سے نکاح عالم بیماری مین کر لینے سے منکوحہ کا مہر معین ناکح کی کل جائداد پر عائد ہو جاتا ہے - وہ فعل جسکا نفاذ فاعل کے مرنے پر موقوف ہوگا وہ بحالت صحت نفس وقوع مین آیا ہو تو بھی صرف اوسکے ثلث مال مین نافذ ہوگا جیسے کوئی شخص کہے کہ "تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے" یا "یہ چیز میرے مرنے کے بعد زید کو دیجائے" بیمار آدمی کا عتق[1] اور محابات اور ہبہ اور وقف اور ضمان یہ سب افعال وصیت کا حکم رکھتے ہین اور صرف اوسکے ثلث مال مین نافذ ہو سکتے ہین - جن امراض سے خوف ہلاکت خواہ مخواہ ہوتا ہے اونکو فقہ کی اصطلاح مین مرض الموت کہتے ہین اونکی کیفیت سابق مین مفصل بیان ہو چکی ہے مگر اس مسئلہ کی اور زیادہ توضیح اس مقام پر کرنا فائدہ سے خالی نہین ہے[2] -

قہستانی نے فرمایا ہے کہ مرض الموت وہ بیماری ہے جو موت کا باعث ہو اگرچہ مریض اوس بیماری سے صاحب فراش نہ ہو گیا ہو وہ مرض مزمن مرض الموت نہین سمجھا جاتا جس سے مریض کو انتقال جائداد پر قدرت نہ باقی رہے اور اوسکی قابلیت اپنی کل جائداد کو منتقل کرنیکی محدود ہو جائے - اسکی وجہ یہ ہے کہ جب مرض مزمن ہو گیا ہو تو وہ مریض کے مزاج مین داخل ہو جاتا ہے جیسے اندھے یا لنگڑے وغیرہ کی کیفیت ہوتی ہے - پس مرض الموت وہ بیماری ہے جس سے خوف ہلاکت ہو اور یہ جب ہوتا ہے

[1] عتق کے معنی بردہ آزاد کرنا ہے اور محابات وہ فعل ہے جس سے واہب موہوب لہٗ کی رعایت سے مال بیچ لینے جو جائداد فروخت ہو چکی ہے اوسکی قیمت گھٹا یا بڑھا دیتا ہے - محابات حبوسے مشتق ہے ۱۲ - منہ

[2] ردّ المختار کتاب الوصیت صفحہ ۶۳۹ ۱۲ - منہ

کہ جب مرض بڑھتے بڑھتے آخر موت کا باعث ہوجاتا ہے مگر جب ایک عرصہ تک بیماری ایک ہی حال پر رہے یا اوس مین ترقی ہو تو ایسی غیر محسوس ہو کہ مریض کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو اور وہ اوس مرض کا عادی ہوجاسے تو وہ مرض الموت نہین ہے - جب بیمار رہنے کے پورے برس روز کے بعد بیمار آدمی مرجاسے تو جو انتقال اوسنے کیا ہو وہ اوسکے کُل مال مین نافذ ہوگا - مگر جب اوس میعاد سے پہلے آدمی ایسی بیماری سے مرجاسے جو اکثر مہلک ہوتی ہے اور اوس بیماری کی وجہ سے وہ اپنے کاروبار معمولی سے معذور ہوگیا ہو یا اگر وہ عورت ہو تو امور خانگی کے انصرام سے معذور ہوگئی ہو تو ایسی بیماری مرض الموت سمجھی جاسے گی اور جو انتقال ستوفی یا متوفیہ سنے کیا ہو وہ اوسکے ثلث مال مین نافذ ہوگا - جو انتقال[۱] اوس عورت نے جسکا وضع حمل قریب ہو تبرعاً کیا ہو اوسکے ثلث مال مین نافذ ہوگا - ایسے ہی اگر دو گروہون مین باہم لڑائی ہو اور خونریزی کی نوبت آئے اور کچھ لوگ مارے جائین تو مرض الموت کا قاعدہ جاری ہوگا یعنے جو انتقال اون لوگون نے لڑائی پر آمادہ ہونیکے بعد کیا ہو وہ اونکے ثلث مال مین نافذ ہوگا لکن اگر لڑائی نہ ہوی ہو تو نہ ہوگا - یہی قاعدہ اوس انتقال مین جاری ہوگا جو کسی شخص نے طوفان کے عالم مین کیا ہو یا اوس قیدی نے کیا ہو جسکے قتل کا حکم ہوچکا ہو[۲] اس مسئلہ مین شیعہ کے احکام حنفیہ کے احکام سے مشابہ ہین مگر چند اختلافات بھی ہین جنپر توجہ کرنا ضرور ہے - جواہر الکلام مین لکھا ہے کہ انتقال جائداد جو کوی شخص مرض الموت کی حالت مین کرے دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ انتقال جو مؤجل ہو معجل نہ ہو یعنے جسکا نفاذ موصی کے مرنے کے بعد کیا جاسے - اور دوسرا وہ انتقال جو معجل ہو یعنے جسکا نفاذ فوراً مقصود ہو - پہلی قسم کا انتقال باتفاق علماء شیعہ من جمیع الوجوہ وصیت سمجھا جاسے گا اور مانند اوس شخص کے فعل کے تصور کیا جاسے گا

---

[۱] اس سارے باب مین انتقال سے ظاہرا انتقال جائداد بذریعہ وصیت یا انتقال بلا وصیت مراد ہے - ۱۲ مترجم

[۲] ردّ المختار صفحہ ۱۲۶۵ ۔ ۱۲ مترجم

جیسے بحالت صحت شخص کوئی انتقال کرکے اوسکو اپنی موت پر موقوف رکھا ہو اور جسکا نفاذ
وسکی وفات تک نہین ہو سکتا - دوسری قسم کا انتقال وہ ہے جسکا نفاذ فوراً کیا جاے
جیسے محابات ہے اور محابات کے معنے یہ ہین کہ مبادلہ اور ہبہ اور وقف اور عتق ان معاملات
مین جو نقصان ہو جاے اوس سے چشم پوشی کرنا اور فریق ثانی کی رعایت کرنا - ایسا
انتقال بعض علماء شیعہ کے نزدیک موصی کی کل جائداد مین اور بعض کے نزدیک اوسکے
ثلث مال مین نفاذ پذیر ہے [1]

مگر علماء کے دونون گروہون نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر
وہ شخص بیماری سے شفا پاے تو وہ انتقال خود اوسکے اور اوسکے ورثہ کے مقابل مین
نافذ ہو جاے گا اختلاف صرف اوس صورت مین ہے جبکہ وہ اوس بیماری سے مر جاے

اب اون امراض کو بیان کرنا ضرور ہے جو آدمی کو ثلث مال سے
زیادہ کا انتقال بالوصیت کرنے سے مانع ہین ہر ایک مرض کو جس سے عموماً خوف
ہلاکت ہو مرض مخوف یا مرض الموت کہہ سکتے ہین جیسے تپ محرق یا دق یا نفث الدم
یعنے خون تھوکنا وغیرہ - مگر جو امراض عموماً شفا پذیر ہین اونکا ایسا اثر انتقال جائداد
پر ہوتا ہے کہ گویا آدمی نے اوسکو صحت کے عالم مین کیا ہے جیسے حُمّیٰ یومیہ یا درد سر
خواہ بڑھتا جاے خواہ نہ بڑھتا جاے یا ضفدع اللسان وغیرہ - وہ امراض جو مہلک
اور غیر مہلک دونون ہو سکتے ہین ایسے ہین جیسے تپ سوداوی یا تخمہ یا ورم بلغمی - مگر
بہتر یہی ہے کہ مرض الموت اون سب بیماریون کو سمجھنا چاہیے جو فوراً یا چند مدت کے بعد
ہلاکت ہون خواہ عموماً خطرناک ہون خواہ نہ ہون - مگر ہنگامۂ جنگ مین مقاتلہ ہونا یا عورتون کو
درد زہ عارض ہونا یا سمندر مین طوفان آنا ان آفات کا اثر یہ نہین ہوتا ہے کہ آدمی کا اختیار
انتقال جائداد زائل ہو جاے اسواسطے کہ ان حوادث پر لفظ مرض ہرگز نہین صادق آتا ہے

---

[1] اس مسئلہ مین حنفیہ نے شیعہ سے اختلاف کیا ہے ۱۲ منہ -

انتقالات بالوصیت جو اوس شخص نے کئے ہون جو ایسے مرض میں مبتلا ہو جو آخر الامر اوسکی ہلاکت کا باعث ہون شرایع الاسلام مین بعبارت ذیل بیان کیے گئے ہین۔

(الف) جب کسی مریض نے ہبہ کیا ہو اور محابات بھی کی ہو اور اوسکا ثلث مال ان دونون معاملون کے لیے کافی ہو تو دونون لاکلام نافذ کیے جائین گے۔ لکن اگر ثلث مال اس مقدار سے کم ہو تو جو معاملہ متوفی نے پہلے کیا ہو اوسکو ترجیح دی جائے اور اسی طرح سے دیگر معاملات بھی بلحاظ تقدم و تاخر نافذ کئے جائین گے یہانتک کہ ثلث مال ختم ہو جائے تب جو کمی پڑے وہ سب سے آخری معاملہ پر عائد کیجائے۔

(ب) جب ہبہ موجل اور ہبہ معجل دونون ساتھ کئے جائین تو ہبہ معجل کو ترجیح دی جائے اور ہبہ موجل بھی نافذ کیا جائے اگر ثلث مال دونون کے نفاذ کو کافی ہو۔ لکن اگر ثلث مال کفایت نہ کرے تو ہبہ موجل ثلث مال تک نافذ ہوگا اور باقی مین باطل ہوگا۔

(ج) جب مریض ایک کر سے زیادہ غلہ نہ رکھتا ہو اور اوسکی قیمت چھ دینار ہو اور اوسکو بہ معاوضہ ایک کر غلہ کے جو اوس سے بدتر ہو اور جسکی قیمت دو دینار ہو بیع کرے تو یہ معاملہ محابات ہے اور اس سے جو نقصان ہوا ہے وہ اوسکی کل جائداد کا ایک نصف ہی حالانکہ اوسکو ایک ثلث سے زیادہ کی نسبت یہ معاملہ کرنا شرعاً نہین جائز تھا لہذا مشتری کو لازم ہے کہ ایک سدس اوسکا اوسکے ورثہ کو واپس کردے مگر اسمین ربٰو یعنے سود ہو جائے گا۔ پس اس معاملہ کو شرعاً جائز کر دینے کے لیے ضرور ہے کہ مشتری بایع کے ورثہ کو ایک ثلث اونکے اچھے غلہ کا واپس کردے تب اون ورثہ کے پاس دو ثلث اوسکے رہجائین گے جنکی قیمت دو دینار ہے اور مشتری پاس بھی دو ثلث رہجائین گے جنکی قیمت چار دینار ہے پس صرف دو دینار یا ایک ثلث چھ کا (یعنے کل جائداد کا) زیادہ رہے گا اور یہی وہ مقدار ہے جسکو بایع مرض الموت کی حالت

شرعاً منتقل کرسکتا تھا۔

(د) اگر کوئی مریض اپنی دو سے روپیہ کی چیز سو روپیہ کو بیچڈالے اور بعد اوسکے اوس مرض سے اچھا ہوجائے تو اس معاہدہ کی پابندی اوسکو یقیناً واجب ہے۔ لکن اگر وہ مرجاے اور اوسکے بعد ورثہ اس بیع سے راضی نہ ہون تو یہ معاملہ وہانتک جائز ہوگا جہانتک اوس چیز کا ایک نصف اوس قیمت کے مقابل ہو جو اوسنے فی الواقع دی ہے یعنے چھ مین سے تین اور یہ محابات دو سدس یا چھ کے ایک ثلث مین جائز ہے اور یہ دونون ملاکر اوس چیز کے پانچ سدس کے برابر ہوے پس اس مقدار تک تو یہ بیع جائز ہے اور صرف ایک سدس جو باقی رہگیا ہے اوسکے نسبت ناجائز ہے لہذا وہ ورثہ کو واپس کردینا چاہیئے۔ مگر مشتری کو اختیار ہے کہ چاہیے اوس بیع کو اسوجہ سے فسخ کرے کہ اوسکا صرف ایک جز جائز تھا یا اوسکا پابند رہے اور اگر وہ اوسکی پابندی اختیار کرکے بایع کے ورثہ کو اوس چیز کے ایک سدس کا معاوضہ دیدے تو اونکو بھی اوسکے لینے نہ لینے کا اختیار ہے کیونکہ اونکا حق اوس چیز کے عین مین موجود ہے"

ان احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین انتقال بالوصیت کرے تو وہ جائز ہے بشرطیکہ وصیت کرنے کے وقت موصی کے ہوش وحواس درست ہون اور یہ فعل اوسکا اختیاری ہو اضطراری یا جبری نہ ہو۔ جس فعل کا نفاذ فوراً مقصود ہو یعنے فعل معجل وہ بھی بطور وصیت کے نافذ ہوگا۔

مگر وہ انتقال جو مرض الموت کی حالت مین یا موت کے خیال سے تبرعاً کیا گیا ہو اوسمین اور کسی دَین کا اقرار کرنے مین بڑا فرق ہے۔ چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہے کہ "جب کوئی شخص اپنی جائداد کے باب مین کوئی فعل اختیاری معجل عمل مین لائے (جو فوراً انفاذ پذیر ہو اور اوسکی وفات پر موقوف نہ ہو) اور اوس فعل کو بحالت صحت النفس عمل مین لاے تو وہ فعل اوسکی کل جائداد پر نافذ ہوگا اور جب کوئی شخص ایسا فعل عمل مین

لا کر اوسکا نفاذ اپنے مرنے پر موقوف رکھے تو وہ اوسکے ثلث مال مین نافذ ہوگا خواہ وہ اوسوقت بیمار ہو خواہ تندرست ہو - مگر برخلاف اسکے اگر کوئی شخص دین یا قرضہ کا اقرار کرے تو وہ اقرار اوسکی کل جائداد مین نافذ ہوگا اگرچہ اوسنے بیماری کی حالت مین کیا ہو کیونکہ یہ فعل تبرعاً یا رعایتاً نہین کیا گیا ہے - تاہم اس قسم کا اقرار جو حالت صحت مین کیا گیا ہو اسی قسم کے اقرار پر جو حالت مرض مین کیا گیا ہو مقدم رکھا جاوے گا - اور یہہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ مرض جس سے آدمی شفا پاوے شرعاً صحت کا حکم رکھتا ہے -

۰۰ اگر کوئی مریض قرضہ کا اقرار کسی غیر عورت کے باب مین کرے یا اوسکی باب مین وصیت کرے یا کوئی چیز اوسکو ہبہ کرے اور بعد ازآن اوس سے نکاح کر لے اور پھر مرجاوے تو وہ اقرار صحیح ہے مگر وہ وصیت یا ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ بطلان اوس اقرار کا جو کسی وارث کے باب مین کیا گیا ہو اسپر موقوف ہے کہ وہ شخص وہ اقرار کرنے کے وقت وارث ہو مگر بطلان اوس وصیت کا جو کسی وارث کے باب مین کی گئی ہو اسپر موقوف ہے کہ موصی لہ موصی کی وفات کے وقت اوسکا وارث ہو جیسا کہ مین بیان کیا گیا اور چونکہ وہ عورت اوس اقرار کے وقت اوس شخص کی وارث نہ تھی بلکہ اوسکے مرنے کے وقت بسبب نکاح کے اوسکی وارث ہوگئی تھی لہذا وہ اقرار صحیح ہے مگر وہ وصیت باطل ہے اور اسی طرح سے وہ ہبہ بھی باطل ہے کیونکہ وصیت اور ہبہ کا ایک ہی حکم ہے -

اگر کوئی مریض اپنے بیٹے کے باب مین قرضہ کا اقرار کرے یا اوسکو ہبہ یا وصیت اوسکی کرے جبکہ وہ نصرانی ہو اور وہ (بیٹا) بعد ازآن اپنے باپ کی وفات کے پیشتر مسلمان ہوجاوے تو وہ اقرار اور ہبہ اور وصیت سب باطل ہین - وصیت اور ہبہ تو اس سبب سے باطل ہے کہ وہ بیٹا اپنے باپ کی وفات کے وقت اوسکا

وارث نہ تھا جیسا سابق مین بیان کیا گیا اور اقرار دَین اسوجہ سے باطل ہے کہ اگرچہ وہ بیٹا نصرانی ہونے کی وجہ سے اوس اقرار کے وقوع کے وقت اپنے باپ کا وارث نہ تھا (کیونکہ کفر مانع ارث ہے) تاہم سبب وراثت یعنے نسب تو اوسوقت موجود تھا جس سے اوسکے باپ پر یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اوسنے جھوٹا اقرار اسلیے کردیا تھا کہ اوسکے مال کا ایک جزو اوسکے بیٹے کو مل سکے۔ مگر نکاح کی اوس صورت سے جیسا سابق مین بیان کیا گیا کہ اوسمین سبب وراثت نکاح تھا اور وہ اوس اقرار کے بعد واقع ہوا تھا اوسکے قبل نہ واقع ہوا تھا کیونکہ فرض کیجیے کہ وہ نکاح اقرار کرنے کے وقت موجود تھا اور اوسوقت زوجہ نصرانیہ تھی مگر بعد ازآن اپنے شوہر کی وفات کے پیشتر مسلمان ہو گئی تو اوس صورت مین وہ اقرار ناجائز ہوگا۔

اگر کوئی مریض اپنے بیٹے سے جو غلام محض یا مکاتب ہو قرضہ کا اقرار کرے یا اوسکو ہبہ یا وصیت کرے اور باپ کے مرنیکے بعد بیٹا آزاد کردیا جاے تو اوس صورت مین اونمین سے کوئی فعل بھی جائز نہین ہے اسکے وجوہ مثال مذکورۂ بالا مین بیان ہو چکے ہین۔

اسی طرح سے قاضی خان نے فرمایا ہے کہ "اگر مریض کسی غیر عورت سے قرضہ کا اقرار کرے یا اوسکے نام ہبہ یا وصیت کرے بعد ازآن اوس سے نکاح کرکے مرجاے تو وہ اقرار ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک جائز ہے مگر وصیت اور ہبہ باطل ہے۔ اور جب مریض نے اپنے بیٹے کے نام وصیت کی ہو یا ہبہ مع الاقباض یا اقرار دَین کیا ہو اور وہ بیٹا اوسوقت کافر یا غلام ہو اور بعد ازآن اپنے باپ کی وفات کے قبل مسلمان یا آزاد ہو جاے تو اونمین سے ہر فعل باطل ہے"

مگر جب کسی خاص رقم یا کسی خاص چیز کا اقرار نہ کیا ہو تو اوسکا نفاذ ثلث مال مین کیا جاے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین اپنے ورثہ سے کہے کہ "مین زید کا قرضدار ہون اور جو کچھ وہ کہے تم اوسکا اعتبار کرنا" تو اوس صورت مین

زید کا دعوے کسی مقدار پر جو ثلث مال سے زائد نہ ہو تسلیم کر لیا جاوے گا اگرچہ ورثہ بھی اوسکا دعوے کرین - قول راجح یہی ہے[۱]

اسی طرح سے اگر موصی اپنے ورثہ سے کہے کہ "اگر زید تمھارے پاس اگر کسی چیز کا دعوے تمسے مجبہم کرے تو اوسکو وہ دیدینا چاہیے اوسکی مقدار جو ہو" تو یہ اقرار بقدر ثلث مال تسلیم اور نافذ کیا جاوے گا اور چونکہ یہ اقرار بمنزلہ وصیت ہے لہذا زید کا دعوے مقر کے ثلث مال سے زیادہ مین نہین نافذ ہو سکتا - پس اگر اس اقرار کے علاوہ موصی نے اور چند وصایا چند اشخاص کے نام کیے ہون تو اوسکے مال کا ایک ثلث موصی لہم کے لیے اور دو ثلث ورثہ کے واسطے رکھا جاوے گا - اور موصی لہم اور ورثہ سے پوچھا جاوے گا کہ موصی نے زید کے باب مین کیا کہا تھا - اگر وہ کچھ دین یا قرضہ تسلیم کرلین تو وہ مقر کے مال و اسباب سے بقدر حصص ورثہ و موصی لہم کے ادا کیا جاوے گا اور اونسے کہا جاوے گا کہ جہانتک مناسب سمجھین وہانتک زید کے دعوے کی تصدیق کرین - پس اگر ورثہ اور موصی لہم دونون اقرار کرین کہ زید کا کچھ قرض ہے تو یہ ظاہر ہے کہ موصی کی جائداد پر ایک دین ہے جسکا اثر اون دونون کے حصہ پر پہونچتا ہے اور جب یہ ہوا تو اس سے یہ لازم آیا کہ اگر زید اوس سے زیادہ کا دعوے کرے جتنا ورثہ اور موصی لہم تسلیم کرین اور موصی کے اقرار غیر معین کے سوا زید اور کوئی ثبوت اپنے دعوے کا نہ رکھتا ہو تو ورثہ اور موصی لہم کا بیان باین مضمون کہ ہمارے علم و یقین مین اس سے زیادہ زید کا قرضہ نہین ہے یقین کیا جاوے گا اور اُن کو حلف کرنیکی تکلیف نہ دی جاوے گی کیونکہ اُنسے حلف اُس مقدمہ مین نہ لینی چاہیے[۲] جو صرف مدعی اور مقر کے درمیان ہوا ہے اور جسمین وہ کوئی فریق نہین ہین[۳] -

اگر کوئی شخص کسی چیز کی وصیت اپنے کسی وارث اور غیر شخص کو

---

[۱] ... صفحہ ۲۹۳ - [۲] منہ [۳] شرائع الاسلام صفحہ ۱۲۲۴ - منہ -

بالاشتراک کرے تو اس صورت مین وارث کے نام تو وصیت صحیح نہین ہے البتہ صرف نصف
مال وصیتی اوس غیر شخص کو دیا جاسے گا اسواسطے کہ چونکہ وارث بھی ایک موصی لہ ہے
لہذا اوس غیر آدمی کے اس حق کا مانع ہے جو اوسکو کل مال وصیتی مین حاصل ہوتا - مگر یہ اوس
صورت مین نہ ہو گا جبکہ وصیت ایک زندہ اور ایک مردہ کے نام کی ہو کیونکہ اس
صورت مین چونکہ مردہ مال وصیتی نہین لے سکتا لہذا وہ سارا مال اوس زندہ کو ملیگا -

صغیر یا نابالغ کی قابلیت انتقال بالوصیت کے باب مین فرق اسلام
مین اختلاف عظیم ہے - شیعہ کے نزدیک عقل کامل اور آزادی جواز وصیت کو لازم ملکہ
الزم ہے اور وصیت مجنون یا صبی کی جبکا سن دس برس سے کم ہو نہین جائز ہے - مگر جب
اوسکی عمر دس برس کی ہوجاسے تو قول مشہور و راجح یہی ہے کہ وہ جملہ انتقالات بالوصیت
مقاصد مباح کے لیے اپنے اقربا اور غیرون پر کرسکتا ہے بشرطیکہ رشید و ذی شعور ہو
اس مسئلہ مین شافعیہ اور مالکیہ نے عموماً شیعہ سے اتفاق کیا ہے - شافعیہ کے نزدیک
صبی شرعاً وصیت کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے اس فعل کی حقیقت سمجھنے کی قابلیت
رکھتا ہو[1] - خلاصہ یہ ہے کہ جب موصی کی قابلیت وصیت کا قیاس ہوسکے تو اوسکی عمر
کے باب مین کوئی سخت حکم شرع کا نہین ہے - مالکیہ کے نزدیک بھی نابالغی فی نفسہ
مانع شرعی وصیت کا نہین ہے مگر اس فرقہ کے علمار مین نابالغ کی وصیت کے باب
مین اختلاف معلوم ہوتا ہے - بعض علمار مالکی کا یہ قول ہے کہ صرف وہ وصیتین نابالغ کی
جائز ہین جو امور مذہبی کے باب مین کی ہون اور بعض کا یہ قول ہے کہ نابالغ کے حق وصیت
کو ایسے امور پر محدود نہ کرنا چاہیئے بلکہ تمام وصایا پر جاری کرنا چاہیئے بشرطیکہ اون وصایا
مین باہم منافات نہ معلوم ہو اور وہ نابالغ اتنی عقل رکھتا ہو کہ اپنے اس فعل کی
خاصیت کو سمجھ سکے -

[1] سائیرا صاحب کی کتاب صفحہ ۲۱۹ - ۱۲ منہ

مگر حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو لڑکا حد بلوغ کو نہ پہونچا ہو وہ عقل و شعور
نہین رکھتا ہے لہذا وصیت نہین کر سکتا - چنانچہ ملتقی الابحار مین صاف لکھا ہے کہ "جوا ز
وصیت چند شروط پر موقوف ہے جنمین سے ایک شرط یہ ہے کہ موصی کو بالغ ہونا چاہیئے
- اور فتاوئے عالمگیری مین بھی لکھا ہے کہ "ہمارے نزدیک جو وصیت نابالغ نے
کی ہو خواہ وہ مراہق[1] ہو خواہ نہ ہو نا جائز ہے - اور اسمین کچھ فرق نہین ہے کہ اوس لڑکے
کو سوداگری کرنیکی اجازت دی گئی ہو خواہ نہ دی گئی ہو اور وہ خواہ قبل بلوغ خواہ بعد بلوغ
مر جاوے - اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ "اگر مین بالغ ہو جاؤن تو میرے مال کا ایک
ثلث فلان شخص کو ملے" تو یہ وصیت بھی اسوجہ سے ناجائز ہے کہ وہ اوسوقت اسکی
قابلیت شرعیہ نہ رکھتا تھا یعنے نابالغ تھا" ردّ المختار مین لکھا ہے کہ "وصیت
نابالغ کی نہین جائز ہے گو وہ رشید یا ذی شعور ہو مگر وہ وصیت جو وہ اپنی تجہیز و تکفین کے
مصارف کی باب مین کرے - جیسا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ مراہق
اپنی تجہیز و تکفین کے باب مین وصیت کر سکتا ہے - ہدایہ مین اوس اختلاف کو مفصل بیان
کیا ہے جو اس مسئلہ مین حنفیہ او رشافعیہ مین ہے - نابالغ کی وصیت نہین جائز ہے
مگر امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اوسکی وصیت اس شرط سے جائز ہے کہ کسی معقول اور مناسب
امر کے لیے کیجاوے اسواسطے کہ حضرت عمرؓ نے ایک صبی کی وصیت کو جائز رکھا اور نیز
اسواسطے کہ اس وصیت کی تعمیل سے اوس لڑکے کو ثواب ہوگا اور اسکی تنسیخ سے اوسکو
کچھ ثواب ہوگا ہمارے علماء (حنفیہ) نے دو دلیلین اپنے قول کی تائید مین لکھی ہین - ایک
دلیل یہ ہے کہ وصیت ایک فعل اختیاری ہے جسکا حسن و قبح سمجھنے کی قابلیت نابالغ نہین
رکھتا ہے - دوسری دلیل یہ ہے کہ نابالغ کا قول واجب العمل نہین ہے لیکن اگر اوسکی وصیت
کا جواز تسلیم کر لیا جاوے تو اوسکے قول پر عمل کرنا پڑے گا - اور حضرت عمرؓ سے جو روایت

[1] مراہق وہ لڑکا ہے جو قریب بہ بلوغ ہو ۱۲ - منہ

لکھی ہے اوسمین لفظ صبی سے وہ شخص مراد ہے جو ابھی ابھی بالغ ہوا ہو یا صبی کی وصیت سے
فقط وہ وصیت مقصود ہے جو اوسنے اپنے دفن وکفن کے باب مین کی ہو اور یہ ہمارے
علمارکے نزدیک جائز ہے۔ قطع نظر اسکے صبی کی وصیت کا باطل ہونا خود اوس صبی کی
حق مین مفید ہے کیونکہ جب اوسکا مال اوسکے ورثہ کو ملیگا تو حقوق قرابت باقی رہین گے
اور رشتہ محبت قائم رہے گا جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ اور یہ جو امام شافعی نے فرمایا
کہ نابالغ کی وصیت کی تکمیل سے اوسکا فائدہ متصور ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جب کسی امر نز
نفع یا نقصان متصور ہو تو غور طلب یہ بات ہے کہ اس فعل کا نتیجہ فوری کیا ہوگا نہ یہ کہ انجام کار
اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ یعنے اگر اوس فعل سے فی نفسہ کوئی فائدہ فوری ہو تو اوسکو
نابالغ کے خاطر عمل مین لانا بہتر ہے مگر یا نحن فیہ مین یعنے جس مسئلہ کی تحقیق اس مقام پر
ہو رہی ہے اوسمین اوس فعل (یعنے وصیت) کا نتیجہ فوری یہ ہے کہ نابالغ کے مال کا
نقصان ہوتا ہے گو آخر مین اوسکو کچھ فائدہ ہو یعنے اوسنے یہ نیت ثواب یا بغرض تقرب الٰہی
وصیت کی ہو اور جب نابالغ کی وصیت کا نتیجہ فوری نقصان ہوا تو وہ ناجائز ہوگئی جیسا
طلاق مین ہوتا ہے کہ اگر کوئی نابالغ اپنی زوجہ کو طلاق دے یا اوسکا ولی اوسکی طرف سے
طلاق دے تو وہ طلاق واجب العمل نہین ہے اگرچہ اکثر اوقات طلاق سے فائدہ
ہوتا ہے جیسے مثلاً کسی نابالغ کی زوجہ غریب ہو اور اوسکو طلاق دیکر وہ اپنی کسی رشتہ کی
بہن سے جو متمول اور خوبصورت ہو اپنا عقد کرنا چاہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے علمار کے
نزدیک نابالغ کی وصیت ناجائز ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی نابالغ وصیت کرے اور
پھر بالغ ہونے کے بعد مرجاے تو ایسی وصیت بھی ناجائز ہے کیونکہ اوسوقت ہوئی تھی
جبکہ موصی اس فعل کی قابلیت نہ رکھتا تھا۔ علے ہذا القیاس اگر کوئی نابالغ یہ وصیت کرے
کہ میری وصیت یہ ہے کہ جب مین سن بلوغ کو پہونچون اوسوقت میرے مال کا ایک ثلث
فلان شخص کو دیا جاے تو ایسی وصیت بھی ناجائز ہے اسواسطے کہ جب نابالغ

وصیت کرنے کے قابل نہین ہے تو نہ ایسی وصیت کرسکتا ہے جسکا نفاذ فوراً کیا جاے اور نہ ایسی وصیت کرسکتا ہے جسکا نفاذ زمانہ آئندہ پر موقوف ہو جس طرح سے وہ طلاق دینے یا آزاد کرنے کے قابل نہین ہے - مگر غلام مفقود اور مکاتب کی اور صورت ہے کیونکہ وہ قابلیت تامہ رکھتے ہین جسمین صرف انکے مالک کا حق حارج ہے لہذا اونکی کل افعال (جیسے طلاق وصیت وغیرہ) بالکل جائز ہین بشرطیکہ اوس زمانہ پر موقوف رکھے جائین جبکہ وہ مانع شرعی (یعنے اونکے مالک کا حق) نہ باقی رہے جیسے کوی غلام کہے کہ "مین زوجہ کو طلاق دیتا ہون جسوقت مین آزاد ہو جاؤن"

پس شرع حنفی کے احکام کا محصلّ و مفاد یہ ہے کہ جو لڑکا سن بلوغ کو نہ پہونچا ہو وہ اپنے مال کو بذریعہ وصیت منتقل کرنیکی قابلیت نہین رکھتا ہے - اور سابق مین مفصل بیان ہوچکا ہے کہ بموجب ایکٹ بلوغ (ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۵ع) اسسنّ بلوغ کیا ہے مگر جب نابالغ بعد بلوغ اپنی وصیت کی تصدیق کردے یا اوسکو بحال رکھے تو وہ ابتدا ہی سے جائز ہو جاے گی -

جس شخص کو کسی جرم کی علت مین سزاے موت کا حکم ہوا ہو اوسکے باب مین کوی ایسا حکم شرع نہین ہے جس سے وہ اختیار وصیت سے محروم ہو جاے جو سپاہی کسی لڑائی مین مصروف ہو اور جو شخص عالم مسافرت مین ہو اور اپنی جائداد سے دور ہو بلکہ ہر شخص جو صحیح العقل اور آزاد ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت شرعاً وصیت کرسکتا ہے اختلاف مذہب مانع انتقال بالوصیت نہین ہے - چنانچہ ملتقی الابحار مین صاف لکھا ہے کہ "موصی اور موصیٰ لہٗ مین اختلاف مذہب جواز وصیت کا مانع یا مبطل وصیت نہین ہے - لہذا مسلمان غیر مسلم پر (بشرطیکہ حربی نہو) انتقال بالوصیت کرسکتا ہے اور غیر مسلم بھی مسلمان پر ایسا انتقال کرسکتا ہے [۱]" - جو وصیت اوس مسلمان نے

[۱] اس مسئلہ مین شافعیہ نے اختلاف کیا ہے ۱۲ - منہ -

کی ہو جو بعد ازآن مرتد ہو گیا ہو اوسکے جواز مین فرمانے اسلام مین اختلاف ہے - مالکیہ کے
نزدیک ارتداد مبطل وصیت ہے - اور حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ مرتد کی وصیت اوس وقت
جائز ہو جاسکے گی جبکہ وہ اوس فرقہ کے نزدیک جائز ہو جس فرقہ کا مذہب اوسنے اسلام
ترک کرکے قبول کیا ہے [1]

اگر کوی مسلمان نصرانی یا یہودی یا مجوسی ہو جاسے اور بعد اوسکے
کسی قسم کا انتقال بالوصیت کرے تو وہ انتقال جو اگر کوی مسلمان کرتا تو جائز ہوتا اوس وقت
تک معطل رکھا جاسے گا جبتک کہ وہ پھر اسلام قبول کرلے یا قتل کیا جاسے یا خود اپنی
موت سے مرجاسے یا دارالحرب مین جاکر پناہ لے اور وہ انتقال جو اگر کوی مسلمان کرتا
تو جائز نہ ہوتا امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے - صاحبین کے نزدیک مرتد کے
افعال بالفعل جائز اور نفاذ پذیر ہین پس جو فعل اوس فرقہ کے نزدیک جائز ہے جسکا
دین اوسنے اختیار کیا ہے وہ اب بھی جائز ہے اور اگر وہ وصیت اوس فرقہ کے نزدیک
فعل حسن ہو مگر ہمارے (مسلمانون) کے نزدیک فعل قبیح ہو تو بھی وہ وصیت صحیح ہے [2]
اگرچہ اون اشخاص کے باب مین کی ہو جنکی موصی نے کچھ تعیین نہ کی ہو - جب کوی
عورت مرتد ہو جاسے تو اوسکی وصیت بھی وہانتک جائز ہے جہانتک وصیت اوس
فرقہ کی جسکا دین اوسنے اختیار ہے جائز ہو سکتی ہے اسواسطے کہ عورت ارتداد کی علت مین
مستوجب قتل نہین ہے - [3]

ایک اور شرط ضروری انتقال بالوصیت کے جواز کی یہ
ہے کہ موصی مال وصیتی کا مالک ہو یا اوسکا مستحق ہو اگر اوس مال مین اوسکا کوی حق ہو [4]
مگر جب مال وصیتی اوس موصی کا ملک ہو جسپر قرضہ کا بار اسقدر ہو

---

[1] بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۷۵ - منہ - [2] فتاواے عالمگیری صفحہ ۱۴۱ - بیلی صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۶۷ - ردالمحتار صفحہ ۱۴۴ ہدایہ صفحہ ۵۳۷ - منہ - [3] ماشیر صاحب کی کتاب صفحہ ۳۲ - منہ

کہ اوسکا قرضہ اوسکی جائداد سے زیادہ ہو تو انتقال بالوصیت نافذ نہ کیا جاوے گا تاوقتیکہ قرضخواہ اوس جائداد کو اپنے قرضہ سے بری نہ کردین[۵]

اس باب مین شیعہ کے اقوال شرایع الاسلام مین یہ لکھے ہین کہ ”

جب وہ شخص جو مقروض ہو اپنے غلام کو آزاد کرنیکی وصیت کرے اور اوس غلام کی قیمت مقدار قرضہ کے دوچند ہو تو وہ غلام آزاد کیا جاوے گا مگر اوسکو چاہیے کہ اپنی قیمت کے $\frac{5}{6}$ کے معاوضہ مین کام کرے لیکن اگر اوس غلام کی قیمت موصی کے قرضہ سے کم ہو تو وہ وصیت ناجائز ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ قرضہ وصیت پر مقدم ہے لہذا اسکو پہلے ادا کرنا چاہیئے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے صرف اوسکے ثلث مین سے وہ غلام آزاد ہو سکتا ہے - مگر جب کوئی شخص مرض الموت مین کوئی غلام تبرعاً آزاد کرے تو اوسکا حکم اور ہے یعنے اس صورت مین حکم شریح اوس فیصلہ پر مبنی ہے جو عبد الرحمن سے روایت ہے

---

[۵] فتاوے عالمگیری مین اس اصول کو اسطرح بیان کیا ہے کہ ”جب کوئی شخص وصیت کرے مگر اسقدر مقروض ہو کہ اوسکی ساری جائداد قرضہ مین مستغرق ہو تو وہ وصیت نہین جائز ہے تاوقتیکہ قرضخواہ اوس جائداد کو قرضہ سے بالکل بری نہ کردین “ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جس طور سے یہ اصول فتاوی عالمگیری مین لکھا ہے اوسمین اور اوس بیان مین جو اس کتاب کے متن مین لکھا ہے بلحاظ نتائج کے فرق ہے - اور بیلی صاحب کے ترجمہ انگریزی ہدایہ مین یہ فرق اور زیادہ ظاہر ہو گیا ہے - بیلی صاحب کے ترجمہ مین لکھا ہے کہ - اگر کوئی شخص بہت نہایت مقروض ہو اور وصیت کرے تو وہ وصیت ناجائز اور غیر موثر ہے اسواسطے کہ دیون وصایا پر مقدم ہین اور قرضہ ادا کرنا فرض عین ہے مگر وصیت ایک فعل اختیاری اور رعایتی ہے اور جو چیز لازم ہو اوسکا خیال پہلے کرنا چاہیئے - لیکن اگر متوفی کے قرضخواہ اپنا قرضہ معاف کردین تو اوسوقت اوسکی وصیت جائز ہے کیونکہ وصیت کا مانع شرعی جاتا رہا ہے اور موصی لہٗ مال وصیتی کا محتاج سمجھا گیا ہے “ مگر تمام کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ مین انتقالات بالوصیت اون لوگون کے مقصود ہین جنپر قرضہ کا بار اسقدر ہو کہ اوسنکے وصایا کی تعمیل کی گنجائش نہ ہو جسکو عربی مین ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ قرضہ مین مستغرق ہون - ۱۲ - منہ -

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

وصیت ہر امر کی جائز ہے جو شرعاً مباح ہو اور موصی کے مرنے کے بعد نافذ ہوسکے۔ مگر یہ اصول چند قیود سے مقید ہے جنکی تحقیق کرنا ضرور ہے قبل اسکے کہ اسمین بحث کیجائے کہ کن اشخاص کے واسطے شرعاً وصیت ہوسکتی ہے۔

(۱) وصیت اوس شخص کے حق مین کرنا جو موصی کی ہلاکت کا باعث عمداً ہوا ہو سب فرقون کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور حنیفہ کے نزدیک اوس شخص کے حق مین بھی وصیت نہین جائز ہے جسنے موصی کو سہواً یا اتفاقاً مار ڈالا ہو مگر یہ کہ قاتل نابالغ یا مجنون ہو۔ اور وہ وصیت بہرکیف ناجائز ہے خواہ قبل قتل خواہ بعد قتل وقوع مین آئی ہو۔ لکن اگر مقتول کے ورثہ راضی ہوجائین تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک وہ وصیت جائز ہوگی مگر امام ابو یوسف کے نزدیک تب بھی ناجائز رہے گی۔ جب موصی لہٗ صغیر یا مجنون ہو اور اوسنے موصی کو مار ڈالا ہو تو اوسکے ورثہ کی رضامندی جواز وصیت کی شرط نہین ہے۔ ردّ المختار مین لکھا ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل کے حق مین وصیت نہین ہوسکتی کیونکہ اوسنے اوس واقعہ کو جلد واقع کیا ہے جسکو خدا موقوف رکھتا۔ لہذا وصیت قاتل کے حق مین ناجائز ہے خواہ قبل خواہ بعد قتل کی گئی ہو کیونکہ اس حدیث مین تعمیم ہے۔ یہ قول زیلعی کا ہے" اوس واقعہ کو جلد واقع کرنے سے" یہ مراد ہے کہ قاتل کا فعل مقتول کی موت کا سبب فوری ہوا ہے ورنہ اہل حق کا یہ اعتقاد ہے کہ موت تو ضرور ہی بہرحال آتی۔ اگر کوئی شخص کسی کو فقط زخمی کرے تو وصیت اوس شخص کے حق مین ناجائز نہ ہوگی جسنے اوسکو زخمی کیا ہے کیونکہ وہ قاتل نہین ہے۔ جب کوئی شخص کسی کو مار ڈالے تو اوسکی وصیت سے محروم ہوجاتا ہے خواہ اوسکو عمداً مار ڈالا ہو خواہ سہواً یا اتفاقاً مثلاً اگر کوئی شخص کنوان کھودے اور جسنے اوسکے حق مین وصیت کی ہو وہ اسمین گرکر مرجائے تو موصی لہٗ

اوس وصیت سے محروم ہوجاوے گا۔

امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک قاتل کے حق مین وصیت اوسوقت جائز ہے جبکہ موصی مقتول کے ورثہ راضی ہوجائین۔ مگر امام ابو یوسف نے اس مین اختلاف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ورثہ راضی ہوجائین تو بھی وصیت قاتل کے حق مین مطلقاً باطل ہے۔ ایک عالم کا قول ہے کہ جو وصیت قبل قتل کی گئی ہو وہ سب کے نزدیک باطل ہے گو مقتول کے ورثہ راضی ہوجائین [۱]۔

مالکیہ کے نزدیک موصی کو اپنے قتل کا جرم معاف کردینے کا اختیار ہے پس اگر زخم کاری لگنے کے بعد وہ اوس شخص کے باب مین وصیت کرے جسنے اسکو زخمی

---

[۱] فتاوے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "وصیت اوس شخص کے باب مین نہین جائز ہے جو موصی کو عمداً یا سہواً یا اتفاقاً قتل کرے خواہ وصیت قبل خواہ بعد قتل کی ہو۔ لکن اگر مقتول کے ورثہ راضی ہوجائین تو وصیت امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر قاتل نابالغ یا مجنون ہو تو اوسکے باب مین وصیت بغیر رضامندی ورثہ مقتول جائز ہے یا اگر خود قاتل اکیلا وارث ہو تو اوسکے باب مین بھی امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک وصیت جائز ہے۔ قاتل کے مکاتب یا مدبر یا اُم الولد کے حق مین بھی بلا رضامندی ورثہ مقتول وصیت ناجائز ہے۔

ہدایہ مین لکھا ہے کہ "اگر کوئی شخص دوسرے کے حق مین وصیت کرے جسنے اوسکو زخم کاری لگایا ہو تو وہ وصیت ناجائز ہے خواہ قاتل مقتول کا وارث ہو خواہ کوئی غیر شخص ہو اور خواہ اوسکو عمداً خواہ سہواً اتفاق سے زخمی کیا ہو بشرطیکہ وہ فے الواقع اس جرم کا مرتکب ہوا ہو اسواسطے کہ احادیث مین وارد ہوا ہے کہ قاتل کے لیے وصیت نہین ہے اور چونکہ جس شخص نے زخم لگایا ہے وہ موصی کی موت مین عجلت کا باعث ہوا ہے لہذا اوسکی سزا یہی ہے کہ اوسکی وصیت سے مستفیذ ہو سکے جسطرح قاتل مقتول کے ترکہ سے محجوب ہے۔ علے ہذا القیاس جب کوئی شخص کسی کے باب مین وصیت کر چکا ہو اور موصی لہ موصی کو مار ڈالے تو وصیت باطل ہوجاے گی۔ لکن اگر ان صورتون مین مقتول کے ورثہ راضی ہوجائین تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک وہ وصیت جائز ہوجاے گی۔ مگر امام ابو یوسف کے نزدیک نہین جائز ہے اسواسطے کہ قاتل کا جرم جو موجب ابطال وصیت ہے تب بھی

کیا ہے تو یہ قیاس کیا جاوے گا کہ اوسنے اوسکے گناہ کو معاف کیا ہے اور وہ وصیت جائز ہوجاوے گی۔

شیعہ کے نزدیک قاتل کے حق مین وصیت اوسوقت باطل ہے جبکہ اوسنے موصی کو عمداً قتل کرڈالا ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک اگر قاتل اکیلا وارث موصی مقتول کا ہو تو بقول امام اعظم اور امام محمد اوسکے حق مین وصیت جائز ہوگی اور بقول امام ابو یوسف ناجائز ہوگی۔

اگرچہ خود قاتل کے حق مین وصیت ناجائز ہے مگر اوسکے والدین اور اولاد اور اجداد اور ذریات کے باب مین وصیت جائز ہے۔

(۲) سب فرقون کے نزدیک ایک وارث کے حق مین بلا رضامندی دیگر ورثہ وصیت کرنا نہین جائز ہے۔

ردالمختار مین لکھا ہے کہ "غیر آدمی کے حق مین بقدر ثلث مال موصی وصیت جائز ہے مگر موصی کے مرنیکے بعد اس سے زیادہ مقدار کی وصیت بھی برضامندی ورثہ جائز ہوسکتی ہے۔ اگر موصی کی حیات مین اوسکے ورثہ راضی ہوجاوین تو وہ رضامندی بیکار اور غیر موثر ہے بلکہ ورثہ کی رضامندی اوسوقت معتبر ہوگی جبکہ موصی کی وفات کے بعد ظاہر کیجاوے اور ورثہ خود بالغ وعاقل ہون۔ ورثہ کی رضامندی قبل وفات موصی اسوجہ سے غیر موثر ہے کہ اونکو حق وراثت اوسکے وفات تک نہین حاصل ہوتا۔ جب ورثہ راضی ہوجاوین تو ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک موصی لہ اپنا حق موصی سے پاوے گا مگر شافعیہ کے نزدیک اون ورثہ سے پاوے گا جو اوس وصیت سے راضی ہوگئے ہین۔ جب بعض ورثہ راضی اور بعض ناراض ہون تو وصیت بقدر حصص اون ورثہ کے جائز ہوگی جو راضی ہوگئے ہین۔ یہ ضرور ہے کہ جو ورثہ راضی ہوے ہین وہ بالغ وعاقل یعنے صحیح العقل ہون۔ لہذا رضامندی مجنون اور نابالغ کی نہین معتبر ہے۔ اور رضامندی مریض

کے وہی احکام ہین جو مریض کی وصیت کے ہین - یہ خیال کرنا چاہیئے کہ آیا یہ شخص باعتبار
اپنے حق وراثت کے موصی کا وارث شرعی اوسکی وفات کے وقت تھا یا نہ تھا - لہذا جب
کوی شخص اپنے بھائی کے حق مین وصیت کرے اور اوسوقت کوئی اولاد نہ رکھتا ہو مگر بعد ازآن
اسکے یہان اولاد پیدا ہو اور وہ شخص مرجاے تو بھائی کے حق مین جو اوسنے وصیت کی تھی وہ جائز
ہوگی کیونکہ اولاد کے ہوتے بھائی کوئی حق وراثت نہین رکھتا ہے - اسی طرح سے اگر
کوی شخص اپنی زوجہ کے حق مین وصیت کرکے اوسکو طلاق دیدے تو یہ وصیت جائز ہوگی
کیونکہ مطلقہ موصی کی وفات کے وقت اوسکی وارث نہ ہوگی - یعنے جب رشتہ زوجیت قطع
ہوگیا تو حق وراثت بھی زائل ہوگیا[1]

اگر وارث بالغ وعاقل ہو اور قابلیت انتقال جائداد رکھتا ہو مگر
مرض کی حالت مین اپنی رضامندی ظاہر کرے پس اگر اوس بیماری سے شفا پائے تو
اوسکی رضامندی درست ہے اور اگر اوس سے مرجاے تو اوسکی رضامندی وصیت کا
حکم رکھتی ہے پس اگر اصل موصی لہ اوس وارث کا وارث تھا جسنے رضامندی ظاہر کی ہے
تو وہ رضامندی ناجائز ہے تاوقتیکہ مریض کے اور ورثہ بھی اوسکو منظور کرلین - لیکن اگر اصل
موصی لہ اوس وارث کا وارث نہ تھا جسنے رضامندی ظاہر کی ہے تو اوس رضامندی سے
وہ وصیت اصل موصی کے ترکہ مین بقدر ایک ثلث کے نافذ ہوگی[2]

اگرچہ وصیت وارث کے حق مین باطل ہے مگر اقرار دین جائز ہے
جیسا سابق مین بیان کیا گیا[3]

اگر کوی شخص اپنے کسی وارث کے حق مین وصیت کرے تو ایسی
وصیت نہین جائز ہے اسواسطے کہ ایک حدیث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے

[1] ردالمختار صفحہ ۴۴۶ - منہ [2] ردالمختار صفحہ ۴۴۶ - بیلی صاحب کی شرع حنفی صفحہ ۶۲۶ - فتاوی عالمگیری
صفحہ ۱۴۹ - منہ [3] ردالمختار صفحہ ۴۴۶ - ہدایہ صفحہ ۶۷۴ - منہ -

فرمایا ہے کہ " اللہ تعالے نے ہر وارث کو اوسکا خاص حصہ بخشا ہے " اور نیز اسواسطے کہ ایک وارث کے حق مین وصیت کرنے سے دیگر ورثہ کی حق تلفی لازم آتی ہے اور اگر ایسی وصیت جائز رکھی جائے تو رشتہ قرابت قطع ہو جاے اور ورثہ مین باہم نفاق پیدا ہو۔ علاوہ برین احادیث مین وارد ہوا ہے کہ " وصیت خاص خاص ورثہ کے حق مین کرنا خلاف انصاف ہے۔ یہ بات قرار دینے مین کہ آیا موصی لہ وارث ہے یا غیر وارث اس امر کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ آیا وہ موصی کے مرنیکے وقت اوسکا وارث تھا یا تھا نہ یہ کہ وصیت کرنے کے وقت اوسکا وارث تھا یا نہ تھا۔ اگر بعض ورثہ راضی ہو جائین اور بعض ناراض ہین تو وصیت بقدر حصص اون ورثہ کے جائز ہوگی جو راضی ہوگئے ہین اور بقدر حصص اون ورثہ کے ناجائز ہوگی جو نہین راضی ہوے ہین۔

خلاصہ احکام مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ وہ لوگ انتقال بالوصیت کی وجہ سے محجوب الارث نہین ہو سکتے جو موصی کے مرنے کے بعد اوسکے ترکہ مین حصہ پانے کے مستحق ہین خواہ وہ کسی قسم کے وارث ہون۔ یہ اصول نص قرانی پر مبنی ہے جیسا اللہ تعالے نے سورۃ النسار مین فرمایا ہے۔ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ یعنے واسطے مردون کے ہے حصہ اوس چیز مین جو اونکے ماں باپ اور عزیزون نے چھوڑا ہو اور واسطے عورتون کے ہے حصہ اوس چیز مین جو اونکے ماں باپ اور رشتہ دارون نے چھوڑا ہے خواہ کم ہو خواہ زیادہ وہ حصہ واجب گردانا گیا ہے۔ اسی وجہ سے علمار نے فرمایا ہے کہ ورثہ کے حقوق شرعیہ کے تعین قرآن مجید مین اسطرح کردی ہے کہ انمین تغیر نہین ہوسکتا۔ اور جو ترتیب شریعت غرا مین مختلف درجہ کے اقربار کی جو متوفی کے مال مین حصہ پانے کے مستحق ہین مقرر کردی گئی ہے اوس ترتیب مین اسطرح فتور نہ ڈالنا چاہیئے کہ مورث اپنے

وارث کو اوروں سے زیادہ حصہ دیجاوے - اسی وجہ سے منتقی الابحار مین لکھا ہے کہ انتقال بالوصیت اوسوقت سے باطل ہے جسوقت ارث یا وراثت وقوع مین آوے مگر جیب ہے جبکہ موصی لہ وارث ہو اور خلیل ابن اسحق فقیہ مالکی نے فرمایا ہے کہ سب وصایا بحق ورثہ باطل ہین -

ان احکام کی وجہ سے مسلمان اپنے وارث کے حق مین کبھی وصیت نہین کرتے اور جب اونکو اپنے ورثہ کے حصون مین کمی و بیشی کرنی منظور ہوتی ہے تو جس وارث کو ترجیح دینا چاہتے ہین اوسکو ہبہ کر دیتے ہین یا اوسکے حق مین قرضہ کا اقرار کرتے ہین -

مگر جو وصیت اوس رشتہ دار کے حق مین کی گئی ہو جو موصی کے متروکہ مین حصہ پانیکا مستحق نہ ہو یا جو وصیت کرنیکے وقت تو اوسکا وارث ہو مگر ترکہ تقسیم ہونے کے وقت کسی وجہ سے اوسکا وارث نہ باقی رہا ہو وہ وصیت شرعاً جائز ہے مثلاً جب کسی شخص کے دو بیٹے اور ایک پوتا ہو اور وہ پوتا اوس بیٹے کی اولاد ہو جو اپنے باپ کی زندگی مین مرگیا ہو اور جسکے حق مین اوسنے اپنے اوسقدر مال کی وصیت کی ہو جو ایک ثلث سے زائد نہ ہو تو ایسی وصیت جائز ہے - اسی طرح سے اگر کسی شخص کا ایک بیٹا اور ایک نواسا یا نواسی ہو تو چونکہ وہ نواسا یا نواسی اوسکی وارث نہین ہے لہذا اوسکے حق مین وصیت جائز ہے - جب کسی شخص کا صرف ایک بھائی ہو اور کوئی اولاد نہ ہو تو اوسکے حق مین وصیت ناجائز ہوگی لکن اگر وصیت کرنے کے بعد موصی کو کوی اولاد پیدا ہو تو وہ وصیت جائز ہوگی بشرطیکہ ثلث مال سے زیادہ مین نہ کی ہو اگر کوی شخص اپنی زوجہ کی حق مین وصیت کرے تو ناجائز ہوگی لکن اگر اوسکو اپنے مرنیکے پیشتر طلاق دیدے تو جائز ہوجاوے گی -

سانیر صاحب نے ایک مثال انتقال بالوصیت کی خوب لکھی ہے

-ون یہ ہے کہ ایک شخص ابو مریہ نامی نے اقرار کیا کہ مین اپنی زوجہ کا ۲۵۰ درہم کا قرضدار
ہون - بس اس قرضہ کو ادا کرنے کے بعد میرا کل مال و اسباب میری زوجہ مذکورہ اور
دو غیر آدمیون پر برابر تقسیم کر دیا جاوے - اس مقدمہ مین یہ تجویز ہوا کہ از روے شرع
محمدی پہلے اوس جائداد سے قرضہ ادا کرنا چاہیئے - بعد ازآن وہ جائداد ورثہ اور
موصی لہم مین اسطرح سے تقسیم ہونی چاہیئے کہ $\frac{3}{12}$ زوجہ کو جسکا حصہ $\frac{1}{4}$ ہے
$\frac{2}{12}$ ہر ایک موصی کو جو $\frac{1}{3}$ کل جائداد وصیتی کا ہے - اور $\frac{5}{12}$ ورثہ کو - میزان کل

$\frac{12}{12} = 1$

سب[1] فرقون کے نزدیک وارث کے حق مین وصیت ناجائز ہے

-چنانچہ ملتقی الابحار مین لکھا ہے کہ وصیت ایک وارث کے حق مین ناجائز ہے اگر
اور ورثہ راضی نہ ہون - اور فقیہ شافعی ابو خواجہ نے بھی یہ اصول الیسے ہی کلمات
سے بیان کیا ہے اور فقیہ مالکی خلیل ابن اسحق نے فرمایا ہے کہ جب وصیت ایک وارث کے
حق مین کیجاوے اور دیگر ورثہ اوسکو قبول کر لین تو وہ اون ورثہ کی عنایت اور فیاضی
سمجھکر نافذ کیجاوے گی - البتہ شیعہ کے نزدیک بعض ورثہ کے حق مین بلا رضامندی
دیگر ورثہ ثلث مال مین وصیت جائز ہے جیسا آیندہ مفصل بیان کیا جاوے گا مگر جب وصیت
ثلث مال سے زائد ہو تو بلا رضامندی جمیع ورثہ جائز نہین ہے - ایسی رضامندی قبل
یا بعد وفات موصی ظاہر ہو سکتی ہے - مگر اہل سنت کے نزدیک دیگر ورثہ کی رضامندی
بعد وفات موصی ہونی چاہیئے اور اگر قبل وفات ہوی تو موثر نہ ہوگی -

اہل سنت کے نزدیک ورثہ کے اذن کو چاہیئے کہ اونکا فعل
اختیاری ہو لہذا جب موصی نے ایسی دھمکی دی ہو جسکی وجہ سے ورثہ نے اون دیدیا

[1] یعنے اہل سنت کے فرقون کے نزدیک کیونکہ مذہب شیعہ مین وصیت ثلث مال مین وارث اور غیر
وارث دونون کے حق مین جائز ہے - ۱۲ - مترجم

تو وہ وصیت نافذ نہ ہوگی۔ خلیل ابن اسحق نے فرمایا ہے کہ وہ وصیت باطل ہے جسمین موصی نے یہ کلمات کہے ہون کہ " اگر میرے ورثہ میری اس وصیت کو نہ قبول کرین تو میرا مال فقرا کو دیدیا جاوے " مگر جو وصیت ایسے الفاظ سے کی گئی ہو جیسے " مین اس مال کی وصیت غربا کے حق مین کرتا ہون مگر یہ کہ میرے ورثہ اس میرے بیٹے کو دینا منظور کرین " تو ایسی وصیت جائز ہے اسواسطے کہ ورثہ کو منظور کرنے نہ کرنیکا اختیار رہے۔

جب ورثہ نے موصی کے مرض الموت مین اذن وصیت برضا رغبت دیدیا ہو تو پھر وہ منسوخ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اوسوقت اونکو حق وراثت حاصل ہوچکا تھا۔

جب کوئی شخص بالکل لاوارث ہو توجسکو چاہے اپنی کل جائداد بذریعہ وصیت دیجاوے۔

مسائل شیعہ — شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ جب موصی نے اپنی ایک اولاد کو محجوب الارث کرکے اپنی ساری جائداد دوسری اولاد کو لکھدی ہو تو اوسکا یہ فعل بالکل ناجائز ہے اور اوسکا ترکہ اوسکے سب ورثہ مین موافق اونکے سہام شرعیہ کے تقسیم کیا جاوے گا۔ مگر فرض کیجئے کہ کوئی شخص اپنی اولاد یا دیگر ورثہ پر اپنی جائداد کو تقسیم یا بوصیت کرے یعنے غیر مساوی تقسیم کرے۔ پس اگر ورثہ اوس سے راضی ہوجاوین تو لاکلام جائز ہے۔ لکن اگر ورثہ اذن نہ دین توکیا ہوگا۔ اسکی مثال جامع الشتات مین یہ لکھی ہے۔ کہ ایک شخص نے حج کو جاتے وقت اپنا مال واسباب اپنی اولاد پر اس نہج سے تقسیم کیا کہ (الف) بعض اولاد کو اونکی مان کے مہر کے بابت اونکے سہام شرعیہ سے زیادہ جائداد دی۔ (ب) بعض اولاد کو اونکی شادی کے مصارف کے لیے کچھ رقوم اونکے سہام شرعیہ سے زائد دے۔ پس جن ورثہ کو اونکے سہام شرعیہ سے کم ملا اونھون نے اوس تقسیم نامہ یا بوصیت کے جواز مین کلام کیا مجتہد العصر

سنے بہ مضمون ذیل فتوے دیا۔

مہر ایسا دین ہے جسکو سب وصایا سے پیشتر ادا کرنا واجب ہے

۔ لہذا جو جائداد بعوض مہر کے دی گئی اوسکے باب مین وصیت جائز ہے ۔ اور جو رقوم بعض اولاد کو اونکے سہام شرعیہ سے زائد دی گئین وہ از قسم وصیت ہین اور موصی لہ کے ثلث مال مین سے دی جائین ۔ باقی جائداد سب اولاد مین موافق اونکے سہام شرعیہ کے تقسیم کیجائے ۱؎ ؛

وصیت ثلث مال سے زیادہ مین برضامندی ورثہ جائز ہے

جب چند وارث ہون اور اونمین سے ایک یا کئی شخص ثلث مال سے زائد پر راضی ہوجائین تو بقدر اونکے حصہ کے اوسمین وصیت نافذ ہوگی ۔ اذن ورثہ اوسوقت موثر ہے جب موصی کی وفات کے بعد دیا جاے ۔ اگر اوسکی وفات کے قبل دیا جاے تو موثر ہوگا یا نہ ہوگا ۔ اسمین دو قول ہین جنمین سے قول مشہور یہ ہے کہ ایسی اذن کی پابندی اوس وارث کو جسنے اذن دیا ہے واجب ہے ۔ جب موصی کی وفات کے بعد اذن دیا جاے تو وہ موصی کے فعل کا مصدق ہوگا نہ یہ کہ اوس وارث کی جانب سے ایک عطیہ یا ہبہ از سر نو ہو لہذا اوسکے جواز کی تکمیل موصی لہ کے قبضہ پر موقوف نہین ہے ؛

سب فرقون کے نزدیک مسلمان کی وصیت کافر حربی کے حق مین ناجائز ہے ۔ وصیت مقاصد ذیل کیلیے از روے شرع حنفی جائز ہے ۔

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مرنیکے بعد میری لاش فلان مقام پر لیجا کر دفن کرنا اور اوس مقام پر رباط بنا دینا تو ابو القاسم نے فرمایا ہے کہ رباط کے باب مین یہ وصیت جائز ہے مگر جنازہ کے اوس مقام پر لیجانیکے باب مین

---

۱؎ جامع الشتات ۔ بیلی صاحب کی شرح امامیہ صفحہ ۲۳۲ ۔ منہ ۲؎ رد المختار صفحہ ۶۴۳ ۔ فتاوے عالمگیری صفحہ ۱۴۱ ۔ شرایع الاسلام ۔ جواہر الکلام ۱۲ ۔ منہ ۳؎ بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۲۲ ۔ منہ

باطل ہے اور اگر وصی بغیر اجازت ورثاء اسکو وہان لیجانے مین کچھ صرف کرے تو اوس خرچ کا وہی ذمہ دار ہوگا اور اگر باجازت ورثہ صرف کیا ہو تو وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ موصی کی قبر کو آراستہ کرنے کے باب مین وصیت باطل ہے۔ لکن اگر موصی نے یہ وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرے ماتم دارون کو اور اون لوگون کو جو میرے جنازہ کی تشییع کرین کھانا کھلانا تو اس باب مین فقیہ ابوجعفر کا قول یہ ہے کہ ایسی وصیت ثلث مال مین جائز ہے اور سب لوگ جو تشییع جنازہ کرین باوجود دور سے آئے ہون خواہ غنی ہون خواہ فقیر اوس کھانے مین شریک ہوسکتے ہین لکن اگر اوس دعوت مین فضول خرچی کیجائے تو اوسکا ذمہ دار وصی ہے۔ امام ابوبکر بلخی کے نزدیک یہ وصیت کہ موصی کے مرنے کے بعد تین دن لوگون کو کھانا کھلایا جاوے باطل ہے۔ واقعات ناطفی مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ ہزار دینار یا تین ہزار درہم میرے کفن مین صرف کیے جائین تو ایک معتدل رقم سے زیادہ اوس مین نہ صرف کیجاوے اور صرف اوس کپڑے کا کفن دیا جاوے جسکو پہنکر موصی نماز جمعہ پڑھنے جایا کرتا تھا اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو وصیت کرے کہ میرے کفن کی قیمت میرے مہر مین سے دینا جو تمپر واجب الادا ہے تو لکھا ہے کہ اوسکا امر نہی دونون اس باب مین باطل ہین۔ جب کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ مجھے میرے مکان مین دفن کرنا تو یہ وصیت باطل ہے مگر یہ کہ وہ مکان سب مسلمانون کے لیے قبرستان کردیا جاوے۔ یہ وصیت بھی ناجائز ہے کہ موصی کی قبر پختہ بنائی جاوے یا اوس مین ایک مقبرہ بنادیا جاوے مگر اون مقامات پر جہان جانوران صحرای کے شر سے مردہ کو بچانے کے لیے ایسی تدبیر کرنی ضرور ہو۔ علےٰ ہذا القیاس یہ وصیت بھی باطل ہے کہ موصی کے جائداد مین سے اتنا قران خوانون کو دیا جاوے کہ اوسکی قبر پر قران پڑھا کرین بلکہ اگر چار قرآن خوان مقرر کئے جائین تو بھی باطل ہے۔

مذہب شیعہ مین مقاصد ذیل کے لیے وصیت جائز ہے

(الف) موصی[1] کے لیے دوامًا یا چند مدت تک نماز پڑھوانا۔

(ب) موصی کا جنازہ کربلائے معلیٰ یا اور کسی مشہد مقدس میں لیجانا

(ج) موصی کی طرف سے کسی شخص سے حج بیت اللہ کروانا۔

(د) اوسکی قبر پر یا ائمۂ اطہار کی قبور پر روشنی کروانا اور ہار پھول چڑھانا۔

(ہ) سادات کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی اعانت و خدمتگذاری کرنا۔

(و) عزا رکو روز ہائے عید کھلوانا۔

(ز) امام باڑون مین مرثیہ پڑھوانا۔

(ح) عشرۂ محرم مین شربت یا پانی پلوانا اور ایسے ہی اور امور کرنا

(ط) ایک شخص دوسرے کو یہ وصیت کرسکتا ہے کہ میری طرف سے فلان رسوم مذہبی کو ادا کرنا۔ مثلاً زید اپنے مرنے کے وقت بکر سے وصیت کرسکتا ہے کہ میری قضاء عمری پڑھنا اور اگر بکر اس وصیت کو قبول کرے تو جائز ہے اور اوس کو زید کی قضاء عمری پڑھنا واجب ہوجائے گا[2]۔

[1] یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۴ سے لیا گیا ہے۔ مگر ردالمختار صفحہ ۰۰ ملاحظہ ہو۔ کسی شخص سے موصی کی قبر پر باجرت قران پڑھوانیکا عدم جواز اسپر مبنی ہے کہ کسی کو اجرت دیکر اپنی نماز پڑھوانا نہین جائز ہے ردالمختار مین لکھا ہے کہ "لوگون کو اجرت دیکر نماز یا قرآن پڑھوانا یا اذان دلوانا بضرورت جائز ہے۔ سب علماء حنفی کا اجماع ہے کہ روزہ اور نماز اور حج بلاجارہ نہین جائز ہے" مگر فی زماننا ان احکام کو کوئی عمل نہین کرتا۔ ۱۲۔ منہ

[2] جامع الشتات ۱۲ منہ

# سترہوان باب

## فصل اول

### موصی لہم کون لوگ ہوسکتے ہین

باعتبار اصول کے وصیت ہر شخص کو اور ہر مقصد کے لیے جو وصیت کرنے کے وقت صریحاً یا ضمناً موجود ہو جائز ہے[1] چنانچہ شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ "وصیت مین ضرور ہی کہ موصی لہ وصیت کرنے کے وقت موجود ہو اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو وصیت ناجائز ہے جسطرح سے وہ وصیت جو میت کو کی گئی ہو یا وہ وصیت جو اوس شخص کو کی گئی ہو جسکے زندہ ہونے کا گمان ہو مگر بعد ازان ثابت ہو جاسے کہ وہ وصیت کے وقت مرچکا تھا ناجائز ہے" اسی طرح سے فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "میت کو وصیت نہین ہوسکتی"

اب یہ تحقیق کیجاتی ہے کہ کن لوگون کو اور کن مقاصد کے لیے وصیت کرنا شرعاً جائز ہے۔ (الف) باستثنا شافعیہ کے جنکے نزدیک مسلم کی وصیت غیر مسلم کو ناجائز ہے اور سب فرقون کے نزدیک مسلم کی وصیت غیر مسلم کو جو ذمی ہو حربی نہ ہو جائز ہے (یعنے جو دار الاسلام کا رہنے والا ہو دار الحرب کا رہنے والا نہ ہو) ۔ ردّ المختار اور فتاواے عالمگیری مین یہ اصول نہایت واضح طور سے بیان کیا گیا ہے ۔ چنانچہ فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "مسلم کی وصیت ذمی کو اور اسکے بالعکس جائز ہے ۔ مگر اوس حربی کو وصیت نہین جائز ہے جو مستامن نہ ہو ۔ اگر کوئی مسلم اوس حربی کے حق مین وصیت کرے جو دار الحرب کا باشندہ ہو تو وہ وصیت ناجائز ہے

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۶۱ ۔ انڈین لا رپورٹ جلد ۹ صفحہ ۵۰ ۱ سلسلہ بمبئی ۱۲ ۔ سنہ [2] اس باب مین شرع محمدی یقیناً اوس سے بہتر ہے جو قانون انگلستان کی کیفیت چندہی سال گذرے ہین کہ تھی یعنے فرقہ رومن کیتھولک اور دیگر اہل مذاہب کی عدم قابلیت وصیت وغیرہ صرف ۱۸۴۶ء مین قانون انگلستان سے

گو موصی کے ورثہ راضی ہو جائین۔ اور اگر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آئے اور اپنا مال وصیتی لے لینا چاہے تو وہ ایسا نہین کر سکتا اگرچہ موصی کے ورثہ راضی ہو جائین یا اوسوقت ہی جبکہ ورثہ موصی اور حربی موصیٰ لہٗ دونون اوسوقت دار الاسلام مین ہون۔ لیکن اگر موصی بھی اوسوقت دار الحرب مین ہو تو اوس وصیت کے جواز مین ہمارے علما رنے اختلاف کیا ہے جب حربی دار الاسلام مین ستیمن ہو تو ظاہر الروایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے حق مین وصیت بقدر ثلث مال موصی بلا اذن ورثہ اور اوس سے زائد باذن ورثہ جائز ہوگی۔

ایسا ہی حکم شیعون مین بھی ہے۔ چنانچہ شرائع الاسلام مین لکھا ہے کہ "کفار حربی کے حق مین جو وصیت کیجائے اوسکے جواز مین کلام ہے مگر احادیث صحیحہ کے موافق وہ وصیت حرام اور باطل ہے[1]" اور رد المختار مین لکھا ہے "کہ حربی حقوق شرعی کے لحاظ سے کالمیت ہے یعنے مردہ کے حکم مین ہے"

حربی کے حق مین وصیت تو نہین جائز ہے مگر اوسکو نذر اور انعام دینا شرعاً جائز ہے۔ چنانچہ رد المختار مین لکھا ہے کہ "علامہ سرخسی کی شرح الکبیر مین لکھا ہے کہ مسلمان کا نذر و انعام دینا کفار کو کچھ قباحت نہین ہے خواہ اوسکے عزیز ہون خواہ نہ ہون اور خواہ حربی ہون خواہ ذمی اور اسکا جواز اوس حدیث پر مبنی ہے جسمین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند تحفے ابو سفیان ابن الحرب اور سفیان ابن امیہ کو بھیجے کہ غربا ر مکہ مین تقسیم کر دین حالانکہ وہ دونون کافر حربی تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آدمی کا اپنے رشتہ دارون کو تحف و ہدایا دینا ہر شخص کے نزدیک مستحسن اور ہر مذہب مین ممدوح ہے اور غیرون کو دینا اسلیے اچھا ہے کہ یہ ایک مہربانی اور فیاضی کا کام ہے۔ پس کفار حربی کو تحائف دینا شرعاً جائز ہے باستثنار سلاح جنگ اور آلات حرب[3] کے۔ مگر مرتد کے

---

[1] بیلی صاحب کی شرع امامیہ صفحہ ۱۲۲۔ سنہ [2] رد المختار صفحہ ۱۲۶۔ سنہ [3] رد المختار صفحہ ۶۴۳۔ ۱۲۔ سنہ۔

حق مین وصیت کرنا کسی فرقہ کے نزدیک نہین جائز[1] ہے۔

(ب) طفل نازائیدہ یعنے جو بچہ ہنوز رحم مادر مین ہو اوسکے حق مین وصیت کرنا سب فرقون کے نزدیک جائز ہے اوس بچہ کو چاہیئے کہ تاریخ وصیت سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہو کہ اس صورت مین یہ قیاس کیا جاوے گا کہ وہ وصیت کے وقت موجود[2] تھا۔ بچون کے باب مین (جنمین وہ بچے بھی داخل مین جو ہنوز رحم مادر مین ہون) قبول فرض کرلیا جاوے گا مگر یہ کہ اوس سے موصی لہ کا نقصان متصور ہو جو بچہ ہنوز بطن مادر مین ہو اوسکا حق مال وصیتی مین اوسکے پیدا ہونے کے وقت قائم ہوجاوے گا اور اوسوقت تک کوئی شخص اوس حق کو اوسکی طرف سے نہین عمل مین لاسکتا۔ مثلاً جو موصی لہ ہنوز پیدا نہوا ہو اوسکی مال وصیتی کو کوئی شخص ہل نہین سکتا نہ اوسمین تصرف کرسکتا ہے۔ ردالمحتار مین صاف لکھا ہے کہ وہ طفل نازائیدہ کا کوئی ولی نہین ہے۔ کیونکہ لفظ ولا کے معنی کا مقتضی یہ ہے کہ ولی بچہ کی حفاظت شفقت کے ساتھ کرے اور طفل نازائیدہ ایسی حفاظت کا محتاج نہین ہے۔ بلکہ وہ فے الواقع اپنی مان کا جزو بدن ہے اور چونکہ اوسکا باپ اوسکی مان کا ولی شرعی نہین ہے لہذا اوسکا بھی ولی نہین ہوسکتا اور نہ مان اسپنے طفل نازائیدہ کی ولی ہوسکتی ہے لہذا وہ ایسے بچہ کے مال وصیتی کی نسبت کوئی حق نہین عمل مین لاسکتی کیونکہ اگرچہ وہ اوسکا جزو بدن ہے تاہم اوسکی روح خدا نے اوسکی مان کے سپرد کی ہے اور جب اوسکی روح موجود ہوی تو اوسکے حق مین وصیت جائز ہے۔ وصیت ایک حیثیت سے تملیک ہے اور دوسری حیثیت سے توریث ہے یعنے موصی کے حقوق کا ایک وارث اوسکے کل یا جزو مال مین مقرر ہوجاتا ہے۔ لہذا

---

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱۔ شرائع الاسلام۔ ساشیر صاحب کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۴۲-۲۴۳-مکینٹن صفحہ ۲۱۶ سے شرح محمدی کے ان احکام مین کچھ فرق نہین پڑا ہے ۱۲-منہ [2] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۱۴۰- ردالمحتار صفحہ ۶۲۷- ہدایہ مین لکھا ہے کہ یہ چھ مہینہ موصی کی تاریخ وفات سے لیے جائین۔

اگرچہ طفل نازائیدہ کا کوئی ولی نہین مقرر ہوسکتا تاہم علامہ ابن شبلی اور شمس الائمہ حلوائی اور سب علمار کے نزدیک ایسے بچہ کا وصی مقرر ہوسکتا ہے جیسے طفل نازائیدہ پر جو وقف کیا جاسے اوسکے لیے وصی مقرر ہوسکتا ہے۔ ایسا تقرر اوس بچہ کے پیدا ہونیکے بعد نافذ ہوتا ہے جب اوسکا حق اوس وصیت مین قائم ہوجاتا ہے[1]۔

جب اوس بچہ کا باپ زندہ ہو تو اوسکو تاریخ وصیت سے چھ مہینہ کے اندر پیدا ہونا چاہیئے تاکہ اوسکا حق اوس وصیت مین قائم ہوجاسے مگر جب اوسکا باپ مرگیا ہو یا اوسکی مان کو طلاق دیدیا ہو تو اوسکو چاہیئے کہ تاریخ وصیت سے چھ مہینہ کے اندر اور جو زیادہ سے زیادہ مدت حمل شرع مین قرار دی گئی ہے اور جو اوسکے باپ کی وفات کی تاریخ یا اوسکے مان کے طلاق کی تاریخ سے لیجاسے گی اوس مدت کے اندر پیدا ہوا ہو۔ کیونکہ اگر اوس مدت کے بعد وہ پیدا ہو تو یہ قیاس نہین ہوسکتا کہ وصیت کے وقت اوسکا حمل رہ چکا تھا۔

لکن اگرچہ انتقال بالوصیت طفل نازائیدہ پر صرف اوس صورت مین جائز ہے جبکہ وہ تاریخ وصیت سے چھ مہینہ کے اندر پیدا ہوجاسے تاہم طفل نازائیدہ پر وقف بالوصیت جائز ہے چاہیے جب وہ پیدا ہو بشرطیکہ اوسکی ابتدا اوس شخص سے کیجاسے جو موجود ہو مثلاً زید (جو موجود ہے) اور اوسکے اطفال و اولاد نازائیدہ کے حق مین وصیت کرنا سب فرقون کے نزدیک جائز ہے۔ ایسے وقف کا نفاذ اسطرح کیا جاسے گا کہ اوصیار مقرر کیئے جائین گے اور وہ اوسکی تعمیل کیا کرینگے۔

مذہب شیعہ مین کوئی قید نہین ہے کہ وہ بچہ کب پیدا ہو کہ اوس وصیت سے مستفید ہوسکے۔ صرف اتنا کافی ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ مدت حمل مذہب شیعہ مین قرار دی گئی ہے اور جو تاریخ وصیت سے لیجاسے گی اوسکے اندر پیدا ہوا ہو

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۴۲-۱۲- منہ

"وصیت اوس جنین کے حق مین جو زندہ ہو جائز ہے مگر یہ شرط ہے کہ وہ بچہ زندہ پیدا ہو
۔ اگر وہ مردہ پیدا ہو تو وہ وصیت باطل ہو جاے گی لکن اگر وہ زندہ پیدا ہوا و تھوڑی
دیر کے بعد مر جاے تو وہ وصیت اوسکے ورثہ کو ملیگی[1]

مذہب حنفی مین بھی یہی ہے کہ جب وہ بچہ زندہ پیدا ہو تب مال وصیتی
کا مستحق ہو گا ۔ جب کوی شخص اوس بچہ کے حق مین وصیت کرے جو ہنوز رحم مادر مین ہو
اور وہ بچہ مردہ پیدا ہو تو اوسکے مرنے کے بعد اور اوس وصیت کے مہینہ بھر کے بعد ال
وصیتی اوسکا نہ باقی رہے گا لکن اگر وہ بچہ زندہ پیدا ہو کر مر جاے تو وہ وصیت بقدر ثلث
مال موصی جائز ہے اور اوس بچہ کے ورثہ مین تقسیم کیجانے گی ۔ اگر کسی عورت کو
دو بچے توام پیدا ہون ایک زندہ اور ایک مردہ تو کل مال وصیتی زندہ بچہ کو ملے گا ۔
لکن اگر دونون زندہ پیدا ہوے ہون اور پھر ایک مر جاے تو اوس مال کو نصف نصف
کر کے ایک نصف زندہ بچہ کو اور دوسرا نصف مردہ بچہ کے ورثہ کو وراثۃً دیدیا جاے گا
۔ جب کوی شخص وصیت باین الفاظ کرے کہ "اگر فلان عورت کے بطن مین لڑکی ہو تو
اوسکو ہزار درہم از رو سے وصیت دیئے جائین اور اگر لڑکا ہو تو مین اوسکے حق مین دو
ہزار درہم کی وصیت کرتا ہون" اور اوس عورت کو اوس وصیت کے چھ مہینہ کے
اندر لڑکی پیدا ہو اور اوسکے دو تین روز کے بعد لڑکا بھی پیدا ہو تو اون دونون کے حق مین
وہ وصیت بقدر ثلث مال موصی جائز ہے[2]

(۳) وصیت مقاصد ذیل کے لیئے یا اشخاص ذیل کے
حق مین جائز ہے ۔

(الف) غربا کے حق مین عموماً یا اونکے کسی خاص گروہ کے حق مین
(ب) کعبہ شریف یا کسی مسجد کے لیے ۔

---

[1] شرایع الاسلام صفحہ ۲۵۳ ۔ [2] فتاواے عالمگیری صفحہ ۲ ۱۴۲ ۱۲ منہ ۔

(ج) فی سبیل اللہ صرف کرنے کے لیے۔

(د) وجوہ الخیر اور وجوہ البرّ کے لیے عموماً۔

(ہ) خدا کے راہ مین جہاد کرنے کے لیئے۔

(و) موصی کے وارث کی اولاد یا اوسکے اقربا یا ہمسایہ یا قوم کے حق مین۔

(ز) عتق رقبات یعنے بردہ آزاد کرنیکے لیے۔

(ح) اپنا قرضہ ادا کرنے کے لیے۔

(ط) مواشی کو کھلانے کے لیے[1]

(الف) وصیت غربا کے حق مین عموماً یا اونکے کسی خاص گروہ کے حق مین جایز ہے۔ مذہب حنفی مین "مسلمان کو غربا نصاریٰ کے حق مین وصیت کرنا جائز ہے اور اسمین کچھ گناہ نہین ہے مگر برخلاف اسکے انکے لیے گرجا بنوانا گناہ ہے اور جو مسلمان گرجا بنانے مین اونکی اعانت کرے[1] وہ گنہگار ہے" یہی اصول سب مذاہب کے فقرا پر صادق آتا ہے۔ لہذا جب وصیت غربا کے حق مین عموماً کیجائے تو سب مذاہب کے غربا کو دیجاے گی۔ مگر مذہب شیعہ مین ایسی وصیت کا اور حکم ہے۔ جیسا شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ "جب مسلمان نے فقرا کے حق مین عموماً وصیت کی ہو تو وہ صرف اوسکے ہم مذہب فقرا کو دیجاے گی۔ اسی طرح سے اگر موصی کافر ہو تو ایسی وصیت سے صرف اوسکے ہم مذہب فقرا کو دیا جاے گا۔ عموماً مسلمانون کے لیے کفن مہیا کرنیکے واسطے یا اونکے لیے قبور یا انہار کھدوانے کے واسطے وصیت کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک باطل ہے جیسا نوادر مین لکھا ہے مگر غریب مسلمانون کے باب مین ایسے امور کی وصیت کرنا جائز ہے۔

---

[1] فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۴۰ - ۱۲ منہ

(ب) مسجد الحرام یا اور کسی مسجد کے باب مین جو وصیت کیجاے
اوسکی نسبت فتاوئے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "اگر کوی شخص اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت
مسجد الحرام کے باب مین کرے تو وہ وصیت جائز ہے اور وہ ثلث اوسکی روشنی وغیرہ
مین صرف کیاجاے گا۔ اسی طرح سے آدمی اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت مسجد کے
باب مین کرسکتا ہے اور وہ ثلث اُسکی روشنی وغیرہ مین صرف کیا جاے گا۔ سب علمار
کے نزدیک آدمی کو اپنی زمین کی وصیت مسجد بنانے کے لیے کرنا جائز ہے۔ اسی
طرح سے ردّ المختار مین لکھا ہے کہ "جب کوی شخص اپنے ثلث مال کی وصیت
بیت المقدس کے باب مین کرے تو ایسی وصیت جائز ہے اور اسکی روشنی وغیرہ مین
صرف کیجاے گی۔ یہی قاعدہ اوس وصیت مین بھی جاری ہوگا جو مسجد کے باب مین کیجاے
اور مال وصیتی اوس مسجد کی مرمت اور حفاظت مین اور بقول قاضی خان کے ماہ رمضان
وغیرہ مین اوسکی روشنی مین صرف کیا جاے گا۔ مگر مجتبیٰ مین لکھا ہے کہ جب ثلث مال کی وصیت
کعبہ شریف کے باب مین کیجاے تو اوسکو کعبہ شریف کے غربار کے مصرف مین لانا چاہیے
(جو وہان زکات پاتے ہون) اور یہی حکم اون وصایا کا ہے جو بیت المقدس یا مساجد کے
باب مین کیجائین"۔ اسکے بعد ردّ المختار مین لکھا ہے کہ "جو وصیت مسجد کے باب مین کیجاے
اوس مین دو قول ہین۔ ایک قول یہ ہے کہ ایسی وصیت جائز ہے ایک قول یہ ہے کہ
نہین جائز ہے۔ پھر جن علمار کے نزدیک ایسی وصیت جائز ہے اونھون نے اس مین
اختلاف کیا ہے کہ وہ کیونکر صرف کیجاے۔ بعض کا قول ہے کہ مال وصیتی اوس مسجد کی
مرمت اور روشنی وغیرہ مین صرف کیاجاے اور بعض کا قول ہے کہ وہ اوس مسجد کے
غربار کو راہ خدا مین دیاجاے (پہلے قول کی تائید امام محمد نے فرمای ہے اور دوسرا
قول صاحب مجتبیٰ نے اختیار کیا ہے)۔ ایسی وصیت کو صرف دو عالمون نے ناجائز
قرار دیا ہے۔ لکن جب وصیت مین بالتخصیص یہ کہدیاجاے کہ یہ مسجد مین صرف کیجاے

تو وہ سب علمار کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام محمدؒ کے نزدیک وہ مطلقاً ناجائز ہے۔ اوحط یہ ہے کہ فتوے یہ دیا جاوے کہ جب وصیت مسجد کے باب مین ہو تو اوسکو اوس مسجد کے فقرار مین تقسیم کرنا چاہیئے۔ سیجانی نے اس مسئلہ کو مفصل بیان کیا ہے اور شرح وہبانیہ مین بھی اسکو ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ خلاصہ مین لکھا ہے کہ ایسی وصیت سے اوس مسجد کے غربار کو دینا اولے ہی اور اور مسجد کے غربار کو بھی دینا جائز ہے۔ یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہی اور اسی کے موافق فتوے دیا گیا ہے[۱]۔

آدمی اپنی زمین کی وصیت مسجد کے باب مین کرسکتا ہے مگر امام اعظم کے نزدیک غربار کے واسطے قبرستان بنانے یا مسافرون کے واسطے سرا بنانیکے لیے زمین از روئے وصیت دینا نہین جائز ہے[۲]۔ اس فرق کی وجہ سمجھ مین آنا ذرا مشکل ہے مگر صاحبین نے اپنے اوستاد (ابو حنیفہ) سے اختلاف کرکے آخر الذکر امور کے باب مین بھی وصیت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

(ج) جب کوئی شخص ان الفاظ سے وصیت کرے کہ "مین ایک ثلث اپنے مال کا راہ خدا مین چھوڑے جاتا ہون" تو امام محمدؒ[۳] کے نزدیک یہ وصیت جائز ہے اور عموماً امور دینی اور کارہائے خیر مین صرف کیجاوے گی۔ وصیت فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ مین صرف کیجاوے گی اور جس غریب حاجی کا ذریعہ معاش جاتا رہا ہو اوسکو بھی اوس مین سے دینا جائز ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ اوس وصیت سے مسجد مین روشنی کیجاوے اور عموماً امور مذہبی مین صرف کیجاوے۔ مذہب شیعہ مین یہ ہے کہ "اگر موصی نے کہے کہ یہ مال وصیتی راہ خدا مین صرف کیا جاوے تو اوسکو ایسے امر مین صرف کرنا چاہیئے جو باعث ثواب آخرت کا ہو مگر بعض علمار نے فرمایا ہے کہ فقط جہاد فی سبیل اللہ

[۱] ردالمحتار صفحہ ۶۵۲ و ۶۵۳ — منہ [۲] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۱۴۹ — منہ [۳] امام محمد کے قول کے موافق فیصلہ کیا جاتا ہے گو امام اعظم کے نزدیک ایسی وصیت باطل ہے ۱۲ — منہ۔

مین صرف کرنا چاہئیے۔ پہلا قول مستحسن معلوم ہوتا ہے۔

(د) جو وصیت وجوہ الخیر والبر یعنے نیک کامون کے لیے کیجائے
اوسمین سب امور نیک داخل ہین اور وہ مساجد اور مدارس اور طلبہ کے وظائف مین صرف
ہوسکتی ہے۔ جب وصیت جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کیجائے تو اوس سے غازی یا مجاہد
کو دیا جائے کہ اوسکو آمد و رفت مین اور جبتک جہاد مین رہے صرف کرے مگر اوسکا کوئی جز
اوسکے عیال و اطفال کو نہ دیا جائے اور اگر اوسمین سے کچھ فاضل بچے تو وہ موصی کے ورثہ
کو واپس کر دینا چاہئیے۔ اوس غازی کا مالدار ہونا کوئی عذر نہین ہے اور خود موصی یا موصی الیہ
کا بیٹا اوسکی طرف سے جہاد کر سکتا ہے[1]۔

(ھ) آدمی کو اپنے ورثہ کی اولاد کے حق مین وصیت کرنا باتفاق
علما جائز ہے کیونکہ وہ غیرون کی حیثیت رکھتے ہین۔ فی الواقع انتقال یا وصیت ہر شخص کے
پر ہوسکتا ہے جو موصی کے متروکہ مین حصہ پانیکا مستحق نہ ہو۔

**مسائل شیعہ** محقق ابو القاسم حلی نے فرمایا ہے کہ آدمی کو اپنے اقربا کے حق مین
وصیت کرنا اولے ہے خواہ وہ اوسکے وارث ہون خواہ نہون اور جب کوئی شخص اپنے قریب ترین
قرابتداران کے حق مین وصیت کرے تو اوسمین احکام میراث جاری ہونگے اور قریب کے
ہوتے بعید کو اوس مین سے کچھ نہ دیا جائے گا۔ چنانچہ شرایع الاسلام لکھا ہے کہ[2] اگر
کوئی شخص اپنے ذو قرابت کے باب مین وصیت کرے تو اوس مین وہ سب لوگ داخل ہین
جو اوسکی قوم یا نسب مین شریک ہون یا ایک ہی جد کی اولاد ہون بعض علما نے فرمایا
ہے کہ اوسمین وہ لوگ بھی داخل ہین جو اوسکی مان اور باپ دونون کی جانب سے اوسکے
اور مع تابع بزرگان بعید کے قرابتدار ہون جنھون نے اسلام قبول کیا تھا۔ مگر یہ قول
محض بے دلیل ہے۔ اگر موصی نے اپنی قوم کے باب مین وصیت کی ہو تو اوس مین

---

[1] مفاتیح جواہر الکلام ۱۲ منہ [2] فتاوے عالمگیری صفحہ ۴۰۱ منہ

وہ سب لوگ داخل ہین جو ایک ہی زبان بولتے ہون اور اگر اہلبیت کے باب مین کی ہو
تو اوسمین اوسکی اولاد اور باپ اور دادا داخل ہین اور اگر عشیرت (خاندان) کے حق میں
وصیت کی ہو تو اُس وصیت مین صرف وہ لوگ داخل سمجھے جائینگے جو اوس سے نسب مین
اقرب ہون "۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمسایون کے باب مین وصیت کرے تو بعض علمار کے نزدیک
اوس وصیت مین وہ سب لوگ داخل ہین جنکے مکانات موصی کے مکان کے چالیس فراع
کے اندر ہر سمت واقع ہون۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وصیت چالیس مکانون کے
رہنے والون پر جو موصی کے مکان کے ادہر ادہر ہون حاوی ہے۔ یہ قول بعید از قیاس
اور غیر معقول معلوم ہوتا ہے۔

(و) عتق رقبات یعنے بردے آزاد کرنا شرعاً بڑا ثواب ہے اسوجہ
سے سب فرقون کے علمار نے عتق بالوصیت کے احکام تفصیلاً بیان کیے ہین۔ مگر اس امر کے
کوئی عملی فائدہ نہین متصور ہے لہذا اسمین طول دینا کیا ضرور ہے۔

(ز) موصی اپنے وصی کو یہ وصیت کرسکتا ہے کہ میرے مال کو
بیچکر پہلے میرا قرضہ ادا کرنا اور جو کچھ باقی رہے اوسکو کارہاے خیر کے لیے وقف کردینا
یا میرے ورثہ پر تقسیم کردینا۔

## فصل سوم

## قواعد تعبیر وصیت۔

قواعد ذیل علمار حنفی نے وصایاے مبہم و مشکوک کی تاویل کے باب مین مقرر کیے ہین۔

(۱) جب موصی یہ الفاظ کہے کہ "وہ اپنی زوجہ کے اقربار کو
بذریعہ وصیت دیتا ہون" تو اس وصیت سے اوسکی زوجہ کے اقربار پدری و مادری
دونون مستفید ہونگے۔

(۲) جب انتقال بالوصیت "قریب ترین اقربار" پر کیا ہو تو در صورت

نہ ہونے اقربا پدری کے صرف اقربا مادری کو ملیگا۔

(۳) جب کسی غیر آدمی کے عزیزون کے حق مین وصیت کیجاے تو اوسکے سب اقربا نسبی و غیر نسبی شریک ہونگے۔

(۴) جب موصی نے اپنے مال کی وصیت یتیمون اور اندھون یا فلان قوم یا فلان مقام کے لوگون کے حق مین کی ہو تو مال وصیتی اون سب لوگون مین بلا امتیاز ذکور و اناث اور امیر و غریب تقسیم کیا جاے گا۔

(۵) جب موصی زید کے وارث کے حق مین وصیت کرے اور زید چند ورثہ چھوڑکر مرجاے تو مال وصیتی اونمین بمقدار اونکے سہام شرعیہ کے تقسیم کیا جائیگا

(۶) جب وصیت باین الفاظ کی ہو کہ مین فلان خاندان کو بذریعہ وصیت دیتا ہون (اوس خاندان کا نام لے دیا ہو) تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اوس خاندان کے رئیس کے حق مین یہ وصیت ہوگی۔ مگر امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اوس خاندان کے سب لوگون مین وہ جائداد اوس طور سے تقسیم کیجاے گی جیسا صورت مذکورہ بالا مین لکھا گیا۔

(۷) جب موصی نے اپنے ہمسایون کے حق مین اپنے مال کی وصیت کی ہو تو وہ مال اون ہمسایون کو ملیگا جو موصی سے بہت قریب رہتے ہون یا جنکے مکانات اوسکے مکان سے متصل ہون۔ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ ہے کہ اگر چند اشخاص ایک ہی مکان مین رہتے ہون تو مال وصیتی اون سب کو بحصص مساوی اور بلا امتیاز ذکور و اناث ملیگا۔

(۸) جب وصیت سپاہیون اور مصیبت زدون کے حق مین کی ہو تو موصی کے وارث یا وصی یا قاضی پر یہ فرض نہین ہے کہ اوس قسم کے سب لوگون کو دریافت کرے بلکہ منتظم یا وصی کو جائز ہے کہ جو لوگ ویسے ملجائین اونمین مال وصیتی تقسیم کردے

مگر یہ کہ موصی نے اوسکی تصریح خاص طور سے کر دی ہو۔

اگر کوئی شخص ان الفاظ سے وصیت کرے کہ "مین ہزار روپیہ کی وصیت اپنے ہمسایہ کے باب مین کرتا ہون" تو امام اعظم کے نزدیک وہ مال اوس شخص کو ملیگا جسکا مکان موصی کے مکان سے متصل ہو۔ مگر امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ وہ مال اوس نواح کے سب باشندون کو جو ایک ہی مسجد مین نماز پڑھتے ہون دینا چاہیئے" اگر موصی کی مراد ایک ہمسایہ تھا تو فتوے امام اعظم کے قول کے موافق ہے لیکن اگر موصی کے مراد متعدد اشخاص تھے تو یہ معاملہ قاضی کی رائے پر موقوف رکھا جاۓ[1]۔ فتاوائے عالمگیری مین جو عبارت اس باب مین لکھی ہی اوسکا مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"جب کوئی شخص اپنے ثلث مال کی وصیت اپنے ہمسایون کے حق مین کرے تو بعض علمار نے فرمایا ہے کہ اگر اونکا شمار ہو سکے تو ثلث مذکور اون سب مین بلا امتیاز غنی و فقیر تقسیم کر دیا جاوے اور اگر وہ کہے کہ "اس مسجد کے لوگون کو" تو بھی وہ مال اوسی طرح تقسیم کیا جاوے" "اون کا شمار نہ ہو سکے" اسکے معنی امام ابو یوسف نے یہ بیان کئے ہین کہ اونکا شمار بغیر حساب لکھے نہ ہو سکے۔ مگر امام محمد کے نزدیک اس سے اوتنے اشخاص مراد ہین جنکی تعداد سو سے زائد نہ ہو۔ اور بعض علمار نے فرمایا ہے کہ یہ امر قاضی کی رائے پر موقوف رکھا جاۓ اور فتوے اسی قول کے موافق ہے اگرچہ امام محمد کا قاعدہ زیادہ آسان ہے۔ اگر اون ہمسایون کا شمار نہ ہو سکے تو وہ وصیت باطل ہے اسی طرح سے اگر وصیت اہل مسجد یا اہل سجن یعنے قیدخانہ کے لوگون کے باب مین کی ہو اور اونکا شمار نہ ہو سکے تو وہ بھی باطل ہے۔ امام محمد نے فرمایا ہے کہ جب وصیت کسی خاص شخص کے ایتام کے حق مین کی ہو اور اونکا شمار

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۱۴۲-۱۲۔ منہ

ہوسکے تو مال وصیتی اون سب مین اسطرح تقسیم کیا جاے گا کہ گویا موصی نے کہا ہے کہ
"اس مکان یا اس کوچہ کے یتیمون کو" اور غنی و فقیر دونون کو برابر دیا جاے گا۔
لکن اگر اونکا شمار نہ ہوسکے تو مال وصیتی اونمین سے اون یتیمون کو دیا جاے جو محتاج
ہون۔ اس باب مین کہ ہمسایون مین سے کون مال وصیتی مین حصہ پانیکا مستحق ہے
مشائخ (علمار) کا قول یہ ہے کہ ہمسایون کے لفظ مین ہر شخص داخل ہے خواہ
مکان رکھتا ہو خواہ نہ رکھتا ہو اور خواہ مرد ہو خواہ عورت اور خواہ مسلمان ہو خواہ ذمی۔
لفظ ہمسایہ ان سب پر برابر صادق آتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا قول یہی ہے کہ غلام
مطلق کوی مکان اوس جوار مین رکھتا ہو اوس وصیت سے مستفید ہوسکتا ہے۔

اگر کوی شخص اپنے اصہار (یعنے اپنی زوجہ کے عزیزون)
کے باب مین وصیت کرے تو اس لفظ مین اوسکی زوجہ کے سب اقربا جو اوسکے محارم
شرعیہ مین سے ہون (مثل باپ اور بھائی وغیرہ کے) داخل ہین اور اوسکی سوتیلی مان
کی اولاد جو اوسکی باپ کے نطفہ سے ہو اور اوسکی بہو کے اقربا جو اوسکے محارم شرعیہ مین
سے ہون وہ سب موصی کے اصہار مین داخل ہین اور اس وصیت مین موصی کی زوجہ
سب اقربا جو اسکے محارم شرعیہ ہون داخل ہین اگرچہ موصی کی وفات کے وقت زوجہ کو
طلاق راجع کے عدت مین ہو لکن اگر وہ طلاق بائن ہو تو زوجۂ مذکورہ کے اقربا اوس وصیت
مین نہین داخل ہین اسواسطے کہ اصہار کا حق اوس وصیت مین اسپر موقوف ہے کہ
موصی کی وفات کے وقت اوسکی زوجہ اوسکے حبالۂ عقد مین ہو اور طلاق بائن سے وہ عقد
بالکل فسخ ہوگیا ہو۔

اگر کوی شخص اپنے اقربا کے باب مین وصیت کرے تو اوس وصیت
کے یہ معنے لیے جائین گے کہ سب سے قریب کے رشتہ دارون کے باب مین کی گئی ہے
جو اوسکے محارم یا محرمات شرعیہ ہین اور اگر وہ نہ ہون تو اونکے بعد جو اوس سے قرابت

قریبہ رکھتے ہون اور اسی طرح سے بہ ترتیب مدارج قرابت - امام اعظم کے نزدیک
ایسی وصیت کا نفاذ موصی کے محارم و محرمات شرعیہ پر محدود ہے مگر صاحبین کے نزدیک
ایسی وصیت موصی کے مورث اعلےٰ کی نسل سے جتنے لوگ ہون اون سب پر
حاوی ہے بشرطیکہ مسلمان ہون - اور امام شافعی کے نزدیک ایسی وصیت صرف موصی
کے باپ اور اوسکی اولاد پر محدود ہے -

اگر کوئی شخص دو چچا اور دو ماموں رکھتا ہو اور اپنے اقربا کے باب
مین وصیت کرے تو امام اعظم کے نزدیک وہ وصیت صرف اوسکے چچاؤن کے حق مین
ہوگی مگر صاحبین کے نزدیک چچا اور ماموں سب اوسمین داخل ہونگے - لکن اگر موصی
ایک چچا اور دو ماموں رکھتا ہو تو اس صورت مین نصف مال وصیتی اوس چچا کو اور
نصف دونون ماموںن کو ملے گا - اگر وصیت قریب ترین اقربا کے باب مین کی ہو
تو کل مال وصیتی چچا کو ملیگا دونون ماموںن کو کچھ نہ ملیگا - لکن اگر موصی اپنے مرنے کے بعد
ایک چچا اور ایک پھپھی اور ایک ماموں اور ایک خالہ چھوڑ جاے تو مال وصیتی چچا و
پھپھی مین برابر تقسیم کیا جاے گا کہ وہ دونون درجۂ قرابت مین ایک ہین اور اونمین اور
موصی مین جو قرابت نسبی ہے وہ اوس قرابت سے قوی تر ہے جو موصی مین اور اوسکے
ماموں و خالہ مین ہے اگرچہ پھپھی اپنے بھتیجے کی وارث نہین ہے تاہم اوسکی وصیت مین اوسی
طرح شریک ہو سکتی ہے جسطرح وہ عزیز جو غلام یا کافر ہو - ان سب صورتون مین اگر
موصی نے محارم یا محرمات شرعیہ مین سے کوئی نہ چھوڑا ہو تو وہ وصیت باطل ہے اسواسطے کہ
اوسکا نفاذ انھین اقربا پر محدود ہے -

جب وصیت کسی خاص شخص یا قوم کے یتیموں یا لنگڑون یا
زنان بیوہ کے باب مین کیجاے اور اونکی تعداد معلوم و معین ہو تو اوس وصیت مین
وہ سب شریک ہونگے خواہ غنی ہون خواہ فقیر خواہ ذکور ہون خواہ اناث اسواسطے کہ

اس صورت مین موصی لہم کی تعداد معلوم ہونیکی وجہ سے وصیت نافذ ہو سکتی ہے "اگر اونکا
شمار ہو سکے" اس جملہ مین امام ابو یوسف کے نزدیک اوتنے لوگ داخل ہین جنکا شمار
بے حساب لکھے ہو سکے مگر امام محمد کے نزدیک اس جملہ مین سو آدمیون سے زیادہ نہین
داخل ہین۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس امر کا انفصال قاضی کی راے پر موقوف ہے اور
اسی کے موافق فتوے دیا جاتا ہے اور فصل خصومات کیا جاتا ہے۔ لکن اگر جس قوم کے
باب مین وصیت کی ہے اوس قوم کے لوگون کا شمار نہ ہو سکے تو اوس وصیت مین صرف غربا
داخل ہین امرا نہین داخل ہین کیونکہ وصیت ایک امر نیک یا کار ثواب ہے جس سے
خوشنودی خدا حاصل کرنا مقصود ہے اور خدا محتاجون کی حاجت روائی کرنے سے خوش
ہوتا ہے۔ علاوہ برایں اس وصیت کے فحوا سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ موصی لہ غریب
و محتاج ہو اور موصی کا منشا یہی سمجھنا چاہیئے۔

لکن اگر کوئی شخص کسی قوم کے "نوجوان مردون یا عورتون کے"
باب مین وصیت کرے اور اونکا شمار نہ ہو سکے تو یہ اور صورت ہے۔ اس صورت مین
وصیت باطل ہے اسواسطے کہ اس وصیت کے فحوا سے موصی لہم کا محتاج ہونا نہین ثابت
ہوتا ہے لہذا موصی کے کلام مین یہ تاویل نہین ہو سکتی کہ اوسنے غربا کو مراد لیا ہے اور
نہ یہ وصیت اوس قوم کے سب لوگون کے باب مین درست ہو سکتی ہے کیونکہ جب وہ
بے شمار ہین تو اونکی تعیین کیونکر ہو سکتی ہے اور وصیت اون موصی لہم کو جو مجہول الحقیقت
ہون باطل ہے کیونکہ وصیت ایسا فعل ہے جس سے موصی دوسرے شخص کو حق ملکیت
دیدیتا ہے اور مجہول الحقیقت اشخاص کو یہ حق عطا کرنا محال ہے۔ جب وصیت غربا و
مساکین کے باب مین کی ہو تو اقل مراتب دو غریبون کو مال وصیتی دینا چاہیے کیونکہ وصایا مین
جمع کا اطلاق کم سے کم دو پر ہوتا ہے۔

جب کسی خاص شخص کی قوم کی اولاد کے باب مین وصیت کیجاے

تو اون میں ذکور و اناث سب برابر حق رکھتے ہین کیونکہ لفظ اولاد سب پر حاوی ہے جب کسی خاص شخص کے ورثہ کے باب مین وصیت کیجاے تو اوس شخص کے سب ورثہ مین تقسیم کیجاےگی سوافق قواعد میراث کے یعنے مرد کو عورت کا دوچند ملےگا اسواسطے کہ یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ لفظ ورثہ موصی نے اس غرض سے کہا تھا کہ وصیت کی تقسیم مین بھی وہی امتیاز رکھا جاے جو میراث مین رکھا جاتا ہے۔

اگر کوی شخص اپنے ثلث مال سے زائد کی وصیت کسی کے باب مین کرے تو اوس وصیت کو گھٹا کر ثلث مین لے آئین گے۔ فتاولے عالمگیری لکھا ہے کہ "جب کوی شخص اپنی جائداد کے ایک ثلث کی وصیت ایک شخص کے باب مین اور ایک ثلث کی دوسرے شخص کے باب مین کرے اور دونون وصیتون کو اوسکے ورثہ منظور کر لین تو موصی لہم کو دو ثلث ملین گے اور ورثہ کو ایک ثلث ملیگا۔ لکن اگر ورثہ اسکو منظور کرین تو موصی لہم ایک ثلث لیکر آپس مین نصف نصف تقسیم کرلین گے۔ جب موصی نے ثلث مال کی وصیت ایک شخص کے باب مین اور ایک سدس کی وصیت دوسرے شخص کے باب مین کی ہو تو اونمین کی نسبت دیکھکر کیجاےگی یعنے پہلا موصی لہ ایک ثلث کے بدلے دو تسع پائیگا اور دوسرا موصی لہ ایک تسع پاےگا جسکا مجموع ایک ثلث ہوا"

ردالمحتار مین بھی یہی لکھا ہے کہ "اگر کوی اپنے ثلث مال کی وصیت زید کے حق مین کرے اور دوسرے ثلث کی وصیت دوسرے شخص کے باب مین کرے اور ورثہ اوسکو نہ منظور کرین تو ایک ثلث کو دونون موصی لہم برابر تقسیم کرلین گے۔ اور اگر وہ ایک ثلث ایک شخص کو اور ایک سدس دوسرے شخص کو دے تو ایک ثلث اون دونون مین دو اور ایک کی نسبت سے تقسیم کیا جاےگا۔ اگر وہ اپنی کل جائداد ایک شخص کو اور اوسکا ایک ثلث دوسرے شخص کو دے جاے تو وہ ایک ثلث اونمین برابر تقسیم کیا جاےگا مگر یہ اوسوقت ہوگا جبکہ ورثہ راضی نہ ہون۔ اگر ورثہ راضی ہوجائین

تو کیونکر تقسیم ہوگی اسمین بڑا اختلاف ہے جسکا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل مال و اسباب موصی کا چار سہام مین تقسیم کرکے ایک سہم دوسرے موصی لہٗ کو اور تین سہم پہلے موصی لہٗ کو دیے جائین گے۔

مسائل شیعہ۔ مذہب شیعہ مین دوسری وصیت باطل ہوجائے گی اور ثلث مال جسمین وصیت نافذ ہوسکتی ہے پہلے موصی لہٗ کو ملے گا۔ شرایع الاسلام مین اس مسئلے کو بعبارت ذیل بیان کیا ہے۔

"اگر کوئی شخص اپنا ثلث مال ایک موصی لہٗ کو بذریعہ وصیت دیجائے اور ایک ربع دوسرے کو اور ایک سدس تیسرے کو اور اوسکے ورثہ ان وصایا کو منظور کرین تو ثلث مال پہلے موصی لہٗ کو دیا جاوے اور باقی وصایا باطل ہین۔ لکن اگر وہ ثلث مال کی وصیت ایک شخص کے باب مین کرے اور دوسرے ثلث کی وصیت دوسرے کے باب مین کرے تو اس صورت مین دوسری وصیت سے پہلی وصیت منسوخ ہوجاے گی اور اگر اسمین شک پیدا ہو کہ موصی نے پہلے کس موصی لہٗ کا نام لیا تھا تو اسکا فیصلہ قرعہ اندازی سے کیا جاے گا۔ اگر کوئی شخص ایک شے کی وصیت دو آدمیون کے باب مین کرے اور اوس شے کی قیمت اوسکے ثلث مال سے زائد ہو اور اوسکے ورثہ مقدار زائد از ثلث کا اذن نہ دین تو جسقدر اوس شے مین سے ثلث مال مین آجاے اوسقدر دونون موصی لہم کا مال مشترک ہے۔ لکن اگر وہ ایک ایک چیز دونون کو بذریعہ وصیت دی جاے تو ابتدا اوس شخص سے کی جاے جسکے حق مین پہلے وصیت کی تھی۔ اور جو کچھ کمی پڑے وہ دوسرے پر عائد ہوگی۔

یہ اصول وصایاے معین اور غیر معین دونون پر حاوی ہے

مثلاً اگر کوئی شخص ایک رقم کی یا اپنے متروکہ مین ایک حصہ کی وصیت کسی کے باب مین کرے اور دوسرے کے باب مین اوسقدر کی وصیت کرے جسقدر اوسکی بسر اوقات کو

ایک میعاد معین تک کافی ہو تو آخر الذکر وصیت کی مالیت کا تخمینہ کیا جاے گا اور دونوں وصیتوں کا تصفیہ اصول مصرحۂ بالا کے بموجب کیا جاے گا

**شرع حنفی** ۔ جب موصی ایک شخص کو اپنا نصف مال اور دوسرے شخص کو ربع مال بذریعہ وصیت دیجاے تو موصی لہم اپنا اپنا حصہ پائینگے بشرطیکہ اوسکے ورثہ راضی ہوجاوین اور جو کچھ باقی رہے وہ ورثہ کو ملیگا ۔ لکن اگر ورثہ راضی نہ ہون تو دونوں وصیتوں کا نفاذ ثلث مال مین کیا جاے گا جو جائز الوصیت ہے اور جو سات حصون مین تقسیم کیا جائیگا چار حصے نصف مال کے موصی لہ کو اور تین حصے ربع مال کے موصی لہ کو دیے جائینگے ۔ یہ قول امام اعظم کا ہے ۔ مگر صاحبین کے نزدیک اوس ایک ثلث کے تین حصے کرکے دو حصے نصف مال کے موصی لہ کو اور ایک حصہ ربع مال کے موصی لہ کو دیا جائے گا۔[1]

جب رقوم معینہ یعنے مثلاً ہزار درہم کی وصیت ایک شخص کے باب مین اور دو ہزار درہم کی وصیت دوسرے شخص کے حق مین کی ہو اور ایک ثلث جو جائز الوصیت ہے اوسکی مالیت صرف ہزار درہم کی ہو تو امام اعظم کے نزدیک ہر ایک موصی لہ کو اوس ہزار درہم مین سے بقدر اوسکے پورے حصہ کے دیا جاے گا اسواسطے کہ بادی النظر مین یہ اسوجہ سے جائز ہے کہ شاید موصی نے اور جائداد اسقدر چھوڑی ہو کہ یہ رقم اوسکے ایک ثلث مین آجاے ۔ اور اسمین سب علماء کا اتفاق ہے کہ جب متعدد وصایا مین سے ہر ایک وصیت ثلث مال سے زائد مین نہ ہو یعنے مثلاً ایک ثلث ایک شخص کو اور ایک ربع دوسرے شخص کو بذریعہ وصیت دیا گیا ہو اور ورثہ دونوں کو نہ منظور کرین تو ہر ایک موصی لہ بقدر اپنی پوری وصیت کے حصہ پانیکا مستحق ہے چاہے وہ جو کچھ ہو اور اسی کے موافق وہ ثلث اون دونوں مین تقسیم کیا جاے گا ۔

جب وصیت غیر متعین طور سے کیجاے یعنے مثلاً موصی کہے

---

[1] فتاوے عالمگیری صفحہ ۱۲۱۵۰ ۔ منہ ۔

کہ وہ مین اپنے مال کا ایک حصہ فلان شخص کو دیتا ہون " تو وہ اپنے بشارکی تصریح اپنی زندگی
مین ہر وقت کرسکتا ہے اور اوسکے مرنے کے بعد اوسکی وصیت کے معنے بیان کرنا اوسکے
ورثہ پر موقوف ہے - اگر وصیت ایک سہم یا ایک جز کی ہو تو بعض علما کا قول ہے کہ ورثہ کو
اختیار ہے کہ جسقدر چاہین دین مگر مبسوط مین لکھا ہے کہ ایک سہم ہے - وصی لہ کو بقدر اقل
سہام ورثہ دیا جاسے بشرطیکہ وہ ثلث مال سے زائد نہ ہو - یہ قول صاحبین کا ہے جیسے
کسی شخص نے اپنے مال کے ایک سہم مین وصیت کی ہو اور کوی وارث نہ چھوڑا ہو تو موصی لہ
کو نصف ملیگا اسواسطے کہ بیت المال بجاے موصی کے فرزند کے ہے اور یہ صورت بمنزلہ اسکے
ہی کہ اوسنے دو فرزند چھوڑے ہین جنمین اوسکا مال برابر تقسیم کیا جاے گا

اگر کوی شخص اپنے بیٹے یا بیٹی کے حصہ کی وصیت کرے تو اگر
وہ بیٹا یا بیٹی زندہ ہو تو یہ وصیت باطل ہے اسواسطے کہ اوسنے دوسرے شخص کے مال
مین وصیت کی ہے لکن اگر اوسکے بیٹا بیٹی کچھ نہ ہو تو یہ وصیت جائز ہے - اگر دختر یا پسر
کے حصہ کے مثل کی وصیت کی ہو تو یہ وصیت جائز ہے اگرچہ اوسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہو
اسواسطے کہ کسی چیز کا مثل خود وہ چیز نہین ہے بلکہ اور چیز ہے پس بیٹی کا حصہ دریافت کرکے
اوسکے برابر ایک رقم موصی لہ کو دیدی جاسے لکن اگر وہ ثلث مال سے زیادہ ہو تو ورثہ کا
اذن حاصل کرنا ضرور ہے اور اگر ایک ثلث کے برابر یا اوس سے کم ہو تو بغیر اذن ورثہ
درست ہے - لہذا اگر کوئی شخص ایک بیٹے کے حصہ کی وصیت کسی کے باب مین کرے اور
ایک ہی بیٹا رکھتا ہو تو موصی لہ کو نصف مال وصیتی ملیگا بشرطیکہ ورثہ راضی ہوجائین ورنہ
صرف ایک ثلث ملیگا - اسی طرح سے اگر وہ دو بیٹے رکھتا ہو تو زیلعی کے نزدیک موصی لہ
ایک ثلث پاوے گا - جب موصی اپنے مرنے کے بعد صرف ایک بیٹی چھوڑجاے اور
بیٹی کے حصہ کی وصیت کی ہو تو موصی لہ نصف پاوے گا بشرطیکہ وہ بیٹی راضی ہوجاے
ورنہ ایک ثلث پاوے گا - اور اگر دو بیٹیان ہون تو سراج مین لکھا ہے کہ موصی لہ ایک

ثلث پاسے گا - اور اگر تین بیٹیاں ہوں تو فقط ایک ربع پاسے گا - اس قول کی تائید میں مجتبیٰ کا حوالہ دیا ہے - یہ ایک کتاب امام زاہدی کی ہے - اگر کوئی موصی اپنے مرنے کے بعد ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ جاسے اور بیٹی کے حصہ کی وصیت کی ہو تو موصی لہ کو ایک ربع ملیگا - اور اگر کوئی موصی اپنے مرنے کے بعد ایک شوہر اور ایک خواہر عینی ایک علاتی اور ایک اخیافی چھوڑ جاسے اور خواہر علاتی کے حصہ کی وصیت کر جاسے تو موصی لہ کو ایک ثمن ملیگا - مجتبیٰ میں یہی لکھا ہے - اور ہندیہ یعنے فتاوے عالمگیری میں اس مسئلہ کو اسطرح بیان کیا ہے کہ شوہر اپنا حصہ معینہ پائیگا اور مابقی موصی لہم اور ان تینوں بہنوں میں بمقادیر شرعیہ تقسیم کیا جاسے گا - اگر کوئی موصی اپنے مرنے کے بعد ایک ماں اور ایک بیٹا چھوڑ جاسے اور ایک بیٹی کے حصہ کی وصیت کی ہو، تو اوسکے جائداد کے سترہ حصے کیے جائینگے جن میں سے پانچ حصے موصی لہ کو اور دو حصے ماں کو دیے جائینگے -

اس مسئلہ کو یوں سمجھیے کہ اگر موصی نے کوئی وصیت نہ کی ہوتی تو اوسکی جائداد کے چھ حصے کیے جاتے جن میں سے پانچ حصے بیٹے کو ملتے اور ایک حصہ ماں کو ملتا مگر جب موصی ایک بیٹی کے حصہ کی وصیت کرے تو اوس حصہ میں کچھ اضافہ کرنا چاہیے اور چونکہ بیٹی کا حصہ بیٹے کے حصہ کا نصف ہوتا ہے لہذا اوس میں $2\frac{1}{2}$ حصے اضافہ کرنے چاہیئیں جسکا مجموعہ $8\frac{1}{2}$ ہوا اور جب اسکو دو چند کر لیا تاکہ کچھ کسر نہ بچے تو ۱۷ حصے ہوسے جنمیں سے پانچ حصے موصی لہ پہلے پاسے گا اسواسطے کہ وصیت ثلث مال سے کم میں کی ہے لہذا ورثہ کی میراث پر مقدم ہے اور باقی بارہ حصوں میں سے دو حصے ماں کو اور دس حصے بیٹے کو ملینگے -

اگر ایک بیٹی اور ایک بہن ہو اور وصیت ایک بیٹی کے حصہ کی کی ہو تو موصی لہ کو ایک ثلث ملیگا خواہ وہ بیٹی یا وہ بہن راضی ہو خواہ نہ ہو - سیجانی کے فتاوی نامیہ میں یہی لکھا ہے

اگر کوی شخص زوجہ اور ایک بیٹا رکھتا ہو اور دوسرے بیٹے کے حصہ کی وصیت کرے (اگر دوسرا بیٹا ہوتا) تو اوسکی جائداد کے پندرہ حصے کیے جائین گے بشرطیکہ ورثہ اوس وصیت سے راضی ہون۔ اون پندرہ حصون مین سے موصیٰ لہ سات حصے پائیگا اور زوجہ ایک حصہ پاے گی اور بیٹا بھی سات حصے پاے گا۔ اس صورت مین بھی صورت مذکورہ بالا کی طرح فرض کیجیے کہ اگر وصیت نہ ہوی ہوتی تو وہ جائداد آٹھ حصون مین تقسیم کیجاتی جن مین سے ایک حصہ زوجہ کو اور سات حصے بیٹے کو ملتے۔ مگر جب جائداد وصیتی کو دوسرے بیٹے کا حصہ فرض کر لیا (اگر وہ ہوتا) تو اون حصون مین سات حصے اور ملانے پڑے تاکہ مجموع پندرہ حصے ہو جائین۔ لکن چونکہ اس صورت مین مال وصیتی ثلث مال موصی سے زائد ہے لہذا ورثہ کا اذن شرط ہے ورنہ وصیت ناجائز ہوگی۔

جب کوی شخص ایک بیٹی اور ایک بھای چھوڑ کر مرجاے اور دوسرے شخص کے باب مین ایک بیٹے کے حصہ کی وصیت کر جاے تو چونکہ اوسکا کوی بیٹا نہین ہے لہذا موصی لہ دو ثلث مال وصیتی پاے گا اور باقی ایک ثلث اوس بیٹی اور اوس بھائی مین نصف نصف تقسیم کیا جاے گا بشرطیکہ ورثہ راضی ہو جائین۔ لکن اگر وہ نہ راضی ہون تو موصیٰ لہ کو صرف ایک ثلث ملیگا اور باقی دو ثلث بیٹی اور بھای مین برابر تقسیم کیے جائین گے۔ اور اگر وصیت ایک بیٹے کے حصہ کی مثل کی کی ہو اور اور سب امور ویسے ہی ہون جیسے آخر الذکر صورت مین تھے تو موصیٰ لہ کو دو خمس جائداد کے ملین گے بشرطیکہ ورثہ راضی ہو جائین ۔ اگر کوی شخص ایک بھای اور ایک بہن چھوڑ کر مرجاے اور کسی شخص کے باب مین ایک بیٹے کے حصہ کی وصیت کر جاے اور اوس وصیت کو اوسکے ورثہ منظور کر لین تو موصی لہ کل جائداد پاے گا اور بھائی اور بہن کو کچھ نہ ملیگا۔ لکن اگر اوسنے ایک بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی ہوتی اور اوس وصیت سے ورثہ راضی ہو جاتے تو موصیٰ لہ کو صرف ایک نصف ملتا

اور دوسرا نصف بھائی اور بہن مین اسطرح تقسیم ہوتا کہ بھائی کو دو حصے ملتے اور بہن کو ایک حصہ ملتا۔ ان دونو صورتون مین اگر اوس وصیت کو ورثہ نامنظور کرتے تو موصیٰ لہ کو صرف ایک ثلث ملتا اور باقی دو ثلث اوسیطرح سے بھای اور بہن مین تقسیم کیے جاتے۔

یہ سب اوسوقت ہے جبکہ موصی ورثہ چھوڑ گیا ہو۔ لکن اگر ورثہ نہ ہون اور موصی کسی خاص وارث کے حصہ کی وصیت کرے تو نصف موصیٰ لہ کو ملیگا اور نصف بیت المال مین داخل کیا جاے گا۔ قول مشہور یہی ہے اور جوہرہ مین بھی یہی لکھا ہے وارث ذی حق ہے لہذا بالکل محجوب الارث نہین ہو سکتا[۱]

موصی نے اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت زید اور عمرو کے باب مین کی مگر عمرو وصیت کے وقت مرچکا تھا تو پورا ایک ثلث زید کو ملیگا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ معدوم یا متوفی کوی حق نہین رکھتا ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ اگر موصی یہ نہ جانتا تھا کہ وصیت کے وقت عمرو مرچکا تھا تو صرف ایک نصف زید کو دیا جائیگا۔ زیلعی کا بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ زید اور عمرو کے باب مین وصیت درحالیکہ عمرو مرچکا ہو بمنزلہ اوس وصیت کے ہے جو زید کے اور ایک شے معدوم کے باب مین کی ہو۔ مگر جب وصیت زید اور عمرو کے درمیان کی ہو اور اوسوقت عمرو مرچکا ہو تو جو موصیٰ لہ زندہ ہے اوسکو صرف ایک نصف ملیگا کیونکہ درمیان کے لفظ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ نصف نصف دیا جاے۔

اگر کوی شخص ان الفاظ سے وصیت کرے کہ میرا وصی میرے مال کا ایک ثلث زید اور پسر عبداللہ کو دے اگر وہ میرے مرنے کے وقت محتاج ہو اور موصی کی وفات کے وقت پسر عبداللہ مالدار ہو تو صرف اوس ثلث کا ایک نصف زید کو دیا جاے گا۔

---

[۱] ردالمختار صفحہ ۶۵۹ ۔ منہ

یہی نتیجہ اوسوقت ہوگا کہ جب موصٰی لہم مین سے کوئی شخص موصی کے حیات مین مرجاوے - اصول یہ ہے کہ جب وصیت اشخاص موجودین یا اشیا رموجودہ بابت مین کی ہو اور اون مین سے ایک وصیت کے بعد معدوم ہوجاوے تو باقیماندہ موصٰی لہم اپنے اپنے حصہ پائینگے اور موصٰی لہ متوفی کا حصہ موصی کی اصل جائداد مین شامل ہوجائیگا لکن اگر موصٰی لہم مین سے ایک وصیت کے وقت موجود نہ تھا یا وہ صفت نہ رکھتا تھا جو موصی نے اوس وصیت کے لینے کے لیے قرار دی تھی تو مال وصیتی موصٰی لہم موجودین کو ملے گا - مثلاً اگر وصیت زید اور اون لوگون کے باب مین کیجاوے جو کسی خاص مکان مین رہتے ہین مگر اوس مکان مین کوئی نہ رہتا تھا تو کل مال وصیتی زید کو ملیگا کیونکہ معدوم اشخاص کے حق مین وصیت نہین ہوسکتی - یہی نتیجہ اوس وقت بھی ہوگا جبکہ کوئی شخص زید اور اوسکے اعقاب کے باب مین وصیت کرے کیونکہ اعقاب وہ لوگ ہین جو کسی کے مرنیکے بعد زندہ رہین اور اونکی تعیین وصیت کے وقت نہین ہوسکتی - اسی طرح سے اگر کوئی شخص کہے کہ[1] یہ وصیت زید اور پسر عبد اللہ کے باب مین ہے اگر وہ میرے مکان مین رہتے ہین - اگر پسر عبد اللہ اوسکے مکان مین نہ رہے تو کل مال وصیتی زید کو ملے گا - لکن جب وصیت زید اور عمرو کے باب مین کی ہو اور عمرو موصی کے مرنے کے بعد مرجاوے تو اوسکا حصہ اوسکے ورثہ کو دیا جاوے گا -

جب کوئی عورت شوہر چھوڑ کر مرجاوے اور اپنے نصف مال کی وصیت کسی غیر آدمی کے حق مین کرجاوے تو ایسی وصیت جائز ہے اور شوہر ایک ثلث اور موصی لہ ایک نصف کا مستحق ہے اور ایک سدس جو باقی رہا بیت المال مین داخل کیا جاوے - اسواسطے غیر آدمی کے حق مین وصیت ثلث مال مین ورثہ کے حقوق پر مقدم ہے بس باقی دو ثلث بطور متروکہ کے تقسیم ہوجائینگے جنمین سے ایک نصف یعنے کل مال کا ایک

[1] رد المختار صفحہ ۶۶۱ — ایضاً —

ثلث شوہر کا مال ہے اب رہا ایک ثلث اوسکا کوی وارث نہین ہے لہذا اوسکی وصیت
اوس ایک ثلث مین نافذ ہوگی اور وہ کل جائداد کا ایک سدس ہے پس اب وصیت ایک
نصف کی ہوجاے گی۔ اور چونکہ اوس ایک سدس کا کوی مستحق نہین ہے لہذا وہ بیت المال
کا حصہ ہے۔ اسی طرح اگر کوی شخص ایک زوجہ چھوڑکر مرجاے اور اپنے تمام جائداد
کی وصیت کسی غیر آدمی کے حق مین کرجاے اور زوجہ اوس وصیت کو منظور نہ کرے
تو وہ ایک سدس کی مستحق ہوگی اور باقی پانچ سدس موصی لہ پاےگا اسواسطے کہ ایک
ثلث کا مستحق تو وہ از روے وصیت ہے اب رہے دو ثلث اوس مین سے ایک
ربع زوجہ پاے گی جو کل جائداد کے ایک سدس کے برابر ہے اور مابقی موصی لہ پائیگا کہ وہ
بیت المال پر ترجیح رکھتا ہے۔

جب[1] کوی شخص اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت کسی شخص کے بیٹون
کے باب مین کرے مگر وہ شخص وصیت کے وقت کوی بیٹا نہ رکھتا ہو اور بعد ازان جب
موصی مرجاے تب اوسکے یہان بیٹے پیدا ہون تو وہ بیٹے ثلث مال کے مستحق ہین اور
اگر وصیت کے وقت بھی اوسکے بیٹے ہوتے مگر اونکا نام موصی نے نہ لیا ہوتا یعنے احمد
محمود وغیرہ نہ کہا ہوتا تو وہ وصیت اون سب بیٹون کے نام ہوتی جو موصی کی وفات
کے وقت موجود ہوتے۔ اور اگر وہ بیٹے جو وصیت کے وقت موجود تھے مرجائین اور
اونکے بعد اور بیٹے پیدا ہون اور وہ موصی کی وفات کے وقت زندہ ہون تو وہ بھی ثلث مال سے
مستحق ہین۔ لکن اگر موصی نے اون بیٹون کا نام لے دیا ہو جو وصیت کے وقت موجود
ہون یا اور کسی طور سے اونکی تصریح کردی ہو تو وصیت صرف اونھین کے حق مین
سمجھی جاے گی اور اونکے مرنے پر باطل ہوجاے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر موصٰی لھم کا نام
لے دیا گیا ہو یا اور کسی طور سے اونکی تصریح کردی گئی ہو تو اونکے حق مین وصیت مخصوص

[1] ردالمختار صفحہ ۶۶۱ ۔ منہ۔

ہو جاسے گی اور یہ لحاظ کیا جاسے گا کہ کس وقت وہ وصیت کی گئی تھی۔

جب کوئی شخص اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت اپنی اُمّ الولد کے باب مین کرے اور تین اُمّ الولد رکھتا ہو اور فقرار و مساکین کے باب مین بھی کرے تو اوس جائداد کے پانچ حصے کرکے تین حصے اُمّ الولد کو دیے جائین گے اور ایک حصہ فقرا اور ایک حصہ مساکین کو دیا جاسے گا یہ قول امام اعظم اور امام ابو یوسف کا ہے۔ امام محمد کے نزدیک اوس جائداد کے سات حصے کرکے تین حصے اُمّ الولد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دیے جائین گے۔ قول اول احوط ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنے مال کا ایک ثلث زید کو اور مساکین کو از روے وصیت دئے جاسے تو زید کو نصف ملے گا اور دوسرا نصف امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک مساکین کو دیا جاسے گا۔ مگر امام محمد کے نزدیک اوس جائداد کے تین حصے کیے جائین گے۔ جب کوئی شخص اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت زید اور فقرار و مساکین کے باب مین کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اوس جائداد کے تین حصے کیے جائین گے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو حصے اور امام محمد کے نزدیک پانچ حصے کیے جائین گے اور یہی قول مختار ہے۔ جب کوئی شخص ثلث مال کی وصیت فقرار کے باب مین کرے تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک اوس مین ایک فقیر بھی داخل ہو سکتا ہے مگر امام محمد کے نزدیک کم سے کم دو فقیر ہونے چاہئین۔ مگر جب جماعت مساکین کا لفظ کہا ہو تو وہ وصیت صرف ایک مسکین کو نہین مل سکتی۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔[1]

اگر کوئی شخص فقرار بلخ کے حق مین وصیت کرے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اوس وصیت مین سے اور فقرار کو بھی دینا جائز ہے اور اسی کے موافق فتوے ہے۔ جب کوئی شخص اپنے ثلث مال کی وصیت ایک شخص کے باب مین کرکے

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶ ۔ ۔ ۔ سنہ ؟

دوسرے شخص سے کہے کہ میں نے تمکو اوسکے ساتھ شریک کیا۔ تو وہ ثلث اون دونون کو ملیگا۔ اور اگر ایک شخص کے باب مین سو روپیہ اور دوسرے شخص کے باب مین بھی سو روپیہ کی وصیت کرکے تیسرے شخص سے کہے کہ مینے تمکو اونکا شریک کیا تو تیسرا شخص ہر سو روپیہ کے ایک ثلث کا مستحق ہوگا۔

جب کوئی شخص کسی غیر آدمی اور اوسکے وارث کے باب مین وصیت کرے تو وہ غیر آدمی نصف پاوے گا اور باقی وصیت باطل ہے اور اگر کسی انسان کے قاتل اور غیر آدمی کے باب مین وصیت کرے تو بھی یہی ہوگا۔

اگر کوئی شخص تین کپڑے رکھتا ہو اونمین سے ایک کپڑا اچھا ہو اور ایک اوسط درجہ کا ہو اور ایک برا ہو اور وہ تینون کپڑے تین آدمیون کو از روے وصیت دیجاوے تب اون مین سے ایک کپڑا گم یا ضایع ہوجاوے مگر یہ معلوم ہو کہ وہ کونسا کپڑا ہے اور ورثہ باقی دو کپڑے موصی لہم کو دینا نہ منظور کرین اور ہر ایک موصی لہ سے کہین کہ جس کپڑے کی وصیت تمھارے باب مین کی تھی وہ ضایع ہوگیا ہے تو اس صورت مین چونکہ اون اشخاص کے حقوق کی تعیین نہین کی گئی ہے اور جب اونکے حقوق کی تعیین نہین کی ہے تو جو فیصلہ اس مقدمہ کا کیا جاوے جائز نہین ہوسکتا اور موصی کا مقصد نہین برآسکتا لہذا ان وصایا کو باطل قرار دینا چاہیے مگر یہ کہ ورثہ باقی کپڑے حوالہ کردین۔ اگر وہ ایسا کرین تو یہ عذر رفع ہوجاوے گا اور سب سے عمدہ کپڑے کا موصی لہ دو ثلث اوس عمدہ کپڑے کا پاوے گا جو اب باقی رہ گیا ہے اور اوسط درجہ کے کپڑے کا موصی لہم اوس عمدہ کپڑے کے باقی ایک ثلث کا مستحق ہوگا اور ایک ثلث برے کپڑے کا بھی پائیگا اور سب سے برے کپڑے کا موصی لہ اوس کپڑے کے باقی دو ثلث پاوے گا۔

جو افزونی مال وصیتی مین قبل وفات موصی ہوئی ہو وہ موصی کا مال ہے مثلاً مواشی کے بچے یا زمین کی پیداوار۔ اور اوسپر دعوے عاید ہونگے جو موصی کی

باقی جائداد پر عائد ہون - مگر وہ افزونی جو اوسکی وفات کے بعد وقوع مین آئے اور اوسوقت وقوع مین آئے جب اوسکا ترکہ تقسیم ہو چکا ہو موصی لہ کا مال ہے - اور جو افزونی بعد وفات موصی مگر قبل تقسیم ترکہ وقوع مین آئے وہ دو حال سے خالی نہین ہے یا موصی لہ کے اوس وصیت کو قبول کرنیکے قبل یا اوسکے بعد وقوع مین آئی ہے - پہلی صورت مین وہ افزونی داخل وصیت اسوجہ سے ہے کہ اصل مال وصیتی کے مضافات مین سے ہے اور ثلث مال سے ملنی چاہئیے اور صرف اوسوقت جائز ہے جبکہ ایک ثلث کے اندر ہو - مگر کلام اسمین ہے کہ اگر موصی لہم کے قبول کرنیکے بعد مگر قبل تقسیم ترکہ افزونی ہوئی ہو تو اوسمین بھی یہی حکم جاری ہوگا - اس مسئلہ مین امام محمد نے کوئی صاف فتویٰ نہین دیا ہے مگر قدوری نے لکھا ہے کہ اس صورت مین وہ افزونی وصیت مین داخل ہوگی اور کل جائداد سے لیجاے گی - لکن ہمارے مشائخ (علماء حنفیہ) نے فرمایا ہے کہ وہ افزونی وصیت مین داخل ہے اور ثلث مال سے لی جاے گی -

اگر موصی کی وفات کے بعد مال وصیتی مین ایسی افزونی ہوئی ہو جو اوس سے جدا ہو سکے پس اگر اصل مال وصیتی اور وہ افزونی دونون ایک ثلث مین داخل ہون تو وہ دونون موصی لہ کا مال ہے - اگر وہ دونون ثلث مال سے زائد ہون تو امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ اوس وصیت کا نفاذ پہلے تو اصل مال مین بعد اوسکے اوس افزونی مین کیا جاے گا - مگر صاحبین کے نزدیک دونون مین اوسکا نفاذ برابر کیا جاے گا - یعنے مثلاً اگر موصی چھہ سو درہم اور ایک گھوڑی چھوڑ گیا ہو جسکی قیمت تین سو درہم ہے اور وہ گھوڑی بعد وفات موصی مگر قبل تقسیم ترکہ بچہ جنے اور اوس بچہ کی قیمت بھی تین سو درہم ہو تو اس صورت مین اصل مال وصیتی اور اوسکی افزونی کا مجموع چھہ سو درہم ہوے تو امام اعظم کے نزدیک موصی لہٗ اوس گھوڑی اور اوسکے بچہ کے ایک ثلث کا مستحق ہے جسکا مجموع چار سو درہم یعنے اصل مال کا ایک ثلث ہوا مگر صاحبین کے نزدیک موصی لہ اصل مال اور افزونی دونون مین دو دو ثلث پانیکا مستحق ہے - یہ اس تقدیر پر ہے کہ اوس گھوڑی کے بچہ دینے کے پیشتر اور نیز قبل تقسیم ترکہ موصی لہ نے اصل وصیت کو قبول

کر لیا ہو - اگر اوس گھوڑی کے بچہ جننے کے وقت او تقسیم ترکہ کے بعد موصی لہ نے اوس وصیت
کو قبول کر لیا ہو تو وہ اوسکا مال ہے اور اگر اوسکے قبول کرنے کے بعد مگر تقسیم ترکہ کے قبل وہ
گھوڑی بچہ جنی ہو تو قدوری کے نزدیک یہ وصیت نہین ہے مگر ہمارے مشائخ (علماء حنفیہ) کے
نزدیک یہ وصیت ہے اور ثلث مال مین اسطرح نافذ ہوگی کہ گویا وہ گھوڑی وصیت قبول ہونیکے
پیشتر بچہ جنی تھی - اگر یہ امر قبل وفات موصی وقوع مین آے تو وہ بچہ اس وصیت مین ہرگز نہ
داخل ہوگا بلکہ اوسمین بھی وہی احکام جاری ہونگے جو متوفی کی باقی جائداد مین جاری ہونگے -
مسائل شیعہ — مذہب شیعہ مین یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نصف جائداد کے باب مین
وصیت کرے اور پہلے اوسکے ورثہ راضی ہوجائین مگر بعد ازآن کہین کہ ہم سمجھے تھے کہ مقدار
وصیت بہت کم ہے تو ڈگری اوس مقدار کی دی جاے گی جو مقدار وصیت ورثہ بیان کرین
اور مابقی کے باب مین اونسے حلف لیا جاے مثلاً اگر وصیت ایک غلام یا ایک
مکان کی ہو اور ورثہ پہلے تو راضی ہوجائین مگر بعد اوسکے کہین کہ ہم سمجھے تھے کہ یہ متوفی کے مال کے
ایک ثلث سے زیادہ نہین ہے اور اگر زیادہ ہے تو نہین خفیف سی زیادتی ہے تو اونکا یہ بیان
قابل توجہ نہین ہوسکتا کیونکہ اوںھون نے اوس چیز کی وصیت کا اذن دیا ہے جسکو وہ یقین کر سکتے تھے
جب ہمنے اس وصیت کو منظور کیا تھا اوسوقت ہم اس شے کی مالیت سے ناواقف تھے - اگر کوئی
شخص اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت بطور مشاع یعنے بلا انقسام کرے تو موصی لہ ہر چیز کے
ایک ثلث کا مستحق ہے جو موصی کے قبضہ مین اوسکی وفات کے وقت تھی - اگر وہ کسی خاص چیز کی
وصیت کرے جسکی قیمت اوسکی جائداد کے ایک ثلث کے برابر ہو تو اوسکے مرنیکے بعد موصی لہ
مالک بلا شرکت غیر شے موصی بہٖ کا ہوجاے گا اور ورثہ کا کوئی عذر اوسکے باب مین نہ چلے گا
اور اگر متوفی نے مال موجود اور مال غیر موجود دونون چھوڑے ہون (مثلاً نقد روپیہ اور قرضہ)
تو اوس چیز مین سے اوسقدر موصی لہ کو دیا جائیگا جسقدر مال موجود کے ایک ثلث کے برابر
ہو اور مابقی کا انتظار موصی لہ اوسوقت تک کریگا جبتک ورثہ قرضہ کو وصول کرین کیونکہ جو چیز بالفعل موجود

نہین ہے شاید وہ گم یا ضایع ہوجاے اور کبھی وصول ہو۔ لہذا اگر اوسنے اپنے غلام کے ایک ثلث کے
باب مین وصیت کی ہو اور اوسکا دو ثلث اور کسی شخص کا مال ثابت ہو تو اوس وصیت کا نفاذ کل ایک
ثلث مین کیا جاے جو موصی کا مال ہو اور وہ وصیت ایک ثلث کے ثلث پر نہ محدود دیکھا جاے اسواسطے کہ
اوسکا نفاذ ہو سکتا ہی بے اسکے کہ ورثہ کے حق مین دست اندازی لازم آے جب یہ فرض کیا جاے
کہ موصی کی باقی جائداد کی ملکیت اوس غلام کے دو ثلث کے برابر ہے۔

جب کوی شخص ایک وصیت کرنے کے بعد دوسرے وصیت کرے جو پہلی وصیت
کے خلاف ہو تو دوسری وصیت نافذ کیجاے گی۔

جب کوی شخص کہے کہ وہ اگر اس عورت کے رحم مین لڑکا ہے تو اوسکو دو درہم
دیے جائین اور اگر لڑکی ہو تو اوسکو ایک درہم دیا جاے اور اوس عورت کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی
پیدا ہون تو اونکو تین درہم دیے جائین۔ لیکن اگر اوسنے کہا ہو کہ اگر اس عورت کے رحم مین لڑکا ہے
تو اوسکو اتنا دیا جاے اور اگر لڑکی ہے تو اتنا دیا جاے اور اوس عورت کے لڑکا اور لڑکی دونون
پیدا ہون تو اون کو کچھ نہین ملیگا۔[1]

اگر کوی شخص اپنے غلام کی خدمت یا اپنے باغ کے میوہ یا اپنے مکان کی
سکونت یا اور کسی چیز کی منفعت کی وصیت دوامی یا ایک مدت معین تک کرے تو جو منفعت اوس مال سے
حاصل ہو اوسکا تخمینہ کیا جاے اگر وہ موصی کے ثلث مال سے زائد نہ ہو تو وہ وصیت جائز ہی اور اگر ایک
ثلث سے زیادہ ہو تو موصی لہٗ اوسقدر پاے گا جسقدر ایک ثلث مین آجاے اور اوس سے
زائد مین وصیت باطل ہے۔

جب کوی شخص اپنے غلام کی خدمت کی وصیت ایک مدت معین تک کرے
تو اوس غلام کے نفقہ کے مصارف اوسکے ورثہ دین کیونکہ یہ ایسا فرض ہی جو اوس غلام کے ملک پر
موقوف ہی اور موصی لہٗ صرف اوس غلام کی خدمت کا مستحق ہی باقی سب حقوق ملکیت اوس شخص کے

[1] شرایع الاسلام۔ بیلی صاحب کی شرح امامیہ ۱۲ حاشیہ

ورثہ کے ہین جیسے بیع اور عتق وغیرہ مگر انمین سے کوی حق موصی لہ کے حق کو نہین باطل کرسکتا ؛؛

جب موصی نے ایسی لفظ کا استعمال کیا ہو جو متعدد اشیا رمین شریک ہو اور سب پر صادق آسکتا ہو تو ورثہ کو اختیار ہے کہ اونمین سے جو چیز چاہین موصی لہ کو دیدین لکن اگر موصی نے کہا ہو کہ "میری کمان اوسکو دیدو" اور اوسکے پاس ایک ہی کمان ہو تو وہی کمان موصی لہ کو دیجاے چاہیے وہ جیسی ہو۔

جب کوی شخص کسی غیر آدمی کو اپنے بیٹے کے حصہ کا مثل از روے وصیت دیگیا ہو اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہو تو یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اوسنے اپنی جائداد کو اون دونون مین تقسیم کردیا ہے اور موصی لہ نصف جائداد کا مستحق ہی مگر یہ کہ ورثہ کل وصیت کو منظور کرین اس صورت مین موصی لہ کا حق صرف ایک ثلث مین رہجاے گا۔ اگر موصی کے دو بیٹے ہون تو وصیت ثلث مال کی رہجاے گی اور اگر تین بیٹے ہون تو ربع مال کی رہجاے گی۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ موصی لہ ورثہ مین شامل ہو کر ایک وارث سمجھا جاے گا اگر وہ سب متروکہ مین برابر حصہ پانیکے مستحق ہون۔ لکن اگر اونکے حصے مختلف ہون یعنے بعض کے زیادہ اور بعض کے کم ہون تو موصی لہ مثل اوس وارث کے سمجھا جاے گا جسکا حصہ سب سے کم ہے مگر یہ کہ موصی نے بالتخصیص کہدیا ہو کہ اوسکا حصہ سب سے بڑے حصہ کے برابر ہو کہ اس صورت مین موصی کے حکم کی تعمیل کیجاے۔ پھر ملاحظہ کیجئے کہ اگر موصی نے کہا ہو کہ میری بیٹی کے حصہ کے مثل تو ہمارے علمار (شیعہ) کے نزدیک موصی لہ النصف کا مستحق ہے بشرطیکہ اوس بیٹی کے سواے اور کوی وارث موصی کا نہ ہو لکن اگر وہ پوری وصیت کو نہ منظور کرے تو موصی لہ کا حق ایک ثلث مین رہجاے گا اسواسطے شیعون کے نزدیک بیٹیان کل جائداد پاتی ہین اور عصبات یعنے اقربار ذکور پدری کو کچھ نہین ملتا لہذا موصی لہ مثل دوسرے بیٹے کے ہوجاتا ہے۔

اگر کوی شخص تین اخیافی بھنین اور تین علاتی بھای رکھتا ہو اور کسی غیر آدمی کے باب مین اپنے ایک وارث کے حصہ کے مثل کی وصیت کرے تو موصی لہ مثل اسکی

ایک بہن کے سمجھا جاے گا اور موصی کی جائداد دس حصون مین تقسیم کیجاے گی اونمین سے ایک حصہ موصی لہ کو ملیگا اور اخیافی بہنون کو تین حصے اور علاتی بھائیون کو باقی چھہ حصے موافق قاعدہ وراثت بلا وصیت کے ملین گے - اگر موصی ایک زوجہ اور ایک بیٹی رکھتا ہو اور بیٹی کے حصہ کے مثل کی وصیت کرے اور ورثہ اوسکو منظور کرلین تو موصیٰ لہ اوس مال کے سات حصون کا مستحق ہوگا اور سات ہی حصے بیٹی پاے گی اور زوجہ کو دو حصے ملین گے پس اس صورت مین کل جائداد سولہ حصون پر تقسیم کیجاے گی - مگر یہ کہنا بہتر ہے کہ اس صورت مین زوجہ پندرہ مین سے ایک حصہ سے زیادہ کی نہین مستحق ہے لہذا کل جائداد پندرہ حصون مین تقسیم کیجاے گی - لکن اگر کوئی شخص چار ازواج اور ایک دختر رکھتا ہو اور کہے کہ انمین سے ایک حصہ کے مثل تو اوسکے مال کے ۳۲ حصے کیے جائین گے جسکا ایک ثمن یعنے چار حصے چار ازواج کو برابر دیے جائین گے اور موصیٰ لہ ایک حصہ مثل ایک زوجہ کے حصہ کے پاے گا اور باقی ۲۷ حصے بیٹی کو ملین گے -

جب کوئی شخص اپنی اولاد کے حصہ کے دوچند کے باب مین وصیت کرے تو موصیٰ لہ کو اوس حصہ کا دوچند ملیگا اور اگر موصی ضِعفان یعنے چار چند کا لفظ کہے تو موصیٰ لہ کو اوس حصہ کا چار چند ملیگا مگر بعض علماء کے نزدیک سہ چند کا مستحق ہے اور ترجیح اسی قول کو ہے اور یہی اوس صورت مین ہوگا جبکہ موصی نے ضِعفُ الضعف یعنے اوس حصہ کے دوچند کے دوچند کا لفظ کہا ہو -

اگر کوئی شخص اپنی اولاد کے حصہ کی وصیت غیر آدمی کے حق مین کرے تو یہ وصیت بعض علماء کے نزدیک باطل ہے اسواسطے کہ یہ وصیت دوسرے شخص کے مال کی ہے مگر اصول کے موافق یہی کہنا چاہیئے کہ یہ وصیت جائز ہے اور اسکے وہی معنی ہین جو اوسکے حصہ کے مثل کے معنی ہوتے لکن اگر موصی ایک بیٹا رکھتا ہو اور وہ اپنے باپ کو قتل کر ڈالے اور موصی اوس بیٹے کے حصہ کے

---

لہ اولاد کے حصہ کی وصیت غیر آدمی کے باب مین کرنا از روے شرع حنفی اس وجہ سے ناجائز ہے کہ دوسرے کے حق کی وصیت کرنا نہین جائز ہے یعنے وہ اولاد جو کسی حال مین محجوب الارث نہ ہوسکے ۱۲ منہ

مثل کی وصیت کرے تو بعض علمار کا قول ہے کہ یہ وصیت باطل ہے مگر از روے اصول شرع
ایسی وصیت کو جائز کہنا چاہیئے۔

جب کوئی شخص جسکی جائداد متفرق مقامات پر واقع ہو اوسکے ایک ثلث کی وصیت
فقرار کے حق مین کرے تو جو جائداد شہر مین پائی جاوے وہ اوسی شہر کے فقرار کو دی جاوے لیکن
کل مال موصٰی بہ موصی کے شہر کے فقرار کو دینا جائز ہے اور جو لوگ اوس شہر مین نہ رہتے ہون اور
محتاج ہون اونکو بھی دینا جائز ہے مگر کسی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہین ہے۔ جو لوگ اس وصیت سے
مستفید ہون اونکو چاہیئے کہ تین باتین سے زیادہ ہون کیونکہ موصی نے صیغہ جمع استعمال
کیا ہے جسکا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے۔ اگر موصی کہے کہ "غلامون کو آزاد کرو" تو وصی کو لازم
ہے کہ اقل مراتب تین غلام آزاد کرے مگر یہ کہ موصی کے مال کا ایک ثلث مقدار وصیت سے کم ہو

جب کوئی شخص مکان کی وصیت کرے اور وہ مکان اوسکی وفات کے پہلے منہدم
ہو کر بالکل زمین سے ملا دیا جاوے تو یہ وصیت باطل ہے اسواسطے کہ اب اوسپر لفظ دار یعنے
مکان نہین صادق آسکتا یہ مسئلہ مشکوک ہے۔

جب کوئی شخص کہے کہ زید کو اور فقرار کو ایک رقم دیدو تو بعض علمار کے
نزدیک زید ایک نصف کا اور بعض کے نزدیک صرف ایک ربع کا مستحق ہے۔ مگر قول اول بہت
معتبر و مستند ہے۔

---

لہ یہ اصول مذہب شیعہ شرایع الاسلام اور جواہر الکلام سے نقل کیے گئے ہین۔ واضح ہو کہ ان سب
مسائل مین دو قول ہین اور محقق ابوالقاسم حلی صاحب شرایع الاسلام نے اون دونون کا ذکر کرکے
ہمیشہ اپنے قول کو ترجیح دی ہے مگر شیخ مرتضیٰ علم الہدے اور ابن جنید اور محمد ابن ادریس حلی اور ابن زہرہ
حلبی صاحب غنیہ کا قول اکثر مسائل مین محقق حلی اور اور متقدمین کے خلاف ہے مینے یہ عبارتین شرایع الاسلام
سے نقل کر دی ہین اور پرانے اقوال کو اپنی عبارت مین نہین نقل کیا ہے۔ مینے بلی صاحب کی شرح امامیہ
کا تتبع کیا ہے گو میرے نزدیک ایم کو ریری صاحب کے ترجمہ فرانسیسی کو ترجیح ہے ضمیمہ ۶ ملاحظہ ہو ۱۲۔ مسٹم

اقرار قرضہ بنابر شرع حنفی

اقرار قرضہ اکثر اسوجہ سے کرلیا جاتا ہے کہ اوس قاعدہ کا اثر باطل ہو جاوے جسکے بموجب وہ وصایا جو ثلث مال سے زائد ہون ثلث تک کم کردینے پڑتے ہین لیکن جب اقرار دین مرض الموت کی حالت مین کیا جاوے اور منشیر سے سوئتکیرہ نہ کیا جاوے تو ایسا اقرار بھی شرعاً وصیت کے حکم مین ہے اور اوس مین ثلث تک کمی کرنی لازم ہے۔ چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہے کہ ”اگر کوی شخص مرض الموت مین اپنے ورثہ سے کہے کہ مین زید کا قرضدار ہون اور جو وہ کہے تمکو اسکا اعتبار کرنا چاہیئے تو اس صورت مین قرضہ کا دعوے کسی مقدار تک جو ثلث مال سے زائد نہ ہو تسلیم کرلینا چاہیئے اگرچہ ورثہ اوس دعوے کی تکذیب کرین“

## حاشیہ

### احکام اون وصایا کے جو غیر مسلم نے کیے ہون

ذمیین یعنے وہ لوگ جو مسلمان نہ ہون مگر مطیع الاسلام یا بادشاہان اسلام کی رعیت ہون اور اون کے وصایا کے باب مین فتاوی عالمگیری مین احکام ذیل لکھے ہین۔

ذمی کی وصیت امور دنیوی کے باب مین اجماعاً یعنے باتفاق علما جائز ہے۔ امور دنیوی کے سوائے اور امور کی چار قسمین ہین۔

اول۔ بعض امور ایسے ہین جو ہمارے اور اونکے نزدیک (یعنے مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک) موجب تقرب خدا ہین۔ ایسے امور کے لیئے وصایا جائز ہین خواہ وہ کسی فرقہ کے لوگون کے باب مین کیئے جائین۔

دوم۔ وہ امور ہین جو ہمارے اور اون کے دونون کے نزدیک حرام یا مکروہ ہین۔ ایسے امور کی وصیت اوس حالت مین جائز ہے جبکہ ایک گروہ خاص کے باب مین کیجاوے اور بطور ہبہ کے بلالحاظ مقاصد کیجاوے۔ لیکن اگر اون اشخاص کی تخصیص کردیجاوے تو وصیت باطل ہے۔

سوم وہ امور ہین جو ہمارے نزدیک موجب تقرب الہی اور اونکے نزدیک گناہ ہے۔ ایسے امور کے وصیت بھی اس شرط سے جائز ہے کہ خاص اشخاص کے باب مین بطور ہبہ اور بلالحاظ مقاصد کیجاوے۔ اگر اون اشخاص کی تخصیص نہ کیجاوے تو وہ وصیت باطل ہے۔

چہارم وہ امور جنین ہمارے نزدیک معصیت اور اون کے نزدیک ثواب ہو —

ایسے امور کی وصیت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے خواہ موصیٰ لہم کی تخصیص کیجاے خواہ نہ کیجاے مگر صاحبین کے نزدیک باطل ہے اگر موصیٰ لہم کی تخصیص نہ کیجاے - مثلاً جب کوئی ذمی نصرانی ہو خواہ یہودی یہ وصیت کرے کہ میری طرف سے غلام خرید کر آزاد کرنا خواہ اسکی تصریح کی ہو خواہ نہ کی ہو یا یہ وصیت کرے کہ میرے مال کا ایک ثلث فقرا و مساکین کو دیا جاے یا بیت المقدس کی روشنی یا کفار (متعرض ترک) سے غزوات صلیبی (جہاد) مین صرف کیا جاے تو وہ وصیت جائز ہے - اگر کوئی ذمی اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت اپنے ماتم دارون اور نوحہ خوانون کے حق مین کرے تو یہ وصیت جائز ہے بشرطیکہ موصیٰ لہم کی تخصیص کر دی ہو اور اونکے باب مین وصیت بطور ہبہ کی ہو لکن اگر اونکے تخصیص نہ کی ہو تو وصیت باطل ہے - اور اگر کوئی ذمی ثلث مال مین وصیت کرے کہ چند مسلمانون کے مصارف حج مین لایا جاے یا مسلمانون کے لیے مسجد بنانے مین صرف کیا جاے اور اون لوگون کی تخصیص کر دے تو یہ وصیت بطور ہبہ کے جائز ہے لکن اگر موصیٰ لہم کی تخصیص نہ کی ہو تو وصیت باطل ہو - اگر ذمی اپنے مال کا ایک ثلث معبد نصارے (گرجا) یا معبد یہود بنانے کے لیے یا کسی مکان کو معبد یہود و نصارے کر دینے کے لیے از روے وصیت دے جاے تو صاحبین کے نزدیک یہ وصیت باطل ہو مگر یہ کہ کسی فرقہ خاص کے باب مین ہو کہ اس صورت مین ہبہ ہو جاے گا مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ایسی وصیت بہر حال جائز ہی ہے لکن مشائخ حنفیہ نے فرمایا ہو کہ ایسی وصیت صرف اوس حال مین جائز ہے جبکہ معابد اہل کتاب دیہات مین بناے جائین قصبات مین نہ بناے جائین کہ اس صورت مین وصیت باطل اور غیر موثر ہے -

اگر کوئی ذمی جو دار الاسلام مین مستمین ہو مسلم یا ذمی کے باب مین وصیت کرے تو وہ وصیت اسکے کل مال مین جائز ہے مگر یہ کہ اوسکا وارث اوسکے ساتھ دار الاسلام مین چلا آیا ہو اس صورت مین ثلث مال سے زائد کی وصیت اوس وارث کی رضامندی پر موقوف ہو - لکن اگر وہ لاوارث ہو تو وہ وصیت کل مال مین اوسی طرح جائز ہے جیسے مسلم یا ذمی کی وصیت ایسی صورت مین جائز ہے

اگر موصیٰ مذکور کا کوئی وارث دار الحرب مین ہو تو بھی کل مال کی وصیت بلا اذن وارث جائز ہے -

اگر اوسنے صرف اپنے مال کے ایک جز کی وصیت کی ہو تو مابقی اوسکے اوس وارث کو جو دارالحرب مین ہے دیا جاے گا۔ اگر ذمی اپنے ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کرے یا اپنے ورثہ مین سے ایک وارث کے باب مین وصیت کرے تو وہ اوسی طرح ناجائز ہے جس طرح ایسی وصیت جو مسلم کرے ناجائز ہے۔

ہدایہ مین بھی یہی لکھا ہے کہ "اگر کوئی یہودی یا نصرانی بحالت صحت نفس اپنا ایک گرجا بنوا کر مرجاے تو وہ گرجا ہمارے سب علمار کے نزدیک اوسکے متروکہ مین داخل ہے اسواسطے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے ایسے مکان کو وقف مذہبی قرار دیا ہے جو اونکے اصول کے موافق وقف مطلق نہین ہے بلکہ واقف کے ورثہ کو وراثتاً پہونچتا ہے مگر صاحبین کے نزدیک ایسی سب عمارات حرام اور ناجائز ہے لہذا بانی کے ورثہ کو اوسی طرح وراثتاً پہونچتی ہین جسطرح اوسکی اور جایداد پہونچتی ہے۔ اگر کوئی یہودی یا نصرانی یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرا مکان کسی خاص فرقہ کے لیے گرجا بنا ڈالا جاے مگر اوس فرقہ کی تصریح نہ کرے تو یہ وصیت امام اعظم کے نزدیک جائز ہے مگر صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ ایسا فعل فے الواقع تو حرام ہے گو موصی کی نظر مین حلال ہو اور فعل حرام کی وصیت اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اوسکی تعمیل مستلزم تحلیل حرام ہے۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ یہود و نصارے ایسی عمارات (گرجا وغیرہ) بنوانا ثواب جانتے ہین اور چونکہ وہ کفار ذمی ہین جنکے باب مین حکم شرع یہ ہے کہ اونکے مذہب مین جو فعل جائز ہو اسکو عمل مین لانے کی اجازت اونکو دیجاے لہذا اونکے اعتقاد کے موافق وہ وصیت جائز ہے"

دوسرا سوال ذمی کا حالت صحت مین گرجا بنوانا اور گرجا کی وصیت کرجانا ان دونون باتون مین کیا فرق ہے کہ امام اعظم نے پہلی صورت مین اوسکو قابل الوراثت قرار دیا ہے اور دوسری صورت مین غیر قابل الوراثت فرمایا ہے۔

جواب۔ ان دونون باتون مین یہ فرق ہے کہ گرجا بنوانیسے اوسکے بانی کا حق اپنے مال مین نہین زایل ہوتا مگر گرجا کو عبادت خدا کیلیے وقف کردینے سے اوسکا حق ملکیت اوس طرح زایل ہوجاتا ہی جسطرح مسجد سے اوسکے بانی مسلم کا حق ملکیت زائل ہوجاتا ہی اور چونکہ کفار کا معبد قربۃ الے اللہ وقف نہین ہوسکتا لہذا وہ بانی کا مال باقی رہتا ہے اور اوسکی دیگر جایداد کی طرح قابل الوراثت ہی۔ مگر برخلاف اسکے وصیت کا تو یہی مقصود ہی کہ مال مین موصی کا حق ملکیت زائل ہوجاے "ذمیین کے وصایا چار قسم کے ہین۔ (۱) وصیت اون امور کی جو اونکے مذہب مین نیک ہین مگر مسلمانون کے نزدیک نیک نہین ہین جیسے معبد نصارے و یہود بنوانا یا او

فقرار کے کھانیکے لیے سو ذبح کرنا۔ ایسے امور کی وصیت امام اعظم کے نزدیک موصی کے مذہب کے موافق جائز ہے مگر صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ حرام ہی (۲) وصیت اون امور کی جو مسلمانون کے مذہب مین مستحسن اہین مگر ذمیین کے اعتقاد مین مذموم اہین جیسے مسجد بنوانا یا حج بیت اللہ کرنا یا مسجد مین چراغ جلانا۔ ایسی وصیت موصی کے اعتقاد مین سب علمار کے نزدیک ناجائز ہے مگر یہ کہ وصیت خاص اشخاص کے باب مین کی ہو کہ اس صورت مین جائز ہے۔ کیونکہ ایسی حالت مین وہ ہبہ یا عطیہ ہے اور مسجد وغیرہ کا جو ذکر موصی نے کیا ہی اوسکو مشورہ سمجھنا چاہیئے یعنے یہ سمجھنا چاہیئے کہ موصی نے اپنے مال کی وصیت کرکے موصی لہم کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اس سے مسجد وغیرہ بنوانا۔ (۳) وصیت اون امور کی جو مسلمین اور ذمیین دونون کے نزدیک ممدوح اہین جیسے بیت المقدس مین چراغ جلانا یا کفار تاتار سے جہاد کرنا ایسی وصیت بہرحال جائز ہے خواہ خاص اشخاص سے کیجاے خواہ نہ کیجاے (۴) وصیت اون امور کی جو مسلمین اور ذمیین دونون کے نزدیک قبیح ہین جیسے مغنیون یا زنان فاحشہ کی پرورش کی وصیت کرنا ایسی وصیت اسوجہ سے ناجائز ہے کہ موجب معصیت ہے۔ مگر یہ کہ خاص اشخاص کے باب مین کیجاے کہ اس صورت مین جائز ہے۔

مسئلہ — اگر کوئی مسلمان اپنی ساری جائداد کی وصیت مستمین یا ذمی کے حق مین کرے تو وہ وصیت جائز ہے کیونکہ کل مال کی وصیت صرف اسوجہ سے ناجائز ہی کہ موصی کے ورثہ کے حقوق کو ضرر ہو اسی وجہ سے اونکی رضامندی سے جائز ہی مگر مستمین کے ورثہ چونکہ دارالحرب مین رہتے ہین اور دارالاسلام مین کالمیت سمجھے جاتے ہین لہذا حقوق شرعی نہین رکھتے ہین علاوہ اسکے یہ ہی کہ مستمین کا مال صرف اسوجہ سے محفوظ رہتا ہی کہ وہ سلطان کی امان مین ہوتا ہے اور وہ امان اوسکا ذاتی حق ہے اوسکے ورثہ کا حق نہین ہے۔

مسئلہ — اگر مستمین اپنے مال کے ایک جزر کی وصیت کرے تو اوس وصیت کی تعمیل کیجائیگی اور باقی مال اوسکا اوسکے ورثہ کو بھیجدیا جاے گا اگرچہ وہ دارالحرب مین رہتے ہون۔ اگر مستمین ایک ساعت بھی قبل اپنی وفات کے اپنے غلام کو دارالاسلام مین آزاد یا مدبر کرے تو جائز ہے اور وہ غلام آزاد ہو جائیگا اگرچہ اوسکی قیمت موصی کے ثلث مال سے زیادہ ہو کیونکہ وصیت ثلث مال سے زیادہ کی صرف اسوجہ سے ناجائز ہے کہ ورثہ کی حق تلفی کا باعث ہوتی ہے مگر مستمین کے ورثہ حقوق نہین رکھتے ہین جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔

اگر مسلمان یا ذمی مستمین کے حق مین وصیت کرے تو جائز ہے کیونکہ مستمین جبتک دارالاسلام مین رہتا ہی ذمی سمجھا جاتا ہی اور چونکہ ذمی کے ساتھ رعایت و مروت اوسکی حیات مین کرنا مسلمانون کو جائز ہے لہذا اوسکے مرنیکے بعد بھی اوس سے حسن سلوک کرنا جائز ہی۔ امام اعظم نے اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے

کہ ہمارے نزدیک ذمیّون کے حق مین وصیت کرنا اسوجہ سے ناجائز ہے کہ وہ اپنے ملک کو مراجعت کرنیکا قصد رکھتے ہین اور اسوجہ سے بھی ناجائز ہے کہ مسلمان اونکو اپنے ملک مین ایکسال سے زیادہ رہنے بھی نہین دیتے تاوقتیکہ وہ جزیہ دینا منظور نہ کرین اور ذمی نہ بنین قبول کرتے - مگر پہلا قول راجح ہے -

اگر ذمی اپنے مال کے ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت کسی غیر آدمی یا اپنے کسی وارث کے حق مین کرے تو وہ وصیت ناجائز ہے کیونکہ بخلاف شرع ہے اور شرع کی پابندی کا اقرار ذمیون نے سب امور دنیوی مین کیا ہے -

اگر ذمی کسی دوسرے کافر کے حق مین وصیت کرے تو جائز ہے اسواسطے کہ وصایا کا قیاس مواریث پر کیا جاتا ہے اور مختلف قسم کے لوگ جو دین حق اسلام کے معتقد نہین ہین وہ سب ایک ہی فرقہ سمجھے جاتے ہین الکفر ملۃ واحدۃ

اگر کوئی ذمی جو دار الاسلام کا باشندہ ہو کافر حربی کے حق مین وصیت کرے تو وہ وصیت ناجائز ہے کیونکہ مختلف ملکون کی سکونت کی وجہ سے اونمین توارث نہین ہو سکتا اور وصیت مثل میراث کے ہے لہذا ذمی جو حربی کے باب مین وصیت کرے وہ بھی ناجائز ہے - ردّ المختار صفحہ ۲۰۳ بھی ملاحظہ ہو -

## حاشیہ ۲

### اقرار مریض

اگر مریض کسی عورت کے قرضہ کا اقرار کرے یا اوسکے حق مین وصیت کرے یا اوسکو کوئی چیز ہبہ کرے اور بعد اوسکے اوس سے نکاح کرے اور پھر مر جاوے تو وہ اقرار جائز ہے مگر وصیت یا ہبہ ناجائز ہے کیونکہ بطلان اوس اقرار کا جو وارث کے باب مین کیا جاوے اس امر پر موقوف ہے کہ وہ شخص اوس اقرار کے وقت وارث تھا مگر بطلان وصیت کا وارث کے حق مین اسپر موقوف ہے کہ وہ موصی کی وفات کے وقت وارث تھا جیسا سابق مین بیان کیا گیا - اور چونکہ وہ عورت اقرار کے وقت وارث نہ تھی بلکہ نکاح کے سبب سے موصی کے مرنے کے وقت اسکی وارث ہو گئی تھی لہذا وہ اقرار جائز ہے مگر وہ وصیت باطل ہے اور ہبہ بھی باطل ہے کیونکہ ہبہ اور وصیت کا ایک حکم ہے -

اگر مریض اپنے فرزند کے قرضہ کا اقرار کرے یا اوسکے حق مین وصیت کرے یا اوسکو کوئی چیز ہبہ کرے اوسوقت جبکہ فرزند مذکور نصرانی ہو اور وہ اپنے باپ کی وفات کے قبل مسلمان ہو جاوے تو وہ اقرار اور وصیت اور ہبہ سب باطل ہے وصیت اور ہبہ تو اسوجہ سے باطل ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی وفات کے وقت اوسکا وارث تھا اور اقرار اسوجہ سے باطل ہے کہ اگرچہ بیٹا کافر ہونیکی وجہ سے اوس اقرار کے وقوع کے وقت اپنے باپ کا وارث نہ تھا تاہم سبب وراثت یعنے نسب تو اوسوقت موجود تھا جس سے باپ کی نسبت یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اوسنے جھوٹا اقرار کیا ہے کہ اوسکے مال کا ایک حصہ اوسکے بیٹے کو وراثۃً ملے مگر نکاح کی اوس کیفیت سے جیسا سابق مین بیان کیا گیا اوس عورت مین سبب وراثت یعنے نکاح اقرار کے بعد ہوا تھا اوسکے قبل موجود نہ تھا اگر اقرار کے وقت نکاح موجود ہوتا اور عورت پہلے نصرانیہ ہوتی پھر اپنے شوہر کی وفات کے قبل مسلمان ہو جاتی تو اس صورت مین وہ اقرار ناجائز ہو جاتا - ۱۱

# باب اٹھارھوان

## وصیت کن چیزون کی ہوسکتی ہے۔

ہر چیز کا انتقال بالوصیت شرعًا جائز ہے جو منقولہ یا غیر منقولہ ہو اور جسپر حق ملکیت عمل مین آسکتا ہو یا جسکا میاد ہوسکتا ہو یا اوسکے ایک جزو کا یا اوسکی منفعت کا۔

**مسائل شیعہ** شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ "وصیت کسی چیز کے عین یا منفعت کی ہوسکتی ہے مگر ان دونون مین یہ شرط ہے کہ وہ عین یا منفعت ایسی ہو جسپر قابض ہونا یا جس سے منتفع ہونا شرعًا جائز ہو۔ لہذا وصیت شراب یا خوک یا سگ یا کسی ایسی چیز کی جس سے کچھ نفع نہو باطل اور ناجائز ہے۔ مگر وصیت اوس کتے کی جو شکاری ہو یا جو خانگی امور کے لیے پالا گیا ہو جیسے مکانات یا غلہ کے کھیتون کی نگہبانی کرنا جائز ہے"

وصیت جائز اور موثر رہتی ہے اگرچہ وصیت کے بعد مال وصیتی مین کچھ تغیر و تبدل یا اصلاح یا ترقی ہوئی ہو مگر یہ کہ وہ تغیر ایسا عظیم ہو کہ یہ گمان ہوسکے کہ اوسکو عمل مین لانے سے موصی کو تنسیخ وصیت مقصود تھی۔

اسی طرح سے جو نقصان یا تنزل مال وصیتی مین اوس عرصہ مین ہوا ہو وہ موصی لہ پر عائد ہوگا۔ مثلاً اگر موصی نے اوس مال سے کچھ قرض دیا ہو تو وہ قرضہ موصی لہ کو اوسی شرط سے ملیگا۔ جب ایک قطعہ اراضی کسی شخص کو از روے وصیت دیا جاے اور بعد ازآن اوسپر موصی مکان بنوالے تو حکم شرع یہ ہے کہ موصی کے مرنیکے بعد وہ زمین موصی لہ کو ملیگی اور وہ مکان موصی کے ورثہ کو ملیگا اور وہ دونون اپنے اپنے حق کے مالک بالمشارکت ہین۔

اگر موصی زمین وصیتی پر مکان بنوانیکے بدلے جو مکانات وغیرہ اوسپر بنے ہوں اونکو کھدوا ڈالے تو موصی لہ کو وہ زمین بغیر اون مکانات کے ملیگی۔ لیکن اگر مکان کی وصیت کرکے موصی نے اوسکو کھدوا ڈالا ہو تو اوسکے اِس فعل سے

وہ وصیت باطل ہوجائیگی۔

وصیت شئی مباح کی بھی اوسوقت باطل ہی جبکہ اس شرط سے کیجائے کہ موصٰی لہ کسی فعل حرام کا مرتکب ہو مثلاً یہ شرط کہ وہ کسی مکان مین آگ لگادے یا کسی کو مار ڈالے یا کسی شخص کو حج سے مانع ہو۔ اور جب کوئی چیز ہبہ کیجاے اور اوس ہبہ کا نفاذ بھی کردیا جائے تو پھر اوسکی وصیت نہین ہوسکتی۔

موصی کو اوس جائداد کا جو اوسکے مرنیکے وقت اوسکی ہو ایک ثلث سے زیادہ از روے وصیت دینا نہین جائز ہی جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ یہ قاعدۂ کلیہ از روئے حدیث مقرر کیا گیا ہی اور اس مسئلہ مین سب فرقون کے علما کا اجماع ہی۔ چنانچہ ملتقی الابحار اور ہدایہ اور منہاج الطالبین مین یہ اصول بعبارت واضح بیان کیا ہی اور محقق (ابوالقاسم حلی) نے اسکی تشریح بعبارت ذیل فرمائی ہی " وصیت خواہ عین کی ہو خواہ منفعت کی موصی کے ثلث مال پر محدود ہی اور اگر کل وصایا ثلث مال سے زائد کے ہون تو مقدار زائد از ثلث کی نسبت باطل ہین مگر یہ کہ ورثہ راضی ہوجائین۔ موصی کے مال کا ایک ثلث جسکی وصیت کرنا اوسکو شرعاً جائز ہی اوس حیثیت کا لحاظ کرکے لیا جاتا ہی جو حیثیت اوسکی موصی کی وفات کے وقت ہو اوس حیثیت کے اعتبار سے نہین لیا جاتا جو وصیت کرنیکے وقت اوس مال کی ہو۔ پس اگر کوئی شخص وصیت کرنیکے وقت غنی ہو مگر مرنیکے وقت فقیر ہوجاے تو اوسکے وصایاے جائزہ کے تصفیہ مین اوسکے تمول سابق کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح سے اگر وہ وصیت کرنیکے وقت غریب ہو مگر مرنیکے وقت امیر ہوجائے تو اوسکے وصایا کی مقدار شرعی مقرر کرنیمین اوسکی حالت لاحقہ کا لحاظ کیا جائیگا حالت سابقہ کا اعتبار نہین کیا جائیگا[1]"

ان اصول کو اس ملک کی عدالتون نے متواتر قائم رکھا ہی۔ مگر اس مسئلہ مین

[1] شرایع الاسلام صفحۂ ۲۴۸ ۱۲ منہ

ایک اختلاف جو فرق اسلام مین ہی وہ لائق بیان ہی - مذہب حنفی مین یہ ہی کہ جب کوئی لاوارث آدمی اپنی کل جائداد کی وصیت کرجائے تو وہ وصیت جائز ہی اور اومین بیت المال کی اجازت کی کچھ ضرورت نہین ہی اگرچہ درصورت نہ ہونے کسی وارث کے بیت المال وارث ہی - مگر شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک کسی کو اپنی کل جائداد کی وصیت کرنیکا اختیار نہین ہی اور یہی مذہب شیعہ مین بھی ہی -

جب کسی خاص رقم کی وصیت کی ہو اور موصی نے کچھ جائداد اور کچھ قرضہ بھی چھوڑا ہو تو رقم وصیتی کو فوراً ادا کرنا چاہیئے بشرطیکہ ثلث مال سے زائد نہ ہو لیکن اگر وہ ثلث مال سے زیادہ ہو تو ایک ثلث موصی لہ کو دیدیا جائے اور جب قرضہ ادا کیا جائے تو موصی لہ ہر قسط سے ایک ثلث منہا کرلے یہانتک کہ اوسکی وصیت پوری ہوجائے -

فرض کیجیے کہ موصی دو وصیتین ایک ہی شخص کے حق مین کرے تو زیادہ دونون نافذ ہوسکتی ہین - خلیل ابن اسحٰق نے فرمایا ہی کہ اگر اون دونون مین مختلف چیزین شامل ہین تو دونون وصیتین نافذ ہونگی بشرطیکہ اونکا مجموعہ ثلث مال سے زیادہ نہ ہو لیکن اگر اونمین باعتبار مقدار یا تعداد کے کچھ فرق نہ ہو تو جو وصیت بعد ہوئی ہی وہی نافذ ہوگی - اسی طرح سے فتاواے عالمگیری مین لکھا ہی کہ جب کوئی شخص اپنے مال کے ایک سدس کی وصیت ایک آدمی کے حق مین کرے اور اوسی وقت یا اوسی جلسہ مین کہے کہ میرے مال کا ایک ثلث اوسکو دیا جائے اور ورثہ راضی ہوجائین تو بھی موصی لہ ایک ثلث کا مستحق ہی اس سے زیادہ کا مستحق نہین ہی اسواسطے کہ سدس ثلث مین داخل ہی خواہ مقدم ہو خواہ موخر - اور اگر کوئی شخص کہے کہ میرے مال کا ایک سدس فلان شخص کو دیا جائے اور اوسی جلسہ مین یا دوسرے جلسہ مین کہے کہ میرے مال کا ایک سدس فلان شخص کو دیا جائے تو موصی لہ ایک سدس پائیگا مگر یہ کہ شہادت سے ثابت

---

ردالمحتار صفحہ ۶۶۰ - ۱۲ منہ

ہو جائے کہ موصی کو دوسرے سدس کی وصیت کرنی بھی مقصود تھی "

اگر کوئی شخص اپنے مال کا ایک جزو معین از روے وصیت دیدے تو اوسکے مرنیکے وقت جو جائداد ہو اوسکا لحاظ کیا جائیگا وصیت کے وقت جو جائداد اوسکے پاس ہو اوسکا اعتبار نہ کیا جائیگا مگر جب کسی مال مخصوص یا اوسکے جزو معین کی وصیت کی ہو یعنے مثلاً ایک ثلث گلہ گوسفند کی اور وہ گلہ قبل وفات موصی فنا ہو جاے تو وہ وصیت باطل ہو جائیگی - اسواسطے کہ جب وصیت ایک خاص گلہ گوسفند کے ایک خاص حصہ کی تھی تو اوس گلہ کے نہ موجود ہونے سے باطل ہو جائیگی گو موصی نے بعد ازآن اور گلے حاصل کیے ہون - لکن اگر اوسکے پاس وصیت کرنیکے وقت کوئی گلہ نہ تھا اور بعد ازآن اوسنے گلہ حاصل کیا ہو تو بنا بر قول مشہور وہ وصیت نافذ ہو جائیگی کیونکہ یہ وصیت چونکہ ناطق تھی لہذا اوسوقت اسکو نافذ کرنا چاہیئے جبکہ وہ چیز جسمین سے یہ وصیت دیجاے بعد اسکے وقوع کے موجود ہو جائے - مگر جب موصی نے کہا ہو کہ "میرے اوصیا کو چاہیئے کہ میرے مال مین سے ایک بھیڑ فلان شخص کو دیدین" اور موصی کے مرنیکے وقت کوئی بھیڑ اوسکے مال مین نہ ہو تو موصی لہ کو ایک بھیڑ کی قیمت دیدیجاے - اور اگر اوسنے کہا ہو کہ "میرے اوصیا میرے گلہ مین سے ایک بھیڑ زید کو دیدین" اور وہ مرجاے اور کوئی گلہ نہ چھوڑ جائے تو وصیت باطل ہوگی - یہی قاعدہ سب قسم کے مال مین جاری ہوگا۔

ایسا اکثر ہوتا ہی کہ موصی اپنے پوتے یا پوتی کے نام از روے وصیت کوئی جائداد نہین چھوڑ جاتا مگر وصیت نامہ مین یہ لکھ دیتا ہی کہ اوسکو ایک بیٹے کا حصہ میرے ترکہ سے دیا جاے - پس فرض کیجیے کہ ایک موصی ایک ہی بیٹا اکیلا وارث چھوڑ جاے اور وہ بیٹا اذن بھی دے تو اوسکا ترکہ اوس بیٹے اور پوتے مین برابر تقسیم کیا جائیگا ورنہ موصی لہ

ردالمختار صفحہ ۶۶۰ ۱۲ منہ

(پوتا) ایک ثلث اور وارث (بیٹا) دو ثلث پائیگا۔ لکن اگر دو بیٹے ہون تو اونکا اذن ضرور نہین ہے اور مال وصیتی اون بیٹون اور اوس پوتے مین بہ حصص ساوی تقسیم کیا جائیگا۔ اسی طرح سے اگر چار بیٹے اور ایک پوتا ہو اور موصی ایک بیٹے کا حصہ اوس پوتے کو دیجائے تو اوسکو ایک خمس ملیگا۔ اگر کوئی شخص ایک زوجہ اور دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑ جاے اور ایک پوتا اوس بیٹے کی اولاد بھی چھوڑ جاے جو اوسکی زندگی مین مرچکا ہو اور یہ وصیت کرجاے کہ پوتے کو ایک بیٹے کا حصہ اوسکے ترکہ مین دیا جاے تو تقسیم حسب تفصیل ذیل ہوگی۔

| | |
|---|---|
| زوجہ | $\frac{1}{8}$ |
| بیٹی | $\frac{1}{8}$ |
| ہر ایک بیٹا | $\frac{1}{4}$ |
| پوتا | $\frac{1}{4}$ |

اگر فقط ایک بیٹا ہوتا تو زوجہ $\frac{1}{12}$ باقی اور بیٹا $\frac{7}{18}$ اور بیٹی $\frac{7}{36}$ اور پوتا $\frac{4}{12}$ جسکا مجموع $\frac{36}{36}$ = ہوا۔

سابق مین بیان کیا گیا کہ جب وصایا متعدد ہون اور سب بدرجۂ مساوی اہم و ضروری ہون اور اونکا مجموع ثلث مال سے زائد ہو تو اہل سنت کے نزدیک اون سب مین رسدی کمی کیجائے گی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے مگر اس سے وہ وصایا مستثنےٰ ہین جو فرائض مذہبی یا امور خیر کے لیے کیے گئے ہون کہ اونکو کلاًّ (نہ جزءًا) اس ترتیب سے نافذ کرنا چاہیے کہ۔ (۱) طہارت کے لیے (۲) نماز کے لیے (۳) زکات کے لیے۔ (۴) روزہ کے لیے۔ (۵) حج کے لیے۔ اس استثنار مین امور دینی اور امور نیک دونون داخل ہین گو وہ امور فرائض مذہبی کے درجہ سے کم ہون۔ ایسے امور کو پیشتر بجالانا چاہیے اوسکے بعد اون اشخاص کو جنکے حق مین وصیت کی گئی ہے دینا چاہیے۔

اون امور کی ترتیب یہ لکھی ہی (۱) معاوضہ دیکر قیدیون کو رہا کرانا۔(۲) اون غلامون کو آزاد کرنا جنکو آزاد کرنیکا وعدہ موصی نے کیا ہو۔(۳) اوس عورت کا مہر ادا کرنا جس سے موصی نے مرض الموت کی حالت مین نکاح کرکے زفاف کیا ہو یعنے اپنے تصرف مین لایا ہو۔(۴) زکات دینا۔(۵) عید الفطر کو فطرہ دینا اور عید الاضحیٰ کو قربانی کرنا۔(۶) ظہار کا کفارہ دینا۔(۷) نذر کا کفارہ دینا۔(۸) روزۂ واجب کا کفارہ دینا (۹) عتق رقبات یعنے بردے آزاد کرنا۔(۱۰) حج سنتی بجالانا۔

ردالمحتار مین اس باب مین یہ لکھا ہی کہ وہ واضح ہو کہ وصایا دو قسم کے ہین۔ وہ وصایا جو بالکل خدا کی راہ مین ہون اور وہ وصایا جو بندگان خدا کے حق مین ہون یا خدا اور اوسکے بندون کے حق مین بالشارکت ہون۔ جو وصایا فی سبیل اللہ ہون اونکو سب وصایا پر مقدم رکھنا چاہیئے کیونکہ اونمین مُوصیٰ لہٗ وحدہ لاشریک لہٗ ہی مگر جب مُوصیٰ لہم متعدد ہون تو ایک دوسرے پر ترجیح نہین رکھتا ہی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت ایک آدمی کے حق مین کرے اور پھر دوسرے شخص کے باب مین کرے تو دونون وصیتین نافذ کی جائینگی مگر یہ کہ موصی نے تصریح کردی ہو کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجائے یا جب وصیت از قبیل محابات یا عتق ہو۔ لکن جب وصیت اللہ تعالیٰ کی راہ مین کی ہو اور موصی نے ان باتون کا حکم دیا ہو کہ (۱) فرائض مانند زکات اور حج کے ادا کیے جائین (۲) وہ امور بجالائے جائین جو صرف واجب ہین فرض نہین ہین جیسے کفارہ دینا یا نذر ادا کرنا یا زکات فطر دینا (۳) نوافل یا مستحبات بجالانا جیسے حج سنتی یا فقرا کو صدقہ دینا۔ تو ان سب صورتون مین ابتدا اوس امر سے کرنی چاہیئے جسکی نسبت موصی نے وصیت کی ہو کہ یہ سب سے پہلے کیا جائے۔ لکن اگر وہ سب امور باہم مخلوط ہون تو ابتدا فرائض سے کرنی چاہیئے خواہ موصی نے اونکو مقدم رکھا ہو خواہ نہ رکھا ہو اونکے بعد واجبات کو ادا کرنا چاہیئے اور

ثلث وصیتی کو موصی کی وصیت کی تعمیل مین رسدی صرف کرنا چاہیئے - لہذا اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مال کے ایک ثلث سے مصارف حج و زکات اور کفارے دیے جائین اور زید کو بھی دیا جاے تو اوس ثلث کے چار حصے کرکے زید کو ایک حصہ دیا جاے اور باقی تین حصے اون تین مقاصد مین صرف کیے جائین - اگر موصی لہم کی تخصیص نہ کی ہو یعنے مثلاً غرباء کا لفظ نہ کہدیا ہو تو چار حصون مین تقسیم نہ ہوگی کیونکہ وہ سب مال خدا کا ہی اور اوسمین سے فرائض (مذہبی) پہلے ادا کیے جائین گے -

مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ جب کسی شخص نے کچھ جائداد واسطے ادا کرنے اون فرائض جنمین سے بعض واجبات عینی اور بعض واجبات تخییری ہون از روے وصیت دی ہو تو اون سبکی تعمیل کیجاے بشرطیکہ ثلث مال اونکی تعمیل کے لیے کافی ہو - اگر ثلث مال اس مقصد کے لیے نہ کافی ہو اور ورثہ اذن نہ دین تو پہلے واجبات عینی کو موصی کی عام جائداد سے ادا کرنا چاہیئے اوسکے بعد جو کچھ باقی رہے اوسکے ایک ثلث سے دیگر واجبات کو بجالانا چاہیئے اور جس امر کو موصی نے پہلے کہا ہو اوس سے ابتدا کرنی چاہیئے اور اسی طرح علی الترتیب اونکی تعمیل کرنی چاہیئے - اگر اونمین سے کوئی امر واجب عینی نہ ہو بلکہ واجب تخییری ہو تو اوسکا نفاذ صرف ثلث مال مین ہوسکتا ہی اور اونکی تعمیل اسطرح کرنی چاہیئے کہ جس امر کو موصی نے پہلے کہا ہو اوس سے ابتدا کیجائے اور اسی طرح علی الترتیب تعمیل کیجاے یہانتک کہ وہ ثلث تمام ہوجائے -

# اُنیسوان باب

## فصل اوّل

### وصیت کا اثر یا نتیجۂ شرعی -

وصیت کی تعریف یہ لکھی ہی کہ عطا کرنا حق ملکیت کا (تملیک) کسی خاص چیز عین یا اوسکی منفعت مین جسکا نفاذ موصی کی وفات کے بعد کیا جاے " آدمی کو

وصیت کرنا اوسوقت درست ہی جبکہ اوسپر کوئی حق خدا کا نہ ہو لکن جب اوسپر حق اللہ ہو
تو وصیت کرنا اوسپر فرض ہی جیسے مثلاً اوسنے زکات نہ دی ہو یا روزۂ واجب نہ رکھا ہو
یا حج نہ کیا ہو یا نماز ہاے واجب کو ادا کرنے سے قاصر رہا ہو"
کوئی لفظ یا کلمہ جس سے موصی کا ارادہ ظاہر ہو جاے انعقاد وصیت کے لیے کافی ہو
اسکی مثالین فتاواے عالمگیری مین تفصیلاً لکھی ہین۔
"جب کوئی شخص کہے کہ یہ میرا غلام فلان شخص کا ہی یا یہ میرا مکان فلان آدمی کا ہو
اور لفظ "وصیت" نہ کہے اور "میرے مرنیکے بعد" کا لفظ بھی نہ کہے تو ان کلمات سے از روے
قیاس اور بموجب منطوق کلام واہب بھی ہبہ منعقد ہوگا اور اگر قبضہ واہب کی
حیات مین ہوگیا ہو تو یہ ہبہ جائز ہوگا لکن اگر قبضہ واہب کی وفات تک نہ ہوا ہو تو یہ
ہبہ باطل ہی۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مین وصیت کرتا ہون کہ میرے مکان کا ایک ثلث میری
وفات کے بعد فلان شخص کو دیا جائے تو یہ وصیت ہی اور موصی کی حیات مین قبضہ
کرنا ضرور نہین ہی۔ علیٰ ہذا القیاس جب کوئی شخص حالت صحت یا عالم مرض مین کہے
کہ "اگر مجھکو کچھ ہو جاے تو یہ چیز فلان شخص کی ہی" تو یہ وصیت ہی اور "کچھ ہو جائے" کے
لفظ سے ہمارے نزدیک موت آجاے مراد ہی۔ اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ "فلان شخص کو
ہزار درہم میرے ثلث مال سے دینا" تو یہ بھی وصیت ہی گو موصی نے اپنے مرنیکا کچھ ذکر نہین
کیا ہی۔ لکن اگر یہ کلمات کہے ہون کہ "فلان شخص کو میرے مال سے یا میرے مال کے نصف
یا ربع سے" تو انکا کچھ اثر نہ ہوگا تا وقتیکہ یہ الفاظ وصیت کے متعلق نہ کہے گئے ہون کہ اس
صورت مین اُسے وصیت منعقد ہو جائیگی۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ "اگر مین اس سفر مین
مرجاؤن تو فلان شخص کے ہزار درہم مجھپر قرض ہین"۔ تو یہ وصیت ہی اور ثلث مال سے
دیجائیگی۔

سلہ فتاواے عالمگیری صفحہ ۱۴۵ ۱۲ منہ

**مسائل شیعہ** مذہب شیعہ مین چند قواعد وصایائے مشتبہ کے باب مین ہین جنکو بیان کرنا مناسب ہی اگرچہ ان قواعد کے اجرا مین بلحاظ حالاتِ موجودہ تمدن کچھ ترمیم ضرور کرنی پڑیگی۔ وہ قواعد درج ذیل ہین۔

جب کسی شخص نے اپنے مال کے ایک جزو کی وصیت کی ہو تو اوسکے کلام مین تاویل دو حدیثون کے موافق ہو سکتی ہی۔ انمین سے جو حدیث اصح ہی اوسمین وارد ہوا ہی کہ موصٰی لہ کو موصی کے مال کا ایک عُشر یعنے دسوان حصہ دیا جائے مگر دوسری حدیث کے موافق اوسکو صرف ایک سُبع یعنے ساتوان حصہ ایک ثلث کا ملنا چاہئیے۔ پھر ملاحظہ کیجیے کہ اگر اوسنے ایک سہم کی وصیت کی ہو تو اوس سے ایک ثُمن سمجھا جائیگا اور اگر اوسنے ایک شئ کی وصیت کی ہو تو اوس سے ایک سدس مراد لیا جائیگا۔"

"اگر کوئی شخص متعدد امور کی وصیت کرے جنمین سے ایک امر یا چند امور کو وصی بھول گیا ہو تو اوسکو چاہئیے کہ اوس وصیت کی تعمیل حدود و مناسب طور سے کرے اگرچہ بعض علما (شیعہ) کا قول ہی کہ ایسی وصیت میراث مین شامل ہو جائیگی۔"

"اگر کوئی شخص ایک تلوار کی وصیت کرے جو نیام مین ہو تو وہ نیام اور قبضہ وغیرہ سب اوس وصیت مین داخل ہی۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص ایک صندوق کی وصیت کرے جسمین کپڑے ہون یا ایک کشتی یا جہاز کی وصیت کرے جسمین مال تجارت ہو یا ایک تھیلی یا بقچہ کی وصیت کرے جسمین کچھ کپڑے بندھے ہون تو ان سب صورتون مین وہ چیزین جنکی وصیت فی الواقع کی ہی اور اور چیزین بھی جو اونمین ہون داخل وصیت ہین۔ مگر بعض علما نے اسمین اختلاف کیا ہی گو وہ اختلاف لائق اعتنا نہین ہی"۔

"اگر کوئی شخص وصیت کرکے اپنی بعض اولاد کو محجوب الارث کر دے تو اونکا اخراج نہین جائز ہی۔ مگر اسمین دو قول ہین کہ آیا اوسکی وصیت کو بالکل

غیر موثر سمجھنا چاہئیے۔ ایک قول تو یہ ہی کہ ایسی وصیت بالکل باطل اور غیر موثر ہی اور ایک قول یہ ہی کہ ایسی وصیت کو بھی اوسی طرح نافذ کرنا چاہئیے جسطرح وصیت اوس شخص کی جو اپنا سارا مال کسی غیر آدمی کو دیجائے کہ وہ وصیت صرف ثلث مال مین نافذ ہوگی اور دو ثلث مین ورثہ اپنے حصص شرعیہ پائین گے۔ پہلا قول زیادہ تر موافق شرع معلوم ہوتا ہی اور دوسرے قول کی موئید ایک حدیث ہی جو اب متروک ہوگئی ہی"

"اگر کوئی شخص ایسے الفاظ سے وصیت کرے جو اسقدر مشتبہ ہون کہ شرعاً اونکی کچھ تاویل نہوسکے تو وارث کو اختیار ہی کہ جو تاویل چاہے اوس وصیت مین کرے"۔

"وصایا کو موصی کے مال کے ایک ثلث سے کم رکھنا اولےٰ ہی لہذا ایک ربع کی وصیت ثلث کی وصیت سے بہتر ہی اور خمس کی وصیت ربع کی وصیت پر ترجیح رکھتی ہی"۔

"وصایائے مشتبہ مین اگر موصیٰ لہ کوئی خاص شئی طلب کرے کہ موصی کی وصیت مین یہ چیز بھی داخل ہی تو اوسکے مقابل مین وارث کے قول کو ترجیح دیجائیگی۔ اور اگر موصی لہ اب بھی اپنے دعوے مین اصرار کرے تو وارث سے اوسکے بیان کی تصدیق کرائی جائے والّا فلا"۔

## فصل دوم

### تنسیخ وصایا۔

وصیت فی نفسہ قابل تنسیخ ہی۔ اور ہر وقت یہانتک کہ موصی مرض الموت مین بھی اوسکو منسوخ کرسکتا ہی۔

تنسیخ وصیت صریحاً یا ضمناً صراحۃً یا کنایۃً ہوسکتی ہی۔ تنسیخ صریحی اسکا نام ہی کہ موصی اپنی وصیت کو بالفاظ صریح منسوخ کردے۔ اور تنسیخ ضمنی یہ ہی کہ موصی کے

کردار اور افعال سے ثابت ہو جائے کہ اوسکو وصیت قائم رکھنا نہین منظور تھا وہ ہر فعل جسکا اثر یہ ہو کہ کسی مال مین آدمی کا حق ملکیت زائل ہو جائے جب ایسا فعل موصی مال وصیتی سے کرے تو وہ باعث تنسیخ وصیت ہو جائیگا - اور اسی طرح سے ہر فعل موصی کا جو مال وصیتی مین اضافہ یا افزونی کا باعث ہو موجب تنسیخ وصیت ہوگا بشرطیکہ وہ اضافہ یا افزونی اوس مال سے غیر منفک ہو - اسی طرح سے کوئی انتقال جو بعد وصیت کیا گیا ہو اور نافذ ہو گیا ہو سبب تنسیخ[1] وصیت[2] ہی"۔

منسوخی کے طریقہ اور قابلیت کے اعتبار سے وصایا عموماً چار قسم کے ہین - اول اوس قسم کی وصیت جو صریحاً یا ضمناً یا قولاً و فعلاً یعنے بالفاظ صریح یا بہ کردار منسوخ ہو سکتی ہی - دوم وہ وصیت جو صرف صریحاً یا قولاً یعنے بالفاظ صریح منسوخ ہو سکتی ہی سوم وہ وصیت جو صرف ضمناً یا فعلاً یعنے فعل یا کردار سے منسوخ ہو سکتی ہی - چہارم وہ وصیت جو کسی طرح نہین منسوخ ہو سکتی - قسم اول مین وہ وصایائے مخصوص داخل ہین جو موصی کے قول صریح سے منسوخ ہو سکتی ہین یا اسطرح منسوخ ہو سکتی ہین کہ موصی مال وصیتی کو اس طور سے بیچ ڈالے یا منتقل کر دے کہ اوس انتقال کو منسوخ کرنا اوسکے اختیار سے باہر ہو - قسم دوم مین وہ وصایا داخل ہین جنمین موصی نے اپنے مال کے ایک ثلث یا ایک ربع کی وصیت کسیکے حق مین کی ہو - ایسی صورت مین موصی لہ مال وصیتی مین وہ خاص حصہ پانیکا مستحق ہی جو موصی اپنی وفات کے وقت چھوڑ گیا ہو بس تاوقتیکہ وہ وصیت بالفاظ صریح نہ منسوخ کی گئی ہو لا کلام نافذ ہوگی۔

---

[1] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۱۴۳ - بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۲۸ - ردالمحتار صفحہ ۲۴ ۱۲ منہ [2] بعض اوقات انتقال جائداد پر اقدام باعث تنسیخ وصیت ہو جاتا ہی گو کسی عیب شرعی کی وجہ سے خود وہ انتقال نفاذ پذیر نہو مگر جب کوئی انتقال فی نفسہ ناجائز ہو مثلاً جب انتقال جائداد اوس شخص نے کیا ہو جسکو کوئی عذر شرعی مانع انتقال ہو تو وہ موجب تنسیخ وصیت نہ ہوگا ۱۲ منہ

قسم سوم مین وہ وصایا داخل ہین جنمین عتق مشروط ہوا ہو جو صرف موصی کے فعل سے منسوخ ہو سکتا ہی۔ قسم چہارم مین وہ وصایا داخل ہین جنمین عتق مطلق ہوا ہو جو صریحاً وضمناً کسی طرح نہین منسوخ ہو سکتا۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک جنکا قول حکم شرع سمجھا جاتا ہی موصی کے حکم سے کسی چیز کی صورت مین صرف تغیر کر دینے سے وصیت نہین منسوخ ہو جاتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو کچھ چاندی از روے وصیت دیدے اور بعد ازآن اوسکی انگوٹھی بنوائے تو امام اعظم کے نزدیک یہ تنسیخ وصیت نہین ہی۔ مگر امام ابویوسف اور ظاہرا امام محمد کے نزدیک بھی یہ تنسیخ وصیت ہی۔ اگر کوئی شخص کسی خاص چیز کی وصیت کرکے اوسکو بیچڈالے اور پھر اوسکو خریدلے یا اوسکو ہبہ کرکے پھر اوس ہبہ کو منسوخ کرے تو وہ وصیت جائز باقی رہیگی نے "جس بھیڑ کی وصیت کی ہو اوسکو ذبح کرنا تنسیخ وصیت ہی مگر جس کپڑے کی وصیت کی ہو اوسکو دھو ڈالنا تنسیخ وصیت نہین ہی"۔ امام ابویوسف کے نزدیک محض انکار وصیت بمنزلہ اوسکی تنسیخ کے نہین ہی مگر امام محمد کا قول اسکے خلاف ہی اگر موصی کہے کہ جو وصیت مین نے زید یا بکر کے حق مین کی ہی وہ باطل ہی تو وہ وصیت منسوخ ہو جائیگی لیکن اگر اوسنے صرف اسقدر کہا ہو کہ یہ وصیت حرام ہی تو منسوخ نہ ہوگی۔

اگر موصی کسی خاص چیز کی وصیت زید کے باب مین کرے اور پھر خالد کے حق مین کرے تو دوسری وصیت کو یہ ضرور نہین ہی کہ پہلی وصیت کو باطل کر دے۔ بلکہ اگر موصی کے کلام سے یا اور کسی بات سے ثابت ہو کہ اوسکی نیت یہ تھی کہ شئے وصیتی دونون موصی لہم کو بالمشارکت دیجاے تو اوسکا یہ منشا عمل مین لایا جائیگا۔ لیکن اگر اوسکا منشا یہ معلوم ہو کہ پہلی وصیت کو منسوخ کرکے شئے وصیتی دوسرے موصی لہ کو دیجائے

سلہ فتاواے عالمگیری صفحہ ۱۴۴ ۱۲ منہ

تو یہ بمنزلۂ تنسیخ وصیت اول ہوگا۔ مگر قاعدۂ کلیہ یہ ہی کہ سب سے آخری وصیت نافذ[1] ہوتی ہی۔

اگر دوسرا موصی لہ اوسوقت مرگیا ہو جب دوسری وصیت ہوئی ہو تو دوسری وصیت کے باطل ہوتے سے پہلے وصیت جائز باقی رہیگی اور اگر دوسرا موصی لہ وصیت کے وقت زندہ ہو مگر بعد ازآن موصی کی وفات کے قبل مرجاے تو دونون وصیتین باطل ہوجائینگی اور مال وصیتی ورثہ پر عود کریگا۔

مذہب حنفی[2] مین جائداد کو رہن رکھنے سے وصیت نہین باطل ہوجاتی اسواسطیکہ رہن سے راہن کا حق ملکیت جائداد مرہونہ مین نہین زائل ہوجاتا بلکہ موصی کا حق فک رہن کا اوسکے مرنیکے بعد موصی لہ کو ملیگا۔ البتہ یہ ممکن ہی کہ رہن رکھنے کے وقت موصی نے ایسے کلمات کہے ہون جنسے پہلی وصیت کو منسوخ کرنا صاف ظاہر ہو۔

اگر کوئی شخص ایک مکان کی وصیت کرکے اوسمین سفیدی پھیرے یا اوسکو کھود ڈالے تو یہ بمنزلۂ تنسیخ وصیت نہ ہوگا لکن اگر اوس مکان پر بکثرت کہگل کرواے تو یہ بمنزلۂ تنسیخ وصیت ہوجائیگا۔ اگر وہ زمین کی وصیت کرکے اوسمین ترکاری بوئے تو یہ تنسیخ وصیت نہ ہوگی لکن اگر اوسمین انگور یا اور درخت بوئے تو قاضی خان کے نزدیک وصیت منسوخ ہوجائیگی۔ اسی طرح سے شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک مال وصیتی کو بیع اور ہبہ کرنا موجب تنسیخ وصیت ہی۔

محقق ابوالقاسم حلی نے اصول مذہب شیعہ بعبارت ذیل بیان فرمائے ہین۔

"وصیت ایک عقد جائز موصی کا ہی خواہ وصیت مال کی ہو خواہ تقرر ولی کی ہو۔ اور وہ موصی کی حیات مین کلام صریح سے یا اوس فعل سے جو منافی

---

[1] ردالمختار صفحہ ۶۵۷-۶۵۸ جلد ۲ ۱۲ منہ

[2] فتاواے عالمگیری کے موافق یہ ہی کہ جس غلام کی وصیت کی ہو اوسکو رہن رکھنا بمنزلۂ تنسیخ وصیت ہی مگر یہ اثر اوس قسم کی جائداد پر محدود ہی جو اوس جائداد کے مشابہ ہو جسکا ذکر اس مقام پر ہی ۱۲

وصیت منسوخ ہوسکتی ہی۔ مثلاً اگر موصی مال وصیتی کو بیچڈالے یا دوسرے وصیت نامہ مین اوسکو بیع یا ہبہ کرنیکا حکم لکھے اور موہوب لہ کا قبضہ کرادے یا اوسکو رہن رکھدے تو ایسا ہر فعل بمنزلۂ تنسیخ وصیت ہوگا۔ اسی طرح سے اگر وہ شئی وصیتی کو ایسے استعمال مین لائے کہ اوسکا وہ نام نہ باقی رہے مثلاً اگر وہ غلہ کی وصیت کرکے اوسکو پیسواڈالے اور اوسکا میدہ بنواڈالے یا میدہ کا خمیر کرواکے اوسکی روٹی پکوائے تو یہ بمنزلۂ تنسیخ وصیت ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص کسی قدر تیل کی وصیت کرکے اوسمین اور تیل عمدہ قسم کا ملادے یا ایک قسم کے غلہ کی وصیت کرکے اوسمین دوسری قسم کا غلہ شریک کردے اور اسطرح شریک کرے کہ ایک غلہ دوسرے سے ممیز اور علیحدہ نہ ہوسکے تو یہ بھی بمنزلۂ تنسیخ وصیت ہوگا۔ لکن اگر وہ روٹی کی وصیت کرکے اوسکے ٹکڑے کرڈالے تو یہ تنسیخ وصیت نہ ہوگی ''۔

جواز وصیت کی ایک شرط یہ بھی ہی کہ موصی لہ اوسکو صریحاً یا ضمناً قبول کرلے۔ چنانچہ ایک عالم مالکی کا قول ہی کہ ''وصیت کو قبول کرنا اوسکے جواز کی ایک شرط ضروری ہی'' اور ایک عالم حنفی نے فرمایا ہی کہ ''جو وصیت قبول نہ ہوئی ہو وہ باطل ہی'' اسی طرح سے مذہب شیعہ مین بھی مال وصیتی موصی لہ کا اوسوقت ہوجاتا ہی جبکہ اوسنے وصیت کو قبول کرلیا ہو۔ مگر حنفیہ اور شیعہ مین اوس زمانہ کے باب مین جس زمانہ مین وصیت کو قبول کرلیا چاہیئے اختلاف عظیم ہی۔

مذہب شیعہ مین وصیت کو قبل وفات موصی قبول کرنا جائز ہی اگرچہ موصی لہ کو اسمین اختیار ہی۔ مگر وصیت کو بعد وفات موصی قبول کرنا قبول قطعی ہی اگرچہ اوس واقعہ کے وقوع کے بعد کچھ تاخیر بھی قبول کرنےمین ہوجائے بشرطیکہ موصی لہ نے بعد وفات موصی اور قبول کرنیکے پیشتر وصیت کو نامنظور نہ کیا ہو۔ لکن اگر موصی کی حیات مین وصیت نامنظور

ہوئی ہو تو بھی اوسکی وفات کے بعد قبول ہو سکتی ہی کیونکہ ایسی نامنظوری اشرعاً معتبر
نہین ہی۔ لکن اگر موصی لہ بعد وفات موصی وصیت کو نامنظور کرے اور پیشتر اوسکو
قبول نہ کرچکا ہو تو وہ وصیت منسوخ ہوجائیگی۔ جب موصی لہ نے مال وصیتی پر قبضہ
کرلیا ہو تو بھی اگر اوسنے بعد وفات موصی اوسکو نامنظور کیا ہو گو پہلے قبول کرچکا ہو تو
وصیت باطل ہوجائیگی۔ جب قبضہ نہ ہوا ہوا ور وصیت بعد وفات موصی اور موصی لہ کے
قبول کرنیکے پیشتر نامنظور کی گئی ہو تو بھی بعض علماء کے نزدیک منسوخ ہوجائیگی مگر
بعض کے نزدیک نہ منسوخ ہوگی اور یہی قول ترجیح رکھتا ہی۔ لکن اگر قبول اور قبضہ
دونون امر ہوچکے ہون اور اوسکے بعد وصیت نامنظور کیجائے تو اسمین کچھ شک نہین ہی
کہ وہ نامنظوری غیر موثر ہی اور اسمین سب علماء کا اتفاق ہی کہ وہ وصیت نہین منسوخ
ہوئی اسواسطیکہ حق ملکیت موصی لہ کو حاصل ہوچکا ہی۔

اگر موصی لہ ایک جزء وصیت کو قبول کرے اور باقی کو نہ قبول کرے تو یہ قبول
جزئی جائز ہوگا اور اوسکا ملک اوس جزء مین قائم ہوجائیگا۔

مذہب حنفی مین قبل وفات موصی وصیت کو قبول کرنا بیکار ہی۔ وصیت صریحاً
یا ضمناً قبول ہوسکتی ہی۔ اگر موصی لہ قبول یا انکار کرنیکے پیشتر مرجائے تو اوسکی موت بمنزلہ
قبول ہوجائیگی اور قیاس کیجائیگی اور اوسکے ورثہ اوس مال کو وراثتاً پائینگے۔ توریث
بالوصیت اور توریث بلاوصیت مین یہ فرق ہی کہ وارث میراث پر بغیر قبول قبضہ
کرلیتا ہی مگر موصی لہ مال وصیتی پر بغیر قبول قبضہ نہین پاتا۔ موصی کی وفات کے بعد وصیت کو
قبول کرنا چاہیئے اور اگر اوسکی حیات مین وصیت قبول یا نامنظور کیجائے تو یہ دونون
فعل باطل ہین مگر موصی لہ کو اختیار ہی کہ موصی کے مرنیکے بعد اوسکو قبول کرے۔

وصیت کا اثر شرعی یہ ہی کہ موصی لہ کو ایک جدید حق اوسی طرح حاصل ہوتا ہی

جسطرح ہبہ مین حاصل ہوتا ہی اور جب وہ وصیت قبول کرلیتا ہی تو مال وصیتی اوسکا ہوجاتا ہی۔ پس اگر وہ موصی کی وفات کے بعد قبول کرلے تو شئی وصیتی مین اوسکا ملک قائم ہوجائیگا خواہ اوسنے قبضہ کیا ہو خواہ نہ کیا ہو اور اگر وہ وصیت کو نا منظور کرے تو وہ منسوخ ہوجائیگی۔ مگر جب وصیت ایک گروہ کے باب مین کیجاے مثلاً فقراء کے باب مین یا کسی امر مذہبی یا کار خیر کے لیے کیجائے تو موصی لہم کا اوسکو قبول کرلینا فرض کرلیا جائیگا۔

## فصل سوم

### وصیت منفعت اراضی و باغات و مکانات و اشجار وغیرہ کی۔

وصایا کا دائمی ہونا شرع محمدی مین ممنوع نہین ہی۔ جبتک وصیت مین ابتدا ر اوس شخص سے کیجاے جو اوسوقت زندہ ہو یہ ضرور نہین ہی کہ جن لوگون کو باقی دیا جائے وہ بھی موجود یا زندہ ہون۔ لہذا ہر شخص دوسرے کے حق مین ایک میعاد معین تک یا دواماً و استمراراً غلات[1] اراضی و باغات اور کرائیہ مکان اور سکونت مکان اور جانورون اور درختون اور غلام کے خدمات یا مکسوبات کو استعمال مین لانیکی وصیت کرسکتا ہی۔ اگر وصیت کی میعاد غیر محدود ہو تو وہ وصیت دائمی سمجھی جائیگی۔

ایسی[2] وصیت کا اثر یہ ہی کہ مال وصیتی موصی کے ورثہ کا ملک باقی رہتا ہی اور موصی لہ کو صرف اوسکی منفعت لینے کا حق حاصل ہوجاتا ہی جسطرح سے اوس شخص کو حاصل

---

[1] رد المختار صفحہ ۷۷۰۔ ہدایہ کتاب ۲ باب ۵ صفحہ ۷۲۵۔ غلات کا لفظ مشترک المعنے ہی جسمین پیداوار اور کرایہ یا لگان اور ہر قسم کی آمدنی اور منفعت اور غلامون کے خدمات وغیرہ یہ سب چیزین داخل ہین۔ جامع اللغات ۱۲ منہ [2] فتاوے عالمگیری (صفحہ ۱۸۸) مین ایک باب کا یا منفعت کی وصیت کے باب مین باین عنوان لکھا ہی۔ فے الوصیۃ بالسکنی والخدمۃ والثمرۃ وغلۃ العبید وغلۃ البستان وغلۃ الارض وظھر الدابۃ وغیرھا۔ ردالمختار

ہوجاتا ہی جسکے حق مین وقف کیا جائے "۔

وصیت ایک سال کی بھی ہوسکتی ہی مثلاً سنہ ہجری کی۔ اگر موصی کی وفات کے وقت وہ سال تمام ہوجاے تو وہ وصیت باطل ہوجائیگی۔ اگر سال کا صرف ایک حصہ گذرا ہو تو حصہ غیر منقضی مین وہ وصیت نافذ ہوگی۔

اگر مال وصیتی ایک ثلث جائداد موصی کے اندر ہو تو اوسکی منفعت موافق شرائط وصیت کے موصی لہ کو دیجائیگی۔ مثلاً اگر کسی مکان کے حق سکونت کی وصیت ہوا اور وہ مکان ایک ثلث جائزالوصیت کے اندر ہو تو وہ موصی لہ کی سکونت کے لیے دیدیا جائیگا اگر صرف اوس مکان کے کرایہ اور منافع کی وصیت کی ہو تو موصی لہ اوسکا کرایہ اور منافع پائیگا مگر اوسمین سکونت کا مستحق ہوگا۔ اگر مال وصیتی ایک ثلث سے زائد ہو تو موصی لہ اوس جزو سے منتفع ہوگا جو ایک ثلث کے اندر ہو۔ فتاوائے عالمگیری مین ایک مثال غلام کی لکھی ہی جس سے اس اصول کی توضیح بخوبی ہوگئی ہی۔ وہ عبارت درج ذیل ہی۔

"اگر وہ غلام (جسکی وصیت کی ہی) ثلث مال کے اندر نہ ہو تو وہ موصی لہ کی خدمت ایک دن اور ورثہ کی خدمت دو دن کیا کرے یہانتک کہ پورا سال ہوجائے اور جب ایک سال گذر جائے تو وہ غلام ورثہ کو دیدیا جائے۔ اگر ایک سال معین کیا گیا ہوا اور وہ غلام ثلث مال کے اندر ہو یا اوس وصیت کو ورثہ منظور کرلین تو وہ موصی لہ کو دیدیا جائے اور سال بھر اوسکی خدمت کرکے پھر ورثہ کو واپس کردیا جائے۔ اگر وہ غلام ثلث مال کے اندر نہ ہوا اور ورثہ اوس وصیت کو نہ منظور کرین تو وہ غلام تین برس تک ایک روز موصی لہ کی خدمت اور دو روز ورثہ کی خدمت کیا کرے جب تین برس گذر جائین تو اوسکی خدمت سے تعمیل وصیت ہوجائیگی۔ اگر موصی لہ مرجائے تو وہ غلام موصی کے ورثہ پر عود کریگا اور اگر وہ موصی کی حیات مین مرجاے تو وصیت باطل ہوجائیگی"۔

اگر موصی لہ قبل انقضاے میعاد معینہ وصیت فوت ہوجاے تو مال وصیتی موصی کے ورثہ پر فوراً عود کریگا۔ اگر موصی لہ موصی کی حیات مین مرجاے تو وصیت معاً باطل ہوجائیگی۔ موصی کسی چیز کے عین کی وصیت ایک شخص کے باب مین اور اوسکی منفعت کی وصیت دوسرے شخص کے حق مین کرسکتا ہی۔ اور اگر مال وصیتی ایک ثلث جائز الوصیت کے اندر ہو تو ہر ایک موصی لہ اپنی اپنی وصیت کا مستحق ہوگا۔ اور اگر منفعت کی وصیت مطلق ہی تو موصی لہ اپنی وفات تک اوسپر قابض رہنے کا مستحق ہوگا بعد اوسکے وہ منفعت اوس موصی لہ پر منتقل ہوجائیگی جسکے باب مین عین کی وصیت ہوئی ہی بشرطیکہ وہ زندہ ہو اگر وہ زندہ نہ ہو تو موصی کے ورثہ پر منتقل ہو[1] جائیگی۔

جب وصیت ایک مکان کے کرایہ اور منافع کی ہو تو موصی لہ کو اوسمین سکونت کرنا نہین جائز ہی۔ اگر وصیت سکونت مکان کی ہو اور اوسکے سواے اور کوئی جائداد نہو تو موصی لہ اوس مکان کے ایک ثلث مین رہ سکتا ہی اور ورثہ اون دو ثلث کو جو اونکے قبضہ مین ہین بیع[2] نہین سکتے۔ اور نہ وہ موصی لہ جسکو سکونت مکان کی وصیت کی گئی ہی اوس مکان کو کرایہ[3] پر دیسکتا ہی اور نہ اوس غلام کو جسکی خدمات کی وصیت کی گئی ہی موصی کے مکان سے نکالکر دوسرے مکان مین لیجاسکتا ہی مگر یہ کہ موصی اور اوسکا اہل وعیال اس دوسرے مکان مین ہون کہ اس صورت مین اوس غلام کو اونکی خدمت کے لیے وہان لیجاسکتے[4] ہین۔ اس حکم شرع کی وجہ یہ ہی کہ وصیت کی تعمیل موصی کے منشا کے موافق کرنی چاہیئے[5] اور جب موصی کا عیال اوسکے ساتھ ایک ہی مکان مین رہتا ہو تو اوسکا یہ منشا ہوتا ہی کہ موصی لہ کی خدمت یہ غلام اسی مکان مین

---

[1] ردّ المختار صفحہ ۶۷۹ و ۱۲ منہ [2] ردّ المختار صفحہ ۶۷۹۔ ظاہر الروایت کے موافق ورثہ اپنے دو ثلث کو نہین بیع سکتے اسلیے اس سے موصی لہ کا نقصان یا حق تلفی ہوگی۔ مگر امام ابو یوسف کے نزدیک ایسی بیع جائز ہی ظاہر الروایت مین جو قول لکھا ہی اوسکو ترجیح دیگئی ہی۔ ہدایہ مین لکھا ہی کہ موصی لہ ورثہ کے حصص کی نسبت یہ اختیار رکھتا ہی کہ اونکو کوئی ایسی ستاویز تقسیم کرنے دے جو اوسکے حق مین مضر ہو ۱۲ منہ [3] شافعیہ کے نزدیک وہ ایسا کرسکتا ہی ۱۲ منہ [4] ردّ المختار صفحہ ۶۸۰ و ۱۲ منہ

کیا کرے۔ لکن جب موصی دوسرے شہر مین رہتا ہو تو اوسکے ارادہ کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ موصی لہٗ اوس غلام سے وہان جا کر خدمت لے۔

جب کسی مکان کی سکونت کی وصیت کسی شخص کے باب مین بلا تعیین میعاد کیجائے تو وہ مدت العمر اوسکا مستحق رہیگا۔ اور جب مکان کی آمدنی کی وصیت کیجاے اور وہ مکان ثلث مال کے اندر ہو گو اوسکی آمدنی ثلث مال سے زائد ہو تو بھی وہ وصیت جائز ہوگی۔ یہی حکم غلام کے مکسوبات یعنے کمائی اور موصی کے باغ وغیرہ کی پیداوار یا آمدنی کا بھی ہے۔

جب یہ وصیت ہو کہ یہ غلام موصی لہ کی خدمت اوسوقت تک کرے جبتک کہ اوسکو اسکی خدمت کی احتیاج باقی رہے۔ پس اگر موصی لہ نابالغ ہو تو وہ غلام اوسکے زمانہ بلوغ تک اوسکی خدمت کریگا اور اگر موصی لہ بالغ ہو مگر غریب ہو تو وہ غلام اوسکی خدمت اوسوقت تک کریگا جبتک کہ وہ خود ایک غلام خریدے۔ لکن اگر موصی لہ بالغ ہو اور غنی بھی ہو تو وہ وصیت باطل ہو جائیگی۔

اگر کوئی شخص اپنے غلام کی سال بھر کی کمائی یا اپنے مکان کے ایک سال کے کرایہ کی وصیت کسی کے حق مین کرے اور اوس غلام یا اوس مکان کے سواے اور کوئی جائداد نہ رکھتا ہو تو اس صورت مین موصی لہ سال بھر کی کمائی یا کرایہ کا ایک ثلث پائیگا اسواسطے کہ چونکہ کرایہ یا اور آمدنی بھی ایک قسم کی جائداد ہے لہذا تقسیم ہو سکتی ہے۔ مگر موصی لہ ورثہ سے یہ نہین کہہ سکتا کہ اس مکان کو تقسیم کر لو تاکہ مین اپنے حصہ کا کرایہ خود وصول کر لیا کرون (یعنے ایک ثلث کا)۔

جب وصیت موصی کے باغ کی پیداوار کی ہو تو موصی لہ موجودہ اور آیندہ پیداوار دونون کا مستحق ہے۔ مگر جب وصیت موصی کے باغ کے میوہ کی دواماً ہو تو موصی لہ اوس میوہ کا مستحق اپنی وفات تک ہے۔ لکن اگر موصی نے لفظ دواماً یا ابداً نہ کہا ہو اور موصی کے روز وفات اوس باغ مین کچھ میوہ لگا ہو تو موصی لہ بقدر ثلث

جائز الوصیت اوسکا مستحق ہی مگر آیندہ کے میوہ کا نہین مستحق ہے کیونکہ یہ خیال کیا جائیگا کہ موصی کا منشا صرف میوہ موجودہ دینا تھا۔ لکن اگر موصی کے روز وفات اوس باغ مین میوہ نہ ہو تو وصیت اوس میوہ مین نافذ ہوگی جو موصی کی وفات کے بعد مگر موصی لہ کی وفات کے قبل پیدا[۱] ہو۔ جب وصیت اوس چیز کی ہو جو دوسری چیز مین ملحق یا اضافہ ہوگئی ہو تو وہ اضافہ خاص جو موصی کی وفات کے وقت موجود ہو موصی لہ کو دیا جائیگا اگرچہ وصیت مین ابدًا کا لفظ استعمال کیا گیا ہو مگر یہ حکم کرایہ اور منافع کا نہین ہی۔ اس مسئلہ کی وجہ ردالمختار مین لکھی ہی۔ اور فتاوائے عالمگیری مین اس مسئلہ کو اسطرح بیان کیا ہی کہ۔ "اگر کوئی شخص اپنے گلہ گوسفند کا اُون یا اوسکے بچے یا اوسکا دودھ بذریعہ وصیت دیکر مرجاے تو موصی لہ صرف اوس اُون کا جو اون بھیڑون کی پشت پر ہو یا ان بچون کا جو اونکے بطون مین ہون یا اوس دودھ کا جو اونکی چھاتیون مین ہو مستحق ہی خواہ وصیت مین لفظ ابدًا کہا ہو خواہ نہ کہا ہو"

اگر مکان کی آمدنی کے ایک ثلث کی وصیت ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک ورثہ اوس مکان کو تقسیم کرکے اوسکا ایک ثلث موصی لہ کو دیسکتے ہین۔ اگر اوس ثلث سے کچھ آمدنی ہو تو موصی لہ کو ملیگی اگر اوس سے کچھ آمدنی نہ ہو تو اوسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور ورثہ بھی قبل یا بعد تقسیم اوسکے ہاتھ اپنے دو ثلث کو فروخت کر سکتے ہین۔

جب وصیت پیداوار اراضی کے ایک ثلث کی ہوا اور اوس زمین پر درخت یا اور کوئی جائداد نہ ہو تو اوس اراضی کو لگان پر دیکر ایک ثلث اوس لگان کا موصی لہ کو دیا جائیگا اگر اوس زمین پر درخت خرما یا اور درخت ہون تو اونکی پیداوار کا ایک ثلث موصی لہ کو دیا جائیگا اور وہ زمین مضاربت[۲] مین نہ دیجائیگی۔

---

[۱] فتاواے عالمگیری صفحہ ۱۴۸ ۔ ردالمختار صفحہ ۶۸۱ ۔ ہدایہ صفحہ ۵۴ ۱۲ منہ [۲] مضاربت اوس معاملہ کا نام ہی جسکے بموجب مالک اراضی اور اسامی پیداوار اراضی کو باہم اپنے حصص معینہ کے موافق تقسیم کر لیتے ہین ۱۲ منہ

جب وصیت باغ کے میوہ کی ہو تو موصٰی لہ اوس باغ کو موصی کے ورثہ سے خرید سکتا ہی مگر اس سے وصیت منسوخ ہو جائیگی۔ اسی طرح سے اگر موصی کے ورثہ موصی لہ کو اور کوئی چیز دیکر راضی کر لین تو وہ اپنا ثلث پیدا اوار اونکو دیکر باز دعوے دیسکتا ہی علی ہذا القیاس مکان کی سکونت یا غلام کی خدمت کے باب مین ورثہ موصی اور موصٰی لہ مین معاملہ ہو جانا شرعاً جائز ہی مگر ان حقوق کو غیر آدمی کے ہاتھ فروخت کرنا نہین جائز ہی[1]۔

مکان کی آمدنی یا غلام کی کمائی کی وصیت غربا کے حق مین کرنا جائز ہی۔ مگر مکان کی سکونت یا غلام کی خدمت کی وصیت غربا کے باب مین کرنا نہین جائز ہی تا وقتیکہ موصی لہم کی تخصیص نہ کر دی جائے۔

جب وصیت اصل و فرع کی دو شخصون کے نام ایک ہی وصیت نامہ مین لکھی ہو تو ہر ایک موصی لہ کو وہ شئ مخصوص ملیگی جسکی وصیت اوسکے باب مین کی ہی مثلاً اگر موصی نے کہا یا لکھا ہو کہ "مین یہ انگوٹھی فلان شخص کو اور یہ نگ فلان شخص کو دیتا ہون"۔

اور جب ایک وصیت دوسری وصیت سے علیحدہ کی ہو تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک وہی نتیجہ ہوگا مگر امام محمد کے نزدیک اصل کا موصٰی لہ بالتخصیص اصل کا مستحق ہی اور فرع مین دونون موصٰی لہم شریک ہین۔

عبارت ذیل اس غرض سے نقل کیجاتی ہی کہ یہ معلوم ہو جاے کہ جب ایک ہی چیز کی دو وصیتین کیجائین اور ایک وصیت دوسری سے پیدا ہوتی ہو تو اون دونون کا نفاذ کیونکر کیا جائے۔

"اگر کوئی شخص ایک غلام کی وصیت ایک آدمی کے باب مین اور اوسکی خدمت کی وصیت دوسرے آدمی کے حق مین کرے یا ایک مکان کی وصیت ایک کے حق مین اور اوسکی سکونت کی وصیت دوسرے کے باب مین کرے یا ایک بھیڑ کی وصیت ایک کے حق مین اور اوسکے اون کی

---

[1] رد المختار صفحہ ۶۸۱ ۱۲ منہ

وصیت دوسرے کے باب مین کرے اور اون دونون شخصون کی تصریح کردے تو ہر ایک
موصی لہ وہ چیز پائیگا جسکی وصیت اوسکو کی ہی۔ اس مسئلہ مین کچھ اختلاف نہین ہی خواہ وہ
دونون وصیتین اکٹھا خواہ الگ الگ کی گئی ہون - مگر جب ان صورتون مین پہلے فرع کی
وصیت بعد اوسکی اصل کی وصیت کی ہو یعنے مثلاً پہلے غلام کی خدمت کی وصیت ایک شخص کے
حق مین پھر خود غلام کی وصیت دوسرے شخص کے باب مین کی ہو یا پہلے مکان کی سکونت کی
وصیت ایک آدمی کے باب مین کرکے پھر خود اوس اصل مکان کی وصیت دوسرے کے حق مین
کی ہو یا پہلے میوہ کی وصیت ایک آدمی کے باب مین کرکے پھر اصل درخت کی وصیت دوسرے کے
حق مین کی ہو تو جب دونون وصیتین یکجا کی ہون تب ہی ہر ایک موصی لہ اوس چیز کا مستحق
ہوگا جو اوسکے نامزد کی گئی ہی اور اگر دونون وصیتین علیحدہ علیحدہ کی گئی ہون تو اصل کا
موصی لہ خاصۃً اصل کا مستحق ہی اور فرع دونون موصی لہم کو نصف نصف دیجائیگی - اور
اگر ایک مکان کی وصیت ایک شخص کے باب مین اور اوسکے ایک حجرۂ مخصوصہ کی وصیت
دوسرے شخص کے حق مین کی ہو تو وہ حجرہ نصف نصف دونون کو ملیگا - اسیطرح سے اگر
ہزار درہم کی وصیت ایک شخص کے باب مین اور اونمین سے سو درہم کی وصیت دوسرے کے
حق مین کی ہو تو ہزار درہم کا موصی لہ نو سو درہم کا مستحق ہی اور وہ سو درہم اون دونون مین
برابر تقسیم کیے جائین - اسمین کچھ اختلاف نہین ہی۔

جب وصیت کسی جانور کے بچہ کی استعمال یا تصرف کی ہو اور وہ بچہ کام کرنیکے قابل نہ ہو
تو اوسکو پرورش کرنا اوس شخص کو واجب ہی جسکو اوس چیز کے عین مین حق حاصل ہو -
اسی طرح جب درختہاے خرما کا میوہ از روے وصیت کسی شخص کو دوامًا دیدیا جائے اور خود
اون درختون کی وصیت جو ہنوز خام ہون دوسرے کے حق مین کیجائے تو اصل درختون کا
موصی لہ اونکی آب پاشی وغیرہ کے مصارف کا ذمہ دار اوس وقت تک ہی جبتک کہ وہ پختہ
ہوجائین اور اونمین میوہ لگے بعد اوسکے یہ ذمہ داری میوہ کے موصی لہ پر عائد ہوجائیگی اور

جب اون درختون مین میوہ لگنا شروع ہوجائے تو گو بعد ازان وہ میوہ جھڑ جاۓ اور پھر اون درختون مین کچھ میوہ نہ لگے تو بھی میوہ کا موصی لہ مصارف مذکورہ کا ذمہ دار ہوگا جیسے کہ خدمت کا موصی لہ اوس غلام کے " دن اور رات دونون کے نفقہ کا ذمہ دار ہے گو وہ غلام رات کو سورہتا ہوا ور کام نہ کرتا ہو۔

اگر باغ کی آمدنی سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کیسی کے باب مین کیجائے اور اوس باغ کی آمدنی کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوجاتی ہو تو موصی لہ ہر سال کی آمدنی کے ایک ثلث کا مستحق ہوگا جسمین سے بیس درہم جبتک وہ زندہ رہے اوسکے نفقہ مین صرف کیے جائینگے اسی طرح سے اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میری جائداد مین سے ایک رقم ماہانہ زید کو گذارہ کے لیے دیدی جایا کرے تو گو وہ رقم کیسی ہی قلیل ہو پورا ایک ثلث اوس جائداد کا اس مقصد خاص کے لیے علیحدہ کردیا جائے تاکہ موصی لہ حسب الارشاد موصی اوسمین سے اپنا گذارہ ماہانہ لیا کرے[1]۔

اگر موصی اپنے مال کا ایک ثلث ایک شخص کو اور پانچ درہم ماہواری دوسرے شخص کو اوسکی حیات تک بطور گذارہ کے اور پانچ درہم ماہواری تیسرے شخص کی حیات تک بطور گذارہ کے از روے وصیت مقرر کرجاے اور ورثا ان سب وصایا کو منظور کرلین تو امام اعظم کے نزدیک اوسکی جائداد کے نو حصے کیے جائین جنمین سے ایک حصہ ایک ثلث کے موصی لہ کو دیا جائے اور باقی آٹھ حصے دیگر موصی لہم کو فی نفر چار کے حساب سے دیے جائین۔ مگر صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک اوس جائداد کے سات حصے کیے جائین جنمین سے ایک حصہ ایک ثلث کے موصی لہ کو دیا جاے اور باقی چھ حصے دیگر موصی لہم کو تین تین کرکے دیے جائین۔ یہ اصول اون صورتون مین جاری ہوگا جنمین موصی کے ورثہ سب وصایا کو منظور کرلین۔ مگر فرض کیجیے کہ وہ نہ منظور کرین تو اِس صورت مین بھی

[1] فتاوے عالمگیری صفحہ ۱۵۰۔ ردالمختار صفحہ ۶۸۰ ۱۲ منہ

صاحبین کے نزدیک سات حصّون مین وہ جائداد تقسیم ہوگی اور امام اعظم کے نزدیک اس صورت مین یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا سب موصی لہم ایک ثلث کے مستحق ہین جو اونمین تین حصے کر کے تقسیم کر دیا جاہیے - اس صورت مین اگر وہ دونون تنخواہ دار اوس سرمایہ یا جائداد کے ختم ہونیکے پیشتر مر جائین تو جو کچھ فاضل بچے وہ ایک ثلث کے موصی لہ کو ردّ ہوگا اور اگر اونمین سے ایک مر جاے تو اوسکا حصہ جو بچے وہ اسطرح تقسیم کیا جائے کہ ایک حصہ ایک ثلث کے موصی لہ کو دیا جاے اور دوسرا حصہ دوسرے تنخواہ دار کو دیا جائے - یہ قول امام اعظم کا ہی - اور صاحبین کا قول یہ ہی کہ صرف ایک ربع ایک ثلث کے موصی لہ کو دیا جاے اور تین ربع اوس تنخواہ دار کو دیا جاے جو زندہ رہگیا ہی[1] -

اگر موصی پانچ درہم ماہواری زید کے گذارہ کے لیے اوسکی حیات تک اور دس درہم ماہواری بکر اور خالد کے گذارہ کے واسطے اونکی حیات تک بالمشارکت یا علیحدہ علیحدہ مقرر کرے اور موصی کے ورثہ ان وصایا کو منظور کرلین تو اوس جائداد کے دو مساوی حصے کر کے نصف زید کو دیا جائے اور نصف بکر اور خالد کو دیا جاے اسواسطے کہ زید کل جائداد کا موصی لہ سمجھا جائیگا اور بکر و خالد دونون ملا کر ایک موصی لہ تصور کیا جائیگا اور وہ جائداد اون تینون مین نصف نصف تقسیم کردی جائیگی - یہ مسئلہ اجماعی ہی - اگر زید مر جاے تو اوسکا حصہ بکر اور خالد کے لیے رکھا جائیگا اور دس درہم ماہواری اونکے گذارہ کے لیے علیحدہ دیے جائینگے - اور اگر اونمین سے ایک زید کے پیشتر فوت ہو تو اوسکا حصہ اوسکے ساتھی موصی لہ کو جو زندہ رہگیا ہی ملیگا اور وہ پانچ درہم ماہواری گذارہ کے لیے علیحدہ پائیگا - اگر موصی کے ورثہ ان وصایا کو نہ منظور کرین تو اسمین علماء کا اتفاق ہی کہ اوس جائداد کے ایک ثلث کے دو حصے برابر کیے جائین اونمین سے ایک حصہ زید کو اور دوسرا حصہ بکر و خالد کو دیا جائے - لیکن اگر کوئی شخص اپنی جائداد کے ایک ثلث مین سے چار درہم

[1] صاحبین کا قول اس مسئلہ مین مفتے بہ ہی ۱۲ منہ

ماہواری زید کی اوسکی حیات تک اور دس درہم ماہواری بکر اور خالد کی اونکی حیات تک مقرر کرجاے اور اوسکے ورثہ ان دونون وصیتون کو منظور کرلین تو ایک ثلث اوس جائداد کا زید کو اور ایک ثلث بکر اور خالد کو بالمشارکت دیا جائیگا اور زید کے مرنیکے بعد اوسکا ایک ثلث یا جسقدر اوسمین سے باقی رہا ہو موصی کے ورثہ پر عود کریگا اور اگر بکر یا خالد مرجائے تو اوسکا حصہ جو باقی رہے وہ اوسکے ساتھی موصٰی لہ کو ملیگا اور جب وہ بھی مرجائے تو جو کچھ باقی رہے وہ موصی کے ورثہ پر عود کریگا- اگر ورثہ ان وصایا کو نہ منظور کرین تو ثلث مال کو دو حصون مین تقسیم کرکے نصف زید کو اور نصف بکر اور خالد کو دیدیا جائیگا-

امام محمدؒ کا قول ہی کہ جب وصیت بایں کلمات کیجائے کہ "مین ایک ثلث اپنے مال کا زید کو دیتا ہون کہ جبتک وہ زندہ رہے چار درہم ماہواری اپنے گذارہ کے لیے پایا کرے اور دو ثلث بکر اور عمرو کو دیتا ہون کہ وہ دونون دس درہم ماہواری جبتک زندہ رہین اپنے گذارہ کے لیے پایا کرین"- اور اوسکے ورثہ ان وصایا کو منظور کرلین تو کل جائداد کا پورا ایک ثلث پہلے موصی لہ کو دیدیا جائے اور باقی دو ثلث بھی اوسی طرح باقی دو موصی لہم کو دیدیے جائین اور جب اونمین سے کوئی مرجائے تو اوسکا حصہ اوسکے ورثہ کو دیا جائے- لکن اگر موصی کے ورثہ ان وصایا کو نہ منظور کرین تو پہلے موصٰی لہ کو ایک ثلث کا نصف ملیگا اور باقی دو موصی لہم کو باقی ایک نصف ملیگا- اسی طرح سے اگر وصیت بایں کلمات کی ہو کہ "مین ایک ثلث اپنے مال کا زید کو دیتا ہون کہ جبتک وہ زندہ رہے اوسمین سے چار درہم ماہواری گذارہ کے لیے پایا کرے اور مین بکر اور عمرو کے حق مین یہ وصیت کرتا ہون کہ بکر کو اوسمین سے پانچ درہم ماہواری گذارہ کے لیے اور عمرو کو تین درہم ماہواری گذارہ کے واسطے دیا جائے"- اور ورثہ ان وصایا کو منظور کرلین تو پہلے موصٰی لہ کو کل جائداد کا ایک ثلث ملیگا اور باقی دو موصی لہم دوسرے ثلث کو باہم نصف نصف تقسیم کرلینگے- لکن اگر ورثہ ان وصایا کو نہ منظور کرین تو زید ایک

ثلث کا نصف پائیگا اور بکر و عمرو دوسرے نصف کو باہم تقسیم کرلینگے اور جو کوئی اونمین سے مرجائے اوسکا حصّہ اوسکے ورثہ کو ملیگا۔

**مسائل شیعہ** ۔ مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کی خدمت یا اپنے باغ کے میوہ یا اپنے مکان کی سکونت یا اور کسی منفعت کی وصیت دوامًا یا ایک میعاد معین تک کرے تو جو منفعت اوس سے حاصل ہو اوسکا تخمینہ کیا جاے اگر وہ موصی کے ثلث مال سے زیادہ نہو تو وہ وصیت جائز ہی اور اگر ثلث مال سے زائد ہو تو موصی لہ کو بقدر ایک ثلث کے دیا جائیگا اور اوس سے زائد مین وصیت باطل ہوگی۔

جب کوئی شخص اپنے غلام کی خدمت کی وصیت ایک میعاد معین تک کرے تو اوسکے نفقہ کے مصارف اوس شخص کے ورثہ پر عائد ہونگے کیونکہ یہ ایسا قرض ہی جو غلام کے ملک کے بعد عائد ہوتا ہی اور اوس ملک پر موقوف ہی اور موصی لہ صرف اوسکی خدمت کا مستحق ہی باقی سب حقوق ملکیت اوس غلام کے مثل بیع اور عتق وغیرہ کے اوسکے مالک ورثہ کے ہین گو اونمین سے کوئی حق موصی لہ کے حقوق کو نہین باطل کرسکتا۔

## حاشیہ

سب فرقون کے نزدیک زبانی وصیت کرنا جائز ہی اور اوسکا طریقہ قرآن مجید مین منصوص ہی۔ شرایع الاسلام مین لکھا ہی کہ "وصایا دو مسلمان اور عادل گواہون کی گواہی سے شرعًا ثابت ہوجاتے ہین یا اگر ضرورت ہو اور دو مسلمان گواہ میسر آئین تو دو ذمیون کی شہادت کافی ہی۔ اور جب جائداد کی وصیت کا مقدمہ ہو تو ایک گواہ کی شہادت حلفی قبول ہوسکتی ہی یا ایک مرد اور دو عورتون کی۔ اور ایک عورت کی گواہی سے بھی موصٰی لہ کا حق اوس مال کے ایک ربع مین ثابت ہوجاتا ہی جسکی گواہی اوسنے دی ہی اور دو عورتون کی شہادت سے نصف مال مین اور تین عورتون کی گواہی سے تین ربع مین اور چار عورتون کی گواہی سے کل مال مین اوسکا دعوے

ثابت ہوجاتا ہی۔ مگر اوصیار کا تقرر جو بذریعۂ وصیت ہوا ہو اوسکا ثبوت صرف دو مردون کی گواہی سے ہوسکتا ہی اور اس صورت مین عورتون کی شہادت غیر مقبول ہی اور نہ ایک مرد گواہ کا اظہار حلفی اس مقدمہ مین قبول ہوسکتا ہی اگرچہ اسمین کسی قدر اختلاف علما ہی"۔

دو وصی کی شہادت خود اوسکی وصایت کے مقدمہ مین یا کسی مقدمہ مین جس سے خود اوسکو یا اوسکے عہدہ کو فائدہ ہو نہین قبول ہوسکتی اور اگر موصی کی جائداد کے ایک خاص حصہ کے صرف کرنیکے لیے وہ وصی مقرر کیا گیا ہو تو اوسکی شہادت اس امر کے ثبوت مین نہین قبول ہوسکتی کہ یہ جائداد موصی کے ثلث مال سے زیادہ نہین ہی"

بلاد اسلام مین جب وصیت گواہون کی حضوری مین کیجاتی ہی تو گواہون کا قاعدہ ہی کہ اپنی گواہی وصیت نامہ پر لکھ دیتے ہین۔ وصیت کسی لفظ یا کلمہ سے ہوسکتی ہی بلکہ اشارات سے بھی ہوسکتی ہی جنسے موصی کا مطلب اور ارادہ بخوبی ظاہر ہوجائے۔ اس ملک مین اکثر وصیت تحریری ہوتی ہی جسپر گواہون کی شہادت ثبت ہوتی ہی اور جسکو وصیت نامہ کہتے ہین۔

اب ایکٹ پروبیٹ (ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء) سلمانون کے وصیت نامون سے متعلق ہی۔ تجب وصیت قلم بند نہ ہوئی ہو تو پروبیٹ کی کچھ ضرورت نہین ہی۔

# بیسوان باب

## اوصیار۔

## فصل اوّل

### کون لوگ اوصیار مقرر ہوسکتے ہین۔

موصی کو اختیار ہی کہ اپنی وصیت کی تعمیل جس شخص سے چاہے متعلق کرے اور بپابندی بعض قیود کے جنکا ذکر آئندہ کیا جائیگا وصی کا عہدہ مرد یا عورت عزیز یا غیر سب کے

سپرد ہو سکتا ہی۔ اور اگرچہ کوئی انتقال بالوصیت ناجائز ہو تاہم تقرر وصی اولاد نابالغ کی حراست اور تعلیم و تربیت کے لیے جائز ہوگا۔ وصی کو موصی کی وصیت کی تعمیل جہانتک وہ موافق شرع ہو بکمال تدین کرنا واجب ہی۔ اور اوسکی اولاد کے حقوق کی نگرانی کرنا اور اوسکے مال و اسباب کا انتظام کرنا بھی لازم ہی۔

تقرر وصی خصوصًا اور عمومًا دونون طرح سے ہو سکتا ہی یعنے کسی خاص مقصد کے لیے یا مقاصد عامّہ کے لیے۔

نابالغ یا مجنون کو خواہ جنون لازمی ہو خواہ عارضی وصی مقرر کرنا نہین جائز ہی۔ مگر عورت اور نابینا اور وہ شخص جسکو غیبت کی سزاے شرعی ملی ہو شرعًا وصی مقرر ہو سکتا ہی

خصاف نے فرمایا ہی کہ جب نابالغ وصی مقرر کیا گیا ہو تو قاضی اوسکو برخاست کرکے کسی اور شخص کو وصی مقرر کرے جو موصی کی وصیت کی تعمیل اور اوسکی جائداد کے انتظام کی قابلیت رکھتا ہو۔ کوئی فعل جو وصی نابالغ نے قبل برخاست ہونیکے کیا ہو بنابر قول مشہور موثر نہ ہوگا۔

مگر فرض کیجیے کہ وصی نابالغ قبل اسکے کہ اوسکو قاضی برخاست کرے حد بلوغ کو پہونچ جاے تو آیا وصی باقی رہیگا۔ امام اعظم کا قول یہ ہی کہ نہ باقی رہیگا مگر ابوجعفر نے فرمایا ہی کہ وہ وصی باقی رہیگا اور اسمین امام محمد اور امام ابویوسف نے اتفاق فرمایا ہی نابالغ خود اکیلا وصی نہین مقرر ہو سکتا مگر اوسکے ساتھ بالغ شریک ہو سکتا ہی۔ اور اوس جائداد کے انتظام مین وہ نابالغ نہین دخل دیسکتا تاوقتیکہ بالغ نہ ہوجاے۔

جب دو وصی مقرر کیے جائین اور اونمین سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہو تو وصی بالغ اکیلا کام کرسکتا ہی جبتک کہ وصی نابالغ بھی بالغ ہوجائے مگر جب وہ بالغ ہوجاے

---

[1] جامع الفتاوات۔ فتاواے قاضی خان۔ ردّ المختار ۱۲ منہ [2] ردّ المختار صفحہ ۶۸۹۔ فتاواے عالمگیری صفحہ ۲۱۴ ۱۲ منہ [3] ردّ المختار صفحہ ۶۸۷ ۱۲ منہ

تو پھر وصی بالغ اکیلا کام نہین کرسکتا۔ لکن اگر وصی نابالغ مرجاے یا بعد بلوغ مجنون ہوجاے
تو دوسرا وصی اکیلا کام کرسکتا ہی اور اس صورت مین قاضی کسیکو زبردستی اوسکا شریک
نہین مقرر کرسکتا اسواسطیکہ ابتک ایک وصی موجود ہی جسکو خود موصی نے مقرر کیا تھا۔
اور وصی بالغ نے وصی نابالغ کے زمانہ نابالغی مین چاہیے جو کچھ کیا ہو اوس فعل کو وصی
نابالغ بعد بلوغ منسوخ نہین کرسکتا مگر یہ کہ وہ فعل اوس وصیت کی حقیقت اور اوسکے
مقصد کے خلاف ہو۔

چونکہ وصی اس غرض سے مقرر کیا جاتا ہی کہ موصی کی اولاد کی تعلیم و تربیت کی نگرانی
کرے اور اونکے حقوق کی حفاظت کرے اور اوسکی وصیت کی تعمیل واجبی کرے لہذا
شرع مین حکم قطعی ہی کہ کافر مسلم کا وصی نہ مقرر کیا جائے۔ سب فرقون کا اتفاق ہی کہ
مسلم کافر حربی کو اپنا وصی نہین مقرر کرسکتا اگرچہ وہ دارالاسلام مین مستیمن ہو۔ اگر ایسا
تقرر عمل مین آیا ہو تو قاضی اوسکو منسوخ کرسکتا ہی۔ ذمی کو وصی مقرر کرنا جائز ہی مگر قاضی
اوسکے تقرر کو بھی منسوخ کرسکتا ہی۔ اس سے یہ لازم آتا ہی کہ کافر حربی کا تقرر بعہدہ وصی
فی نفسہ باطل ہی مگر ذمی کا تقرر اس عہدہ پر اوسوقت تک جائز ہی جبتک کہ قاضی اوسکو
منسوخ کردے۔ یہی راے مشیران قانونی سرکاری نے دو مقدمون مین دی تھی جنکا
فیصلہ صدر دیوانی عدالت نے ۱۸۰۵ء مین کیا تھا۔

بمقدمہ محمد امین الدین و یککس دیگر بنام محمد کبیرالدین ایک مسلمان عورت نے
اپنی کل جائداد کی وصیت ایک غیر آدمی کے حق مین کرکے ایک ہندو کو اپنا وصی مقرر
کیا تھا۔ جب صدر عدالت دیوانی کے ججون نے اس مقدمہ مین قاضی القضات
اور مفتیان عدالت سے استصواب کیا تو اونھون نے یہ فتوے دیا کہ (۱) اگر موصیہ
لاوارث مری ہی تو وہ اپنی ساری جائداد بذریعۂ وصیت دیسکتی تھی۔ (۲) اگر وہ
وارث رکھتی تھی تو ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کا جواز اوسکے ورثہ کی رضامندی پر

موقوف ہی۔ (۳) اگرچہ مسلمہ کا وصی غیر مسلم شرعاً مقرر ہو سکتا ہی مگر قاضی کو واجب ہی کہ اوسکو اوس عہدہ سے معزول کرے۔ اور اگرچہ وہ تقرر صحیح نہین ہی تاہم شرعاً جائز ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ اوس وصی کے افعال بحیثیت وصی اوسوقت تک جائز ہین جبتک کہ قاضی اوسکو معزول کرے۔ اور اوس تقرر سے اوس وصیت کے جواز مین جہانتک موصی لہ کا حق متعلق ہی کچھ فتور نہ واقع ہوگا[۱]۔

بمقدمہ ہنری املاک و دیگران بنام ظہور النسا خانم بھی یہی اصول قرار دیا گیا ہی[۲]۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہی کہ غیر مسلم کو مسلم کا وصی مقرر ہونا حالات موجودہ تمدن مین جائز ہی۔ البتہ اگر وصی غیر مسلم موصی مسلم کی اولاد نابالغ کے مذہب مین مداخلت بیجا کرنا یا اوسکو تعلیم بیجا دینا چاہیے تو جج یا قاضی پر فرض ہی کہ اوسکو برخاست کردے تاوقتیکہ وہ ایسے فعل کی علت مین یا اسوجہ سے کہ شرع محمدی مین قاضی کو حکم ہی کہ اوسکو برخاست کردے معزول نہ کیا جائے اوسکا تقرر جائز اور اوسکا انتظام صحیح باقی رہیگا۔

اگر کسی وصی کو اختلاف مذہب (کفر) یا عدم بلوغ یا عبدیت (غلامی) یہ عذرات شرعیہ مانع وصایت ہون اور وہ مسلمان ہوجائے یا آزاد کردیا جاے یا بالغ ہوجائے اور اسوجہ سے وہ موانع شرعیہ رفع ہوجائین تو وہ وصی باقی رہیگا اگر معزول ہوچکا[۳] مگر وصی نابالغ اور وصی غیر مسلم یا وصی غلام کے افعال مین یہ فرق ہی کہ وصی آخرالذکر کے افعال جائز ہین مگر وصی سابق الذکر کے افعال بالکل ناجائز ہین[۴]۔

جب قاضی کو معلوم ہو کہ جس شخص کو موصی نے اپنا وصی مقرر کیا ہی وہ اسکام کی لیاقت نہین رکھتا یا سفیہ و نالائق ہی تو وہ دوسرے آدمی کو اوسکا مددگار مقرر کرے اور اگر اوسکی عدم قابلیت دائمی ہو تو اوسکی جگہ پر دوسرا وصی مقرر کرسکتا ہی جو بمنزلہ اوسکے معزول کرنیکے ہوگا۔ اگر وصی خود کہدے کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا ہی اوسکی

---

[۱] سلکٹ رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۹۴- ۵۵ [۲] ۱۲۵۵ سلکٹ رپورٹ صفحہ ۱۳۰ [۳] ۱۲ ردالمختار صفحہ ۶۸۷ [۴] ۱۲

لیاقت مجھے نہین ہی تو قاضی اوسکے اس قول کو بغیر اس امر کو تحقیق کیے نہ قبول کر لے لکن اگر اوسکو معلوم ہو کہ یہ شخص فی الواقع نالائق ہی تو اوسکی جگہ پر اور کسیکو مقرر کر دے بعض علما نے فرمایا ہی کہ اگر قاضی اوس وصی کو موقوف کر دے جسکو موصی نے مقرر کیا ہو اور جو اپنے کام کی لیاقت رکھتا ہو تو وہ موقوف ہو جائیگا اگرچہ قاضی نے یہ فعل خلاف انصاف کیا ہو اور گناہ کیا ہو - مگر اشباہ مین لکھا ہی کہ یہ مسئلہ اختلافی ہی اکثر علما کے نزدیک یہ حکم قاضی کا موثر ہی جیسا شرح وہبانیہ مین لکھا ہی مگر جامع الفصولین مین لکھا ہی کہ ایسی معزولی کو ناجائز سمجھنا چاہیئے البتہ قاضی کو واجب ہی کہ وصی خائن یا غیر معتبر کو معزول کر دے" - اسکے بعد شارح[1] نے لکھا ہی کہ وہ جامع الفصولین کے باب ۲۷ مین لکھا ہی کہ جب وہ شخص جسکو موصی نے وصی مقرر کیا ہو مرد عادل ہو تو قاضی کو یہ مناسب نہین ہی کہ اوسکو معزول کر دے اور اگر وہ ایسا کرے تو اکثر فقہا کے نزدیک اوسکا یہ فعل باطل ہی - میرے نزدیک یہ قول صحیح ہی - کیونکہ موصی قاضی کے بہ نسبت اپنے حال پر زیادہ شفقت رکھتا ہی - پس اسی قول کے موافق فتوے دینا چاہیئے - مگر یہ سب اوس وصی سے متعلق ہی جسکو خود موصی نے مقرر کیا ہو مگر جس وصی کو خود قاضی نے مقرر کیا ہو اوسکو قاضی جب مناسب سمجھے معزول کر سکتا ہی

**مسائل شیعہ** - مذہب شیعہ مین بھی وصی کے اوصاف شرعی اوسی قسم کے ہین جیسے مذہب حنفی مین ہین - یعنے وصی کا صحیح العقل اور مسلمان ہونا شرط ہی بعض علما شیعہ کا قول یہ بھی ہی کہ وصی کو عادل ہونا چاہیئے کیونکہ فاسق کا اعتبار نہین ہو سکتا مگر بعض کے نزدیک اوسکا عادل ہونا ضرور نہین ہی سواسطیکہ سب مسلمان معتبر ہین اور نیز اسواسطیکہ اوسکو موصی نے اپنا وصی مقرر کیا ہی - مگر مجتہد کو واجب ہی کہ اوس وصی کو معزول کر دے جو وصی مقرر ہونیکے وقت تو معتبر اور امین ہو مگر

---

[1] غالباً اس سے مصنف ردّ المختار مراد ہی ۱۲ منہ

موصی کی وفات کے بعد خائن ہو گیا ہو کیونکہ موصی نے تو اوسکو متدین سمجھکر وصی مقرر کیا تھا اور جب اوسکو یہ معلوم ہوتا کہ یہ خیال میرا غلط ہی تو وہ خود اوسکو موقوف کر دیتا[۱]۔

کسی شخص کے غلام کو بغیر اوسکے آقا کی اجازت کے وصی مقرر کرنا نہین جائز ہی آدمی اپنے غلام کو اپنا وصی مقرر کر سکتا ہی بشرطیکہ اوسکی اولاد نابالغ ہو۔ اگر اوسکی اولاد بالغ ہو تو نہین مقرر کر سکتا۔ جب کوئی وصی جنون دائمی مین مبتلا ہو جاے تو قاضی اور کسی کو اوسکی جگہ پہ مقرر کر دے۔ اگر قاضی نے کسی کو وصی نہ مقرر کیا ہو اور وہ وصی جنون سے شفا پائے تو وہی وصی[۲] رہیگا۔

## فصل دوم

### تقرر اوصیا کیونکر کیا جائے۔

وصی کو موصی الیہ بھی کہتے ہین اور اوسکی تعریف یہ لکھی ہی کہ ایک امین ہی جسکو موصی نے اس غرض سے مقرر کیا ہو کہ اوسکے مرنیکے بعد اوسکے مال اور اولاد کی نگرانی اور حفاظت اور انتظام کیا کرے۔ وہ اوسکا قائم مقام[۳] بھی ہی۔

اوصیا کی تین قسمین ہین[۴]۔ اول وہ وصی جو اوس کام کو جو اوسکے سپرد کیا گیا ہی بجالا سکتا ہی اوسکو وصی مقرر کہتے ہین اور اوسکو قاضی معزول نہین کر سکتا۔ دوم وہ وصی جو سفیہ اور نالائق ہو اوسکا مددگار قاضی کو مقرر کرنا چاہیئے[۵]۔ سوم وہ

---

[۱] شرائع الاسلام صفحہ ۲۵۳۔ جامع الشتات ۱۲ منہ [۲] ردالمحتار صفحہ ۶۸۷ ۱۲ منہ [۳] وصی کا عہدہ قبول کرنا محض نامناسب ہی۔ کیونکہ یہ ایک خطرناک امر ہی جیسا امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ وصایت پہلی مرتبہ قبول کرنا خطا ہی دوسری دفعہ قبول کرنا فریب ہی تیسری مرتبہ قبول کرنا سرقہ ہی" فتاواے عالمگیری صفحہ ۲۱۱۔ ردالمحتار صفحہ ۶۵۵ ۱۲ منہ [۴] وصی کی حیثیت مین از روے شرع محمدی اور بموجب قانون انگلستان بڑا فرق ہی۔ شرع محمدی مین وصی موصی کی جائداد کے انتظام اور تحفظ کے لیے اوسکا قائم مقام ہی مگر کوئی حق اوس جائداد مین نہین رکھتا ہی۔ اسکا مقابلہ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ء کے احکام سے کیجیے ۱۲ منہ

وصی جو فاسق یا کافر یا غلام ہو قاضی کو مناسب ہی کہ اوسکو موقوف کرکے دوسرے شخص کو اوسکی جگہ پر مقرر کرے۔

سابق مین بیان کیا گیا کہ (باستثنار اشخاص مذکورۂ بالا کے) موصی ہر شخص کو وصی مقرر کرسکتا ہی اور اوسکا تقرر اوسوقت وقوع مین آئیگا جبکہ وہ اس عہدہ کو قبول کرے۔ قبول قولاً و فعلاً دونون طرح سے ہوسکتا ہی اور موصی کی حیات مین یا اوسکی وفات کے بعد ہوسکتا ہی۔ موصی کی وفات کے بعد جو کارروائی اوسکی جائداد مین کیجائے وہ بمنزلۂ قبول ہی۔

جو شخص وصی مقرر ہوا ہو وہ وصایت سے استعفا دیسکتا ہی یا انکار کرسکتا ہی اور اگر وہ ایسا کرے تو اوسکا تقرر نافذ نہ ہوگا۔ جب تقرر اور قبول دونون فعل فریقین کی موجودگی مین واقع ہون تو کچھ دقت نہین ہی۔ مگر جب کسی شخص کو اوسکی غیبت مین وصی مقرر کردیا ہو اور جب اوسکو اطلاع ہو تو وہ کہے کہ مجھے منظور نہین ہی اور پھر کہے کہ منظور ہی تو یہ قبول جائز ہی مگر یہ کہ قبول کرنیکے پیشتر قاضی نے اوسکو معزول کردیا ہو۔ لیکن اگر موصی کی حیات مین تو اوسنے وصی ہونا نہ قبول کیا ہو اور اوسکے مرنیکے بعد قبول کرلیا ہو تو یہ قبول جائز نہ ہوگا۔ اگر اوسنے موصی کے سامنے سکوت کیا ہو اور پھر موصی کی حیات مین یا اوسکی وفات کے بعد قبول کرلیا ہو تو یہ قبول جائز ہوگا خواہ قاضی کے سامنے کیا گیا ہو خواہ نہ کیا گیا ہو مگر یہ کہ قبول کرنیکے پیشتر قاضی نے اوسکو معزول کردیا ہو کہ اس صورت مین اوسکا مابعد کا قبول ناجائز ہوگا۔ اگر وہ موصی کی غیبت مین کہے کہ مین نہین قبول کرتا اور یہ انکار موصی کو خط مین لکھ بھیجے یا کسی کے ہاتھ کہلا بھیجے اور پھر کہے کہ مین قبول کرتا ہون تو یہ قبول جائز نہ ہوگا۔

جب وصی کا عہدہ ایک مرتبہ قبول کرلیا جائے تو پھر استعفا[1] نہین ہوسکتا۔ مگر

[1] ردّ المختار صفحۂ ۶۸۶۔ مگر اشباہ سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایسا کرسکتا ہی اگر وصیت نامہ مین اس مضمون کی کوئی شرط لکھی ہو ۱۲ منہ

وصی قاضی سے اپنے تئین موقوف کرا سکتا ہی۔ امام محمدؒ نے جامع الصغیر مین فرمایا ہی کہ جب کوئی شخص وصی مقرر کیا جائے اور موصی کی حیات مین اس عہدہ کو قبول کرے تو اوس قبول کرنیوالے پر وہ عہدہ فرض ہوجائیگا پس اگر موصی کی وفات کے بعد وہ اوس عہدہ سے علٰحدہ ہونا چاہیے تو نہین علٰحدہ ہو سکتا۔ لکن اگر وہ موصی کی حیات مین اور اوسکے روبرو استعفا دے تو وہ استعفا جائز ہی اور اگر اوسکے روبرو نہ دے تو ناجائز ہی۔ اوسکے روبرو سے مراد اوسکے علم سے ہی اور اوسکے روبرو ہونے سے مراد اوسکی لاعلمی ہی۔ یہ محیط کے موافق ہی اگر وصی موصی کے سامنے قبول کرے اور موصی اوسکی غیبت مین کہے کہ "مین نے اوسکو وصایت سے بری کیا تم اس بات پر گواہ رہو" تو یہ ابرا جائز ہی لکن اگر وصی ایک مرتبہ قبول کرچکا ہو اور پھر موصی کی غیبت مین وصایت کو نامنظور کرے تو حنفیہ کے نزدیک یہ انکار باطل ہی

اسی کے مشابہ مذہب شیعہ کے احکام بھی ہین۔ یعنے لکھا ہی کہ موصی کی حیات مین وصی کو وصایت سے انکار کرنا جائز ہی بشرطیکہ موصی کو اطلاع دیدی ہو۔ لکن اگر موصی اوس انکار کے قبل یا بعد مرجائے اور اوسکی اطلاع اوسکو نہ ہوئی ہو تو وہ انکار صحیح نہین ہوسکتا اور وصی کو اپنے فرائض منصبی کی تعمیل واجب ہی۔ اگر وصی اپنے فرائض منصبی کے تعمیل کی لیاقت نہ رکھتا ہو تو مجتہد اوسکا مددگار کسی کو مقرر کرسکتا ہی لکن اگر وہ خائن یا جعلساز ہو تو اوسکو موقوف کرکے دوسرے شخص کو اوسکی جگہہ پر مقرر کرنا چاہیے۔

تقرر وصی اون سب الفاظ سے ہوسکتا ہی جنسے موصی کا منشا اپنی وفات کے بعد اوسکو اپنا قائم مقام مقرر کرنیکا ظاہر ہوجائے۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "تم میرے مرنیکے بعد میرے وکیل ہو"۔ تو یہ بمنزلہ وصی مقرر کرنیکے ہوجائیگا۔

فتاوے قاضی خان اور خلاصہ اور اور کتب فقہ مین لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "مین اپنے مرنیکے بعد اپنے لڑکون کو تمھارے سپرد کرتا ہون" یا "میرے مرنیکے بعد

ردالمختار صفحہ ۲۱۱-۲۱۲-فتاواے عالمگیری صفحہ ۶۸۲-۱۲ منہ شرائع الاسلام صفحہ ۲۵۲-۱۲ منہ

میری اولاد کا خیال رکھنا" یا اور ایسے ہی کلمات کہے جن سے دوسرے شخص کو موصی کے مرنیکے بعد اوسکی طرف سے کچھ افعال کرنیکا اختیار حاصل ہوجائے تو تقرر وصی ہوجائیگا۔ ایک کتاب مین لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص چند اشخاص سے کہے کہ "یہ بات میرے مرنیکے بعد میری طرف سے کرنا" تو اس سے وہ سب اشخاص اوسکے اوصیا ہوجائینگے۔ اور اگر وہ سب موصی کی وفات تک خاموش رہین اور بعد اوسکے اونمین سے صرف بعض لوگ قبول کرلین تو وہی اوصیا ہوجائینگے۔ لکن اگر اونمین سے فقط ایک شخص قبول کرے تو وہ وصی کا کام نہ کریگا جبتک کہ قاضی دوسرے شخص کو انتظام جائداد موصی مین اوسکا شریک نہ مقرر کرے اِسواسطیکہ موصی کا منشا صاف یہ تھا کہ منصب وصی پر کئی شخص مقرر کیے جائین۔

وصی بغیر اپنی رضامندی اور بغیر اپنے علم کے معزول ہوسکتا ہی۔ وصی کی معزولی اور وکیل کی معزولی مین یہ فرق ہی کہ اوسکے موکل کو اوسے آگاہ کردینا چاہیے کہ تم معزول کیے گئے۔

جب کسی شخص نے دو وصی مقرر کیے ہون تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک ایک وصی اکیلا اوسکی جائداد کا انتظام نہین کرسکتا اور جو فعل اونمین سے ایک وصی نے کیا ہو وہ بغیر دوسرے کی منظوری کے نہین نافذ ہوسکتا مگر بعض مقدمات مخصوصہ مین۔ مثلاً ایک وصی دوسرے سے علٰحدہ ہوکر موصی کا غسل اور دفن وکفن اور اوسکے جنازہ کی تشئیع کرسکتا ہی اور اوسکا قرضہ اوسکی اوسی قسم کی جائداد سے جس قسم کا قرضہ ہی ادا کرسکتا ہی اور وصایاے مخصوصہ موصی لہم کو حوالہ کرسکتا ہی اور اوسکی امانتون کو واپس کرسکتا ہی اور جو چیزین اوسنے غصب کرلی ہون یا بذریعہ بیع ناجائز حاصل کی ہون اونکو واگذاشت کرسکتا ہی اور اوسکے کسی خاص غلام کو آزاد کرسکتا ہی اور اوسکی جائداد کی عام حفاظت کرسکتا ہی۔ مگر ایک وصی دوسرے سے علٰحدہ ہوکر موصی کی اوس امانت کو جو کسی شخص پاس ہو نہین لے سکتا یا اوسکا قرضہ کسی پر آتا ہو اوسکو نہین وصول کرسکتا البتہ اونمین سے

ایک اکیلا اوسکے حقوق کی نالش کرسکتا ہی۔ اونھین علما نے یہ بھی فرمایا ہی کہ ایک وصی بلا اتفاق دوسرے وصی کے نابالغ کی طرف سے ہبہ کو قبول کرسکتا ہی اور اوسکے افعال کو منظور کرسکتا ہی اور جو چیزین وزن یا پیمانہ ہو سکین اونکو تقسیم کرسکتا ہی اور جس چیز کے خراب ہو جانیکا اندیشہ ہو اوسکو بیچ سکتا ہی۔ جب موصی نے یہ وصیت کی ہو کہ چند حصے میری جائداد کے فقرا و مساکین کو خدا کی راہ مین دیدیے جائین اور اونکی تخصیص نہ کی ہو تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک ایک وصی اس مقدمہ مین دوسرے وصی سے علیحدہ ہو کر نہین کام کرسکتا مگر امام ابو یوسف کے نزدیک کرسکتا ہی لیکن اگر فقرا و مساکین کی تصریح کردی ہو تو دو مین سے ایک وصی سب علما کے نزدیک اکیلا کام کرسکتا ہی۔ صورت مذکورۂ بالا مین یہ فرض کرلیا گیا ہی کہ دو وصی ایک ہی کلام مین یعنے اکٹھا مقرر کیے گئے ہین۔ لیکن جب ایک وصی دوسرے سے پیشتر مقرر کیا گیا ہو تو بعض علما حنفی کا قول ہی کہ اونمین سے ہر ایک وصی علیحدہ کام کرسکتا ہی مگر بعض علما نے فرمایا ہی کہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک وہ انتظام جائداد وصی کے مقدمہ مین علیحدہ علیحدہ کام نہین کرسکتے اور یہی قول علامۂ سرخسی نے اختیار کیا ہی۔ البتہ اگر دو وصی خاص اس شرط سے مقرر کیے گئے ہون کہ اونمین سے ایک اکیلا کام کرسکتا ہی یا موصی نے کہدیا ہو کہ اونمین سے ہر ایک وصی تام ہی تو ہر ایک اکیلا اوسکی جائداد کا انتظام کرسکتا ہی[1]۔

جب دو وصی ہون تو اونمین سے ایک کے افعال باطل ہین تا وقتیکہ دوسرا اونکی تصدیق نہ کرے جیسے دو متولیون مین سے ایک متولی کے افعال بغیر اتفاق دوسرے متولی کے باطل ہین۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دو وصیون مین سے ایک وصی زمین وقفی کا پٹہ لکھدے تو نہین جائز ہی تا وقتیکہ دوسرا وصی نہ منظور کرے اگرچہ دونون علیحدہ علیحدہ وصی مقرر ہوے ہون۔ بعض علما نے مثل ابو لیث کے فرمایا ہی کہ جب دو وصی علیحدہ

[1] یہ اقوال فتاواے عالمگیری سے لیے گئے ہین ۱۲ منہ

علیحدہ مقرر کیے گئے ہون تو وہ علیحدہ علیحدہ کام بھی کر سکتے ہین۔ مگر مبسوط مین قول اوّل کو اصح لکھا ہی اور یہی قول صاحب درمختار نے بھی اختیار کیا ہی۔ مگر یہ اوسوقت ہی جبکہ دونون وصیون کو موصی نے یا ایک ہی قاضی نے مقرر کیا ہو لکن اگر اونکو دو قاضیون نے مقرر کیا ہو تو وہ علیحدہ علیحدہ کام کر سکتے ہین کیونکہ دو قاضی اپنے اپنے حدود اختیار کے اندر جو کارروائی کرین وہ جائز ہی لہذا انتظام جائداد موصی جب اونکے نائب ہین تو اونکو بھی ایسا کرنا جائز ہی۔

وصی شریک کی تصدیق بمنزلہ تجدید معاہدہ کے نہین ہی بلکہ اوس سے صرف وہ معاہدہ جو پہلے ناجائز تھا جائز ہو جاتا ہی۔ اگر ایک وصی دوسرے کے علم یا مرضی کے بغیر کام کرے اور کچھ جائداد کا نقصان ہو جاے تو اوس نقصان کی تلافی یا مکافات ایسی وصی کو کرنی پڑیگی جسکے اکیلا کام کرنے سے وہ نقصان ہوا ہی۔ ایک وصی دوسرے وصی کو اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہی اور اس صورت مین اکیلے اوس وصی کی کارروائیان جائز ہو جائینگی۔

خلاصہ یہ ہی کہ امام ابو یوسف کے نزدیک دو مین سے ایک متولی یا وصی اکیلا کام نہین کر سکتا مگر امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک کر سکتا ہی خواہ وہ دونون ساتھ مقرر ہوے ہون خواہ علیحدہ علیحدہ مقرر ہوے ہون۔ اور امام اعظم کا قول عموماً مفتیٰ بہ ہی

افعال ایک وصی کے بلا شرکت دوسرے وصی کے موصی کا کفن خریدنے اور اوسکی تجہیز و تکفین مین اور اوسکے حقوق کی نالش کرنے مین اور اوسکی اولاد کے لیے اشیاء ضروری خریدنے مین اور اوسکی طرف سے ہبہ قبول کرنے مین اور غلامون کو آزاد کرنے مین اور جو امانتین موصی پاس رکھی ہون اونکو واپس کرنے مین اور وصایاے مخصوصہ ادا کرنے مین جائز ہین[1]۔ شرح وہدایہ مین ان امور کو بھی لکھا ہی کہ ایک وصی اکیلا کر سکتا ہی

[1] ان استثنا کی علت ضرورت ہی اسواسطے کہ ان امور مین تاخیر ہونے سے لاش کے سڑ جانیکا خوف ہی۔

یعنے جو چیزین موصی نے خیانت کرکے یا بذریعہ بیع ناجائز حاصل کی ہون اونکو واپس کرسکتا ہی
اور جن چیزون کا وزن یا پیمانہ ہوسکے اونکو تقسیم کرسکتا ہی اور موصی کے قرضدارون پر
اوسکے قرضہ کا تقاضا کرسکتا ہی اور اوسکا قرضہ ادا کرسکتا ہی۔

جب دو مین سے ایک وصی غیر حاضر ہو تو جو موجود ہی وہ اکیلا کام کرسکتا ہی بشرطیکہ
اوس وصی کی غیبت[1] منقطع ہو یعنے وہ اتنے فاصلہ پر ہو کہ کوئی قافلہ یا کاروان وہان
نہ پہونچ سکتا ہو۔

ایک وصی اکیلا اوس چیز کو فروخت کرسکتا ہی جسکے ضائع ہوجانیکا اندیشہ ہو سابق
مین بیان کیا گیا کہ جملہ مقدمات مین ایک وصی کو اکیلا کام کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک
جائز ہی مگر امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک نہین جائز ہی۔ مگر جب موصی نے وصیت مین
کہدیا ہو کہ دونون وصی بالمشارکت یا علحدہ علحدہ کام کرسکتے ہین تو سب علماء کے نزدیک
ہر ایک وصی اکیلا کام کرسکتا ہی۔

**مسائل شیعہ** شیعہ اور حنفیہ مین اس باب مین کچھ خفیف سا اختلاف ہی یعنے
مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ جب دو وصی عموماً یا خاص اس شرط سے مقرر کیے گیے ہون کہ وہ

اس وجہ سے ہمسایون کو متوفی کے تجہیز و تکفین کا حکم ہی اور جو مسافر راستہ مین مرجاے اوسکے ساتھی مسافرون کو اوسکے دفن و کفن کا حکم ہی" ردالمحتار ۱۲ منہ [1] ایسی غیر حاضری کو اصطلاح فقہا مین غیبت منقطع کہتے ہین۔ یہ قاعدہ اس اصول پر مبنی ہی کہ دونون وصیون کو بالمشارکت کام کرنا ضرور ہی کیونکہ جب ایک وصی اتنے فاصلہ پر ہو یا اتنی دور رہتا ہو کہ اوسکو خط نہ پہونچ سکے یا اوسکا خط نہ پہونچ سکے تو وہ اوسوقت خاص مین شرعاً معدوم سمجھا جاتا ہی اور اوس حالت مین دونون وصیون کے بالمشارکت کام کرنیکی ضرورت شرعاً نہین ہی۔

جو چیزین موصی پاس امانت رکھی ہون اونکو ایک وصی پھیر سکتا ہی مگر جو چیزین موصی کی اور کسی کے پاس امانت رکھی ہون اونکو دو وصی واپس لے سکتے ہین۔ یہ قول صحیح کا ہندیہ (فتاوے عالمگیری) مین لکھا ہی۔ اور یہی قول ابن شحنہ کا بھی ہی۔ مگر جب کوئی چیز وصیت ادا کرنیکے لیے فروخت کرنی پڑے تو بغیر رضامندی دوسرے وصی کے نہین فروخت ہوسکتی۔

قاضی خان نے لکھا ہی کہ ایک وصی ہر چیز پر جو موصی کو قبل اوسکی وفات کے وراثتاً ملی ہو قبضہ کرسکتا ہی بشرطیکہ اوس پر قبضہ نہ ہوا ہو اور جو جائداد یا امانتین موصی کی مکان مین رکھی ہون اونکو نقصان سے بچانیکے لیے بھی ایک وصی قبضہ کرسکتا ہی اور وقف بھی کرسکتا ہی۔ ایک وصی موصی کے قرضہ کی جو کسی پر واجب الادا ہو رسید نہین دیسکتا مگر اوسکے قرضہ کا مطالبہ اور نالش کرسکتا ہی

دونون بالمشارکت کام کرین تو اونمین سے ایک بغیر دوسرے کے کام نہین کرسکتا اور اگر اونمین سے ایک اکیلا کام کرے تو اوسکے افعال ناجائز ہونگے سوائے اون افعال کے جو نہایت ضروری ہون جیسے موصی کی اولاد نابالغ کے لیے نان و نفقہ مہیا کرنا - اور حاکم شرع کو واجب ہی کہ اونکو بالمشارکت کام کرنے پر مجبور کرے اور اگر یہ نہو سکے تو اون دونو کی جگہ پر اور رون کو مقرر کردے - اسی طرح سے جب دو وصی ہون تو وہ جائداد کو باہم تقسیم کرکے اوسکا انتظام علٰحدہ علٰحدہ نہین کرسکتے - اور اگر اونمین سے ایک بیمار پڑجائے یا اپنے فرائض منصبی کی تعمیل کے قابل نہ رہے تو حاکم شرع کو واجب ہی کہ دوسرا وصی جو لائق ہی اوسکا شریک کسی کو مقرر کرے مگر یہ اختیار اوسوقت نہین عمل مین آسکتا جبکہ اونمین سے ایک مرجاے یا ناقابل ہوجائے کہ اس صورت مین جو وصی باقی رہگیا ہی وہ اکیلا کام کرسکتا ہی اور حاکم شرع کو دوسرا وصی مقرر کرنیکا اختیار نہین ہی جبتک موصی کا مقرر کردہ وصی زندہ ہی اور کام کرنیکی لیاقت رکھتا ہی - اگر موصی نے یہ شرط کرلی ہو کہ وصی بالمشارکت اور علٰحدہ علٰحدہ بھی کام کرین تو اس صورت مین وہ افعال جو اکیلے ایک وصی نے کیے ہون جائز ہین - اور وہ جائداد کو باہم تقسیم کرکے اوسکے ایک ایک جزء کا انتظام علٰحدہ علٰحدہ بھی اوسی طرح کرسکتے ہین جسطرح قبل تقسیم علٰحدہ علٰحدہ کام کرسکتے تھے -

جب دو وصی دو مقصد سے مقرر کیے جائین ایک موصی کا قرضہ ادا کرنیکے لیے اور ایک اوسکی جائداد کا انتظام کرنیکے واسطے تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ دونو عموماً وصی ہین اور سب مقدمات مین کارروائی کرسکتے ہین - مگر امام محمد نے اسمین اختلاف کیا ہی اور فرمایا ہی کہ اونمین سے ہر وصی کا اختیار اوس مقصد پر محدود ہی جس مقصد کے لیے وہ مقرر کیا گیا ہی - مگر جب یہ شرط خاص کرلیجاے کہ ایک وصی اوس مقدمہ مین کارروائی نہ کرے جسکے واسطے دوسرا وصی مقرر کیا گیا ہی تو محمد ابن فضل نے فرمایا ہی کہ ہر وصی کے اختیار

---

سلہ شرائع الاسلام - مگر محقق کے نزدیک یہ قول مشکوک ہی ۱۲ منہ

اون حدود کے اندر محدود ہونگے جو موصی نے مقرر کردیے ہین اور اختلاف مذکورۂ بالا صرف اوس صورت مین ہی جبکہ ایسی شرط نہ کہی گئی ہو اور فتوے امام اعظم کے قول کے موافق ہی۔[1]

جب دو مین سے ایک وصی مرجائے اور اپنے شریک کو اپنا وصی مقرر کرجائے تو اس صورت مین یہ وصی جو زندہ رہگیا ہی اصل موصی کی جائداد وغیرہ کی نسبت اکیلا کارروائی کرسکتا ہی۔ اگر وصی متوفی دوسرے شخص کو اپنا وصی مقرر کرے تو وہ شخص اوس وصی کا جو زندہ رہگیا ہی شریک ہوجائے گا اور وہ وصی اکیلا کام کرنیکا مستحق نہ ہوگا۔ جب وصی متوفی نے کوئی وصی اپنا نہ مقرر کیا ہو تو قاضی دوسرے شخص کو اوس وصی کے ساتھ شریک کردے جو زندہ رہگیا ہی کیونکہ موصی کا منشا یہی تھا کہ اوسکی وصیت کی تعمیل دو وصیون سے متعلق کیجائے۔ دُرّ مین یہی لکھا ہی۔

جب دو مین سے ایک وصی مجنون ہوجائے یا اور کوئی عیب شرعی جو مانع وصایت ہی اوسمین ہوجائے تو قاضی اوسکا عوض مقرر کردے مگر اوسکے شریک کو اوسکا عہدہ نہین دیسکتا لیکن اگر اونمین سے ایک وصی بے ایمان ہوجائے تو قاضی کو اختیار ہی کہ اور کسی شخص کو دوسرے وصی کے ساتھ شریک کردے یا اوسکو اکیلا کام کرنیکی اجازت دے۔

وصی کا وصی گو کیسا ہی بعید ہو اصل موصی کے وصی کی حیثیت سے کام کرسکتا ہی۔ امام شافعی نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہی۔

وصی بالواسطہ کے اختیارات کے باب مین ردّ المحتار مین چار شقین لکھی ہین۔ (الف) یا وصی متوفی نے جب اپنا وصی مقرر کیا تھا اوسوقت اپنے اختیارات کی تصریح نسبت جائداد اصل موصی کے نکی تھی یعنے صرف یہ کہدیا تھا کہ "مین اس شخص کو اپنا وصی مقرر کرتا ہون" (ب) یا اوسنے اپنے اختیارات جو وہ اصل موصی کی جائداد مین رکہتا ہی صریحاً بیان کردیے تھے

---

[1] فتاوے عالمگیری صفحہ ۱۶۱۔ ۱۲ منہ

ایسے یہ کہدیا تھا کہ "مین اس شخص کو اپنی جائداد کا وصی مقرر کرتا ہون" (ج) یا اوسنے صاف صاف کہدیا ہی کہ "مین اس شخص کو اپنے موصی کی جائداد کا وصی مقرر کرتا ہون" (د) یا اوسنے یہ کہدیا ہی کہ "مین اسکو دونون جائدادون کا وصی مقرر کرتا ہون"۔

جب وصی متوفی نے اختیارات کی تصریح نہ کی ہو یا صاف صاف کہدیا ہو کہ یہ شخص دونون جائدادون کا وصی ہی تو اکثر علمار کے نزدیک وصی متوفی کا وصی اصل موصی کا وصی ہوجائیگا۔ اس مسئلہ مین امام شافعی اور امام زفر نے اختلاف کیا ہی۔

جب وصی متوفی نے صرف اسقدر کہدیا ہو کہ یہ شخص میری جائداد کا وصی ہی تو امام اعظم ابوحنیفہ سے دو قول اس مسئلہ مین منقول ہین جنمین سے قول راجح یہ ہی کہ وہ دونون جائدادون کا وصی ہوگا۔ اور صاحبین سے بھی اسمین دو قول منقول ہین جنمین سے قول اصح یہ ہی کہ اوسکے اختیارات اپنے موصی کی جائداد مین محدود رہینگے۔ اور اگر وصی متوفی نے کہا ہو کہ "مین اس شخص کو اصل موصی کا وصی مقرر کرتا ہون" تو سب علمار کے نزدیک ایسا ہی ہوگا۔ تاتارخانیہ اور شرح طحاوی اور اور کتب معتبرہ مین یہی لکھا ہی۔

فتاواے عالمگیری مین اصول مصرحہ بالا اسطرح بیان کیے ہین۔

"جب کسی شخص نے دو وصی مقرر کیے ہون اور اونمین سے ایک وصی مرجائے تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک یہ ہی کہ جو وصی زندہ رہگیا ہی وہ موصی کی جائداد کا انتظام نہین کرسکتا بلکہ اوسکو چاہئیے کہ یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کرے اور اگر قاضی مناسب سمجھے تو اوسی کو تنہا وصی رہنے دے اور اختیار انتظام یا انتقال اوسکی طرف منتقل کردے یا متوفی کی جگہہ پر دوسرے شخص کو اوسکا شریک مقرر کرے۔ مگر امام ابویوسف کے نزدیک وہ وصی جو زندہ رہگیا ہی اکیلا کام کرسکتا ہی۔ کیونکہ اونکے نزدیک یہ ہی کہ جب دوسرا وصی زندہ تھا تب بھی وہ اکیلا کام کرسکتا تھا۔ اگر دو مین سے ایک وصی موصی کے مرنیکے بعد وصایت قبول کرلے اور دوسرا نہ قبول کرے یا اگر اونمین سے ایک موصی کے پیشتر ہی اور قبل اسکے کہ دوسرا

قبول کرے مرجائے تو ایک وصی اکیلا امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک کام نہین کرسکتا مگر امام ابویوسف کے نزدیک کام کرسکتا ہی۔ جب ایک شخص نے دو وصی مقرر کیے ہون اور اونمین سے ایک مرجاے اور اپنے شریک کو اپنا وصی مقرر کرجائے تو یہ جائز ہی اور وہ شریک اصل موصی کی جائداد کا انتظام کرسکتا ہی کیونکہ جب وہ اپنے شریک کی اجازت سے اوسکی زندگی مین ایسا کرسکتا تھا تو اوسکے مرنیکے بعد بھی ایسا کرسکتا ہی گو ایک قول ایسے انتظام کے جواز کے خلاف بھی ہی مگر پہلا قول صحیح ہی۔

اگر کوئی شخص ایک وصی مقرر کرے اوسکو ہدایت کرے کہ فلان شخص کے ارشاد کے موافق عمل کرنا تو وہ وصی بغیر اوس تیسرے شخص کے علم یا صلاح کے کام کرسکتا ہی۔ لکن اگر موصی نے اوس سے یہ کہا ہو کہ "بغیر اوسکے علم یا ارشاد کے کوئی کام نہ کرنا" تو وصی کو بغیر اوسکے علم کے کام کرنا نہین جائز ہی اور یہی فتوی ہی۔ اگر موصی نے کہا ہو کہ "فلان شخص کی راے کے موافق کام کرنا" یا "بغیر فلان شخص کی راے کے کوئی کام نہ کرنا" تو پہلی صورت مین وہ شخص جس سے موصی نے خطاب کیا ہی وصی ہوگا اور دوسری صورت مین قول مشہور کے موافق وہ دونون وصی ہونگے۔ ابونصر نے فرمایا ہی کہ اگر یہ کلمات کہے ہون کہ "اس مقدمہ مین فلان شخص کے حکم سے کام کرنا" تو وہی شخص خاص وصی ہی اور اگر یہ کلمات کہے ہون کہ "بغیر اوسکے حکم کے کام نہ کرنا" تو دونون وصی ہونگے اور ہمارے اصحاب (علماء حنفیہ) کے نزدیک یہی قول راجح ہی۔ جب کوئی شخص ایک آدمی کو اپنا وصی اور دوسرے کو اوسکا مشرف یعنے ناظر مقرر کرے تو پہلا ہی شخص وصی ہوگا مُشرف وصی نہ ہوگا البتہ مُشرِف کے تقرر کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وصی بے اوسکے علم کے کام نہ کرسکیگا۔

**مسائل شیعہ** مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ وصی موصی کی جائداد کے انتظام کو اپنے وصی کے سپرد نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ یہ اختیار اوسکے لیے باقی رکھا گیا ہو۔ جب موصی نے وصی کو اجازت دیدی ہو کہ جب تم مرنے لگو تو میری جائداد کا انتظام اپنے وصی سے متعلق

کردیا تو وہ اجماعاً ایسا کرسکتا ہی۔ اور قول مشہور کے موافق اوس ہنگام مین بھی وہ ایسا کرسکتا ہی جبکہ موصی نے اوسکو ایسے تقرر کا نہ حکم دیا ہو نہ منع کیا ہو گو بعض علما نے اسمین بھی اختلاف کیا ہی۔ جب اصل موصی کی وصیت مین کوئی حکم نہ ہو تو وصی کے مرنیکے بعد موصی کی جائداد کی نگرانی حاکم شرع سے متعلق ہوجاتی ہی۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص بے وصی مقرر کیے مرجائے تو اوسکے مال کی نگرانی اور انتظام حاکم شرع (مجتہد) سے متعلق ہوجائیگا اور اگر اوس مقام پر کوئی مجتہد نہ موجود ہو تو ہر مرد مومن جسکا اعتبار ہوسکتا ہو اوسکی جائداد کی حراست اور انصرام کرسکتا ہی اگرچہ یہ امر مشکوک اور اختلافی ہی۔

جب موصی نے کوئی وصی مقرر کردیا ہو تو قاضی کوئی منتظم یا ناظر نہین مقرر کرسکتا مگر یہ کہ وصی غیر حاضر ہو اور اوسکی غیر حاضری غیبت منقطع کی حد تک پہونچ گئی ہو۔ شرح ابو سعود مین یہی لکھا ہی۔

اگر کوئی شخص موصی کی جائداد پر نالش کرے اور اوسکا وصی غیر حاضر ہو تو قاضی کسی کو موصی کی طرف سے مدعا علیہ مقرر کردے تاکہ مدعی اپنا دعوے اوسپر اچھی طرح ثابت کرسکے۔ کیونکہ وصی کا اقرار موصی کے خلاف جائز نہین ہی اور صرف وصی کے قبول کرلینے سے مدعی موصی کی جائداد کی ڈگری نہین کراسکتا۔

جب کسی نابالغ لڑکے کی جائداد کا انتظام اوسکا باپ کرتا ہو اور اوسکو ضایع و برباد کیے ڈالتا ہو تو قاضی اوس جائداد کو اوس سے چھین کر کسی امین کے سپرد کرسکتا ہی جو بطور وصی کے کام کریگا۔

## فصل سوم

### اوصیا کے اختیارات۔

شرع محمدی کے احکام وصی کے اختیارات کے باب مین اون قواعد سے مشابہ ہین جو قانون انگلستان مین ہین۔ مگر بعض امور مین اختلاف بھی ہی جسپر

توجہ تام کرنی چاہیئے۔

جب موصی کی اولاد نابالغ ہو تو وصی کے اختیارات ایک حد تک مطلق ہین یعنے اوسکو یہ اختیار ہی کہ عند الضرورت موصی کی جائداد کو بیچکر اوسکی قیمت سے پہلے موصی کا قرضہ یا وہ قرضہ جو اوسکی اولاد نابالغ کی پرورش کے واسطے لیا ہو ادا کرے بعد اوسکے کوئی اور جائداد جسمین زیادہ نفع متصور ہو اوس سے خریدے۔ مگر بیع قیمت کافی پر کرنی چاہیئے یعنے اوس قیمت پر جو بیوپاریون مین قیمت واجبی ہو۔ وصی اوس جائداد کو خود اپنے ہاتھ یا اپنے کسی ایسے عزیز کے ہاتھ نہین فروخت کرسکتا جسکی شہادت اوسکے مقابل مین شرعاً مقبول نہو۔ وہ سب قسم کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ مین نابالغ کا حصہ موصی کے شریک حصہ دارون یا موصی لہ سے لے سکتا ہی اگرچہ تقسیم جائداد مین کچھ تھوڑا سا فرق ہو جائے (غبن یسیر) لکن اگر اوسکی تقسیم مین غبن کثیر یعنے بدیہی فرق ہو جاوے تو وہ تقسیم ناجائز اور غیر موثر ہی۔

جب موصی کے سب ورثہ نابالغ ہون تو وصی موصی لہ کا حصہ دیکر جو باقی رہے اوسکو ورثہ کے لیے رکھ سکتا ہی اور یہ فعل اوسکا شرعاً جائز اور موثر ہی۔ اور اگر ورثۂ نابالغ کے حصون مین سے کچھ وصی کے ہاتھ سے ضایع ہو جائے تو اوسکا تاوان نہ وہ موصی لہ سے لے سکتے ہین نہ وصی سے لے سکتے ہین مگر یہ کہ وہ نقصان اوسکی غفلت یا کاہلی سے ہو گیا ہو۔ مگر جب بعض ورثہ بالغ اور غیر حاضر ہون تو وصی کو جائز ہی کہ اونکی طرف سے ہر چیز سوائے عقار یعنے جائداد غیر منقولہ کے موصی لہ کے ساتھ تقسیم کرے اور نابالغون کے حصے اپنے پاس رکھے۔ اگر سب ورثہ بالغ ہون یا اونمین سے بعض بالغ اور حاضر ہون تو وصی نے جو تقسیم جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی کرلی ہو وہ ورثہ بالغ کے مقابل مین باطل ہی۔ لکن اگر ورثہ بالغ تو ہون مگر غیر حاضر ہون تو جو تقسیم وصی نے کی ہو وہ صرف جائداد غیر منقولہ مین ناجائز اور غیر موثر ہی لکن اگر ورثہ بالغ تو ہون مگر غیر حاضر ہون تو جو تقسیم جائداد منقولہ کی وصی نے موصی لہ کے ساتھ کی ہو وہ جائز ہی۔

جب موصی نے وصایائے مخصوصہ خاص اشخاص کے حق مین کیے ہون تو موصی لہم کی عدم موجودگی مین اگر وصی نے موصی کی جائداد کو تقسیم کردیا ہو تو وہ تقسیم ناجائز ہوگی۔ اور اگر موصی لہم کے حصے تلف ہوجائین تو وہ ورثہ کے حصون مین سے بقدر ثلث مال موصی حصہ لینے کا دعوے کرسکتے ہین۔[1]

مگر جب تقسیم قاضی نے کی ہو اور موصی لہ کا حصہ اوسنے اپنی حراست مین رکھا ہو تو وہ تقسیم صحیح ہی اور اگر موصی لہ کا حصہ قاضی کے پاس یا اوس شخص کے پاس جسکو اوسنے ناظر یا امین مقرر کیا ہو ضایع ہو جائے تو موصی لہ موصی کے ورثہ پر اوسکا دعوے نہین کرسکتا اور نہ قاضی اوسکا ذمہ دار ہو سکتا ہی۔[2] مگر یہ قاعدہ صرف اون چیزون مین جاری ہوگا جنکا وزن یا پیمانہ ہو سکتا ہی۔ جو چیزین ایسی نہین ہین اونکی تقسیم بمنزلہ مبادلہ کے ہی جیسے بیع وشرا وغیرہ لہذا وہ تقسیم ناجائز ہی اسواسطیکہ دوسرے شخص کی جائداد کو بیع کرنا نہین جائز ہی۔ جب قاضی نے جملہ امور مین کسی شخص کو ایک یتیم کا ولی یا وصی مقرر کردیا ہو اور اوسنے اوسکی طرف سے تقسیم کی ہو اور خواہ جائداد منقولہ خواہ غیر منقولہ تقسیم کی ہو تو وہ تقسیم صحیح ہی لیکن اگر اوسکا تقرر کسی غرض خاص سے ہوا ہو مثلاً اوس یتیم کی پرورش یا اوسکے مال کے تحفظ کی غرض سے تو وہ تقسیم ناجائز ہی۔

اختیارات اوس وصی کے جسکو مان نے یا اور کسی عزیز نے مثل بھائی یا چچا کے مقرر کیا ہو نہایت محدود ہین۔ اوسکو یہ اجازت نہین ہی کہ جو نابالغ اوسکے زیر حراست ہین اونکی جائداد غیر منقولہ مین کسی حال مین دخل دیسکے اور نہ اوس جائداد مین دخل دیسکتا ہی جو اون نابالغون نے سوائے اپنی مان کے اور کسی مورث کے ترکہ مین پائی ہو۔ البتہ وہ وصی اونکی اوس جائداد منقولہ مین جو اونھون نے مان کے ترکہ مین پائی ہو دخل دیسکتا ہی

[1] لیکن بعض کے نزدیک موصی لہم خود وصی پر بھی دعوے کرسکتے ہین مگر یہ سب اوسوقت ہی جبکہ تقسیم بغیر حکم قاضی ہوئی ہو۔ ۱۲ منہ ردالمختار صفحہ ۶۹۲ فتاوائے عالمگیری صفحہ ۲۲۰ ۱۲ منہ

یا اوسکو تقسیم کر سکتا ہی بشرطیکہ اونکا باپ نہ زندہ ہوا اور اوسنے کوئی وصی نہ مقرر کیا ہو۔

جب وصی موصی کے ورثہ میں تقسیم کرے اور وہ سب نابالغ ہوں تو وہ تقسیم ناجائز ہی۔ اگر وہ سب بالغ ہوں اور اونمیں سے بعض غیر حاضر ہوں اور جو حاضر یا موجود ہوں اونمیں تقسیم کردیجائے اور اونکے حصے ساری جایداد سے علیحدہ کردیے جائیں تو وہ تقسیم[1] متاع یعنے جایداد منقولہ کی نسبت جائز اور جایداد غیر منقولہ کی نسبت ناجائز ہی۔ اگر ورثہ بالغ اور نابالغ دونوں ہوں اور ورثہ بالغ غیر حاضر ہوں تو وہ تقسیم ناجائز ہی۔ اگر ورثہ بالغ حاضر یا موجود ہوں اور اونکے حصے نابالغوں کے حصوں سے علیحدہ کرکے اونکو دیدیے جائیں مگر نابالغوں کے حصے یکجا رکھے رہیں اور اونمیں فرداً فرداً تقسیم کردیجائیں تو وہ تقسیم بھی جائز ہی۔ اور جب ہر ایک بالغ یا نابالغ کا حصہ اوروں کے حصوں سے علیحدہ کردیا جائے تو وہ تقسیم ناجائز ہی۔ لکن اگر بالغوں کے حصے اونکو دیدیے جائیں اور نابالغوں کے حصے رکھ لیے جائیں اور جب وہ سن بلوغ کو پہونچیں تب اونمیں تقسیم کیے جائیں تو یہ تقسیم درمیان بالغوں اور نابالغوں کے جائز ہی۔

جب موصی نے وصیت نامہ میں وصی کو ہدایت کی ہو کہ میری جایداد کو بیچکر اوسکی قیمت سے اور کوئی جایداد خرید لینا تو وصی کو ایسا کرنا شرعاً جائز ہی۔

جب وصی نابالغ کے نام سے بلاضرورت قرض لے تو وہ قرض اوس نابالغ پر نہ عاید ہوگا اور اگر اوس یتیم کا کچھ نقصان اوسمیں ہوگا تو اوسکا ذمہ دار وہ وصی ہوگا۔

جب وہ وصی جسکو خود موصی نے مقرر کیا ہو کوئی چیز اوسکی جایداد میت سے فروخت کرڈالے تو اوسکے اس فعل کا جواز دو اعتبار سے دیکھا جائیگا۔ پہلے اس اعتبار سے

[1] اگر ورثہ تین دن کی مسافت یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہوں تو یہ حکم ہی۔ یہ قول قہستانی کا ہی۔ بہر صورت اسقدر فاصلہ ہونا چاہیئے کہ خط کتابت مشکل سے ہو سکے ۱۲ منہ فتاوائے قاضی خان و فتاوائے عالمگیری صفحہ ۲۲۲ ۱۲ منہ

کہ موصی نے کچھ قرضہ تو نہین چھوڑا ہی یا کچھ مال از روے وصیت تو کسی کو نہین دیدیا ہی
دوسرے اس اعتبار سے کہ اوسنے قرضہ چھوڑا ہی یا کسی کے حق مین کچھ مال کی وصیت
کی ہی۔ مختصر علامہ قدوری کے باب اول مین لکھا ہی کہ جب موصی کی جائداد سے کوئی قرضہ
یا وصیت ادا کرنی پڑے تو وصی اوسکی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو بیچ سکتا ہی بشرطیکہ
موصی کے وارث نابالغ ہون۔ مگر شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا ہی کہ اس کتاب مین جو لکھا ہی
وہ متقدمین کا قول ہی اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کے عقار یعنے جائداد غیر منقولہ
صرف اوسوقت فروخت ہوسکتی ہی جبکہ موصی کا کچھ قرضہ یا کوئی وصیت نہو اور
جبکہ اوس نابالغ کو اوس جائداد کی قیمت کی ضرورت ہو یا کوئی شخص دوچند قیمت
دیکر اوسکے خریدنے پر آمادہ ہو یا اوسکے فروخت سے نابالغ کا اور کوئی فائدہ ہو یعنے
مثلاً جب خراج یعنے مالگذاری دینی ہو یا جب اوسکی آمدنی اوسکے خرچ سے کم ہو یا جب
وہ جائداد کوئی دوکان یا مکان ہو جو گرا پڑتا ہو۔ جب خراج دینا ضرور ہو اور موصی کی
جائداد علاوہ عقار کے اور کچھ بھی ہو تو پہلے اوسی کو بیچکر خراج ادا کیا جائیگا اور اگر وہ
غیر مکتفی ہو تو اوسوقت وہ عقار قیمت مناسب پر یا اوس قیمت پر جو اوسکی مالیت سے
بہت کم نہو فروخت کیجائیگی مگر وصی اوسکو اوس قیمت سے جو لوگ عموماً دینا منظور کرین
بہت کم پر نہین بیچ سکتا۔ اسی طرح سے وصی نابالغ کے لیے کوئی چیز اوس قیمت پر جو اوسکی
مالیت سے زیادہ ہو نہین خرید سکتا۔"

ردالمختار مین اس اصول کو زیادہ تر شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہی اور لکھا ہی
کہ وہ متقدمین کا قول یہ تھا کہ وصی کو نابالغون کی جائداد غیر منقولہ بیچ ڈالنے کا اختیار ہی
مگر متاخرین نے اوسکے اختیار بیع کو چند قیود سے مقید کر دیا ہی کہ بیے اون قیود کے لحاظ کے
وہ نابالغون کی جائداد غیر منقولہ کو نہین بیچ سکتا۔ ان قیود کی تصریح فتاواے قاضی خان
مین موجود ہی اور زیلعی نے فرمایا ہی کہ صدر الشہید کے نزدیک فتوے متاخرین کے قول کے

موافق ہی اون قیود کی یہ تفصیل ہی کہ (۱) اگر موصی کچھ قرضہ چھوڑ کر مر گیا ہو اور اوسکے ادا کرنیکے لیے اوسکی جائداد کے ایک جزر کو بیچڈالنا ضرور ہو یعنے وہ قرضہ بغیر فروخت کیے ایک جزر جائداد غیر منقولہ کے نہ ادا ہوسکے تو وصی کو جائز ہی کہ اوسکو قیمت کافی پر بیچڈالے (۲) اگر موصی نے وصیت کی ہو کہ اتنا اتنا روپیہ نقد فلان فلان اشخاص کو دیدیا اور اوسنے کچھ نقد روپیہ نہ چھوڑا ہو جس سے یہ وصایا ادا کیے جائین تو وصی جائداد غیر منقولہ کے ایک جزر کو جو اون وصایا کو ادا کرنیکے لیے کافی ہو فروخت کرسکتا ہی۔ (۳) اگر اوس جائداد کے منہدم ہوجانیکا خوف ہو مثلاً مکان ہو کہ گرا جاتا ہو تو اوسکو بھی فروخت کرسکتا ہی۔ (۴) جب وہ مال کسی غاصب کے قبضہ مین ہو اور اوسکے ملنے کی امید نہ ہو تب بھی اوسکو فروخت کرسکتا ہی۔ (۵) جب اوس جائداد کے انتظام یا حفاظت کا خرچ اوسکی آمدنی سے زائد ہو تب بھی اوسکو فروخت کرسکتا ہی۔ (۶) جب خراج شاہی یا مالگذاری سرکاری دینا ضرور ہو اور اوسکو ادا کرنیکے لیے کوئی سرمایہ نہ ہو تب بھی اوسکو فروخت کرنا جائز ہی۔ (۷) جب اوس جائداد کی دوگنی قیمت ملتی ہو تب بھی اوسکو فروخت کرنا جائز ہی۔

موصی کو جائز ہی کہ اپنے سوائے اور ہر شخص کے ہاتھ نابالغون کی جائداد منقولہ کو فروخت کرڈالے یا ایسے شخص سے کوئی جائداد اونکے لیے خریدے لیکن اوسی قیمت پر خرید و فروخت کرے جو نرخ بازار کے موافق ہو۔ اگر خرید یا فروخت قیمت غیر کافی پر ہوئی ہو تو نہین جائز ہی اور منسوخ ہوسکتی ہی اور وصی اوسکا ذمہ دار ہی۔

جس وصی کو قاضی نے مقرر کیا ہو وہ نابالغون کی جائداد خود نہین خرید سکتا اور نہ اپنا مال اونکے ہاتھ بیچ سکتا ہی۔ مگر وہ وصی جسکو نابالغون کے باپ نے مقرر کیا ہو ایسا معاملہ شرعاً کرسکتا ہی۔ یہ قول امام اعظم کا ہی مگر ایسے معاملہ کے جواز کی یہ شرط ہی کہ اوسمین نابالغون کا فائدہ بدیہی ہو۔ صاحبین کے نزدیک ایسا

معاملہ مطلقاً ناجائز ہی۔ فتوے امام اعظمؒ کے قول کے موافق ہی۔

بعض فقہا کے نزدیک باپ اپنی نابالغ اولاد کی جائداد کو بیچ سکتا ہی بشرطیکہ وہ امین و متدین ہو اور اوس بیع سے اوسکا فائدہ صریحًا متصوّر ہو۔ مگر جب باپ امین و متدین نہو تو اوسکی نابالغ اولاد بعد بلوغ اوس بیع کو منسوخ کرسکتی ہی مگر یہ کہ وہ بیع اوس جائداد کی دوچند قیمت پر ہوئی ہو۔ فتوے اسی قول کے موافق ہی۔ حموی نے اپنی شرح اشباہ میں فرمایا ہی کہ باپ وصی سے زیادہ اختیار نہین رکھتا ہی اور اوسکے اختیارات بھی اونھین قیودسے مقید ہین۔ اور اسی قول کے موافق حنوطی نے بھی فتوے دیا ہی۔ یہ سب جائداد غیر منقولہ کی بیع سے متعلق ہی۔ اب رہی جائداد منقولہ اوسکے باب مین حکم شرع یہ ہی کہ باپ اپنی نابالغ اولاد کا مال قیمت رائج پر بیچ سکتا ہی بشرطیکہ اوسمین نابالغ کا فائدہ ہو بلکہ اگر خفیف سا فرق ہو فرق عظیم نہو تو بھی اوسکو فروخت کرسکتا ہی لیکن اگر بہت تفاوت ہو تو وہ بیع ناجائز ہی۔

نابالغ کے مال سے وصی خود تجارت نہین کرسکتا مگر دُرّ مین لکھا ہی کہ اوسکی طرف سے اوسکے مال مین تجارت کرسکتا ہی بشرطیکہ اوسمین نابالغ کا فائدہ ہو۔ اگر وصی نابالغ کے مال سے تجارت کرے تو جو منافع اوسمین ہو بعض علما کے نزدیک وہ صدقہ ہی اور جو روپیہ اوس تجارت مین لگایا ہو وہ نابالغ کو پھیر دینا چاہیئے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہی کہ جو منافع ایسی تجارت مین ہو وہ اوس نابالغ کا مال ہی اور قاضی خان نے اسی قول کے موافق فتوے دیا ہی۔ مگر قاضی وصی کو اجازت دیسکتا ہی کہ نابالغ کے مال سے اوسکی طرف سے تجارت کرے یا اوس سے مضاربت کرے یعنے اور شخص کے ساتھ شریک ہوکر تجارت کرے۔

اگر ضرورت ہو اور نابالغ کا فائدہ متصور ہو تو وصی اوسکی جائداد کو کرایہ پر دیسکتا ہی

سلہ فتاوائے عالمگیری صفحہ ۲۲۴ - ۱۲ منہ

مگر بغیر اجازت قاضی کے اوسکو رہن نہین رکھ سکتا لیکن وہ موصی کے متاع کو یعنے جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہی اگر اوسکی نابالغ اولاد کے نفقہ کے لیے اوس جائداد کو بیچنا ضرور ہو۔

اگر وصی نابالغ کے اسباب کو اعتبار پر فروخت کرے تو اوسکی میعاد معمولی ہونی چاہیئے۔ لیکن اگر اوس فروخت سے نابالغ کا نقصان ہو یا جس میعاد تک اعتبار کیا گیا ہے وہ طولانی یا غیر معمولی ہو تو بھی بعض کے نزدیک یہ معاملہ جائز ہوگا۔

جب دو وصیون کے زیر حراست دو نابالغ ہون اور ایک نابالغ کا وصی اوسکی جائداد دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے تو قاضی خان نے اس بیع کو ناجائز لکھا ہی اور فتاوائے عالمگیری مین اس قول کو قبول کرلیا ہی۔ مگر ردالمختار مین اس قول کی صحت مین کلام کیا ہی اور لکھا ہی کہ ایسی بیع کو ناجائز قرار دینے کی کوئی وجہ نہین ہی کیونکہ وصی نے یہ بیع اپنی طرف سے نہین کی ہی اور کسی خاص جائداد کو ایک نابالغ کی طرف سے فروخت کرنا اوسکے حق مین اوسی قدر مفید ہوسکتا ہی جسقدر دوسرے نابالغ کو اوسکے خریدنے سے فائدہ ہوسکتا ہی۔

نابالغ کے مال کی خرید یا فروخت مین جو معاوضہ یا قیمت ملے یا دیجائے اگر وہ بہت کم ہو تو اوسکا دیندار وصی ہی۔

وصی کو موصی کی تجہیز و تکفین مین معمول یا دستور سے زیادہ نہ صرف کرنا چاہیئے۔

جب نابالغ ہنوز رشید نہ ہوا ہو اور وصی نے اوسکو جائداد حوالہ کی ہو اور وہ تلف ہوگئی ہو تو اوسکا ذمہ دار وصی ہی۔ رُشد کے معنے اپنے مال کی حراست کی قابلیت ہی۔

امام اعظم کا قول یہ ہی کہ وصی نابالغ کو اوسکی جائداد نہ حوالہ کرے جبتک کہ اوسکی عمر ۲۵ سال کی نہ ہوجائے۔ مگر صاحبین کا قول یہ ہی کہ جب لڑکا بالغ ہوجائے تو اوسکو رشید بھی قیاس کرلینا چاہیئے البتہ اس قیاس کی تردید اس طرح ہوسکتی ہی کہ

یہ ثابت کردیا جائے کہ وہ سفیہہ یا ضعیف العقل ہی یا اپنی جائداد کی حراست کی قابلیت نہین رکھتا ہی۔

جب موصی اپنے مال کے ایک ثلث کی وصیت اسطرح کرے کہ میرے اوصیا بمنافع کیت یکدیگر اسکو جو چاہین کرین اور اونمین سے ایک وصی مرجائے تو وہ ثلث موصی کے ورثہ کو واپس دیا جائیگا۔

جب سب ورثہ بالغ ورشید اور حاضر ہون تو وصی بے اونکی اجازت کے کوئی چیز جائداد نہین فروخت کرسکتا۔ لکن اگر وہ غیر حاضر ہون تو وصی جائداد منقولہ کو فروخت کرسکتا ہی مگر عقار یعنے جائداد غیر منقولہ کو نہین بیچ سکتا۔ یہ قید اس اصول پر مبنی ہی کہ وصی اختیار حفاظت شخص غیر حاضر کی جائداد کا رکھتا ہی اور جب مال منقول کے تباہ و برباد ہوجانیکا گمان ہو تو اوسکو فروخت کرڈالنا ضرور ہی اور وصی اوسکو شخص غیر حاضر کی غیبت مین فروخت کرکے اوسکی قیمت وصول کرنیکا اختیار رکھتا ہی۔ مگر عقار یعنے مال غیر منقول فی نفسہ محفوظ ہی لہذا وصی اوسکو فروخت کرنیکا اختیار نہین رکھتا ہی مگر اوس صورت مین جبکہ وہ جائداد غیر منقولہ ضایع و برباد ہوئی جاتی ہو کہ اس صورت مین وہ بھی فروخت ہوسکتی ہی۔ جب سب ورثہ بالغ ہون اور اونمین سے ایک وارث غیر حاضر ہو اور دیگر ورثہ حاضر ہون تو وارث غیر حاضر کے اوس حصہ کو جو عقار یعنے مال غیر منقول نہو وصی اجماعاً (باتفاق علما) اوسکے تحفظ کی غرض سے فروخت کرسکتا ہی۔ امام اعظم کے نزدیک وصی اون ورثہ کے حصون کو بھی فروخت کرسکتا ہی جو حاضر ہون مگر صاحبین کے نزدیک اونکے حصون کی بیع ناجائز ہی اور قول مختار یہی ہی۔

یہ سب اوس صورت مین ہی جبکہ موصی نے کچھ قرضہ نہ چھوڑا ہو یا وصیت نہ کی ہو لکن اگر اوسکا قرضہ اسقدر ہو کہ اوسکی ساری جائداد اوسمین مستغرق ہو تو وصی کل جائداد کو اجماعاً فروخت کرسکتا ہی اور اگر قرضہ اسقدر نہ ہو کہ تمام جائداد اوسمین

مستغرق ہو جائے تو وصی صرف اوسقدر جائداد فروخت کرسکتا ہی جسقدر اوس قرضہ کو ادا کرنیکے لیے ضرور ہو۔ مگر جب وصی نے عقار یعنے جائداد غیر منقولہ کو قرضہ ادا کرنیکے لیے نیک نیتی سے فروخت کرڈالا ہو اور کچھ اور جائداد بھی اوسکے پاس ہو جو اوس مقصد کے لیے کافی ہو تو وہ بیع جائز ہی۔ اسی طرح سے جب موصی نے متعدد وصیتین کی ہون تو وصی اوسکی اوسقدر جائداد فروخت کرسکتا ہی جسقدر اون وصایا کی تعمیل کرنے کافی ہو بشرطیکہ وہ دیون مذکورہ ادا کرنیکے بعد ثابت مال سے زائد نہ ہو جائے۔

اگر کوئی شخص چند ورثہ چھوڑ جائے اور اونمین سے ایک نابالغ اور باقی سب بالغ ہوں اور اوسکی جائداد پر قرضہ یا وصایا کا بار نہ ہو اور کُل جائداد منقولہ ہو تو وصی اوس نابالغ کے حصہ کو فروخت کرکے اوسکی قیمت سے اور کوئی جائداد جس سے نابالغ کا زیادہ فائدہ متصور ہو خرید سکتا ہی۔ یہ مسئلہ اجماعی ہی۔ امام اعظم کا قول ہی کہ وہ دیگر ورثہ کے حصص کو بھی فروخت کرسکتا ہی۔ مگر صاحبین نے اسمین اپنے استاد سے اختلاف کیا ہی۔

وصی نابالغ کے اوس سرمایہ سے جو خود اوسکے پاس ہو کچھ قرض نہین لے سکتا۔

وصی اوس سرمایہ سے اپنا وظیفہ معینہ سے زیادہ نہین لے سکتا مگر باپ اپنی نابالغ اولاد کی جائداد سے اوسقدر لے سکتا ہی جسقدر اوسکے (باپ کے) گذارہ کے لیے ضرور ہو۔ لیکن وصی ایسا نہین کرسکتا۔

جو وصی مُفت مقرر کیا گیا ہو وہ موصی کی جائداد کے انتظام پر مجبور نہین ہو سکتا لہذا قاضی اوسکا کچھ وظیفہ مقرر کرسکتا ہی۔ یہی فتوے ہی۔ مگر فتاوے قاضی خان میں لکھا ہی کہ جب وصی کے لیے کچھ نہ مقرر کیا گیا ہو تو وہ ایک محدود اور واجبی رقم بطور اُجرت بقدر اپنی ضرورت کے لے سکتا ہی اور اگر ضرورت ہو تو وہ نابالغ کی سواری کو اوسکے کام کے لئے لے جا سکتا ہی اگرچہ چند علما نے اسکو ناجائز قرار دیا ہی۔

حنفیہ کے نزدیک باپ کا وصی اوسکی نابالغ اولاد کی ولایت کا مستحق بہ ترجیح دادا کے ہے
وصی کسی قرضہ کا اقرار موصی کی جائداد پر نہین کرسکتا اور مُقرلہ اپنا مطالبہ پانیکا
مستحق نہ ہوگا تاوقتیکہ اپنا دعوے کسی دلیل سے ثابت نہ کردے۔ اور وصی یہ اقرار بھی
نہین کرسکتا کہ اور کوئی شخص موصی کے ترکہ مین حصہ پانیکا مستحق ہے مگر یہ کہ وہ خود ایک وارث
ہو کہ اس صورت مین اوسکا اقرار خود اوسکے حصہ مین نافذ ہوگا۔

جب کوئی شخص بلا وصیت مرگیا ہو اور کسی کو اپنا وصی نہ مقرر کرگیا ہو اور قاضی سے
رجوع نکی گئی ہو تو اہل محلہ مین سے کوئی شخص بشرط ضرورت اوسکی جائداد کا
انتظام کرسکتا ہے۔ یہی فتوے ہے۔

جب متوفی کی جائداد مقروض ہو مگر مقدار قرضہ اوس جائداد سے زائد نہ ہو اور
وہ اوسکے ورثہ مین تقسیم کردی جائے اور بعد ازآن کوئی قرضہ کا مدعی پیدا ہو تو وہ
شخص اپنا قرضہ ورثہ سے اونکے حصون کی مقدار کے موافق رسدی وصول کرنیکا مستحق
ہوگا مگر صرف اسطور سے وصول کرسکتا ہے کہ سب ورثہ کو قاضی کے سامنے لیجاے۔ اور
اگر ورثہ مین سے ایک شخص پر نالش کرے تو جسقدر اوسکے پاس جائداد موجود ہو اوسی قدر
وہ اپنا قرضہ وصول کرسکتا ہے۔

نابالغ اولاد کی جائداد کی ولایت کا حق باپ بہ ترجیح دیگر اشخاص کے رکھتا ہے اور
جب باپ موجود نہ ہو تو اوسکا وصی یہ حق رکھتا ہے۔ جب باپ بلا تقرر وصی مرگیا ہو
تو ولایت دادا سے متعلق ہوگی اور اوسکی عدم موجودگی مین اوسکے وصی سے اور وصی کے
وصی سے متعلق ہوگی۔ اگر اونمین سے کوئی نہ ہو تو ولایت قاضی سے یا جس شخص کو
وہ مقرر کردے اوس سے متعلق ہوگی۔

اصول مصرحۂ بالا کو فتاوائے عالمگیری مین بعبارت ذیل بیان کیا ہے۔ دادا یا اوسکا
وصی بجائے باپ کے ہے۔ اسی طرح سے دادا کا وصی بجائے باپ کے وصی کے ہے

اور دادا کے وصی کا وصی بجاے دادا کے وصی کے ہی اور قاضی کے وصی کا وصی بجاے قاضی کے وصی کے اوس صورت مین ہی جبکہ اوسکا تقرر عام طور سے ہوا ہو۔

اگر باپ کسی کو وصی مقرر کرے اور چند اولاد چھوڑ کر مرجائے اور اونمین سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہون اور وصی کے مرنیکے بعد اونمین سے بعض اولاد مرجائین اور نابالغ اولاد چھوڑ جائین تو باپ کا وصی اون اولاد کا بھی وصی ہوگا اور اونکی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونون کے انتظام کا مستحق ہوگا اور بہ پابندی قیود مصرحۂ بالا اوسکو فروخت کرسکیگا۔

مگر وہ وصی جسکو بھائی یا ماں یا چچا یا اور کسی عزیز نے مقرر کیا ہو کچھ اختیارات نہین رکھتا ہی۔ یہ اقربا نابالغ کی جائداد غیر منقولہ کو نہین فروخت کرسکتے صرف اوسکے جان و مال کی حفاظت کرسکتے ہین اور اوسکی طرف سے تجارت بھی نہین کرسکتے البتہ مایحتاج مثل غذا اور لباس کے اوسکے لیے خرید سکتے ہین۔ اور صرف اوس مال منقول کو بیع کرسکتے ہین جو نابالغ کو اوس شخص سے جسنے وصی مقرر کیا ہو وراثتاً ملا ہو۔ کیونکہ ورمتاع یعنے مال منقول کی قیمت کی حفاظت کرنا خود اوس مال کی حفاظت سے آسان ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ جو وصی ماں نے مقرر کیا ہو وہ کچھ دست اندازی اوس جائداد مین نہین کرسکتا ہی جو اولاد کو اپنے باپ یا اور کسی عزیز سے وراثتاً ملی ہو خواہ وہ جائداد مقروض ہو خواہ نہ ہو اور نہ وہ کسی جز جائداد غیر منقولہ کو جو نابالغ نے اپنی ماں سے وراثتاً پائی ہو فروخت کرسکتا ہی مگر یہ کہ وہ جائداد مقروض ہو یا اوسمین سے وصیتین اداکرنی ہون۔ اگر وہ جائداد مقروض ہو یا اوسمین سے وصیتین اداکرنی ہون تو وہ اوس جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کے اوس جزو کو جو قرضہ اداکرنیکے لیے کافی ہو فروخت

له ردالمحتار صفحہ ۷۶۹ ۱۲ منہ

کر سکتا ہی۔ اگر سب ورثہ بالغ اور حاضر ہون اور وہ جائداد قرضہ سے بری ہو تو وصی اوسکے کسی جزو کو نہین فروخت کر سکتا لیکن اگر وہ جائداد مقروض ہو تو اوسکے اختیارات اونھین احکام کے تابع ہین جو اوس وصی کے اختیارات سے متعلق ہین جسکو باپ نے مقرر کیا ہو۔ اگر بعض ورثہ بالغ اور بعض نابالغ ہون اور ورثہ بالغ غیر حاضر ہون اور وہ جائداد قرضہ سے بری ہو تو وہ وصی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہی خواہ وہ بالغ کے حصہ کی ہو خواہ نابالغ کے حصہ کی ہو مگر عقار یعنے جائداد غیر منقولہ بالغ یا نابالغ کی نہین فروخت کر سکتا۔ اگر وہ جائداد مقروض ہو تو ماں کا وصی بعینہ وہی اختیارات رکھتا ہی جو باپ کا وصی رکھتا ہی۔ اگر ورثہ بالغ حاضر ہون اور جائداد قرضہ سے سبکدوش ہو تو وصی نابالغ کا حصہ جائداد منقولہ کا فروخت کر سکتا ہی مگر اس مسئلہ مین اختلاف ہی کہ آیا بالغ کے حصہ کو فروخت کر سکتا ہی یا نہین۔ عقار کو تو یقیناً نہین بیچ سکتا۔ ماں کا وصی اوسکی اولاد کے لیے کوئی چیز نہین خرید سکتا سوائے غذا اور لباس کے جو اوسکے بقا کے واسطے ضرور ہین۔ جو کچھ ماں کے وصی کے باب مین بیان کیا گیا ہی وہی بھائی اور چچا کے وصی پر بھی صادق آتا ہی اور اصول یہ ہی کہ وصی کے اختیار کا اندازہ موصی کے اختیار سے کیا جاتا ہی[۱]۔

وصی اسکا مستحق ہی کہ جو کچھ اوسنے نابالغون کی طرف سے صرف کیا ہوا ونکی جائداد سے وصول کرے مگر اوسکو اوسکا ثبوت رکھنا چاہیئے۔ لیکن فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہی کہ وصی اوس صرف کو نابالغ کی جائداد سے لے سکتا ہی گو وہ اس بات کے گواہ نہ رکھتا ہو کہ وہ صرف خاص اوسنے کیا تھا۔ مگر انہین سے کوئی قید باپ یا ماں سے نہین متعلق ہی درحالیکہ وہ وصی ہون ــ گواہونکو بھی شہادت یا ثبوت رکھنا بہتر ہی۔

---

[۱] فتاوائے عالمگیری صفحہ ۲۲۵ ۔ ۱۲ منہ

وصی اسکا بھی مستحق ہی کہ جو کچھ اوستے موصی یا اوسکے کسی وارث کی تجہیز و تکفین مین اپنے پاس سے خرچ کیا ہو اوسکو اوسکی جائداد سے وصول کرے یا جو قرضہ اوستے موصی یا اوسکے وارث کا اپنے پاس سے ادا کیا ہو اوسکو بھی وصول کرسکتا ہی۔

جب وصی کوئی دعوے موصی کی جائداد سے بلا ثبوت کافی ادا کرے تو موصی کی جائداد سے اوسکو وہ رقم مجرا نہ ملیگی جسوقت موصی کے قرضخواہ ادسپر اعتراض کرینگے لکن اگر اوستے دہا نید شہادت کافی پر کی ہو تو پھر وہ بری الذمہ ہی۔ اس مسئلہ مین مشائخ (علماء حنفیہ) نے اختلاف کیا ہی کہ جب دو شخص عادل وصی کے سامنے قرضہ کی گواہی دین مگر قاضی کے سامنے گواہی نہ دین اور موصی کے ورثہ اوسکا انکار کرین تو آیا وہ اوسکو وصی ادا کرسکتا ہی یا نہین۔ بعض کا قول ہی کہ ادا کرسکتا ہی اور بعض نے فرمایا ہی کہ نہین ادا کرسکتا۔

جب وصی نے ایک قرضخواہ کا قرضہ بغیر حکم قاضی کے ادا کرد یا ہو تو وہ اور قرضخواہون کا بھی ذمہ دار ہی لکن اگر قاضی کے حکم سے ادا کیا ہو تو نہین ذمہ دار ہی۔ اسی طرح سے جب قاضی کے حکم سے کوئی قرضہ متوفی کی جائداد سے واجب الادا ہوگیا ہو اور وصی نے وہ قرضہ ادا کردیا ہو اور بعد اوسکے اور کوئی شخص اوس جائداد پر قرضہ کا دعوے کرے تو وصی اوسکا ذمہ دار نہین ہی اگر اوستے قاضی کے حکم سے ادا کیا ہی۔ لکن یہ دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ پر اپنے حصہ کے قرضہ کی نالش کرسکتا ہی بشرطیکہ جو کچھ اوسکو ملا ہو وہ ہنوز موجود ہو۔ اور اگر وہ پہلے قرضخواہ کے پاس ضایع ہوگیا ہو تو وہ دوسرے قرضخواہ کا ذمہ دار بقدر اوسکے حصہ کے ہی مگر وصی کسی طرح اوسکا ذمہ دار نہین ہی۔ برخلاف اسکے اگر وصی نے قاضی کے حکم کے بغیر قرضہ ادا کردیا ہو تو دوسرا قرضخواہ یا وصی پر دعوے کرسکتا ہی یا پہلے قرضخواہ پر دعوے کرکے ایک واجبی حصہ اوس چیز کا وصول کرسکتا ہی جو اوسکو ملی ہی۔

اگر وصی کل جائداد موصی کی اوسکی اولاد نابالغ کے صرف مین لاچکا ہو اور اب کچھ

اوسمین سے نہ باقی رہا ہو اور بعد اوسکے کوئی شخص اوس جائداد پر دعوے کرے اور اوسکو ثابت کر دے اور قاضی اوسکو ڈگری دے تو سوال یہ ہی کہ آیا یہ مدعی وصی کو ذمہ دار قرار دیسکتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ روپیہ قاضی کے حکم سے صرف ہوا تھا تو وصی ذمہ دار نہین ہی اور اگر قاضی کے حکم سے نہین ہوا تھا تو وصی اوسکا ذمہ دار ہی۔

**مسائل شیعہ۔** وصی متوفی کی جائداد کے نقصان یا ضایع ہونیکا ذمہ دار نہین ہی مگر یہ کہ وہ نقصان یا تضییع اسوجہ سے ہوئی ہو کہ وصی نے اپنے منصب کے قواعد یا شرائط سے عدول وانحراف کیا ہو یا غفلت کی ہو۔ اگر وہ موصی کا قرضخواہ ہی تو بلا حکم حاکم شرع اپنا قرضہ اوسکی جائداد سے لے سکتا ہی بشرطیکہ اوسکا ثبوت رکھتا ہو اور بعض علمار کا قول ہی کہ وہ سب صورتون مین بغیر حکم حاکم شرع کے ایسا کر سکتا ہی۔ شرایع الاسلام مین لکھا ہی کہ وصی متوفی کی جائداد کا کوئی جز خود اپنے لیے نہین خرید سکتا ہی مگر محقق کے نزدیک وہ اوسکو بقیمت واجبی خرید سکتا ہی "

شیعہ نے حنفیہ سے اِس مسئلہ مین اختلاف کیا ہی کہ شیعہ کے نزدیک متوفی کے باپ کی موجودگی مین دوسرے شخص کو وصی مقرر کرنا نہین جائز ہی اور اطفال نابالغ کی ولایت کا حقدار دادا ہی باپ کا وصی نہین ہی۔ مگر ابن جُنید کے نزدیک باپ بقدر ایک ثلث اپنے مال کے اور واسطے عمل مین لانے تمام حقوق و دعاوی کے جو اوسکی جائداد پر ہون وصی مقرر کر سکتا ہی "

حنفیہ کے نزدیک وصی کی قابلیت مین اوسوقت کو دخل ہی جسوقت موصی نے وفات پائی تھی۔ مثلاً اگر کوئی نابالغ یا غلام وصی مقرر کیا جاے اور موصی کی وفات کے پیشتر بالغ یا آزاد ہوجاے تو یہ تقرر صحیح ہی۔ بعض علمار شیعہ کا علے الخصوص ابن جنید کا بھی یہی قول ہی۔ مگر محقق ابو القاسم حلی کے نزدیک قول مشہور یہ ہی کہ جو اوصاف وصی میں ہونے چاہئین اونمین اوسکے وقتِ تقرر کو دخل نہین ہی پس نابالغ یا غلام یا اورکسی شخص کو

جو وصایت کی قابلیت شرعیہ نہ رکھتا ہو وصی مقرر کرنا ابتداہی سے ناجائز ہی گو وہ عدم قابلیت موصی کی وفات کے قبل دفع ہو گئی ہو۔

موصی ہر شخص کا وصی یا ولی مقرر کرسکتا ہی جسپر وہ اختیار پدری از روئے شرع محمدی عمل مین لاسکتا ہی مثلاً اوس لڑکے کا وصی یا ولی مقرر کرسکتا ہی جو اوسکی نسل سے ہو گو کیسا ہی بعید ہو بشرطیکہ وہ طفل صغیر یا نابالغ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی اولاد بالغ و رشید کا وصی مقرر کرے تو وہ تقرر شرعاً غیر موثر ہی۔ اور اگرچہ وہ تقرر اوس جائداد کی نگرانی کے لیے عمل مین آیا ہو جو خود موصی اون لوگون کے لیے بطور ترکہ کے چھوڑ گیا ہو تو بھی وہ وصی بقدر ثلث مال بھی اوسمین دخل نہین دیسکتا۔ مگر وہ اوس مال مین سے اوسقدر علٰحدہ کرسکتا ہی جسقدر موصی کا قرضہ یا وصایا ادا کرنیکے لیے کافی ہو۔

ہر شخص کو جس سے کسی یتیم کی جائداد کی نگرانی متعلق ہو جائز ہی کہ اوسمین سے اپنا حق المحنت بمقدار معمولی لے لے۔

**مسائل حنفیہ**۔ جب کوئی شخص ایک کام کے لیے مثلاً اپنا قرضہ ادا کرنیکے لیے ایک وصی مقرر کرے اور اپنی جائداد کے انتظام کے واسطے دوسرا وصی مقرر کرے یا یہ الفاظ کہے کہ "مین فلان شخص کو اپنے قرضہ کے لیے وصی مقرر کرتا ہون اور کسی امر کے لیے نہین مقرر کرتا ہون اور فلان شخص کو اپنی تمام جائداد کا وصی مقرر کرتا ہون" تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ دونون سب معاملات مین اوسطرح وصی ہونگے گویا کہ موصی نے اونکو عموماً وصی مقرر کیا تھا مگر امام محمد کے نزدیک ہر ایک وصی اوس خاص کام کا پابند ہی جس کام کے لیے وہ مقرر کیا گیا ہی۔ جب یہ خاص شرط کرلی گئی ہو کہ ایک وصی اوس کام مین دخل نہ دے جسکے لیے دوسرا وصی مقرر کیا گیا ہی تو محمد ابن فضل کا قول ہی کہ اونکے اختیارات موصی کی وصیت کے موافق محدود ہونگے مگر جب اوسنے ایسی کوئی شرط نہ کی ہو تب وہ اختلاف ہی جسکا ذکر کیا گیا اور فتوے امام اعظم کے قول کے موافق ہی۔

وصایت یعنے منصب وصی کے قابل الانتقال ہونیکے باب مین حنفیہ اور شیعہ مین اختلاف عظیم ہی جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ شرع حنفی کے احکام اس مسئلہ مین بعض اعتبارات سے قانون انگلستان کے اصول سے مشابہ ہین۔ مثلاً قانون انگلستان کے بموجب اگرچہ وصی اپنا عہدہ کسی کو نہین دیسکتا تاہم جو حق اوسکو موصی کی وصیّت کی روسے حاصل ہی وہ اوسی وصیّت کے بموجب باقی اور قائم بھی رہ سکتا ہی۔ پس اگر زید کا ایک ہی وصی ہو تو اوس وصی کا وصی تمام مقاصد و اغراض کے لیے موصی اول کا وصی اور قائم مقام ہی۔ اسی طرح سے از روے شرع حنفی وصی اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین مقرر کرسکتا ہی گو یہ اختیار موصی نے اوسی کے لیے مخصوص رکھا ہو[۱]۔ یہ ضرور نہین ہی کہ وصی اپنے وصی کو اصل موصی کی جائداد کا وصی بالتصریح مقرر کرے بلکہ صرف وصی مقرر کرنے سے اوسکو دونون کی جائدادون کے انتظام کا اختیار حاصل ہو جائیگا۔ مثلاً اگر زید عمرو کو اپنا وصی اور خالد زید کو اپنا وصی مقرر کرے تو زید اور خالد کے مرنیکے بعد اون دونون کا وصی عمرو ہوگا۔ شیعہ مین قول مشہور یہ ہی کہ وصی اپنا وصی یا جانشین صرف اوس صورت مین مقرر کرسکتا ہی جبکہ موصی نے اوسکو اجازت دی ہو کہ اپنے مرنیکے وقت میری جائداد کا انتظام دوسرے شخص سے متعلق کرجانا۔ پس جب کوئی شخص بلا تقرر وصی مرجاے یا جب وہ وصی مرجاے جسکو اپنا جانشین مقرر کرنیکی اجازت نہ دی گئی ہو تو اصل موصی کی جائداد کا انتظام حاکم شرع سے متعلق ہو جائیگا۔ اگر اوس مقام پر کوئی حاکم شرع نہ موجود ہو تو ہر ایک مومن کو جسپر متوفی اعتماد و وثوق رکھتا تھا اوسکے مال کی حفاظت اور انتظام کرنا جائز ہی۔ مگر محقق نے فرمایا ہی کہ اس مسئلہ مین

---

[۱] بمقدمۂ شیخ حفیظ الرحمن بنام خادم حسین یہ تجویز ہوا تھا کہ از روے شرع محمدی وصی اسکا مستحق ہی کہ اوس وصیت کے مقاصد کی تعمیل کے لیے جسکے بموجب وہ وصی مقرر ہوا تھا کسی کو اپنا جانشین مقرر کرے۔ لا رپورٹ ممالک مغربی و شمالی جلد ۴ صفحہ ۱۰۶۔ یہ شرع حنفی کی روسے ہی ۱۲ منہ

اور اختلاف ہی۔[۱]

## فصل چہارم

### احکام وصیت موافق مذہب شافعی۔

اختیار وصیت ہر مسلم و غیر مسلم کو بلا امتیاز ذکور و اناث حاصل ہی بشرطیکہ بالغ و عاقل ہو اور مجنون یا سفیہ نہ ہو۔ یہ اختیار حربی کو یا اوس شخص کو جو بیہوش ہو یا نابالغ کو نہین حاصل ہی اگرچہ ایک عالم نے فرمایا ہی کہ یہ ممانعت اوس نابالغ سے نہین متعلق ہی جو سن رُشد کو پہونچ چکا ہو۔ غلام وصیت نہین کرسکتا مگر بعض علما کا قول یہ ہی کہ اگر وصیت کرنیکے بعد وہ آزاد کردیا گیا ہو اور بلا تجدید وصیت مرگیا ہو تو اوسکی وصیت جائز ہی۔[۲]

انتقالات بالوصیت جب کسی مقصد عام کے لیے کیے جائین تو اوس مقصد کو جائز و مشروع ہونا چاہیے۔ مثلاً معبد یہود و نصاری کے خرچ کے لیے وصیت کرنا نہین جائز ہی۔ وصیت ایک شخص یا چند اشخاص کے حق مین کرنا جائز ہی بشرطیکہ وہ شخص یا اشخاص حق ملکیت کو عمل مین لانیکی قابلیت رکھتے ہون اور جو وصیت جنین یعنے اوس لڑکے کے باب مین کیجاے جو ہنوز رحم مادر مین ہو اوسکا نفاذ دو شرطون پر موقوف ہی۔ اول یہ کہ وہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہو۔ دوسرے یہ کہ اوسکا حمل قبل وقوع وصیت رہ چکا ہو اور وصیت کی تاریخ سے چھ مہینہ قبل وہ پیدا ہوچکا ہو۔ اگر وہ چھ مہینہ کے بعد پیدا ہوا ہو تو یہ قیاس کیا جائیگا کہ اوسکا حمل قبل وقوع وصیت نہین رہا تھا بلکہ اگر اوسکے والدین نے ہم بستر ہونا نہ ترک کردیا ہو

---

[۱] جامع الشتات مین قول مختار یہ لکھا ہی کہ جب حاکم شرع سے رجوع کرنا غیر ممکن ہو تو ہر مومن پر واجب ہی کہ متوفی کی جائداد کا انتظام کرے ۱۲ منہ

[۲] تصح وصیۃ کل مکلف حر وان کان کافراً و کذا محجور علیہ بسفہ علی المذہب لا مجنون و مغمی علیہ وصبی الخ ۱۲ منہ

تو بھی یہی سمجھا جائیگا - مگر اسکے خلاف صورت مین حمل زیادہ سے زیادہ چار سال کی میعاد
تسلیم ہو سکتا ہی - جو وصیت غلام کے حق مین کی ہو وہ اوسکے مالک کے حق مین ہو جائیگی
مگر یہ کہ وہ غلام موصی کی وفات کے قبل آزاد کر دیا گیا ہو - اور اگر اوسکی وفات کے بعد
غلام آزاد کیا جائے اور اُس وصیت کو قبول کرے تو اسکا نتیجہ اس بات پر موقوف ہی
کہ آیا موصی لہ نے قبل وفات موصی قبضہ پایا تھا یا نہین - انتقالات بالوصیت حیوانات کے
حق مین مطلقاً باطل ہین خواہ موصی نے کسی حیوان کو موصی لہ کرنیکا ارادہ ظاہر کیا ہو
خواہ نہ کیا ہو - لکن اگر اوسنے یہ وصیت کی ہو کہ اس جانور کو خوراک ضروری ہمیشہ دیجائے
تو ایسی وصیت عرفاً جائز ہی -

مسجد کے خرچ کے لیے کوئی جائداد از روے وصیت چھوڑ جانا جائز ہی بلکہ مسجد کے
باب مین صرف وصیت کرنا بھی جائز ہی - اور وہ وصیت فقط مسجد کے مصارف کے لیے
نہین سمجھی جائیگی بلکہ مسجد کو مزین و آراستہ کرنا بھی اوسمین داخل سمجھا جائیگا - علاوہ
برین وصیت کافر کے حق مین خواہ وہ مطیع الاسلام ہو خواہ نہ ہو اور مرتد کے حق مین بھی
ہو سکتی ہی اور موصی اپنے قاتل کے حق مین بھی وصیت کر سکتا ہی - وصیت وارث کے
حق مین صرف برضامندی دیگر ورثہ نافذ ہو سکتی ہی اور ورثہ کا اذن اوس حالت
مین بھی درکار ہی جبکہ وہ اپنے حق وراثت سے دست بردار ہو گئے ہون اور اوس
اذن کو چاہیئے کہ قبل وفات موصی نہین بلکہ بعد وفات موصی دیا جائے - وہ وصیت
جسکا نتیجہ یہ ہو کہ ہر ایک وارث کو اوسکا سہم شرعی موصی کے متروکہ مین ملجائے باطل ہی
مگر اسمین شرعاً کچھ قباحت نہین ہی کہ کسی وارث کو کوئی خاص چیز از روے وصیت
دیدی جائے جسکی قیمت یا مالیت اوسکے سہم شرعی کے برابر ہو - صرف اتنا ضروری
کہ اس فعل کا اذن اور ورثہ بھی دیدین -

آدمی کو اشیاء ذیل کی وصیت کرنا شرعاً جائز ہی

(۱) اون چیزون کی منفعت کی جو باستداد زمانہ خراب یا ضایع نہ ہوجائین۔

(۲) درخت کے آیندہ میوہ اور حیوان کے آیندہ بچہ وغیرہ کی۔

(۳) دو چیزون مین سے ایک چیز کی جسکو موصی لہ پسند کرلے۔

(۴) شئ نجس کی بشرطیکہ اوسکا استعمال شرعاً حرام نہ ہو مثلاً سگ زراعت یا سگِ دربان کی یا اوس شیرۂ انگور کی جس سے شراب بنانی نہ منظور ہو۔

جب موصی نے یہ وصیت کی ہو کہ "میرے کتون مین سے ایک کتا" تو اوسکے وارث کو اختیار ہی کہ اوسکے کتون مین سے کوئی کتا بہ تعمیل وصیت دیدے اور اگر موصی کوئی کتا نہ رکھتا ہو تو وہ وصیت باطل ہی۔ جو شخص بہت سے کتے رکھتا ہو وہ اون سبکو یا اونمین سے بعض کو بذریعہ وصیت دیسکتا ہی اگرچہ اوسکے ترکہ مین اکثر کتے ہی ہون اگر کوئی شخص دو نقارے رکھتا ہو جنمین سے ایک نقارہ صرف ایک آلہ موسیقی تفریح کے لیے ہو اور دوسرا نقارہ کسی امر مشروع کے لیے ہو مثلاً جہاد یا حجاج کا نقارہ تو جب موصی نے صرف نقارہ کی وصیت کی ہو اور کچھ نہ کہا ہو تو آخر الذکر نقارہ مراد لیا جائیگا۔ اور جو نقارہ بطور آلہ موسیقی تفریح کے لیے ہو اوسکی وصیت باطل ہی تاوقتیکہ وہ جہاد مین یا حج مین نہ مستعمل ہوسکے۔

## احکام متعلقہ ثلث مال

انتقالات بالوصیت موصی کے ثلث مال سے زائد مین نہین نافذ ہوسکتے۔ اور جو وصیت اس حکم شرع کے خلاف کی گئی ہو جب ورثہ دعوے کرین تو وہ ثلث مال تک گھٹا دیجائیگی۔ مگر جب ورثہ راضی ہوجائین تو وہ وصیت نافذ ہوجائیگی چاہیے جو مقدار اوسکی ہو اور ایک عالم کا قول یہ ہی کہ اس صورت مین وصیت اوس وارث یا ورثہ کی جانب سے ہبہ سمجھا جائیگا۔

موصی کی وفات کے دن اور بعض علماء کے نزدیک جس روز اوسنے وصیت کی ہی

اوس روز اوسکی ساری جائداد کو جمع کرکے ثلث وصیتی نکال لیا جائے۔جو وصایا ثلث مال مین نافذ ہو سکتے ہین وہ درج ذیل ہین۔

(۱) موصی کے مرنیکے بعد عتق رقبات یعنے لونڈی یا غلام آزاد کرنا۔

(۲) وہ انتقالات جنکو موصی برضاو رغبت خود بحالت مرض الموت عمل مین لایا ہو مثل اوقاف اور ہبون کے۔

(۳) ادا کرنا دیون شرعی کا۔

اگران سب وصایا کا مجموع ثلث مال سے زائد ہو تو تخفیف احکام مصرحۂ ذیل کے موافق کیجائے۔

اوّل جب صرف عتق رقبات کی وصیت کی ہو تو قرعہ اندازی کرکے یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ اونمین سے کون لونڈی یا غلام آزادی سے محروم رکھے جائین تاکہ وصیت ثلث مال سے تجاوز نہ کرے۔

دوم جب وصیت مختلف امور نیک کی ہو تو تخفیف مین اون سب امور کو شریک کرنا چاہیئے۔

سوم جب وصیت مین عتق رقبات اور کارہاے خیر دونون داخل ہون تو جو مال وصیتی موجود ہو اوسکو دو حصون مین تقسیم کرکے وہی قاعدہ جاری کرنا چاہیئے جو صورت اول و دوم مین بیان کیا گیا۔

## مرض الموت

جو شخص ایسے مرض مین مبتلا ہو جس سے خوف ہلاکت ہو وہ اپنی جائداد موجودہ کے ایک ثلث سے زائد مین نہین وصیت کر سکتا۔ لکن اگر باوجود قطع امید کے اوس بیماری سے بچ جائے تو اوسکی وصیت باطل نہین ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے خفیف مرض مین مبتلا ہو جس سے اندیشۂ ہلاکت نہ ہو تو وہ اپنی جائداد کی وصیت بلاقید کر سکتا ہے اور اگر وہ

اوس بیماری سے احیانا مرجائے تو بھی اوسکے وصایا صحیح ونفاذ پذیر ہین مگر یہ اوس صورت مین نہ ہوگا جبکہ موت ایک نتیجۂ ضروری اوس مرض کا ہو جسمین وہ مبتلا تھا گو وہ مہلک نہ سمجھا جاتا ہو کیونکہ اس صورت مین وہ اوسکی ہلاکت کا باعث ہوگیا ہی جب اوس مرض کی حقیقت مشتبہ ہو تو دو عادل اور ثقہ عالمون سے استصواب کیا جائے۔ امراض ذیل شرعاً مہلک ہین۔ یعنے۔ قولنج۔ ذات الریہ۔ نفث الدم۔ سوء ہضم یعنے بد ہضمی مزمن۔ تپ کہنہ۔ نقرس۔ فالج۔ انقلاب معدہ یعنے غذا جیسی کھائی ویسی ہی بعینہٖ قی کردینا۔ قی مفرط و مولم اور قی الدم۔ تپ دائمی یا تپ نوبہ۔ حالات ذیل کو علمار نے امراض مہلک کے مشابہ قرار دیا ہی۔ یعنے۔ لڑائی مین اون کفار کا اسیر ہو جانا جو امان نہ دیتے ہون۔ فوج منہزم مین ہونا جسپر غنیم حملہ آور ہو۔ قصاص مین محکوم بہ سزاے موت ہونا یا رجم یعنے سنگسار ہونا۔ طوفان کے عالم یا تلاطم دریا کی حالت مین جہاز یا کشتی پر ہونا۔ عورت کا شدید درد زہ مین مبتلا ہونا خواہ وہ قبل خواہ بعد ولادت جنین ہو۔

وصیت ان صیغون سے ہوتی ہی "مین فلان چیز فلان شخص کے لیے چھوڑتا ہون" "یہ چیز اوسکو بھیدو" "یہ چیز اوسکو میرے مرنیکے بعد دیدینا" "مین اسکی وصیت کرتا ہون" "میرے مرنیکے بعد یہ چیز اوسکی ہو جائیگی"۔ لکن اگر یہ کہے کہ "یہ چیز اوسکی ہی" تو یہ وصیت نہ ہوگی بلکہ اقرار ہوگا۔ برخلاف اسکے اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ چیز میرے بعد اوسکی ہی" تو یہ وصیت صحیح ہی۔ وصیت ایک اور طریقہ سے بھی ہو سکتی ہی جو ایسا صریح و واضح تو نہین ہی مگر موصی کے ارادہ یا مرضی پر دلالت کرتا ہی مثلاً وصیت نامہ تحریر کرکے گواہون سے تصدیق کرا دی جائے۔

جو وصیت ایک فرقہ یا گروہ کے حق مین کیجائے اوسکو صریحاً قبول کرنیکی کچھ ضرورت نہین ہی۔ اور موصی کے مرجانے سے وہ وصیت قابل منسوخی نہین باقی رہتی لکن جو وصیت ایک یا دو شخصون کے حق مین کیجائے اوسکو چاہیے کہ حسب طریقۂ شرعیہ

قبول کرلی جائے۔ اقبالِ وصیت یا انکار وصیت کسی طرح موصی کی حیات مین نہین ہوسکتا۔ اور دستور بھی یہ نہین ہی کہ موصی کے مرتے کے ساتھی موصیٰ لہ اوسکی وصیت کو قبول کرے۔ موصیٰ لہ کے پیشتر مرجانے سے وصیت باطل ہوجاتی ہی۔ اگر وہ موصی کی وفات کے بعد مگر وصیت کو قبول کرنیکے قبل مرجاے تو وصیت کو قبول کرنیکا حق اوسکے ورثہ کو ملیگا۔ اس مسئلہ مین کہ جائداد وصیتی موصیٰ لہ کا مال کب ہوجاتا ہی بعض علمار کا قول ہی کہ موصی کے مرتے کے ساتھی موصیٰ لہ اوس جائداد پر قبضہ کرنیکا مستحق ہوجاتا ہی بشرطیکہ اوسنے اوس وصیت کو قبول کرلیا ہو۔ اور بعض علمار نے فرمایا ہی کہ قبول کرنے کے پیشتر وصیت معطّل رہتی ہی لکن اگر موصیٰ لہ نے اوسکو قبول کرلیا ہو تو موصی کی وفات کے وقت سے قابض جائداد فی الواقع وہی ہوجاتا ہی اور اگر اوسنے نہ قبول کیا ہو تو موصی کے ورثہ کا قبضہ زائل نہ سمجھا جائیگا۔ یہ تین قول جو ہمنے وصیت کے باب مین مابین وفاتِ موصی و قبولِ موصیٰ لہ بیان کیے ہین اوس منفعت یا مزدوری پر جو غلام وصیتی نے حاصل کی ہو صادق آتے ہین اور دیگر مصارف جو اوس غلام کے نفقہ یا اوس سے روزہ رکھوانے کے لیے دیے جائین اونپر بھی یہی اقوال جاری ہونگے۔ جن علمار کا یہ قول ہی کہ وصیت کو اوسوقت تک معطّل رہنا چاہیے جبتک موصیٰ لہ اوسکو قبول یا انکار کرے اونکے نزدیک بھی موصیٰ لہ کو واجب ہی کہ غلام یا حیوان وصیتی کے کھانے پینے کا سامان چند روز کے لیے کردے۔

## موصیٰ لہم

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ وہ میرے گلّہ گوسفند مین سے ایک گوسفند دیا جائے اور وہ کوئی گلّہ گوسفند نہ رکھتا ہو تو یہ وصیت باطل ہوجائیگی۔ لکن اگر اوسنے یہ وصیت کی ہو کہ وہ میری میراث مین سے ایک گوسفند دیا جائے اور وہ کوئی گوسفند نہ رکھتا ہو تو ایک بھیڑ خریدکر موصیٰ لہ کو دیدینی چاہیئے۔

جب وصیت اوس بچہ کے حق مین کیجاے جو ہنوز رحم مادر مین ہو اور اوس عورت کو

دو بچے توام پیدا ہون تو وصیت اون دونون کو ملیگی اور اگر اونمین سے ایک بچہ زندہ اور دوسرا مردہ پیدا ہو تو جو زندہ پیدا ہوا ہی اوسی کو وصیت ملیگی۔ لکن اگر موصی نے یہ بھی کہا ہو کہ "اگر وہ لڑکا ہو" "یا لڑکی ہو"۔ اور توام بچے پیدا ہون اور اونمین سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو وہ وصیت باطل ہوجائیگی۔ اور اگر موصی نے کہا ہو کہ "اگر اس عورت کے بطن میں لڑکا ہو" تو اوس وصیت کا مدعی صرف وہ لڑکا ہو سکتا ہی اوسکے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی ہی وہ نہین ہو سکتی۔ اور جو وصیت بالفاظ مذکورۂ بالا کی گئی ہو وہ اوس صورت مین بھی جائز ہی جبکہ اوس عورت کو توام لڑکے پیدا ہون۔ اِس صورت مین وارث کو اختیار ہی کہ اونمین سے جس لڑکے کو چاہے مال وصیتی دیدے۔

جو وصیت کسی شخص نے اپنے "ہمسایون" کے حق مین کی ہو وہ چالیس گھرون پر جو چار سمت مین ہون حاوی ہوگی۔ اور جو وصیت "علماء" کے حق مین کی گئی ہو اوسمین سب مفسّرین قرآن اور رُوات و محدثین اور فقہاء داخل ہین مگر محض قاریان قرآن اور اہل علم اور مُعبّرین رویا یعنے خواب کی تعبیر دینے والے نہین داخل ہین اور بعض علماء کے نزدیک متکلمین بھی نہین داخل ہین۔

جو وصیت فقراء کے حق مین کی گئی ہو اوسمین مساکین بھی داخل ہین۔ اور بالعکس اسکے دونون صورتون مین مال وصیتی کے دو حصّے مساوی کرکے ہر ایک فرقہ کو ایک حصہ دینا چاہیئے بشرطیکہ اوس فرقہ مین اقل مراتب تین شخص ہون۔ موصی کو اختیار ہی کہ اس قسم کے لوگون مین سے ایک شخص کو اورون سے زیادہ مال اہنا دوے وصیت دیجائے اور اگر موصی نے کہا ہو کہ "فلان شخص اور فقراء کو" تو علماء (شافعیہ) کے نزدیک اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوس شخص کو ہر ایک فقیر سے زیادہ نہ ملیگا گو کتنا ہی کم ملے۔ البتہ اوس شخص کو بالکل محروم نہ رکھنا چاہیئے۔

آدمی ایک فرقہ یا قوم کے حق مین بلا تعیین تعداد بھی وصیت کرسکتا ہی مثلاً

عاقِبین کے حق مین۔ اور ایک قوم کے چند اشخاص معیّن کے حق مین بھی وصیت کرسکتا ہی مثلاً
فلان فرقہ کے تین آدمی یا فلان شخص کے اقربار۔ اس آخر الذکر وصیت مین سب اقربار
داخل ہین گو کیسے ہی بعید ہون خواہ آبار علوی ہون خواہ اولاد سفلی بجز اون اقربار کے
جو اوس شخص سے قرابت بلا واسطہ رکھتے ہون۔ جب وصیت اقربار کے حق مین کیجائے
تو عرب اوس سے اقربار پدری سمجھین گے اقربار مادری نہ سمجھین گے مگر یہ کہ اونکی تصریح
خاصّۃً کردی گئی ہو جس شخص کے اقربار کے حق مین موصی نے وصیت کی ہی اونکو دریافت
کرنیکا طریقہ یہ ہی کہ اوس شخص کے قریب ترین اجداد مین سے کوئی شخص لیکر اوسکی اولاد کو
سمجھنا چاہیئے کہ موصی کی مُراد اقربار سے یہی لوگ تھے۔ لکن اگر موصی نے "قریب ترین اقربار" کا
لفظ کہا ہو تو وصیت اون اقربار کو بھی ملیگی جو اوس شخص سے قرابت بلا واسطہ رکھتے
ہون مگر بیٹے کو باپ پر اور بھائی کو دادا پر ہمیشہ ترجیح دیجایگی اور اونکے سواے ذکور
و اُناث کا امتیاز اسمین شرعاً نہین رکھا گیا ہی۔ بلکہ باپ اور مان اور بھائی اور بہن
سب اوس وصیت مین یکسان شریک ہونگے اور نواسا بھی پرونے پر مقدم رکھا جائیگا
جو وصیت کسی شخص نے اپنے اقربار کے حق مین کی ہو اوسمین اوسکے ورثہ شرعی
نہین داخل ہین۔

## کن چیزون کی وصیّت ہوسکتی ہی

وصیّت غلام کی منفعت اور مکان کی آمدنی اور دوکان کے کرایہ کی ہوسکتی ہی
اس صورت مین موصٰی لہ صرف اوس غلام کی خدمت ہی سے متمتع نہوگا بلکہ جو
مزدوری اوسکو ملے وہ بھی لیگا اور اگر وہ جاریہ ہو اور کسی کے عقد مین ہو تو اوسکا
مہر بھی لیگا۔ اور اگر میعاد وصیت کے اندر اوس لونڈی یا غلام کو لڑکا پیدا ہو تو
اوسکا بھی وہی حال ہوگا جو اوسکی مان کا حال ہی یعنے اوسکی منفعت موصٰی لہ کو ملیگی
موصی کے وارث کو نہ ملیگی۔ مگر وارث اوسکو آزاد کرنے کا حق رکھتا ہی اور اوسکو اوسکی

پرورش کرنی بھی واجب ہی اور منفعت دائمی اور غیر دائمی مین کچھ فرق نہ ہوگا بیع
کرنا اوس چیز کو جسکی منفعت کی وصیت بقدر ایک ثلث کے ایک میعاد معین تک
کی گئی ہو منتج اونھین نتائج کا ہی جو نتائج کرایہ کی چیز کو بیچنے سے پیدا ہوتے ہین۔ مگر منفعت
دائمی سوائے موصٰی لہ کے کسی کے ہاتھ نہین فروخت ہو سکتی۔ اگر کسی شخص کو یہ دریافت
کرنا منظور ہو کہ آیا مال موصٰی ثلث جائز الوصیت سے زیادہ ہی یا نہین ہی تو غلام کی
منفعت دائمی کو قیمت واقعی سے مشابہ کرنا چاہیئے اور اگر منفعت غیر دائمی ہو تو
غلام کی خدمات کی اجرت کو بلحاظ اوس مدت کے دریافت کرنا چاہیئے جتنی مدت تک
اوسکا مالک اوسکی خدمات سے محروم رہا ہی۔

آدمی کو جائز ہی کہ اپنے وارث کو یہ وصیت کرے کہ میری طرف سے حج کرنا یا حج کروانا۔
اس صورت مین اوس وارث کو واجب ہی کہ سفر حج کا خرچ اوس مقام سے دے جو مقام
شرعًا معین ہی مگر یہ کہ موصی نے کسی خاص قصبہ کا نام لیا ہو کہ یہان سے حج کو روانہ ہون
اب رہا حج واجب جسکے بجالانے سے موصی قاصر رہا ہو سو یہ فرض اوسکے کل مال سے
ادا کیا جائیگا اور اگر موصی نے اپنے وارث کو وصیت کی ہو کہ مصارف حج میری کل جائداد
یا اوسکی ثلث جائز الوصیت سے دینا تو اس وصیت کی تعمیل کیجائیگی۔ اور اگر موصی نے
اس باب مین کچھ وصیت نہ کی ہو تو خرچ اوس حج واجب کا جسکے بجالانے سے موصی
قاصر رہا تھا اور جسکے ادا کرنیکی وصیت اوسنے اپنے وارث سے کی ہی اوسکی کل جائداد سے
دیا جائیگا اور بعض علماء کے نزدیک ثلث جائز الوصیت سے دیا جائیگا مگر بہرصورت
یہ خرچ صرف اوس مقام سے سفر کرنیکا دیا جائیگا جو مقام شرعًا مقرر ہی۔ ہر شخص متوفی
کی طرف سے حج واجب بجالا سکتا ہی گو اوسنے وصیت نہ کی ہو اور گو وہ شخص اوسکے
عیال مین نہ داخل ہو۔

وارث کو چاہیئے کہ اپنے مورث کی طرف سے کفارہ ہاے واجب بھی دے جنکے

ادا کرنے سے وہ قاصر رہا ہو۔ اور کفارہ ہاے غیر واجب کے باب مین وارث کو اختیار ہے کہ اگر ضرورت ہو تو فقرا کو کھانا یا کپڑا دے بلکہ غلام بھی آزاد کر سکتا ہے۔ بہر کیف چاہیے جس قسم کے کفارے ہون وارث اونکو اپنے پاس سے دیسکتا ہے اگر ترکہ غیر مکتفی ہو اور اوسکا یہ فعل متوفی کا فعل سمجھا جائیگا۔ اگر کفارہ کوئی غیر شخص دے جو متوفی کے خاندان مین نہ ہو تو وہی شرائط ہین جو فقرا مین طعام و لباس تقسیم کرنیکے ہین لکن اگر کفارہ عتق رقبہ یعنے بردہ آزاد کرنا ہو تو وہ شرائط نہین ہین۔ مردہ کی طرف سے خیرات یا نماز خواہ اوسکے ورثہ خواہ غیر لوگ دین یا پڑھین اوسکا ثواب اوسکی روح کو پہونچتا ہے۔

## تنسیخ وصیت

وصیت کلاً یا جزاً منسوخ ہو سکتی ہے اور بہ طرق ذیل منسوخ ہو سکتی ہے۔

(۱) قول سے یعنے مثلاً موصی کہے کہ "مین اس وصیت کو منسوخ کرتا ہون یا باطل کرتا ہون یا جس چیز کی وصیت مین نے کی ہے وہ میرے ورثہ کا مال ہے"۔

(۲) اس امر سے کہ موصی نے مال وصیتی کو بذریعہ بیع یا عتق یا نکاح یا ہبہ یا رہن منتقل کر دیا ہو اور ہبہ اور رہن مین اگر موہوب لہ یا مرتہن کا قبضہ بھی نہ ہوا ہو تو بھی وصیت منسوخ ہو جائیگی۔

(۳) پہلی وصیت کے بعد وارث کو دوسری وصیت کرنے سے یا جس چیز کی وصیت پہلے کی تھی اوسکو طرق مذکورہ ضمن ۲ مین سے کسی طریقہ سے منتقل کرنے سے۔

(۴) شے وصیتی کی فروخت کا حکم دینے سے گو وہ فروخت نہ ہو یا اوس چیز کے ساتھ اور چیزین ملا دینے سے۔ مثلاً اگر کسی خاص قسم کے گیہون کی وصیت کیجائے اور اوسمین دوسری قسم کا گیہون ملا دیا جائے تو صرف اتنی ہی بات سے وصیت منسوخ ہو جائیگی اگرچہ جو گیہون ملا دیا گیا ہے وہ عمدہ قسم کا ہو۔ لکن اگر وہ گیہون اوسی قسم کا ہو یا اوس سے بدتر ہو تو پہلے گیہون مین اوسکو ملا دینے سے وصیت منسوخ نہ ہو جائیگی۔

وصیت اسطرح سے بھی منسوخ ہو جاتی ہی کہ جس گیہون کی وصیت کی ہی اوسکو پسوا ڈالے یا اوسکو اپنے کھیت مین بو دے یا اوسکے آٹے کی روٹی پکوائے یا جس روئی کی وصیت کی ہی وہ کاتی جائے یا اوسکا کپڑا بنایا جاے۔ یا جس کپڑے کی وصیت کی ہی اوسکا قمیص بنایا جائے یا جس زمین کی وصیت کی ہی اوسپر مکان بنایا جائے یا درخت بویا جائے۔

## اوصیاء

شارع اسلام نے اوصیا مقرر کرنیکا رسم جاری فرمایا ہی کہ وہ موصی کا قرضہ ادا کرین اور اوسکی وصیت کی تعمیل کرین اور اوسکے اطفال نابالغ کی حراست کرین۔ وصی کو مسلم اور بالغ و عاقل اور آزاد اور عادل اور لائق اوس کام کے ہونا چاہیے جو اوسکے سپرد کیا گیا ہی جو کافر مطیع الاسلام ہو یعنے مسلمان بادشاہ کی رعیت ہو اوسکو اوسکا ہم مذہب اپنا وصی مقرر کرسکتا ہی اور نابینا ہونا بھی مانع وصایت نہین ہی۔

وصی کو شرعاً مرد ہونا ضرور نہین ہی بلکہ اطفال صغیر کی مان کو سمجھنا چاہیے کہ غیر شخص کی بہ نسبت اپنے بچون کی پرورش و پرداخت کی زیادہ قابلیت رکھتی ہی۔

وصی کو بد معاشی کی علت مین معزول کر دینا چاہیے۔ یہی اصول قاضی پر بھی صادق آتا ہی مگر خلیفۂ وقت یا سلطان پر نہین صادق آتا۔

موصی کا قرضہ ادا کرنے اور اوسکی وصیت کی تعمیل کرنیکے لیے وصی مقرر کرنیکا حق مسلمانون کو دیا گیا ہی جو بالغ و عاقل اور آزاد ہون مگر وصی سے اطفال نابالغ کی ولایت متعلق کرنیکا حق صرف وہ شخص رکھتا ہی جو اونکا ولی شرعی ہو۔ وصی دوسرے شخص کو اپنا وصی نہین مقرر کرسکتا کہ اوسکے مرنیکے بعد اوسکا قائم مقام ہو مگر یہ کہ یہ اختیار اوسکو اصل موصی نے دیا ہو۔ دو شخصون کو یکے بعد دیگرے وصی مقرر کرنا شرعاً ممنوع نہین ہی۔ یہ اسطرح ہو سکتا ہی کہ موصی کسی شخص سے کہے کہ "مین تمکو اپنا وصی مقرر کرتا ہون جبتک کہ میرا بیٹا بالغ ہو یا جبتک زید یہان پہونچے اور پھر اپنے بیٹے کو" یا "زید اس وصیت کا حامل ہوگا"۔

برخلاف اسکے وصی اطفال نابالغ کی حراست کے لیے اونکے دادا یا ولی شرعی کی حیات مین نہین مقرر ہوسکتا بشرطیکہ وہ اونکی حفاظت کی قابلیت رکھتا ہو۔

وصی کو یہ اختیار دینا شرعاً ممنوع ہی کہ موصی کے نابالغ بیٹے کا نکاح کردے یا اوسکی نابالغ بیٹی کا عقد کردے۔

وصی ان الفاظ سے مقرر ہوسکتا ہی کہ "مین تمکو اپنا وصی مقرر کرتا ہون یا مین اپنے معاملات تمھارے سپرد کرتا ہون"۔ اسمین کوئی شرط لگا دینا ممنوع نہین ہی۔ مگر جو کام وصی سے متعلق کیا ہی اوسکی تصریح کردینی چاہیئے کیونکہ اگر سوائے اسکے کہ "مین تمکو اپنا وصی مقرر کرتا ہون"۔ اور کچھ نہ کہا ہو تو یہ وصیت باطل ہی۔ تقرر وصی موثر نہین ہی تاوقتیکہ قبول نہ کرلیا جائے اور اس قبول کو چاہیئے کہ موصی کی حیات مین واقع ہو۔

اگر موصی نے دو وصی مقرر کیے ہون تو اونمین سے ایک بے دوسرے کی اعانت کے کام نہین کرسکتا مگر یہ کہ اوسکو یہ اختیار دیا گیا ہو۔ موصی تقرر وصی کو ہر وقت منسوخ کرسکتا ہی اور وصی وصایت قبول کرنیکے بعد بھی استعفا دیسکتا ہی۔ جب نابالغ حد بلوغ کو پہونچ جائے تو جس وصی سے اوسکی حراست متعلق تھی اوسکو چاہیئے کہ اپنے عہد کا حساب اوسکو سمجھائے اور اگر اون دونون مین کچھ تنازع ہوا اور وہ تنازع اوس نابالغ کے نفقہ کے باب مین ہو تو شرعاً وصی کے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر تنازع اوس رقم کے باب مین ہو جسکو وصی بیان کرے کہ مین نے اس لڑکے کو اسکے بالغ ہونیکے بعد دی تھی تو شرعاً اوس لڑکے کے قول کا اعتبار کیا جائیگا۔ فقط

## ضمیمہ ا

"گھوڑے اور آلات حرب کے وقف کے جواز مین اختلاف نہین ہی اور نہ اوس مال منقول کے وقف کے جواز مین اختلاف ہی جو ضمناً وقف کیا گیا ہو یعنے مثلاً اراضی وقفی مین شامل ہو جیسے آلات زراعت اور مواشی وغیرہ۔ دیگر اقسام کے مال منقول کے وقف کے جواز مین امام محمد اور امام ابو یوسف مین اختلاف ہی کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک مال منقول کا وقف ناجائز ہی اور امام محمد کے نزدیک سب اشیار کا وقف جائز ہی جنکی تجارت یا مبادلہ یعنے لین دین ہوتا ہو اور اسی قول کو اکثر علمار نے اختیار کیا ہی جیسا ہدایہ مین لکھا ہی اور عصاف مین بھی اسی کو قول صحیح لکھا ہی۔ اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ دنیاوی معاملات مین قیاس کو کچھ دخل نہین ہی اور مجتبیٰ مین سیر سے لکھا ہی کہ امام محمد کے نزدیک جائداد منقولہ کا وقف قطعاً جائز ہی۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک وقف اون اشیار کا جنکی تجارت یا دادوستد ہوتی ہو جائز ہی۔ خلاصہ مین انصاری کے قول کو اختیار کیا ہی اور انصاری امام زفر کے شاگرد تھے۔ اور فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہی کہ امام زفر نے انصاری سے اتفاق کیا ہی اور منافع مین لکھا ہی کہ ہمارے زمانہ مین درہم و دینار وقف کرنیکا دستور بلاد روم مین ہی اور ایسا وقف امام محمد کے اس قول کے تحت مین ہی (جسکے موافق فتوے ہی) کہ "وقف جملہ اشیار منقولہ کا جنکا لین دین لوگ کرتے ہون جائز ہی" لہذا درہم و دینار کے وقف کے جواز مین صرف امام زفر کے قول پر بھروسا کرنا جو انصاری سے منقول ہی کچھ ضرور نہین ہی اور صاحب بحرالرائق نے بھی یہی فتوے لکھا ہی کہ درہم و دینار وقف کرنا جائز ہی اور اسکے خلاف کوئی قول نہین نقل کیا ہی۔ اور منافع مین جو لکھا ہی وہ رملی کا قول ہی۔ گائے کو اس غرض سے وقف کرنا کہ اوسکا دودھ مسافرون کے کام آئے جائز ہی بشرطیکہ ایسے وقف کا دستور ہو۔ انصاری سے جب پوچھا گیا کہ آیا درہم یا وہ اشیار جو وزن یا پیمانہ ہو سکین وقف ہو سکتی ہین تو اونھون نے جواب دیا کہ ہان ہو سکتی ہین تب اونسے

پوچھا گیا کہ کسطرح ہوسکتی ہین تو اونھون نے فرمایا کہ بطور مضاربت کے۔ (مضاربت اوس مشارکت کا نام ہے جسمین ایک شریک روپیہ دے اور دوسرا شریک محنت کرے) جو چیزین وزن یا پیمانہ ہو سکین اونکو بیچکر اونکی قیمت مضاربت یا تجارت وغیرہ مین لگائی جاے" ردّ المختار۔

## ضمیمہ ۲

"درّ المختار کتاب القضاء مین لکھا ہی کہ حنفی مذہب قاضی امام شافعی یا امام مالک کے قول کے موافق فتوے نہین دیسکتا مگر امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول کے موافق فتوے دیسکتا ہی" ردّ المختار۔

## ضمیمہ ۳

"ذخیرہ مین شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ کسی شخص نے اونسے ایک مسجد یا حوض کے باب مین پوچھا کہ وہ برباد پڑا ہوا ہی اور وہان کوئی شخص نہین ہی جو اوسکو استعمال مین لائے آیا قاضی اوسکے وقف کو دوسری مسجد یا حوض مین صرف کرسکتا ہی۔ اونھون نے فرمایا ہان کرسکتا ہی۔ اور یہی بحر الرائق مین قنیہ سے لکھا ہی۔ اور شیخ امام امین الدین ابن عبد العلی و شیخ امام احمد ابن یونس الشلبی و شیخ زین ابن نجیم اور شیخ محمد الوفائی ان سب علماء نے بھی یہی فتوے دیا ہی۔ بعض علماء نے فرمایا ہی کہ مسجد شکستہ کا مصالح دوسری مسجد مین لگایا جائے اور بعض کا قول ہی کہ اوسکا مصالح اور اسباب دونون دوسری مسجد مین صرف ہوسکتا ہی علی الخصوص اس زمانہ مین اس قاعدہ پر عمل کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ اگر مسجد یا اور کسی عمارت وقفی کا مصالح لیجا کر اوسی قسم کی دوسری عمارت مین نہ لگائین تو اوسکو چور اور بدمعاش اوٹھا لیجائینگے جو ایسے اوقاف کی تاک مین رہتے ہین اور اونکے متولی اونکی آمدنی مین خیانت کرتے ہین" ردّ المختار۔

## ضمیمہ ۴

"عصاف مین لکھا ہی کہ وقف ہمارے سب علمار کے نزدیک جائز ہی یعنے امام اعظم ابو حنیفہ اور اونکے دونون شاگردون کے نزدیک۔ اصل مین لکھا ہی کہ امام اعظم کے نزدیک وقف واجب العمل نہین ہی مگر یہ قول صحیح نہین ہی۔ بلکہ اختلاف صرف اسمین ہی کہ وقف کب واجب العمل ہوجاتا ہی۔ امام اعظم کے نزدیک جب قاضی حکم دے تب وقف کی تعمیل واجب ہوجاتی ہی یا جب وہ وصیت ہو تب واجب العمل ہوتا ہی۔ مگر صاحبین کے نزدیک وقف بغیر ان امور کے بھی واجب العمل ہی اور یہی قول مجمع علیہ ہمارے علمار کا ہی اور صحیح ہی۔ امام ابو یوسف کے نزدیک صرف لفظ وقف کہدینے سے وقف واجب العمل ہوجاتا ہی کیونکہ وقف مثل عتق رقبہ کے مستحب ہی اور فتوے اسی کے موافق دیا جاتا ہی" ردّ المختار۔

## ضمیمہ ۵

(۱) قرابت کے لغوی معنے رشتہ داری ہی مگر رشتہ دار کے معنے مین بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہی۔

(۲) قرابت دار اور ذُو قرابت کے معنے رشتہ دار کے ہین۔

(۳) ذِی ذُو کا مجرور ہی۔

(۴) ذَوِی ذُو کی جمع ہی۔

(۵) اقربا قریب کی جمع ہی یعنے رشتہ دار۔

(۶) ارحام رحم کی جمع ہی جسکے لغوی معنے بچہ دان کے ہین اور اصطلاح فقہار مین ذوی الارحام کے معنے اقربار مادری ہین۔

(۷) فقیر اور مسکین مرادف یعنے ہم معنی لفظ ہین صرف اتنا فرق ہی کہ فقیر وہ شخص ہی جسکے پاس اوتنا مال ہو جو نصاب شرعی سے زیادہ نہ ہو اور مسکین وہ ہی جو کچھ مال یا مکان

نہ رکھتا ہو۔ ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۵

## ضمیمہ ۶

مذہب شیعہ مین یہ ہی کہ جب وصیت متعدد اشخاص یا ایک قوم کے حق مین کی ہو تو مال وصیتی اون سب مین برابر تقسیم کیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی اولاد کے حق مین وصیت کرے اور اونمین سے بعض ذکور اور بعض اناث ہون تو مال وصیتی اون سب مین بلا امتیاز ذکور و اناث برابر تقسیم کیا جائیگا۔ اور یہی اوس صورت مین بھی ہوگا جبکہ وصیت چچاؤن اور پھوپھیون یا ماموون اور خالیون یا دونون کے حق مین اکٹھا کی ہو۔ اور اگر موصی ایک موصی لہ کو دوسرے سے زیادہ دیا ہو تو اوسکی وصیت پر عمل کرنا واجب ہی۔

مذہب حنفی مین موصی کی حیات مین موصی لہ کے مرجانے سے وصیت باطل ہوجاتی ہی مگر مذہب شیعہ مین ایسا نہین ہی یعنے اگر موصی نے اوس وصیت کو نہین منسوخ کیا ہی تو موصی لہ کے مرجانے سے نہین باطل ہوجاتی بلکہ اوسکے ورثہ کو پہونچتی ہی اور اگر اوسکا کوئی وارث نہ ہو تو موصی کے ورثہ پر عود کریگی۔ جامع الشتات و شرایع الاسلام

## ضمیمہ ۷

مذہب شیعہ مین کوئی چیز ضبط ہوکر بیت المال مین نہین داخل ہوسکتی جیسا جامع الشتات مین لکھا ہی کہ بیت المال کا مضمون ہمارے نزدیک مذموم و مکروہ ہی۔

متقدمین علماء حنفیہ کے نزدیک یہ تھا کہ جب کوئی شخص ایک خاص وارث چھوڑکر مرجائے اور وہ ایک خاص حصہ اپنے مورث کے ترکہ مین پائے اور مابقی رداً یا نسبتاً مستحق نہ ہو تو وہ مابقی بیت المال مین داخل کیا جائیگا۔ اور اگر کوئی موصی لہ ہو تو اوسکو وہ مابقی ملیگا۔ مگر متاخرین علماء حنفیہ اور قضات حنفی کے فیصلون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جب کوئی وارث موجود ہو تو بیت المال کا کچھ حق نہین ہی پس اگر کوئی شخص ایک زوجہ چھوڑ کر مرجائے اور اپنی نصف جائداد کی وصیت زید کے حق مین کرجائے تو

زوجہ کا حصہ دیکر اور وصیت ادا کرکے جو ایک سُدس باقی رہیگا وہ بھی زوجہ کو دیا جائیگا۔

## ضمیمہ ۸

امام ابو یوسف کے نزدیک درہم و دینار عین مین داخل ہین۔ پس اگر موصی ہزار درہم کسی کے لیے از روے وصیت چھوڑ جائے اور اوسکی جائداد مین نقد و جنس اور قرضہ بھی ہو تو موصی لہ اپنے ہزار درہم اوس جائداد کے ایک ثلث سے پائیگا۔ لکن اگر وہ ثلث ادائے وصیت کو کافی نہ ہو توجسقدر وہ قرضہ وصول ہوتا جائے گا موصی لہ کو دیا جائیگا یہانتک کہ کل وصیت ادا ہوجائے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک اوس جائداد مین نقدی داخل ہی اور اثاث البیت اور پوشاک اور زیور وغیرہ جو متوفی نے چھوڑا ہو وہ عین داخل ہی۔ پس وہ ہزار درہم اون دراہم و دنانیر کے ایک ثلث مین سے دیئے جائینگے جو متوفی چھوڑ گیا ہی اور اگر وہ غیر مکتفی ہون توجب اوسکا قرضہ وصول ہوگا تو اوسکے ایک ثلث مین سے دیئے جائینگے۔ ردّ المختار صفحہ ۶۶۰ ۱۲ منہ

## ضمیمہ ۹

درباب اوس متولی کے جو عموماً مقرر کیا گیا ہو لفظ عموماً کے معنے انفع الوسائل مین یہ لکھے ہین کہ جب واقف ایک متولی مقرر کرکے اوسکو اپنا قائم مقام اور جانشین کردے اور اوسکو اجازت دے کہ اس وقف کو جسکے سپرد چاہے کرے تو وہ متولی اوس وقف کو بحالت صحت نفس یا مرض الموت کے عالم مین منتقل کر سکتا ہی۔ ردّ المختار صفحہ ۶۳۹۔

## ضمیمہ ۱۰

وقف ثابت ہو سکتا ہی بے اسکے کہ کوئی شہادت واقف کے قول کی نسبت پیش کیجائے امام ابو یوسف کا یہی قول ہی اور اسکو علماء بلخ نے مثل ابو جعفر وغیرہ کے اختیار کیا ہی۔ خیریۃ مین لکھا ہی کہ جب کوئی پرانا وقف مشہور رہا ہو اور اوسکا واقف مجہول ہو اور کوئی شخص بڑا آدمی اوسپر قبضہ کرلے تو قول مشہور یہ ہی کہ متولی اپنے دعوے کو دو گواہون کی گواہی سے

ثابت کرسکتا ہی اور یہی قول جامع الفصولین مین اختیار کیا گیا ہی۔ ردّ المختار صفحہ ۵۴۶۔

## ضمیمہ ۱۱

ایک شخص دو اطفال صغیر چھوڑ کر مرجائے اور وہ دونون جب بالغ ہوجائین تو اپنی میراث وصی سے طلب کرین اور وصی کہے کہ تمھارے باپ نے ہمکو ہزار درہم چھوڑے تھے وہ تمھارے صرف مین آچکے اور ایک بیٹا وصی کے اس قول کی تصدیق اور دوسرا تکذیب کرے تو جو تکذیب کرتا ہی وہ امام زفر کے نزدیک ۲۵۰ درہم اپنے بھائی سے جسنے تصدیق کی ہی وصول کریگا وصی سے کچھہ نہ پائیگا اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی ہی۔ مگر ابن ابو مالک نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہی کہ وہ وصی سے اوس رقم کو وصول کرسکتا ہی۔ محیط سرخسی مین یہی لکھا ہی۔ فتاوائے عالمگیری صفحہ ۲۲۱۔

اگر کوئی شخص اطفال صغیر اور باپ چھوڑ کر مرجائے اور کوئی وصی نہ مقرر کرجائے تو باپ بمنزلہ وصی کے ترکہ کی حفاظت کے لیے ہی۔ (فی حفظ الترکۃ) اور جسطرح چاہے اوس جائداد مین تصرف کرسکتا ہی (و یتصرّف فیہا ای تصرّف کان) اور اگر متوفی نے بہت سا قرضہ چھوڑا ہو (دین کثیر) تو اوسکا باپ یعنے اون لڑکون کا دادا اوسکی جائداد کو قرضہ ادا کرنیکے لیے بیچڈالنے کا مجاز نہین ہی۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنے اوس بیٹے کو جو قریب البلوغ اور رشید ہو (صغیر المراہق) بیع و شرا کی اجازت دے اور وہ کوئی معاملہ کرے اور مقروض ہوجائے اور پھر مرجاے اور اپنے باپ کو چھوڑ جائے تو باپ اوسکا قرضہ ادا کرنیکے لیے اوسکی جائداد مین تصرف کرنیکا نہین مجاز ہی۔ فتاوائے عالمگیری صفحہ ۲۲۵۔

کوئی شخص مقروض ہو اور چند وصیتین کرے اور وہ سب وصیتین اوسکا قرضہ ادا کرنیکے بعد اوسکے ثلث مال سے ادا ہوسکین اور وہ شخص ایک مکان چھوڑ کر مرجائے اور وصی بغیر اوس مکان کی قیمت کے اوسکا قرضہ اور وصیتین نہ ادا کرسکے مگر ورثہ

اوس مکان کو بیچنے پر نہ راضی ہون اور وہ قرضہ اتنا نہ ہو کہ وہ سارا مکان یا اوسکا ایک بڑا حصہ اوسمین مستغرق ہو جائے بلکہ قرضہ ادا کرنیکے بعد کچھ اوسمین سے بچ رہے تو اس صورت مین وصی اوس مکان کو بیچ سکتا ہی اور اوسکو بیچ ڈالنا چاہیئے جب وصی کو معلوم ہو کہ اگر یہ مکان نہ بیچا جائیگا تو قرضہ مدت مدید تک نہ ادا ہو سکے گا۔ فتاواے عالمگیری صفحہ ۲۲

## ضمیمہ ۱۲

علماے شیعہ مین سے ابن زہرہ حلبی صاحب غنیہ اور شیخ ابوجعفر طوسی صاحب مبسوط اور شیخ محمد ابن ادریس حلی صاحب سرائر اور شیخ مرتضی علم الہدیٰ نے بعض مسائل شرعیہ مین محقق ابوالقاسم حلی صاحب شرایع الاسلام سے اختلاف کیا ہی۔ ایک مسئلہ اختلافی یہ ہی کہ آیا ابرا مین قبول شرط ہی یعنے جب قرضخواہ اپنا قرضہ معاف کردے تو آیا قرضدار کو اوسکا قبول کرلینا ضرور ہی۔ محقق کے نزدیک قرضدار کا قبول کرلینا جواز ابرار کی شرط نہین ہی جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ مگر علماء مذکورین کے نزدیک ابرا مین بھی ہبہ کی طرح قبول شرط ہی۔

## ضمیمہ ۱۳

یہ مسئلہ کہ آیا باپ یا وصی نابالغ کے مال کو رہن رکھ سکتا ہی یا مستعار دیسکتا ہی یا نہین ایسا اہم ہی کہ فتاواے قاضی خان کی عبارت کا ترجمہ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہی۔ وہو ہذا۔ وصی یتیم کی جائداد کو مستعار نہین دیسکتا اور اگر ایسا کرے تو اسکا ذمہ دار ہوگا مگر قاضی کو اوسکے مستعار دینے کا اختیار ہی۔ باپ کے بارے مین اختلاف ہی۔ قول صحیح یہی ہی کہ باپ مثل وصی کے ہی قاضی کے مانند نہین ہی۔ اگر وصی نابالغ کی جائداد سے خود قرض لے تو نہین جائز ہی اور یہ دَین اوسپر باقی رہیگا۔ امام محمد سے منقول ہی کہ امام اعظم کے نزدیک وصی کو نابالغ کی جائداد سے قرض لینا نہین جائز ہی مگر پھر امام محمد نے فرمایا ہی کہ اگر وصی ایسا کرے اور اوس قرضہ کو ادا کرسکے تو اوسکا یہ فعل گناہ نہین ہی۔

اگر وصی یا باپ اپنا قرضہ ادا کرنیکے لیے نابالغ کی جائداد کو رہن رکھے تو اصول قیاس کے بموجب ناجائز مگر اصول استحسان کے موافق جائز ہی۔ اور امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ اونھوں نے اصول قیاس کو اختیار کیا ہی۔ اگر وصی اپنا ذاتی قرضہ نابالغ کے مال سے ادا کرے تو نہیں جائز ہی لیکن اگر باپ ایسا کرے تو جائز ہی کیونکہ وصی نابالغ کی جائداد کو معمولی قیمت پر خریدنے کا مجاز نہیں ہی مگر باپ مجاز ہی۔ اور رہن مثل قرضہ کے ہی لہذا باپ اپنا قرضہ نابالغ کے مال سے ادا کر سکتا ہی مگر وصی ایسا نہیں کر سکتا۔

یہی حال رہن کا ہی۔ چنانچہ جامع الصغیر مین لکھا ہی کہ جب باپ اپنا قرضہ ادا کرنیکے لیے اپنی نابالغ اولاد کی جائداد کو رہن رکھے اور جائداد مرہونہ کی قیمت اوس قرضہ سے زیادہ ہو اور وہ جائداد مرتہن پاس گم یا ضایع ہو جائے تو باپ اوس قرضہ کی مقدار کا ذمہ دار ہوگا جو اوسنے ادا کیا ہی اور اوس چیز کی قیمت کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہی کہ باپ اور وصی اوس جائداد مرہونہ کی قیمت کے ذمہ دار بدرجۂ مساوی ہین۔ امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ باپ اور وصی دونون اپنا قرضہ نابالغ کی جائداد سے نہین ادا کر سکتے لہذا اپنا قرضہ ادا کرنیکے لیے اوسکی جائداد کو رہن بھی نہین رکھ سکتے۔ اور بشر ابن ولید نے فرمایا ہی کہ باپ کو اپنا ذاتی قرضہ ادا کرنیکے لیے اپنی اولاد کی جائداد کو رہن رکھنا نہین جائز ہی۔ یہ عموماً تسلیم کر لیا گیا ہی کہ باپ یا وصی شرعاً رہن رکھ سکتا ہی مگر قیاساً رہن نہین رکھ سکتا۔ اور جب جائداد مرہونہ تلف ہو جائے تو وہ دونون اوسکی قیمت کے ذمہ دار ہین۔ فتاواے قاضی خان صفحہ ۴۳۶۔

## ضمیمہ ۱۴

اگر وصی موصی کی جائداد کو اوسکا قرضہ ادا کرنیکے لیے فروخت کر ڈالے اور وہ قرضہ کل جائداد پر حاوی نہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک ایسی بیع جائز ہی مگر صاحبین کے نزدیک ناجائز ہی۔ اگر موصی کی جائداد مقروض نہ ہو اور اوسکے ورثہ نابالغ ہون

اور قاضی کل جائداد کو بیچڈالے تو امام اعظم کے نزدیک وہ بیع نافذ ہو جائیگی - اونھون نے وصی اور باپ کے اختیارات مین یہ فرق رکھا ہی کہ وصی موصی کا قرضہ ادا کرنیکے لیے اور اوسکے وصایا کو نافذ کرنیکے واسطے اوسکے متروکہ کو بیچ سکتا ہی اور موصی کا باپ یعنے اسکے لڑکون کا دادا اپنے بیٹے کے نفقہ کے لیے ترکہ بیچ سکتا ہی (ان یبیع الترکۃ لولدہ) مگر اوسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اون اطفال نابالغ کے ذمہ جو قرضہ ہو اوسکو ادا کرنیکے لیے اپنے بیٹے یعنے اونکے باپ کی جائداد کو بیچڈالے (لیس لہ ان یبیع الترکۃ لقضاء الدین علی الولد الصغار لولدہ) شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا ہی کہ خصاف مین یہی لکھا ہی مگر امام محمد نے دادا کو باپ کا قائم مقام گردانا ہی - مختصر القدوری مین لکھا ہی کہ جب کوئی شخص اپنے باپ اور ایک وصی کو چھوڑ کر مرجائے تو وصی باپ پر ترجیح رکھتا ہی - اگر کوئی وصی نہ ہو تو متوفی کی جائداد کے انتظام مین اوسکا باپ ترجیح رکھتا ہی وقس علے ہذا یہانتک کہ دادا کے وصی کی نوبت آئے اوسکے بعد وہ وصی ہی جسکو قاضی نے مقرر کیا ہو - شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا ہی کہ فتوے اوس قول کے موافق ہی جو خصاف مین لکھا ہی -

اگر نابالغ کا باپ مُسرِف ہو اور اوسکے مال کو اُڑا ڈالے تو وہ اپنی اولاد کے مال کی ولایت کا مستحق نہین ہی -

شمس الائمہ حلوائی نے امام ابو یوسف کی آداب القاضی کی شرح مین لکھا ہی کہ جب قاضی کسی یتیم کا وصی مقرر کرے تو وہ وصی مثل اسکے ہوگا کہ اوسکو اوس یتیم کے باپ نے مقرر کیا ہی اگر اوسکو قاضی نے عموماً سب امور مین وصی مقرر کیا ہو لیکن اگر وہ کسی خاص مقدمہ مین وصی مقرر کیا گیا ہی تو صرف اوسی مقدمہ مین وصی ہوگا مگر یہ حکم اوس وصی کا نہین ہی جسکو اوس لڑکے کے باپ نے مقرر کیا ہو - جب وہ وصی جسکو متوفی نے مقرر کیا ہی لائق اور عادل ہو (عدلاً کافیاً) تو قاضی کو اوسے معزول کرنا

نہین مناسب ہی (لا ینبغی) لکن اگر وہ عادل نہ ہو تو اوسکو معزول کرکے دوسرے شخص کو وصی مقرر کرے اور اگر وہ عادل ہو لکن لائق نہ ہو (لو کان عدلاً غیر کافٍ) تو قاضی اوسکو معزول نہین کرسکتا بلکہ اوسکو چاہئیے کہ اوسکے ساتھ کسی لائق منتظم کو شریک کردے۔ تاہم اگر قاضی اوسکو معزول کردے تو وہ برخاست ہوجائیگا اسی طرح سے اگر قاضی اوس وصی کو معزول کردے جو لائق بھی ہو اور عادل بھی ہو تو بھی وہ موقوف ہوجائیگا۔ شیخ الامام معروف بہ خواہرزادہ نے یہی فرمایا ہی۔ مگر چند علمار نے یہ بھی فرمایا ہی کہ اگر قاضی لائق اور عادل وصی کو معزول کرے تو اوسکا حکم غیر موثر ہی کیونکہ اوسکو یہ اختیار متوفی سے حاصل ہوا ہی لہذا وہ وصی اوس وصی پر ترجیح رکھتا ہی جسکو قاضی مقرر کرے۔ اور قدوری نے فرمایا ہی کہ جس وصی کو متوفی نے مقرر کیا ہو اوسکو قاضی نہین موقوف کرسکتا نہ اوسکے ساتھ کسی کو شریک کرسکتا ہی مگر یہ کہ وہ خائن یا فاسق مشہور ہو (او کان فاسقاً معروفاً بالشر) ایسی صورت مین قاضی اوسکو معزول کرکے دوسرے شخص کو اوسکے مقام پر وصی مقرر کرسکتا ہی اور اگر وہ عادل ہو مگر نالائق ہو تو قاضی اوسکے ساتھ دوسرے شخص کو شریک کرسکتا ہی۔ اصل اور اوسکی شرح طحاوی مین یہی لکھا ہی۔ مگر یہ نہین لکھا ہی کہ اگر قاضی عادل اور لائق وصی کو معزول کرے تو آیا اوسکا حکم معزولی نافذ ہوگا یا نہ ہوگا۔ شیخ امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہی کہ جب وصی موصی کے وصایا کی تعمیل نہ کرسکے تو اوسکو معزول کردینا چاہئیے۔

وصی کو سب وہ افعال کرنا جائز ہی جنسے یتیم کا فائدہ متصور ہو اور اسی طرح سے اوسکا باپ بھی مجاز ہی۔ فتاوے قاضی خان صفحہ ۳۴۶۔

# خلاصہ نظائر

## ہبہ

بمقدمہ یوسف علی بنام صاحب کلکٹر ٹیپرا (انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۹ صفحہ ۱۳۰) یہ تجویز کیا گیا کہ ہبہ کا نفاذ از روے شرع محمدی زمانہ آیندہ پر موقوف نہین ہوسکتا گو وہ زمانہ کیسا ہی محدود و معیّن ہو۔

## ذمہ داری ورثہ کی

مسلمان کے ورثہ کی ذمہ داری اپنے مورث کا قرضہ ادا کرنیکی اور قرضہ ادا کرنیکے پیشتر اوسکا ترکہ تقسیم کرلینے کا حق ان دونون باتون پر مقدمات ذیل مین بحث کی گئی ہے خواجہ ہدایت اللہ بنام ریحن خانم (مورس انڈین اپیلیس جلد ۳ صفحہ ۲۹۵) عصمت النسا بی بی بنام راے بھیمی پت سنگھ (انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۴ صفحہ ۲۸۴) موتی جان بنام احمد علی (انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۳۷۰) سیتا ناتھ داس بنام راے بھیمی پت سنگھ (انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۶)

## شرع محمدی

بمقدمہ حکیم خان بنام گل خان تجویز ہوا کہ کوئی رسم و رواج جو شرع محمدی کے خلاف ہو مسلمانون سے نہین متعلق ہوسکتا (انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۸۲۶)

## بیع کرنا وصی یا ولی کا

بمقدمہ حسینی بیگم بنام ضیاءالنسا بیگم (انڈین لارپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۷۷۴) تجویز ہوا کہ بھائی جو اپنے نابالغ بھائی کا ولی ہو اوسکی جائداد کو بلامنظوری حاکم وقت از روے شرع محمدی نہین فروخت کرسکتا۔ مگر ایسی منظوری سے وہ انتقال جو بڑے بھائی نے بحیثیت ولی کیا ہو جائز ہوجاتا ہے بشرطیکہ وہ معاملہ

ایسا ہبکو ولی بالغ و رشید از روے شرع محمدی کر سکتا ہی۔

## وصیت نامہ

بمقدمہ فاطمہ بی بی بنام عارف اسمعیل جی (انڈین لارپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۹ صفحہ ۶۶) ولسن صاحب جسٹس نے تجویز کیا کہ جب کسی امر خیر کی وصیت درصورت عدم رضامندی ورثہ کیجاے تو چونکہ وصیت بحق اولاد بوجہ نارضامندی دیگر ورثہ ناجائز ہی لہذا وصیت اوس امر خیر کی بھی ناجائز ہوئی۔

نیز بمقدمۂ فاطمہ بی بی بنام شیخ عیسی (انڈین لارپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۷ صفحہ ۲۶۶) ویسٹ صاحب جسٹس نے تجویز فرمایا کہ چونکہ ایکٹ ۵ ۱۸۸۱ع پاس ہو چکا ہی لہذا مسلمان کا وصی اپنے موصی کی جائداد مین قائم مقامی کا دعوے نہین کر سکتا تا وقتیکہ اوسنے پروبیٹ نہ حاصل کیا ہو۔

نیز بمقدمۂ شاہزادہ میرزا سلیمان قدر بنام داراب علی خان (انڈین اپیل جلد ۸ صفحہ ۱۱۷) اس امر پر مفصل بحث کی گئی کہ آیا وہ کلمات جو موصی نے استعمال کیے ہین بمنزلہ وصیت مطلق کے ہین یا صرف دعائیہ ہین فقط۔